اوم

خمخانۂ رام ۱

یعنی

کلیاتِ رام

خم اول یعنی جلد اول

جس میں برہم لین شریمان سوامی رام تیرتھ جی مہاراج
زندہ جاوید کی اپنی ترمیم شدہ کل تصانیف معہ توضیح
سلسلہ وار درج ہیں

مرتبہ

شری آر۔ ایس نارائن سوامی شاگرد رشید پرم ہنس سوامی رام تیرتھ
جی مہاراج ایم۔ اے

جسکو

شری رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ لکھنؤ نے
عباسی پرنٹرز کمانڈ ورڑہ دہلی میں باہتمام منشی سید الدین صاحب چھپوایا

بار سیوم ۔ ۱۹۲۳ء ۲۰۰۰
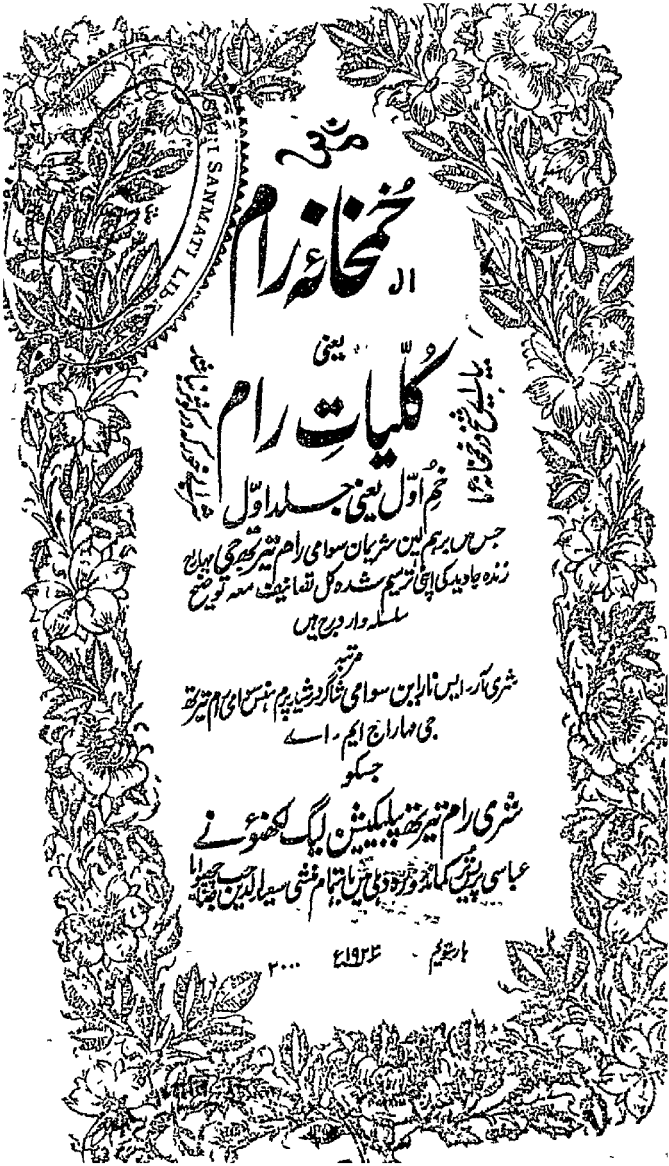
التماس

آج پورے نو برس کے بعد خمخانۂ رام یعنی کلیاتِ رام جلدِ اوّل کو سہ بارہ* بار دوم اشاعت نکالتے ہوئے ایک طرف سے تو دِل کو خوشی ہوئی اور دوسری طرف سے قدرے چوٹ لگی خوشی تو اِس لئے کہ اتنے عرصہ کے بعد بھی راقم کو جو اِسکی سہ بارہ اشاعت دیکھنے کا موقعہ ملا۔ اور جو لائق کاتب بارِ دوم کی اشاعت کے وقت کتابت کے لئے نو برس پہلے ملے تھے وہی اِس بار سویم کی اشاعت کے لئے بھی مل گئے بلکہ یہ اشاعت کاتب صاحب کے اپنے ذاتی مطبع سے ہی شایع ہوئی ہے۔ اور قدرے چوٹ اِس لئے لگی کہ اوّل تو اشاعت سابقہ ختم ہی نو برس میں ہوئی پھر اِسقدر عرصہ کے بعد بھی جب اِسکے سہ بارہ شایع کرنے کا موقعہ نصیب ہوا۔ تو پبلک نے اپنے بیشمار کاموں میں راقم کو اسقدر مشغول و مصروف رکھا کہ ایک ہفتہ تک بھی لگاتار دہلی میں ٹھہرنے کا موقعہ نہ دیا۔ جس سے راقم خود نہ اِس اشاعت کے پروف دیکھ سکا اور نہ کتابت۔ بلکہ کاتب اور دہلی کے ایک رام پیارے لالہ بشیشر ناتھ جی نے باہم ملکر پروف دیکھا اور اِس اشاعت کو تکمیل تک پہنچایا اور جا بجا انگریزی و سنسکرت کی عبارت کو بھی اِن ہر دو اصحاب نے اپنی ہی قلم سے لکھا۔ جس سے کتابت پہلے کی طرح نہ تو خوبصورت اور نہ صحیح شایع ہونے پائی۔ اگرچہ اِن ہر دو اصحاب نے اِس اشاعت کو صاف و صحیح شایع کرنے میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا جس کے لئے راقم ان کا بہت مشکور ہے اور یہ ہر دو پبلک کے شکریہ کے بھی مستحق ہیں۔ لیکن سنسکرت و انگریزی کی کتابت میں تجربہ نہ رکھنے کے کارن بہت جلد بدخط و غلط

لکھے جائے سے اشاعت پہلی کی نسبت قدرے ناصاف و غلط شائع ہوئی ہے جس کے لئے امید ہے کہ رام پیارے راقم کی طاقت سے باہر معاملہ دیکھتے ہوئے اُسے معاف فرماویں گے اور اس اشاعت کو ہاتھوں ہاتھ یعنی بہت جلدی خرید کر راقم کو موقعہ دیں گے کہ جلد وہ اشاعت چہارم کو اپنا دل کھولکر اعلیٰ سے اعلیٰ چھپوا کر پبلک کی بھینٹ کر سکے ؛

(۲) رام پیاروں کو یہ امر بھی دھیان میں رکھنا چاہئیے کہ اگرچہ اشاعت سابقہ کے برابر صاف و صحیح یہ جلد شائع نہیں ہوئی۔ لیکن نو برس پہلے جو سیاہی و مزدوری چھپائی و کاغذ کا نرخ تھا اُس سے دگنا سے بھی زیادہ آجکل بڑھا ہوا ہے اور تسپر بھی نہ وہ اعلیٰ مصالح دستیاب ہوتے ہیں اور نہ کاریگر ہی۔ لیکن ان تمام کمیوں کے ہوتے ہوئے بھی اس جلد کو سابقہ دام سے ہی پبلک کے پاس پہنچانا یہ کم ہمت و دلیری کا کام نہیں ہے۔ اور رام پیاروں نے اِس ہمت کی اگر داد دی تو امید قوی ہے کہ رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ جس نے کہ رام کی تمام تحریرات و تقریرات کو سہ زبان (انگریزی-ہندی و اردو) میں شائع کرنے کا کام اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ وُہ اِس سے بھی زیادہ دلیری کے ساتھ زیادہ اعلےٰ و صاف شائع کر کے اشاعت کو اِس سے بھی زیادہ سستے دام پر لوگوں کی خدمت پہنچا سکے گی۔ ایشور کرے کہ رام پیاروں کی حوصلہ فزائی و لیگ کی ہمت ہر دو بنے رہیں

(۳) پرم ہنس سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کی تصنیفات و تقریریات کو خود غرض لوگوں و محض دوکانداری سپرٹ سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک رجسٹرڈ سوسائٹی شہر لکھنؤ میں سوامی رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ کے نام سے جاری کی گئی ہے۔ جس سوسائٹی کو راقم نے نہ صرف وُہ تمام حقوقِ اشاعت ہی (جو قانوناً درج رجسٹرڈ تھے) دے دیئے ہیں بلکہ پبلک چندہ سے جو رام کی تصنیفات راقم نے پہلے شائع کی تھیں وہ سب کی سب مع

تمام حقوق کے حوالہ کر دی ہیں۔ اس لئے آیندہ کو جس پیارے نے رام کے کسی لیکچر و تصنیف کا ترجمہ کرنا ہو یا مذکورۂ بالا تین زبانوں کے علاوہ کسی دوسری زبان میں شایع کرنا ہو تو اس کے لئے وہ لیگ مذکور سے ہی اجازت مانگے۔ بغیر منظوری لیگ رام کے کسی ورکس کو چھاپنے سے وہ جواب دہی کا ذمہ وار ہوگا۔

(۴) یہاں یہ بتا دینا بھی ناواجب نہ ہوگا کہ رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ امین آباد لکھنؤ جو ایک رجسٹرڈ سوسائٹی ہے اس میں ہر ایک رام پیارا جو اس کے قواعد کے مطابق چندہ دے سکتا ہے وہ اس کا ممبر۔ مربی و مددگار ہو سکتا ہے۔ اور جو رام پیارے اس لیگ کے ممبر و مربی ہیں وہی اس کے منتظم و محافظ ہیں۔ کوئی ایک خاص شخص نہیں۔

(۵) آخر میں رام پیاروں سے یہی پریم بھری عرض ہے کہ اس لیگ کو بالکل اپنا سمجھتے ہوئے تن من دھن سے اس کی مدد کریں۔ جس سے کہ رام کے کلام کو یہ جماعت نہ صرف ہندوستان بلکہ سارے جہان کے کونے کونے میں پہنچانے کے قابل ہو سکے اور خدمتِ انسان میں کامیاب ہو۔

سب کا اپنا آپ

نارائن سوامی

فہرستِ مضامین

راقم کو رام کا کلام و تحریر ہر دو مستیٔ مجسّم قلب سے بہے ہوئے محسوس ہو رہے ہیں اور اُن کا ہر ایک مضمون گویا مستی کا بھرا ہوا خم ہے۔ اِس لئے اِن تمام تصنیفات کا نام خمخانۂ رام رکھا گیا ہے۔

امریکہ میں جو لیکچر انگریزی زبان میں دیئے گئے تھے۔ وہ ہندوستان سے چلنے کے چند سال پیشتر تقریباً تمام کے تمام اُردو زبان میں خود رام کی قلم سے نکلے تھے۔ اور راقم کی زیر نگرانی شائع ہوئے تھے۔ اصل میں مستیٔ مجسّم قلب سے بہی ہوئی یہ اُردو تحریر (تصنیف) ہی تھی کہ امریکہ میں بلباس تقریر انگریزی ظاہر ہوئی۔ علاوہ ازیں کچھ ایسا خیال بھی ہے کہ جو انگریزی لیکچروں میں تو ہو اور اُردو تحریروں میں پہلے نہ بیان ہو چکا ہو۔ اور جو کچھ نیا خیال اُن سے وہاں امریکہ میں قلمبند ہوا اُسے قریباً سوامی جی نے ہندوستان میں واپس آکر مختلف اُردو رسالوں میں آرٹیکلوں کی شکل میں عیاں کر دیا۔ جس سے اب کل انگریزی تقریرات رام کا لفظ بلفظ ترجمہ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں رہی۔ بلکہ اُن کل تحریرات و تصنیفات رام کا شائع کر دینا ہی انگریزی تقریرات کے نفس مضمون کا پبلک تک پہنچانا ہے۔ اور جو کوئی انگریزی لیکچر بلا اُردو لباس پہنے رہ گیا ہے صرف اُسی کا ترجمہ کیا جائیگا۔ باقی کسی لیکچر کا نہیں۔

رام کی یہ کل انگریزی تقریریں و تحریریں کلیاتِ رام کے نام سے چار جلدوں میں شائع ہوئی ہیں۔ اور بعد خمخانۂ رام میں اُن سب انگریزی تقریروں کا

تحریروں کا اصلی فوٹو (یعنی اُردو تحریرات جو خود رام کے دستِ مبارک سے قلمبند ہوئی تھیں) ہی سلسلہ وار درج کیا جاتا ہے۔اس امر کو واضح کرنے کی خاطر ان جلدوں کا عنوان اُردو کلیاتِ رام بھی رکھا گیا ہے تاکہ اردو دان اِن جلدوں کے مطالعہ سے یہ سمجھ لیں کہ وہ انگریزی کلیاتِ رام ہی کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ اور اُن تقریروں کے نفسِ مضمون سے محروم نہیں ہونے پائے ہیں۔ اُوپر یہ واضح کر دیا ہے کہ انگریزی کلیاتِ رام زیادہ تر اُردو تصنیفاتِ رام کا ہی عکس ہیں۔اس لئے جس سلسلہ سے یہ اُردو تصانیف سوامی جی کی موجودگی میں شایع ہوئی تھیں وہی سلسلہ اب اختیار کیا گیا ہے۔انگریزی کلیاتِ رام کے سلسلے کی پیروی نہیں کی گئی۔

سب سے پہلے سوامی جی کی قلم سے رسالۂ الف جاری ہوا تھا۔اُس کا پہلا نمبر جنوری ۱۹۰۰ء میں زیرِ اہتمام راقم نکلا تھا۔اس کے بعد قریب اٹھارہ نمبر رسالے کے نکلے۔جو دو سال کی جلدیں گردانے گئے۔بعد ازاں امریکہ سے واپس آنے پر کئی مضامین لکھے گئے اور کئی لیکچر مختلف مقاموں پر دیئے گئے جو موقعہ بموقعہ مختلف اخباروں اور رسالوں میں شایع ہوئے۔اب بھی خمخانۂ رام کی پہلی جلد جس رسالۂ الف کے بارہ نمبر یعنی ایک سال کی پوری جلد شایع کی گئی ہے۔بعد ازاں دیگر تحریرات و تصنیفاتِ رام متعدد جلدوں میں منقسم ہوکر شایع ہونگی۔مگر سلسلۂ ترتیب تقریباً پہلے کی طرح رہے گا۔جلد دوم میں رسالۂ الف کے باقیماندہ نمبر معہ مفصل حالاتِ زندگیٔ رام شایع ہونگے۔اور جلد سویم میں باقیماندہ کل مضامین جو اُردو اخباروں یا رسالوں میں شایع ہوئے ہیں معہ ان انگریزی تقریروں کے ترجموں کے کہ جو ابھی تک اُردو کا لباس نہیں پہننے پائیں، سب کے سب سلسلہ وار شایع ہونگے۔ ہر ایک جلد قریباً ۔۔۔ صفحوں

سے رکھی جاویگی۔ اگر مضمون ان صفحوں سے بہت زیادہ تجاوز کر گیا تو چوتھی جلد بھی نکالی جاویگی۔ مگر اس امر کا مفصل ذکر جلد سویم کے دیباچہ میں کیا جاویگا

جلد ہذا میں جو رسالۂ الف کے نمبر شایع ہوئے ہیں سب خود رام جی کے ترمیم شدہ ہیں۔ علاوہ ترمیم کے راقم نے تمام فارسی انگریزی اور سنسکرت کی نظموں یا عبارت کا مفصل ترجمہ یا مطلب انکے نیچے فٹ نوٹ میں درج کر دیا ہے تاکہ اُردو دان ان کے نفس مضمون سے بے بہرہ نہ رہیں اور مضمون کے سمجھنے کا سلسلہ بھی نہ ٹوٹنے پائے ؀

دربارۂ رسالۂ الف ناراین کو اتنا ہی مختصراً کہنا ہے کہ یہ رسالہ اپنی بالکل نرالی وضع قطع و مدعا لئے نکلا تھا اور ابھی تک اِس نمونہ کا رسالہ اِس کے بعد ہندوستان میں نکلتے نہیں پایا۔ مختلف قسم کے رسالے مختلف مدعا لئے ہوئے تو بیشک بہت نکل چکے ہیں۔ مگر ویدانت (تصوف) کی روح پھونکنے والا اور اُس کے فلسفہ کو باسانی سمجھانے والا ابھی تک الف جیسا مدلل و دلچسپ رسالہ تختۂ ہستی پر نہیں آیا۔ اور نہ وہ سحر بیانی و زباں دانی کسی رسالے میں دیکھی گئی جو کہ رسالۂ الف میں رام کی قلم سے نکلی تھی۔ الغرض یہ رسالہ ہر طرح سے اپنے ڈھنگ و نمونہ کا ایک ہی نکلا تھا اور اس کا عنوان بھی دنیا بھر میں نرالا ہی تھا۔ اور جو کچھ جادو بھرا اثر اس سے تعلیم یافتہ لوگوں پر ہوا وہ مختلف اخباروں و رسالوں کے ریویوں سے جو جلد ہذا کے آخر میں درج ہیں واضح ہو رہا

جس مدعا و منشا سے یہ رسالہ جاری ہوا تھا وہ سب کا سب مختصراً اُس اعلان میں درج ہے جو رسالہ جاری کرتے وقت برائے اطلاع پبلک بانٹا گیا تھا۔ برائے ملاحظۂ ناظرین اُس کی نقل بھی درج کی جاتی ہے ؀ اگرچہ رسالہ بموجب اطلاع ہر مہینہ کی پہلی تاریخ لگاتار شایع نہ ہو سکا۔ جس سے ہر ماہ اعلان

میں دوبارہ تاریخ اشاعت کچھ تبدیلی ہوتی رہی۔ تاہم رسالۂ ہذا کی غرض و منشا ظاہر کرنے کے خیال سے سب سے پہلے والے اعلان کی نقل دی جاتی ہے ؛

अहमात्मगमकारो ऽस्मि

اعلان

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما
اکائی ذات میں میری ہزاروں رنگ ہیں پیدا
مزے کرتا ہوں میں کیا کیا اہاہا! اہاہا!!!

کروڑ میں پوری کروڑ اکائیاں شامل ہوتی ہیں۔ اور لاکھ کئی لاکھ اکائیوں سے مرکب ہوتا ہے۔ لیکن اکائی میں کروڑ اور لاکھ اور ہزار کا نظارہ دکھانے والا "وجہہ یک است چہ دو چہ صد چہ ہزار" کی جھلک دکھانے والا اور یا "تاتا وغیرہ کو ایک الف میں لانے والا رسالہ "الف" نمودار ہوا ہے ؛

اس میں علاوہ دیگر مضامین کے کُل کا کُل ویدانت درشن بھگوت گیتا اور ساری اُپنشدیں (معہ بھاشیہ) آہستہ آہستہ اُردو میں شائع کی جائیں گی۔ (مطابق سِدّھانت بھگوان شنکر) ؛ نئی روشنی والوں کے لئے بھی رُوحانی غذا کافی ہوگی۔ قیمت سالانہ بلا محصول ڈاک ایک روپیہ (عہ) معہ محصول ڈاک (عہ) تاریخ اشاعت ہر مہینے کا شروع۔

ع۔ جس کو منظور ہو درخواست کرے ساتھ کے ساتھ

المشتہر

نارائن منیجر رسالۂ الف۔ آنند پریس شوتر منڈی لاہور

صحت نامہ

(نوٹ) بدقسمتی سے انگریزی و سنسکرت کا کاتب نہ ملنے سے کتابِ ہذا میں تقریباً سب جگہ انگریزی اور سنسکرت کی عبارت بہت ہی غلط ملط چھپ گئی ہے اس لئے اس کو بہت خراب سمجھ کر اس کا غلط نامہ نہیں دیا گیا۔ کتابِ ہذا کے مطالعہ کنندگان اس مجبوری امر کے لئے معاف فرما کر غلط عبارت کے جو معنی صحیح نیچے فٹ نوٹ میں درج ہیں۔ ان سے ہی لطف اٹھانے پر اکتفا کریں۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶	۱۷	باچھات	پا۔ جہات	۳۳	۸	خوبیم	خوبیم
۷	۱۲	نارک	نازک	″	۱۷	سلہ	اے جستجو کر جستجو کر جستجو کر
۱۱	۳	خاکباری	خاکبازی		فٹ نوٹ	-	تیرے اندر وہ ہے
۱۱	فٹ نوٹ آخری سطر	خاک چھانتا رہیگا	خاک چھانتا رہیگا۔				اسے وہاں دیکھ
۱۳	۴	نیا پیرا۔	(اسے خارج سمجھو)	″	۱۸	سلہ	سکہ -
۱۴	۵	آئیبول	آئینوں	″	۲۲	سکہ	سکو
۱۵	۸ و ۹	تیا (یہ تریا) اور اگر ہو تو شنی (پرنو)	(پرنو) اکشر	۳۵	۱	مناجات	مناجاست
۱۷	۱۲	بچہ کیوں پھرتا	بچہ پھرتا کیوں	۳۶	۱۱	سہ	سکہ
″	″	مست رہتا ہوں	مست پھرتا ہے	۳۷	۴	—	سلہ
۱۹	۱۸	گندھے	کناے	″	۱۵	—	سکہ
۲۰	۱۲	از پرم	از برم	″	۱۶	—	سکہ
۲۴	۱۰	خیال و گمان	خیال و قیاس و گمان	۳۸	۱	—	سلہ
۲۵	۱۱	لفیجہ	رشتچہ	″	۲۰	پچھاردوں	پچھاڑ دوں
″	۱۲	تیرا اصلی	تیرا اصلی اپنا	۳۹	۳	اور سر لو	از سر نو
۲۷	۹	خاک میں	ناک میں	″	۱۳	ستم کر دیا	ستم کیا کر دیا
″	″	لہو ماس میں	(رہا ہے و غیر منقولہ)	۴۰	۱۷	سہ	سلہ
			لہو ماس	۴۱	۱۶	سہ	سکہ
۳۰	۱۵	کسنگ	عورت کسنگ	۴۲	۱۶	سہ	سلہ
۳۳	۶	عدو	وہ	″	۱۸	بجنت نشان	جنت نشان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۳	۱	دھتی	دھوتی
〃	۲	( )	(متقی)
〃	۱۰	جو سر میں مقیم ہوں	جو سریاں آروڑھ (ذات میں مقیم)
۴۴	۱	سہ	سلہ
۴۶	۲	سہ	سلہ
۴۷	۱۰	سہ	سٹہ
۴۸	۱۶	بلائی جاتی	ہلائی جاتی
〃	۱۸	—	سٹہ
۴۹	۱۷	—	سٹہ
〃	۱۹	رنگ	رنک
۵۰	۲	ویدانت سال	(ویدانت سار)
۵۱	۴	—	سلہ
〃	۸	—	سٹہ
〃	۹	—	سٹہ
۵۲	۱۱	رمز کی گرامز	کفر کی گر رمز
۵۳	۶	جبرم کی ثانی	جھرم کی ٹاٹی
〃	۱	—	سلہ
〃	۱۱	—	سٹہ
۵۴	۲	سہ	سلہ
〃	۵	سہ	سٹہ
۵۵	۳	—	سلہ
۵۹	۲	سولے سمیندھ	سموائے سمیندھ
۶۰	۱۹	اور (ایک)	اور I (ایک)
۶۱	۱۷	نکاہیں	نگاہیں
۶۲	۸	جبتاگ ویہو	جبتک تگ ویڑ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۲	۲۰	علم ضرر پڑھا	علم ضرور پڑھا
۶۶	۷	ہر ایک کو نعمت	ہر ایک نعمت محیط
〃	۱۴	جوں بچوں	جوں جوں
۷۱	۱۳	سہ	سلہ
۷۲	۱۰	دائرہ مستقیم	دائرہ خط مستقیم
〃	۱۸	صدائیم ہم	جیدائیم ہمہ
۷۳	۱	—	سلہ
۷۵	۴	کابیں	کانیں
۸۰	۱	نہ تو میرے	نہ تو میرے
۸۱	۱۴	اپنے اور	اپنے اُدر
۸۳	۲	—	سلہ
۸۵	۱	سہ	سلہ
〃	۱۸	سہ	سٹہ
۸۶	۱۶	سہ	سلہ
〃	۱۸	—	سٹہ
۸۷	۲۰	سہ	سلہ
〃	۲۱	بے تیتر	بے ہتر
۹۰	۵	سہ	سلہ
〃	۶	سہ	سٹہ
〃	۱۳	ہاں میرے جیسا	ہاں میرے جیسا
۹۲	۱۸	—	سلہ
۹۳	۲	—	سلہ
۹۵	۵	ع	ع سلہ
۹۶	۱۰	—	سلہ
〃	۱۴	—	سٹہ
۱۰۶	۱۶	—	سلہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۸	۸	ذوی الاتیاز ہیں	ذوی الاقیاز آئیں
”	۲۱	مجموعۂ نظم آزد	مجموعۂ نظم آزاد
۱۱۰	۱۲	ذرا جاک	ذرا جاگ
”	۲۲	—	؎۱
۱۱۲	۱	—	؎۱
”	۱	اے فار یا	اے قازیا
”	۲	اے سنتوں	اے سوَن
۱۱۳	۲	گلاس (ٹبنا)	گلال (اُبٹنا)
”	۴	سبز پوش	شفق سبز پوش درخشند
”	۴	کانوں میں موقی	کانوں میں موتی
”	۹	؎	کپھول اوس
”	۱۲	تر و تار گی	تر و تازگی
۱۱۴	۱	چیت طن	چیت گھن
۱۱۵	۱	؎	؎۱
”	۳	—	؎۲
”	۱۰	؎	؎۳
۱۱۵	۱۲	؎	؎۱
۱۱۶	۱۰	؎	؎۲
”	۱۱	—	؎۳
۱۱۷	۱	؎ صباحِ عید	؎۱ صباحِ وعید
”	۷	نیر مل نے	نرمل ستے
۱۱۹	۱	؎	؎۱
”	۷	—	؎۲
”	۸	—	؎۳
”	۱۱	तत्त्वमीस	तत्त्वमसि
۱۳۰	۶	؎	؎۱

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۰	۱۱	؎	؎۲
۱۲۱	۱۱	؎	؎۱
۱۲۲	۹	लिखइति	یجروید کٹھ اپنشد ۱-۴-۱۲
۱۲۳	۱۳	جھلا	چھلا
۱۲۴	۱	؎	؎۱
۱۲۵	۱۱	بارپاتے کو	بارپانے کو
۱۲۶	۱۵	اقرار باس	اقرار باش
۱۲۷	۲	الوانِ گوناگوں	الوانِ گوناگوں
”	۴	صعیر و کبیر	صغیر و کبیر
”	۱۳	؎	؎۱
”	۱۴	؎	؎۲
۱۲۸	۵	بنائے کی	بنانے کی
”	۱۱	؎	؎۱
۱۲۹	۱	؏	؏ کہ
”	۴	؎	؎۲
۱۳۰	۳	باپ	پاپ
”	۱۱	—	؎۲
۱۳۴	۷	گکچھے سکھ	کیچھے سکھ
۱۳۵	۱۸	—	؎۱
۱۳۶	۷	آپ ہے سے گے	آپ چھٹنے سے
”	۱۱	۱۳ ۱ کر	۱۰ ۱ کر
۱۳۷	۷	کرنک	کرچنگ
”	۷	کلنگ	سکلنک
”	۱۰	—	کہ
۱۳۹	۱۴	—	کہ
۱۴۰	۸	کبھی تاری نہیں	کبھی آتا ہی نہیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۰	۱۵	ـــ	ـ۱
۱۴۱	۱	ـــ	ـ۱
〃	۲	ـــ	ـ۲
〃	۴	ـــہ	ـ۳ہ
〃	۷	۶ح	۶ح ـ۲
〃	۱۶	چھوڑا	چھوٹا
۱۴۲	۱	ـــ	ـ۱
۱۴۳	۱۲	مقام والا	خیال والا
۱۴۴	۲۲	سطر کھا گئے	سے کیا ہنسی آتی ہے مجھکو حضرت انسان پر فعلِ بد تو خود کرے لعنت کرے شیطان پر
۱۴۷	۴	میں جاکو	میں جاگو
۱۴۸	۲	ـــہ	ـلہ
〃	۱۱	(نج وحام)	(رنج وحام)
۱۴۹	۱۲	ـــہ	ـلہ
۱۵۰	۱۱	مجھ سے	تجھ سے
۱۵۱	۶	سچ	سچ ہے
〃	۹	ـــہ	ـلہ
〃	۱۰	کیا ہنسی آتی شیطان تک	یہ سطر خارج سمجھو
۱۵۲	۱۳	ـــہ	ـلہ
۱۵۴	۵	سانپ	سانپ ([illegible])
〃	۱۲	تیرا گیان	تیرا اگیان
〃	۱۳	اس گیان	اس اگیان
〃	۱۶	ـــہ	ـلہ
۱۵۵	۱	پاپتہ	پابستہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۶	۱	تازہ بنکر	نیگر
۱۵۷	۱۴	ماننے کا فعل	نہ ماننے کا فعل
〃	۱۶	ـــ	ـ۱
〃	۱۸ آ	ـــہ	ـ۳ہ،
۱۶۰	۲	ـــ	ـ۱
۱۶۱	۵	کدیلوں	گدیلوں
۱۶۲	۱۰	(۲) ـــ	(۲) تجھ بین نہ ہو کس کا قول نہیں یوگ در یوگ دیا ملا پیا ہی کا قول ہیں ایسے ہی ترک تیرا کا بھی قول نہیں تو پھر پیارے تو کس لیے اتراتا ہے؟
۱۶۳	۱۲	برہشمینش	برہشتمینش
۱۶۴	۱	ـــہ	ـلہ
۱۶۶	۱	(بائیل)	Bible (بائبل)
۱۶۸	۲	الوسطٰ ہوش و حواس	الوسط ہوش و حواس
۱۶۹	۱۶	ـــہ	ـ۳ہ
۱۷۰	۸	کوسنے کردو	کوسلے کردو
〃	۱۴	ـــہ	ـ۳ہ
۱۷۱	۴	ـــہ	ـلہ
۱۷۲	۱	ـــہ	ـلہ
۱۷۳	۵	سوئیں	جوئیں
〃	۷	ـــہ	ـلہ
۱۷۴	۵	ـــہ	ـ۲ہ
۱۷۵	۱	ـــہ	ـلہ
۱۷۶	۱۳	جانور	جاتو
۱۷۷	۶	ـــہ	ـلہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۳	۱	سہ	سہ۱	۲۳۰	۱۶	سہ	سہ۳
۱۸۶	۲	سہ	سہ۱	۲۳۲	۱۰	سہ	سہ۱
″	۱۲	سہ	سہ۲	″	۱۵	سہ	سہ۲
″	۱۹	شبہ	تشبیہ	۲۳۳	۱۱	کام ۔ لوبھ	کام ۔ لوبھ شہوت لالچ
۱۹۴	۲	پرائمری	پرائمر	۲۳۴	۶	لکڑی کا	لکڑی کو
″	۸	بابولوک اور پنڈت لوگ	بابو لوگ اور پنڈت لوگ	″	۱۰	سہ	سہ۲
۱۹۵	-	۲۹۵	۱۹۵	″	۱۴	برٹے راستے	بڑے راستے
۲۰۴	۵	سہ	سہ۲	″	۱۶	باطنی دیدے	باطنی وید سے
۲۰۵	۶	سہ	سہ۱	″	۲۰	پرلوک) سے	پرلوک) سے
۲۰۷	۱	(اظہار بانسبت)	(اظہار بالنسبت)	۲۳۵	۱	سہ	سہ۱
″	۱۶	رنگوں سے اتا	رنگوں سے ماتا	″	۱۷	کسی پرس	کسی پرش
۲۰۸	۱	قلم ہے	ظلم ہے	۲۳۷	۶	جھاک جاگ	جھاگ جھاگ
۲۱۳	۱	سہ	سہ۱	۲۳۸	۶	خلاصلی نی	خلاصی لی
″	۱۱	من تو……	من تو شدم…	۲۳۹	۶	ابت زندہ	ثابت زندہ
۲۱۴	۲۰	سہ	سہ۱	۲۴۱	۱۸	یہاں ستان	یہاں شتان
۲۱۶	۷	—	سہ۱	۲۴۵	۱۱	کردن پر	گردن پر
۲۱۸	۹	تور میں	نور میں	۲۴۶	۲	سہ	سہ۱
″	۱۰	پوتر بھر رہا ہے	پوتر تا بھر رہا ہے	″	۱۲	سہ	سہ۳
۲۲۰	۷	کل	کل (زمانہ قدیم)	″	۱۳	سہ	سہ۴
۲۲۳	۱۰	سہ	سہ۴	۲۴۶	۱۶	سہ	سہ۱
۲۲۸	۲	سہ	سہ۱	۲۴۸	۹	خون نکلا	خون نہ نکلا
″	۷	سہ	سہ۲	۲۵۱	۶	سہ	سہ۱
″	۱۴	یا کوئی بات ہے	یا کہانی بات ہے	۲۵۲	۲	ھ	ھ۱
۲۲۹	۱۶	تجھ (کم حقیقت)	تجھ (کم حقیقت)	۲۵۳	۹	سہ ہر چیز	سہ۱ ہر چیز
۲۳۰	۴	سہ	سہ۱	۲۵۴	۸	سہ مصری توتی	سہ مصری کی توتی
	۸	سہ	سہ۲	″	۹	سوسب	سوتب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵۴	۱۳	فرضی اپنے آپ	فرضی اپنے آپ سے
۲۵۵	۱۶	بید اویں	فریادیں
۲۵۶	۱۸	مظلوم	مظلوم
۲۵۷	۲	کتھا اپنشد ۱-۲-۱۱	(کتھا اپنشد ۱-۲-۱۹)
″	۷	—	؁۲
۲۵۸	۱۹	میں یہ ویش کرتی	میں پرویش کرتی
۲۶۰	۷	چلنا چاہتا ہے	چلنا چاہتا ہے
۲۶۲	۱۰	یہ کتنا کر	یہ کہنا کر
″	۱۴	تیک و تاز	تگ و تاز
۲۶۳	۵	؁	؁۱
۲۶۴	۱۷	فہم و ذگا	فہم و ذکا
۲۶۵	۱۱	بچار کر	بچا کر
″	۱۶	تعلّم و تعلّم	تعلیم و تعلّم
۲۶۶	۱۳	کھوتا ہے	کھونا ہے
۲۶۷	۱۰	؁	؁۱
″	۱۴	—	؁۲
۲۶۹	۱۸	پُرس کو	پُرش کو
۲۷۰	۸	فقطی	لفظی
۲۷۱	۸	شاد	شاہ
۲۷۵	۷	ڈھیلا کر دیتا ہے	ڈھیلا کر دیتا ہے۔ لذتِ نفسانی کا مزا اڑا دیتا ہے۔ تیرا تیرا کی تپشا دیتا ہے
″	۱۷	چباویں چباویں	چباویں
۲۷۶	۷	—	؁۱
″	۱۱	؁۲	؁۳
″	۱۳	عجبت	برکت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۷۶	۲۰	آئینہ لینے والے	آنند لینے والے
۲۷۸	۹	؁	؁۱
″	۱۱	؁	؁۲
″	۱۶	سرپر	اپنے سر پر
۲۷۹	۱۵	؁	؁۱
۲۸۰	۱۲	جگ جگ	جُگ جُگ
۲۸۳	۱	؏	؏ ؁۱
″	۲	؁	؁۲
″	۳	؁	؁۳
″	۴	؁	؁۴
۲۸۸	۱۰	ایڈوگیٹ	ایڈوکیٹ
″	۲۰	خدمت کا	خدمت کرنے کا
۲۸۹	۱۹	ایذا سانی	ایذا رسانی
۲۹۰	۴	دل پر	قصد پر
″	۷	آرج	آجنک
۲۹۱	۱۱	سنکوح	سنکوچ
۲۹۲	۴	یہ گرٹ	یہ زگرٹ
۲۹۳	۶	؁	؁۱
″	۱۸	اسلام	اہلِ اسلام
۲۹۴	۲	اپنی خاص	اپنی ایک خاص
″	۱۲	؁	؁۱
۲۹۵	۶	دانہ ڈھونڈے	دانہ پڑا ڈھونڈے
۲۹۷	۱۱	ویچتر	بچتر
″	۱۲	کرامر	گرامر
″	۱۶	بناکرنے	بنانے کرنے
″	۲۰	کرسکتے	کرسکتے تھے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۸	–	۳۹۸	۲۹۸
〃	۷	پیر پرمیشور	پرمیشور
۲۹۹	۳	سنگیرتن	سنکیرتن
〃	۱۲	منظور	بھی منظور
۳۰۱	۷	سہ	سلہ
〃	۱۵	کے باعث	نہ ہونے کے باعث
〃	۱۸	(مہرشی کمار)	(مہرشی کمار)
〃	۱۸	لواگی ودیا	لوکی ودیا
۳۰۲	۱۷	ڈھرے	ڈھرّے
〃	۲۰	تلاش ہی سے	تلاش ہی پانی سے
۳۰۳	۴	۱۲/۴	۱۲/۱۶
۳۰۴	۶	چھاتی سے	چھاتی سے
۳۰۵	۴	(شووہنگ شوہنگ)	(شووہنگ شووہنگ)
〃	۸	آورسے بمنا	آورسے بمنا! اناالحق
〃	۲۰	سہ	سلہ
۳۰۷	۱۳	آودھا صقر	آودھا صفحہ
۳۰۸	۱۷	—	ملہ
۳۰۹	۱۱	سہ	سلہ
〃	۱۳	سہ	س۲ہ
۳۱۱	۶	لورورخشان	نورِ درخشان
〃	۱۲	طے کرنا ہوا	طے کرتا ہوا
۳۱۲	۱۶	پرجوں میں	برجوں میں
۳۱۳	۲۱	سطر لگائی گئی	سلہ [illegible]
۳۱۷	۱۸	سہ	سلہ
۳۱۸	۱	سہ	سلہ
۳۱۹	۶	سلہ	سہ
〃	۹	س۲ہ	سلہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۱۹	۱۰	س۳ہ	س۲ہ
۳۲۰	۸	سہ	سلہ
〃	۱۱	آنچہ ہستی ہوئی	آنچہ ہستی توئی
〃	۱۴	سہ	س۴ہ
〃	۱۸	سہ	س۲ہ
۳۲۱	۱	پرکرتی سے	پرکرتی نے
〃	۵	بس بیناً	بس یقیناً
〃	۷	تناسخ	تناسخ
۳۲۲	۴	نمایاں ہیں	نمایاں ہیں
〃	۵	تخت	تخت
〃	۱۶	قضلت	فضیلت
۳۲۳	۷	حام خدمتگا	عام خدمتگار
〃	۸	نائی	نائی کو
۳۲۴	۳	لے آؤ	لے جاؤ
۳۲۵	۲۰	بدایت	ہدایت
۳۲۷	۸	سہ	سلہ
۳۲۸	۱۱	عج	عج عملے
۳۲۹	۱۲	عملے	عملے۳
〃	۱۹	س۲ہ	(۳)
〃	۲۰	لمینہ	سکمینہ
۳۳۰	۳	سلہ	س۴ہ
۳۳۱	۱۶	بگلتی ہوئی	پگلتی ہوئی
۳۳۲	۵	بڑا آدمی	بڑا آدمی
۳۳۳	۲۱	برجھ	برچھ
۳۳۵	۳	ابھی نہیں	ابھی تک نہیں
〃	۱۰	بدولت	بدولت
۳۳۶	۲۰	رنگ ساسین	رنگ سامعین
۳۳۸	۲	اور گیتی پاتا	اور گیتی پایا

رسالۂ الف جلد اول ۱۹۰۰ء
पूर्णमदः पूर्णमिदं पूर्णात् पूर्णमुदच्यते। पूर्णस्य पूर्णमादाय पूर्णमेवावशिष्यते।

آنند

او اِس مضمون سے آنکھ لڑانے والے پیارے! ذرا اُس دِن کو یاد کر جبکہ تیرا آنند ماتا کے آنچل تلے ڈھکا تھا۔ ماں کی آستین سے بندھا تھا۔ حوریں بُلاتی ہیں۔ اپسرا گود میں لیا چاہتی ہیں۔ مگر تم ہو اور ماں کا دوپٹہ۔ آپ چھُپتے ہو۔ مُکھڑا چھپاتے ہو۔ راجہ صاحب بُلاتے ہیں۔ مجسٹریٹ صاحب یاد فرماتے ہیں تمہاری بلا سے۔ تم تکتے تک نہیں۔ بلکہ پری رُخساروں اور ذی وقاروں پر بیچ بیچ پیشاب کرنا آپ ہی کا کام تھا۔ ایم۔ اے اور ایل ایل ڈی کی تمہارے سامنے کچھ حقیقت ہی نہیں۔ قیمتی کتابیں تمہارے خیال میں صرف پھاڑ دینے کو بنائی گئی تھیں۔ کیوں جی کیسے سُکھی تھے اُن دِنوں؟ سب دیکھنے والے بلائیں لیتے ہیں۔ بھائی فدا ہُوا چاہتے ہیں۔ بہنیں اپنے تئیں نچھاور کرنے کو تیار ہیں۔ باپ کے پیارے۔ ماں کی آنکھوں کے تارے۔ اوڑھنے کا فکر نہ بچھونے کا ذکر۔ سچ ہے۔ ع

معصوم کے بہشت سدا ہمرکاب ہے

Heaven dwells with us in infancy

یہ وہی دِن ہیں جہاں نگاہ میں نہ دُنیا ہے نہ مافیہا۔ نہ بندہ ہے نہ خدا۔ نہ من ہے نہ تُو۔ نہ نیکی ہے نہ خطا۔ نہ گستاخی ہے نہ حیا۔ نازنینوں کے نخرے اور ادا بالکل لایعنی۔ دُنیوی کرّوفر مطلقاً بے معنی ॥

{ **جُملۂ معترضہ**۔ دھن ہیں وُہ مہا پُرش جو بچپن سے لے کر تمام منازل طے کرکے گیان سروپ ہو دوبارہ بچّے کی مانند فِتنوں سے خلاصی پا چکے ہیں اور مصداق اِس مقولے کے ہیں۔

ع۔ اِنتہائے کار جو تھی ابتدائے کار تھی ॥

اَے ناظرین یاد رہے یہ مہاتما اُوپر سے پیارے پیارے بھولے بھالے وہی ہیں جن کا کام ہے ایشور کی چھاتی پر کودنا۔ اِندر آدِک دیوتا اُن کو ہاتھوں پر اُٹھاتے ہیں۔ برہما آدِک اُن پر وارے وارے جاتے ہیں۔ مگر یہ بے اِستغنا کہ آنکھ اُٹھا کر دیکھتے بھی تو نہیں۔ چاروں وید اُنہی کی حمد و ثنا گاتے ہیں ॥

ع۔ ڈھول تہنا ندی جے ملے نانک دی ارداس ॥ }

کچھ بہت عرصہ نہیں گذرنے پاتا کہ بچّے کا آنند اپنا صدر مقام تبدیل کرتا ہے۔ اب کھیل کود میں جو مزا ہے وُہ اور کہیں نہیں یہاں تک کہ ماں بھی بِسر جاتی ہے۔ علم و ہنر۔ دولت و عظمت کا تو پوچھنا ہی کیا ہے ॥

تھوڑی سی مدّت اور بسر ہوتی ہے کہ آنند کا چکّر اپنا مرکز کتابوں کو بنا لیتا ہے۔ اب نہ کھیل سوجھتی ہے نہ ورزش۔ نہ ماں یاد ہے نہ حسن و تماشا ॥

کچھ زمانے کے بعد ملازمت وغیرہ ملی۔ آنند لکشمی کے کرشمہ میں آ قائم ہُوا۔ اب روپیہ کی جھنکار جیسا کوئی راگ ہی نہیں دولت اکٹھا کرنے سے بڑھکر کوئی کاج ہی نہیں ؞

اِس جڑ مایا کے آنے پر چنچل مایا (استری) کی لگن میں مگن ہوگیا وُہ روپیہ جو باقی کُل چیزوں سے زیادہ پیارا تھا۔ عورت کی خاطر اُس روپیہ کو ایک گُونہ طلاق دینا بسر و چشم منظور ہُوا۔ اب کئی پھٹے گُورو جی (عورت) کے رات کے ایکانت کے گور منتروں میں آنند جی نے آسن جمایا۔ مگر اس کو چین کہاں!

بہوجی اور بابُو جی ننھے کی باٹ تاکتے ہیں۔ ہائے کب ہمارے گھر میں بالک کھیلے گا۔ کب اُس کھلونے سے دِل بہلے گا۔ بابُوجی تو اخباروں اور ڈاکٹروں سے نسخے دریافت کرتے ہیں اور بہو جی گنڈا تعویذ سادھو فقیر کی تلاش میں رہتی ہیں کہ ہائے کسی صورت سے اپنے جوبن کے بروا کو پھل لگے۔ زر ہے۔ زیور ہے۔ زمین ہے۔ پر ایک ہی چیز کی کمی ہے جس بِنا یہ کُل چیزیں پھیکی ہیں ؞ بچّے کی خاطر بابُوجی اپنی اردھنگی کی موجودگی میں دُوسرا بیاہ کرنے کو مستعد ہیں ؞

گنگا مائی کی کرپا سے بالک ہُوا۔ آنکھیں ملتے ملتے اکلوتے بیٹے کا مُنہ دیکھا۔ ایسا سُکھ پھر کب ہوگا۔ خوشی سے پھُولے نہیں سماتے۔ ننھا ہے کہ اک تماشا ہے۔ کُل کُنبے کی جان ہے اُس سے ایک دم کی جُدائی دُوبھر ہے۔ دفتر میں کام کرتے ننھا ہی آنکھوں کے سامنے پھرتا ہے۔ گرہست سے آ

۔ وہی دِن ہیں جہاں نگاہ میں نہ دُنیا ہے نہ مافیہا۔ نہ بندہ ہے نہ خدا۔ نہ من ہے نہ شما۔ نہ نیکی ہے نہ خطا۔ نہ گستاخی ہے نہ حیا۔ نازنینوں کے نخرے اور ادا بالکل لایعنی۔ دُنیوی کرّو فر مطلقاً بے معنی ﴿

{ جُملۂ معترضہ۔ وہی ہیں وُہ مہاپُرش جو بچپن سے لے کر تمام منازل طے کر کے گیان سروپ ہو دوبارہ بچّے کی مانند ضدّین سے خلاصی پا چکے ہیں اور مصداق اِس مقولے کے ہیں۔

ع۔ انتہائے کار جو تھی ابتدائے کار تھی ﴿

اے ناظرین یاد رہے یہ مہاتما اوپر سے پیارے پیارے بھولے بھالے وُہی ہیں جن کا کام ہے ایشور کی چھاتی پر کودنا۔ اِندر لوک دیوتا ان کو ہاتھوں پر اٹھاتے ہیں۔ برہما آدِک ان پر وارے وارے جاتے ہیں۔ مگر یہ بے استغنا کہ آنکھ اٹھا کر دیکھتے بھی تو نہیں۔ چاروں وید انہی کی حمد و ثنا گاتے ہیں ﴿

ع۔ وُھول نتہانندی بے ملے نانک دی ارداس ﴿ }

کچھ بہت عرصہ نہیں گذرنے پاتا کہ بچے کا آنند اپنا صدر مقام تبدیل کرتا ہے۔ اب کھیل کود میں جو مزا ہے وہ اور کہیں نہیں یہاں تک کہ ماں بھی بِسر جاتی ہے۔ علم و ہنر۔ دولت و عظمت کا تو پوچھنا ہی کیا ہے ﴿

۔ تھوڑی سی مُدّت اور بسر ہوتی ہے کہ آنند کا چکر اپنا مرکز کتابوں کو بنا لیتا ہے۔ اب نہ کھیل سوجھتی ہے نہ ورزش۔ نہ ماں یاد ہے نہ حسن و تماشا ﴿

کچھ زمانے کے بعد ملازمت وغیرہ ملی۔ آننار لکشمی کے کرشمہ میں آ قائم ہُوا۔ اب روپیہ کی جھنکار جیسا کوئی راگ ہی نہیں دولت اکٹھا کرنے سے بڑھکر کوئی کاج ہی نہیں ✣

اس جیڈ بابا کے آنے پر چنچل مایا (استری) کی لگن میں مگن ہوگیا وُہ روپیہ جو مانی کُل چیزوں سے زیادہ پیارا تھا۔ عورت کی خاطر اس روپیہ کو ایک گونہ طلاق دینا بسر و چشم منظور ہُوا۔ اب سکھ پتنے سُرّو پتی (عورت) کے رات کے ایکانت سے گُر، منتروں میں آنند جی نے آسن جمایا۔ مگر اس کو چین کہاں!

چھوٹی اور بابو جی ننھے کی بات تکتے ہیں۔ ہائے کب ہمارے گھر میں بالک کھیلے گا۔ کب اس کھلونے سے دل بہلے گا۔ بابو جی تو حکیموں اور ڈاکٹروں سے نسخے دریافت کرتے ہیں اور بہو جی تعویذ گنڈا سادھو فقیر کی تلاش میں رہتی ہیں کہ ہائے کسی صورت سے اپنے جیون کے برتا کو پھل لگے۔ زر ہے۔ زیور ہے۔ زمین ہے۔ یہ ایک ہی چیز کی کمی ہے جس بن یہ کُل چیزیں پھیکی ہیں۔ بچے کی خاطر بابو جی اپنی اردھنگی کی موجودگی میں دوسرا بیاہ کرنے کو مستعد ہیں ✣

ننھا ماتی کی کرپا سے بالک ہُوا۔ آنکھیں ملتے ملتے اکلوتے بچے کو منہ دیکھنے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ مطلب یہ کہ اب خوشی ہے۔ کل بچے کی جان ہے باپ سے ایک پل کی جدائی دو بھر ہے۔ دفتر میں کام کرتے وقت بھی آنکھوں کے سامنے بچہ رہتا ہے۔ [illegible] کے آنند

کا معراج ہو چکا۔ ماں ہے کہ اس بچے کو چھوتی نہیں گئو کی طرح چاٹتی ہے۔ اپنی ہی جان۔ اپنے ہی دیہ پران گمان کرتی ہے۔ دادی کے عشق کا تو کچھ پوچھئے ہی نہیں ٭

دولت کوئی دُنیا میں پسر سے نہیں بہتر
راحت کوئی آرام جگر سے نہیں بہتر
لذت کوئی پاکیزہ ثمر سے نہیں بہتر
نکہت کوئی بوئے گُلِ تر سے نہیں بہتر

صدیوں میں علاج دلِ مجرُوح یہی ہے
ریحاں سے یہی۔ راح یہی۔ رُوح یہی ہے

ماں باپ کی آسایش و راحت ہے پسر سے
تلخی میں بھی جینے کی حلاوت ہے پسر سے
خوں جسم میں آنکھوں میں بصارت ہے پسر سے
ایام ضعیفی میں بھی طاقت ہے پسر سے

آرام جگر۔ قوتِ دل۔ راحتِ جاں ہے
پیری میں یہ طاقت ہے کہ پژمردہ جواں ہے

بچہ کچھ بڑا ہُوا۔ ماں کے آنچل کے اوجھل ذرا منہ چھپایا اور توتلی زبان سے پتا کو کہا "پاچھات" اتنے ہی میں ماں اور باپ دونوں کو بے سُدھ کر دیا۔ من موہ لیا۔ چت چرا لیا والدین باغ باغ ہو گئے ٭ بھئی سچ کہنا یہ حالت ایک عام دُنیا دار کے لئے آنند کا زینۂ راحت کا بلند ترین پایہ ہے کہ نہیں ؟ نظر انصاف سے دیکھو تو ماننا پڑے گا کہ اس

نظارۂ دوم

دوپہر کا وقت ہے۔ ہمارے بابوُ صاحب کوٹ پگڑی اُتار دفتر کے کام میں مصرُوف ہیں۔ پنکھا ہو رہا ہے۔ یہ لو۔ لیمونیڈ کی بوتل کھلی۔ برف ڈال کر بابوُ صاحب نے نوش فرمائی۔ پیاس نہیں بجھتی۔ ہائے گرمی! ؛

بابوُ صاحب کی موجودگی میں ماتحت کلرک وغیرہ سب دم بخود اپنے اپنے کام میں لگے ہیں۔ کوئی سر نہیں اٹھاتا ؛

ٹن ٹن ٹن ٹن ٹن ؛

بابوُ صاحب۔ راما! سُن تو ٹیلی فوُن کیا کہتا ہے۔ کیا خبر ہے خیر تو ہے؟

ملازم کو اتنا کہا اور نمعلوم کیوں۔ کام چھوڑ لپک کر خود ہی سُننے لگے۔ سُننا تھا کہ ہائے ہائے کہکر چھاتی پیٹنا۔ کیا ہُوا۔ کیسی خبر تھی۔ کیسا جانکاہ واقعہ تھا۔ جگر خراش آواز تھی۔ سُنتے ہی خرمنِ اُمید پر بجلی گری۔ رنگ فق ہو گیا۔ ہونٹ خُشک ہو گئے۔ ہاتھ پانو پھُول گئے۔

ع کاٹو تو لہُو نہیں بدن میں ؛

سرکاری کاغذات اور نوٹ جو ملاحظہ کے لئے کھُلے پڑے تھے صندوقچے میں جھٹ پٹ بند کرنا چاہتے ہیں۔ مگر دل کو یہ بیقراری کہ ہاتھ کام نہیں کر سکتے۔ بھگوُ پریت سے بنا ہی ہُوئی تالی سے صندوقچہ بند کیا چاہتے ہیں۔ لیکن اُنگلیاں تھرّا کر جاتی ہیں۔

جسقدر جلدی کرتے ہیں۔ اُسی قدر دیر ہوئے جاتی ہے۔ بیہوشی ہی میں سر پر پگڑی اور بدن پر کوٹ رکھا اور دفتر سے باہر بھاگے۔ بٹن کوئی لگا اور کوئی نہیں لگا۔ کسی سے سلام کی نہ کسی سے رام رام۔ سب حیران ہیں۔ الٰہی ماجرا کیا ہے۔ (ریتلی فون کی اِس کرخت آواز نے وُہی ہل چل ڈالدی جو بانسری کے دلکش نغمہ نے برج کی گوپیکاؤں میں ڈالی تھی) ❖

راما۔ حضور! سائیس کو حکم دیا ہے وہ ابھی فیٹن لایا ❖

بابو صاحب۔ ارے جل گئے۔ جل گئے۔ آگ آگ ❖

اِتنا کہا۔ اور اپنی شان اور عزت کو بالائے طاق رکھ سر بازار دوڑے۔ ایک دوڑتی ٹریم (گاڑی) والے کو آوازہ کسا۔ ہاتھ اُٹھایا۔ ٹھہرو ٹھہرو۔ اور دھم سے اپنے تئیں ٹریم (گاڑی) میں جا ڈالا۔ مارے اضطراب کے ٹریم والے کو پکار کر کہتے ہیں۔ "جلدی جلدی"۔ بس چلے تو تازیانہ اور لگام اُسکے ہاتھ سے چھینکر گھوڑوں کو سرپٹ دوڑویں۔ سامنے سے صوبہ کے گورنر صاحب بہادر کی گاڑی ملی {وہی گورنر جن کی خدمت میں ہندوستان کے رئیس حاضر ہوکر سلام کا موقع جب پاتے ہیں تو اُس کے بعد برسوں اپنے رفقا و احباب (اِشٹ مِتروں) میں بیٹھکر بڑے فخر سے اِس کا تذکرہ کیا کرتے ہیں} مگر اِس وقت ہمارے بابو جی کی آنکھوں میں دُنیا اندھیر ہو رہی ہے۔ لاٹ صاحب کی گاڑی پاس سے گذر گئی اور ان کو معلوم ہی نہیں پڑا۔ سلام تو کیا کرینگے ❖ ٹریم کے اندر دائیں بغل سے ٹیپتی ٹیپتی آواز یہ

کیا کر رہی ہے؟ ✽

۵ جنبش میں ہونٹ ایسے ہیں نازک نفس کے ساتھ
جیسے ہلے نسیم سے پتی گلاب کی ✽

"حضور! آپکی نورانی پیشانی پر ملال کیوں ہے؟ آج چہرے پر جلال کیوں نہیں برستا؟ وہ رونق کیا ہوئی؟ برائے خدا ہمیں تو نگاہِ شفقت سے محروم نہ رکھئے گا" ✽ پیارے ناظرین! معلوم ہے یہ کس کی آواز تھی؟ یہ ایک مہ لقا زہرہ جبین رشکِ اُروسی کا بولنا تھا۔ جس پر بابو صاحب کا مدت سے جی آیا ہوا تھا جس کے وصل کا خیال کبھی چھوٹتا نہ تھا۔ جس کی تصویر آئینۂ دل میں محکم طور سے ثبت تھی۔ جو ذرا کاروبار کا غلاف اُٹھتا اور جھٹ نظر پڑی ✽ آج وہ جادُو جمال زہرہ تمثال شیریں ادائی کے ساتھ بابو صاحب سے سخن سرا ہے۔ لیکن وائے! غنچۂ دل پہ کیسی ژالہ باری ہوگئی کہ مہرِ رخ تاباں نمودار ہوا۔ پر یہ نہ کھلا ✽

لبے از گفتن چناں بستم کہ گوئی ✽ دہن بر چہرہ زخمے بود و بہ شد

نوٹ۔ کیوں بھیج! اپنے گھر کی آگ بجھانے کے لئے کبھی تم بھی ایسے بیتاب ہوئے۔ تمہارا کُل اساسہ جل رہا ہے۔ باطن میں آتش زنی ہورہی ہے۔ تمہارا دار الحکومت (Rome) ملیامیٹ ہو رہا ہے۔ آتما کا پتہ نہیں۔ شانتی مفقود ہے۔ سروپ کا گیان گم ہے۔ مگر ہے اِس آگ بجھانے کی فکر؟ نیرو (Nero) کی طرح خان و مان کو شعلوں کے حوالے کرنا اور دیا شو

ف۱ میں نے بولنے سے ہونٹ اِس طرح بند کرلیا کہ گویا منہ چہرے کے اوپر ایک زخم تھا اور وُہ اچھا ہوگیا ✽

میں بیٹھکر گلچھرے اُڑاتا کہاں تک ؟ ✣

آنچہ[1] ما کردیم بر خود ہیچ نابینا نکرد ✣ درمیانِ خانہ گم کردیم صاحبخانہ را

[2] وِلاتا کے دریں کاخِ مجازی ✣ کنی مانند طفلاں خاکبازی

بابوجی کا گھر

ٹریم سے اُترنے نہیں پائے تھے کہ دُور سے دُھواں آسمان کی خبر لاتا نظر آیا۔ آگے بڑھے تو شور و شیون گریہ و بُکا استقبال کرنے کو حاضر ہلا۔ گھر کے قریب عورت مردوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے پائے۔ انسپکٹر پولیس۔ سپاہی مزدور ہزاروں آدمی جوق در جوق جمع تھے۔ کہرام مچا تھا۔ آگ چوطرفہ لگی تھی۔ ہر سمت سے شعلے بلند۔ یہ شہتیر گرا۔ وہ ستون ٹوٹا۔ تڑ تڑ۔ چٹاخ چٹاخ۔ صدہا مشکیں اور صدہا گھڑے بھر بھر کے آتے تھے مگر پانی تیل کا کام دیتا تھا۔ سال بھر ہوا اس حویلی کو تیار ہوئے اس میں بڑی دھوم دھام سے برہم بھوج کرایا گیا تھا غریبوں اور محتاجوں کو روٹیاں بانٹی گئی تھیں۔ بڑے شوق سے ہون کی اگنی (آگ) روشن کی گئی تھی۔ ایک تو وہ دن تھا۔ آج وہ دن ہے کہ سارا مکان آہُوتی رُوپ ہو رہا ہے۔ وید کی رچاؤں کی جگہ نالہ و زاری کی دُھنی ہو رہی ہے لوگ اُس دن بھی جمع تھے۔ حویلی بنی تھی۔ آج بھی جمع ہیں تباہ ہو رہی ہے ✣ سے

گھر بناؤں خاک اس وحشتکدہ میں ناصحا ✣ آئے جب مزدور مجھکو گورکن یاد آگیا

---

[1] جو کچھ ہم نے اپنے پر کیا وہ کسی اندھے (بیوقوف) نے بھی ایسا نہیں کیا کیونکہ گھر کے اندر ہی گھر کے مالک کو کھو ڈالا ہے

[2] اے دل تو اس مجازی محل (یعنی دنیا) میں کب تک بچوں کی طرح خاک اڑاتا رہیگا (یا خاک سے کھیلتا رہیگا) ✣

واہ-ری دُنیا تیری ناپائداری! واہ رے انسان تیری جان نثاری!!

بھوجی اور بابُو جی کہاں ہیں - خادم اور لونڈیاں کدھر ہیں - ننھا نظر کیوں نہیں آتا؟ سب تڑپ رہے ہیں - باقی سب تو شعلوں کے باہر - لیکن بچہ مکان کے اندر ؂

بابُو صاحب نڈھال تو پہلے ہی سے تھے - یہ رُوح فرسا خبر سُننے کی دیر تھی کہ شیشۂ دل پہ اور بھی ٹھیس لگی - فرطِ بے قراری سے رونا شروع کیا - کلیجہ بلیوں اچھلنے لگا - کفِ افسوس ملنے لگے - اور چلا چلا کر بولے - ارے کوئی میرے لختِ جگر کو بچاؤ - اسکی جان کے لالے پڑ رہے ہیں - تلملا رہا ہے - ابھی وقت ہے - ایسا نہ ہو جل بھُن کر راکھ ہو جائے - ہزاروں روپیہ انعام عُمر بھر کے لئے غلام رہونگا - بچاؤ بچاؤ - خدا کے لئے بچاؤ ؂

بھوجی سونے کے زیور اُتار اُتار کر پھینک رہی ہے کہ یہ لو میرے لال کو مجھ سے ملادو ؂ دادی چھاتی کوس رہی ہے ہو ہائے میں مری - میں مری - میرا ننھا میرا ننھا! خادم لونڈیاں الگ بلبلا رہے ہیں - بچہ کی حالتِ زار نے حویلی کے جلنے اور ہزاروں روپوں کے مال و اسباب کے راکھ ہو جانے کو یاد سے بھلا دیا ہے بیشک بچہ ایسی ہی عزیز چیز ہے - لاکھوں اور کروڑوں روپیہ کی اُس کے مقابلے میں کیا حقیقت ؂

دُنیا میں ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے بچہ - لیکن بچہ سے زیادہ عزیز بھی کوئی چیز ہے کہ نہیں؟ دیکھ لو - اِس وقت کُل جائداد بچہ پر نثار کر دینے کو کہہ رہے ہیں - مگر ایسا عزیز بچہ ایک اور

چیز پہ سچ مچ قربان کر رہے ہیں۔ رُد کیا؟ جانِ عزیز۔ "واہ رچند میری" ہزاروں روپے جائیں۔ زیورات جائیں۔ ننھے کے بچانے والوں کی جانیں بھی تلف ہو جائیں۔ بلا سے۔ لیکن خود بابو صاحب یا بہو جی آگ کے منہ میں نہیں کود سکتے نیا پیرا (اس ماجرے کو دیکھ کر بھاگوت کا وہ کپکپی لانے والا نظارہ آنکھوں کے سامنے کھچ گیا جبکہ پیارا کرشن یمنا جی میں کود پڑا۔ گل گوال بال اور گوپیاں کنارے کھڑے ہکے بکے منہ دیکھتے رہ گئے۔ نند اور یشودھا عشق کر گئے وغیرہ۔ لیکن ندی میں کوئی نہیں کودا) ؎

لے لو! بچہ کی جان گئی۔ لیکن بابو اور بہو نے اپنی جان رکھی۔ اپنی آنکھوں کے سامنے لختِ جگر کو اگنی میں سواہا ہوتے دیکھا ؎ مثل مشہور ہے جب بندریا کے اپنے پیر جلنے لگتے ہیں تو بچوں کو پاؤں کے نیچے دبا لیا کرتی ہے ؎

ذرا سننا یہ آواز! آگ پھڑ پھڑاتی ہے؟ نہیں اگنی دیوتا پکار پکار کر اپدیش سنا تا ہے کہ

नवा अरे पुत्राणां कामाय पुत्राः प्रिया भवन्त्यात्मनस्तु कामाय पुत्राः प्रिया भवन्ति॥ یجروید۔ برہدارنیک اُپنشد۔ ادھیائے ۲ براہمن ۵ منتر ۶

۵ پسرِ خوش رو کا تصرف کب ہے اپنے باپ پر
باپ تو عاشق ہوا تھا ایک اپنے آپ پر

کیسی سناٹے کی ہوا چلنے لگی۔ سائیں سائیں! یہ وید کا پیغام لائی ہے۔ گلا پھاڑ پھاڑ کر (للکار کر) سنا رہی ہے ؎

स यथा शकुनिः सूत्रेण प्रबद्धो दिशं दिशं पतित्वाऽन्यत्रा

यत्तमलब्ध्वा बन्धनमेवो पश्रायते, एवमेव खलु सोम्यै तन्मनो दिशं दिशं पतित्वाऽन्य त्रायतनमलब्ध्वा प्राणमेवो पश्रायते प्राणबन्धनँ हि सोम्य मनइति॥

(سام وید چھاندوگیہ اُپنشد پرپاٹھک ۶ - کھنڈ ۸ - منتر ۲)

مطلب یہ

قفس ایک تھا آئینوں سے بنا ۔ کھلا گل تازہ مرکز میں تھا
تھا پھول ایک - پر عکس ہر طرف تھے ۔ تھے مشتاق سب بلبلِ ہند کے
گل عکس کی طرف بلبل چلی ۔ چلی تھی نہ دم بھر کہ ٹھوکر لگی
جسے پھول سمجھی تھی سایہ ہی تھا ۔ یہ جھپٹی تو ٹوٹا شیشہ سر پہ لگا
جو داہنے کو جھانکا وہی گل کھلا ۔ جو بائیں کو دوڑی یہی حال تھا
مقابل اڑی منہ کی کھائی وہاں ۔ جو نیچے گری چوٹ آئی وہاں
قفس کے تھا ہر سمت شیشہ لگا ۔ کھلا پھول تھا وسط میں واہ وا
اٹھا سر کو جس آن پیچھے مڑی ۔ تو خنداں تھا گل آنکھ اس سے لڑی
جھجکنے لگی اب بھی دھوکا نہ ہو ۔ ہے سچ مچ کا گل تو فقط نام کو
چلی آخرش کرکے دل کو دلیر ۔ ملا گل - لگی اک نہ دم بھی دیر
ملا گل ہوئی مست و دلشاد تھی ۔ قفس تھا نہ شیشے وہ آزاد تھی
یہی حال انسان! تیرا ہوا ۔ قفس میں ہے دنیا کے گھبرا ہوا
بھٹکتا ہے جسکے لئے در بدر ۔ وہ آرام ہے قلب میں جلوہ گر

بیت: تو آہوئے ختنی مشک جوئی از صحرا ٭ زنافہ خویش نداری خبر خطا اینجاست
ڈھونڈورا شہر میں لڑکا بغل میں ٭ خدا اس پاس یہ ڈھونڈتے جنگل میں
بغلی ہیر پھیرے رِوچ تبیلے ٭ رانجھا یار جنگل وچ کھیلے

مطلب: ۔ بے خبر کہ تیری مشکنافہ سے بھینی بھینی بو
کستوری تو تو خود ہے - کیوں دوڑتا ہے دور

لہ دیکھنا تھا میں جسے ہو کے بدیدہ ہر سُو
میری آنکھوں میں چھُپا تھا مجھے معلوم نہ تھا

رام! آنند تو کیا بتانے لگے تھے۔ خوب آگ لگائی ✤
واہ۔ ہاں یہ آنند کبھی نہیں ملنے کا۔ جب تک تمام ظاہری خان
و مان ایک گوُنہ شعلوں کے حوالے نہ کر دیا جائے۔
گھر جال تماشا ڈُھتّا" ✤ بیٹا شعلوں میں راکھ ہو جائے
عورت۔ ماں۔ اپنا جسم اور سب لواحقین اُڑ جائیں۔ رام ہی
رام نظر آئے۔ جیسے خواندہ آدمی کے لئے لکھا ہوا شئے (پرتویا)
اور اکثر جھٹ اپنے معنوں کو ظاہر کر دیتا ہے۔ ویسے ہی
تمام اشیا ہائے و گلف (تصویری الفاظ) کی مانند نگاہ پڑتے
ہی رام کے درس (جھلک) دکھائیں۔ تب آنند ہوتا ہے ✤

पत्र पिता ऽपिता भवति माता ऽमाता लोका ऽलोकाः देवा
ऽदेवाः वेदा ऽवेदा ।। یجروید برہدارنیک اپنشد ادھیائے ۴ براہمن ۳ منتر ۲۲

سُولی اوُپر سے پیارے کی سیج ✤

۵۲ دُریست خوش۔ کفِ بوالہوس را نہ دہند
پروانہ راست شمع۔ مگس را نہ دہند

لہ مطلب۔ ایسی حالت میں آتما تمام تعلقات سے بری ہو کر اپنی ذاتِ خاص میں مقیم ہوتا ہے یعنی
بیداری میں جو باپ کے رشتے سے نامزد تھا اُس حالتِ آنند میں وہ باپ باپ نہیں رہتا۔ ماں ماں
نہیں رہتی۔ دُنیا یعنی دُنیا کے نہیں رہتی۔ دیوتا۔ دیوتا نہیں رہتا۔ ایسے ہی وید (علم) وید نہیں رہتے۔ مُراد یہ
ہے کہ جب پُرش تمام تعلقات سے بری ہوتا ہے تب آتما۔ کا بجز اُس کے اندر آمد ہوتا ہے یعنی اُس سے اپنی
ذات کا انکشاف ہوتا ہے اِس سے پہلے ہرگز نہیں ✤
۵۲ موتی اچھی شے ہے۔ اس کو حریص کی ہتھیلی میں نہیں دیتے۔ پروانے کے لئے شمع ہے۔ مکھی
کو نہیں دیتے ✤

سلہ پس از مُردن بنائے جائینگے ساغر بری گِل کے
لبِ جاناں کے بوسے خوب لینگے خاک میں رِل کے

وشے (विषय) میں جو آنند ملا - کیا وُہ عورت کے لہُو ماس ہاڑ چام میں آتی پالتی لگائے ہوئے بیٹھا تھا؟ ہرگز ہرگز ہرگز - بالکل نہیں وُہ تو صرف چِت برتی کے نرودھ میں تھا - ایکاگرتا میں تھا

सلہ यद् यत् सुखं भवेत् तत् तद् ब्रह्मैव प्रतिबिम्बनात्।
वृत्तिष्वंतमुखा स्वस्य निर्विघ्नं प्रतिबिम्बनम्॥

اودھر لحہ بھر کے واسطے ماد متی رہی - بیم و رجا سے آزادی ملی - جسم و اسم کی تمیز فنا ہوئی - اودھر آنند ہی آنند موجزن تھا "میں جسم ہوں" یہ خیال فاسد ہٹتے ہی آنند نمودار ہوا ✣ اِدھر وہم کا بادل اُٹھا ✣ اُدھر آنند رُوپی چاند نے مُنھ دِکھایا ✣ یہ چاند (آنند) تیرا آتما ہے ✣ دُوئی کی زُلفوں کو چہرے پر سے اُٹھا اور شبِ غم کو روزِ عید بنا ✣

سلہ ع - تو خود حجابِ دُوئی اے دِل! از میاں برخیز ✣

سلہ بر چہرۂ تو نقاب تا کے ✣ بر چشمۂ خور سحاب تا کے

سلہ کھنڈ کاڈھ کے کیوں چت موڑنہ اُٹھے اوبلے رہیوں کھلو
فقیرا! آپے اللہ ہو

سلہ مطلب - جب جب دُنیوی سُکھ ملتا ہے اُس وقت قلب میں برہم سروپ معکوس ہوا ہوتا ہے یعنی قلب میں اپنا اپنی ذات کے معکوس ہوئے آنند ہرگز محسوس نہیں ہوتا اور یہ عکس قلب میں اُس وقت پڑتا ہے جب چت برتیاں (ضمائر) انترمکھ (منعکسا) ہوتی ہیں - اور بن بیخ اضطراب کے ہوتا ہے ✣

سلہ اپنا حجاب تو آپ خود ہے ✣

سلہ تیرے رُخ پر پردہ کب تک - آفتاب کے چشمے پر بادل کب تک ✣

خود آنکھیں میچ کر اودیا (دُکھ روپی) اندھکار پیدا کیا ہے۔ او آفتاب آنکھیں کھول۔ اجالا ہی اجالا ہو جائیگا۔ سب چیزوں کو روشن (آنند سے) بنانے والا تُو ہے۔

[1] آفتابی آفتاب ❊ ذرّہ ہا دارند از تو رنگ و تاب

नतत्र सूर्यो भाति न चन्द्र तारकं नेमा विद्युतो भान्ति कुतोऽयमग्निः। तमेव भान्तमनुभाति सर्व्वं तस्य भासा सर्व्वमिदं विभाति॥ (کٹھ اپنشد ادھیائے پہلا ولی ۵ منتر ۱۵)

ﭻ جاتنا کُل جہان دا توں	تیرے آسرے ہوئے بیوپار سارا
ہوئے سرب کی آنکھ ہیں دیکھدا ہیں	تجھے سوجھدا چانن اندھیارا
نت جاگنا سونا خواب تینوں	دیکھ تیرے آگے ہوئے کئی پارا
بلّھا شاہ پرکاش سروپ تیرا	گھٹ ودھ نہ ہوت ہے ایکسارا

سوال۔ بچّہ کیوں ہر وقت آنند رہتا ہے۔ مست رہتا ہے ❊

جواب۔ اُس میں "میں جسم یا بدّھی ہوں" یہ وہم جاگزین نہیں۔ دوئی کی رات اُس کے ملئے ابھی نہیں پڑی۔

The baby new to earth and sky
What time his tender palm is prest
Against the circle of his breast
Has never thought "this is I" (Tennyson)

[1] اے پیارے تو شرح ہے تو سورج ہے اور یہ تمام ذرّے (موجودات) تیرے ہی سے چمک دمک سکتے ہیں۔

[2] مطلب:۔ نہ وہاں (یعنی اصلی ذات میں) سورج چمکتا ہے نہ چاند۔ اور نہ یہ بجلیاں ہی پرکار سکتی ہیں۔ آگ کا شعلہ تو پھر کہاں؟ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اُس کرۂ علی نور ذات کی تجلّی سے یہ سب جگت تجلی اُتارتا ہے اور اُسکے نور سے ہی یہ سب اسماء و اشکال منوّر ہوتے ہیں [3] (مطلب انگریزی غزل) جو بچہ ابھی دنیا میں نمودار ہی ہُوا ہے اُسکی نرم نرم ہتھیلی کو اُسکے سینے سے لگایا جاتا ہے تو اُسے خیال نہیں ہوتا کہ "یہ میں ہوں" ❊

س۔ دُنیا دار آدمی کی خوشی جو لذّاتِ شہوانی و نفسانی سے حاصل ہوتی ہے۔ جگنو میاں کی دُم کی طرح چمکتے ہی مات کیوں پڑ جاتی ہے؟

ج۔ ان لذّات سے دُوئی (خیالِ جسمانیت) صرف دم بھر کے لئے ہی دُور ہوتی ہے۔ یا یُوں کہو کہ دُوئی کی شبِ تار میں صرف ایک لحظہ بھر ہی کے لئے آتم دیو (آنند) کی بجلی کوند جاتی ہے اور دُویا رُوپی رات (دُکھ) کو ہمیشہ کے لئے کالعدم کرنا چاہو تو "جانو اپنے آپ کو" Know Thyself

(ویدانت درشن سُوتر پہلا) अथातो ब्रह्म जिज्ञासा

۱ جُستجُو کن جُستجُو کن جُستجُو ⁂ در بر خود بیں کہ بیروں نیست او

اتنے صفحے سیاہ ہوگئے۔ سبق کیا مِلا؟ یہ کہ جتنی باہر کی اشیا راحت بخش و خورمی دہ ہیں صرف اِس لئے ہیں کہ آنند کی کان جو اپنا آپ ہے اِس (ہرقیہ گربھ) سے زیادہ ذرا سا سونا لیکر گلٹ کی گئی ہیں۔ جب یہ گلٹ اُتر جاتا ہے تو گویا قلعی کھلی اور چیزیں بد مزا ہیں۔ "ہر کسے را پسر خود بہ جمال نماید۔ و عقل خود بہ کمال"۔ بچّہ ماں کی گود میں توتلی زبان سے جب کہتا ہے "میری ماں" ہماری (ہماری) ما" تو اُس میں "میری" اور "ہماری" ہے گولڈن ٹچ golden touch پیارا بنا دینے والا منتر۔ جب بڑے بھائی سے ایک ادا سے کہتا ہے

۱ جُستجُو کر جُستجُو کر جُستجُو کر (یعنے نہایت زیادہ تلاش کر) اپنے اندر دیکھ کیونکہ وہ (معشوق) باہر نہیں ہے۔

"میری" ہے۔ "ہماری ہے"!۔ اور وہ بولتا ہے۔ "نہیں میری ہے"۔ تو اس قدر شکر رنجی ہوتی ہے کہ نتھنے سے ہونٹ نکال کر بسورنے لگتا ہے۔ یہ دیکھا۔ اور ماں نے جھٹ چوم کر کہا! "میری کہنے والے پر واری" واہ "میری" بھی تو کیا جادو ہے! پھر جوں جوں دیکھتا ہے۔ کہ اس ماں میں اوروں کا بھی حصّہ ہے۔ تو اس کا رشتۂ تعلق کمزور ہوتا جاتا ہے۔ اور پہلی اُلفت نہیں رہتی۔ جتنا اس میں "میرا" کم ہُوا۔ اُتنی ہی اُلفت گئی۔ کسی اور عورت نے گود لے لیا ہو تو کبھی اصلی ماں یاد ہی نہیں آتی۔ اے حضرتِ انسان! دُنیا کی تمام اشیاء تیرے سامنے ناچ ناچتی ہیں۔ بڑا تماشا دکھاتی ہیں۔ جس پر تیری نظرِ عنایت ہوتی ہے اُسے تُو خلعت فاخرہ عطا فرماتا ہے۔ "میری"۔ "ہماری"۔ "اپنی" اس اعزاز سے سجاتا ہے۔ یہ وُہ خطاب ہے۔ وُہ خلعت ہے کہ جس چیز کو عطا ہُوئی۔ وُہ آنند روپ ہی ہو گئی۔

گلستاں میں جا کر ہر اک گُل کو دیکھا ۔ نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بُو ہے

گارگن (Gorgon) کی آنکھ جس پر پڑتی تھی۔ پتھر بنا دیتی تھی۔ مگر یہ "میرا" کہنے والی آنکھ جس شے پر پڑی وُہ سُرور سے بھری

ع۔ قربانِ نگاہِ تو شوم باز نگاہے

ایک شخص سیر کر کے واپس گھر آیا تو گندے پر کے نہایت قیمتی دوشالے سے اپنا دو ڈیڑھ روپیہ کا بُوٹ صاف کرنے دیجھاڑنے لگا۔ کسی نے اِس لاپرواہی کا سبب دریافت کیا تو معلوم ہُوا کہ دوشالہ اُس کے باپ کا ہے اور بُوٹ اُس کا اپنا۔ واہ پہلے

آپ ہی کے باپ۔

شفق کے رنگ وہ آب و تاب رکھتے ہیں۔ اور ایسے عجیب و غریب ہوتے ہیں کہ مصنوعی رنگ اُنکی خوبی کو کہاں پہنچیں گے؟ لیکن ڈرائنگ رُوم کی تصویروں کے رنگ زیادہ مرغوب ہوتے ہیں۔ وجہ؟ یہی کہ اِن پر "میرے" کا اطلاق ہو سکتا ہے ٭

کہاں تو آسمان کے عظیم الشان ستارے۔ اور کہاں دُلہن کی تین گز کی چُوڑی (جھمی۔بنارسی ساڑھی) کے تارے۔ لیکن ناظرین! سچ کہنا جو دلچسپی اِن مؤخر الذکر تاروں میں ہے۔ وہ ہے متقدم الذکر ستاروں میں؟ نہیں ہرگز نہیں۔ وجہ؟ بس یہی کہ جھمی کے تارے "میں" "میرے" کے حلقہ میں ہیں ٭ اے "میں" (آتما)! تیری کاریگری کے صدقے!

سوال۔ آنکہ دل رامے رُباید از پرم پیداست کیست؟ کون میرے دل کو چُرا رہا ہے؟ کون؟

جواب۔ عین تو از رُوئے جاناں منعکس شد شور چیست ٭

تُو ہی معشوق بن کر یہ چوری کر رہا ہے۔ پھر آئینہ کرائی (شور و واویلا Hue and cry) کیسی؟

دِل رُبائی میں سب سے زیادہ چالاک کون ہوتا ہے۔ مہ پارہ وہ مہ لقا ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ جس پر دِل آ جائے۔ یعنی جس پر "میں" آ جائے ٭

میرا گریہ ترے رخسار کو چمکاتا ہے تیل اِس آگ پہ کُل آنکھ کا ٹپکاتا ہے

کیا لیلےٰ کے حُسن پر مجنوں کا دِل آیا؟ نہیں۔ مجنوں کے جی آ نے پر لیلےٰ کا حُسن بنا۔ کیا خوب کہا ہے۔ لیلیٰ را بہ چشمِ مجنوں باید دید

گوپیوں کا بھی شیام رنگ پر آیا۔ تو شیام نے وُہ سُندر رُوپ پایا کہ تاروں کو لجایا ۔ سے

دیکھ چھپی سب تارے لاجیں ا اپنی چکور مُکھ چند کو بھاجیں

غور کرکے بتاؤ اے جانِ من ! قاتب خدا لوگوں کو کیوں مرغوب و مطلوب ہے۔ کس لئے پیارا ہے ؟ صرف اپنی خاطر۔ رازق ہے مالک ہے۔ رحیم ہے کریم ہے۔ بنانے والا (Maher) ہے ماں کے شکم میں اُسنے پرورش دی۔ بچپن میں دودھ دیا۔ نیز اُسی کی عنایت سے ہے کہ سے۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند

تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار۔

شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نہ بری

پس اسی طرح عیسائیوں کے ہاں ایک گیت (Hymn) گایا کرتے ہیں (Hefrvsf loved me) (اُس نے میرے ساتھ پہلے پریم کیا۔ مَیں کیوں اُس سے عشق نہ کروں) ۔ دضباو کے بھجن اور پرارتھنا (Thanks) (شکریہ) منا جاتیں جہاں سُنیں وہیں ایشور نے آہستہ سے کان میں یہ ندا دی۔

سلہ بادل۔ ہوا۔ چاند۔ سورج اور آسمان سب تیرے کام کے واسطے ہیں تاکہ تُو روٹی حاصل کرے۔ لیکن اس کو غفلت سے نہ کھائے۔ یہ سب تیرے لئے چکر لگا رہے ہیں اور تیرے فرماں بردار ہیں۔ پس انصاف کی یہ شرط نہیں کہ تو حکم نہ مانے ۔

سلہ جمالِ ہمنشیں درمن اثر کرد ٭ وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم
یہ بذاتہٖ سرور محض میرا اپنا آپ کیا ہے۔ جسم ہے؟ نہیں
جسم تو اور چیزوں کی طرح اِس آنند سروپ آتما کے پرتو کو لیکر
عزیز بنا ہے۔ بہ نسبت اور چیزوں کے ذرا زیادہ حضوری میں
رہتا ہے اِس لئے نسبتاً زیادہ عزیز ہے ٭

(۲) ع سگِ حضوری بہ از برادرِ دوری ٭

جگیاسو (طالب) ۔ اگر آتما جسم نہیں تو جسم میں کہاں پر ہے ؟
گیانی (عارف) ۔ جو प्रियतम (عزیز ترین) ہے وُہی آتما ہے۔
وُہ نبات و قند آتما ہے۔ جس سے بہرہ یاب ہوکر باقی کُل اشیاء
شیریں بنتی ہیں ٭
طالب ۔ کیا وُہ آتما پاؤں ہے کہ سارے جسم کے بوجھ کو سہارتا ہے؟
عارف ۔ نہیں پیر عزیز ترین کہاں ؟
طالب ۔ پیر نہیں تو جسم میں کوئی اور عضو آتما ہوگا۔ لو ہاتھ سہی ۔
عارف ۔ ہاتھ بھی نہیں ہوسکتا۔ ہاتھ سے تو مستک (پیشانی) بہت
زیادہ عزیز ہے ٭ ہسپتال میں اِدھر ایک زخمی ہاتھ کٹنے لگا
ہے۔ مریض بیچارا بلبلاتا ہے۔ اُدھر ایک کی (پیشانی) پر جراحت
کا عمل ہو رہا ہے۔ یہ غریب پہلے مریض کا رشک کرتا ہے۔
اسے کاش بجائے پیشانی کے میرے ہاتھ پر پھوڑا ہوتا۔ چہرے
کو دھبہ نہ لگتا ٭ ایسے موقع پر ظاہر ہوتا ہے کہ ہاتھ کی
نسبت پیشانی زیادہ عزیز ہے۔ لیکن پیشانی عزیز ترین شاید

سلہ ہمنشین کی خوشبوئی نے میرے اندر اثر کیا ہے (جس سے کہ میں لذت یاب ہوتا ہوں۔ ورنہ میں جیسا
کہ ہوں وُہی خاک ہوں ٭ سلہ پاس کا کتا دُور کے بھائی سے بہتر ہے ٭

نہیں۔ آنکھ یا کوئی اور عضو اُس سے بھی زیادہ چاہیتا ہوگا۔
طالب۔ تو پھر کیا آنکھ یا کوئی اور عضو عزیز ترین ہونے کے باعث آتما ہے؟
عارف۔ نہیں۔ اُس عزیز ترین عضو سے بھی بڑھ کر عزیز کوئی اور چیز آپ میں ہے۔ سوچو!
طالب۔ ہاں ہاں۔ اب سمجھے۔ بُدھی (عقل)، عقل ضرور آتما ہوگی قرین قیاس ہے؟
عارف۔ نہیں نہیں۔ پھر سوچو۔ اِس سے بھی زیادہ عزیز کوئی اور چیز تم میں ہے؟
طالب۔ (سوچکر) پران (زندگی)۔ ملکہ الزبتھ جب مرنے لگی تو چلائی کہ اب جتنے منٹ کوئی ڈاکٹر مجھے زندہ رکھے اتنے لاکھ روپیہ لے۔ اسی طرح میرے قیاس میں خواہ کیسا ہی ذی عقل و علم و صاحب فہم و ذکا کیوں نہ ہو اسے مرنے کے وقت اگر یہ ہو کہ آزاد اور سپنسر (Spencer) کی طرح بُدھی صدقہ دینے پر رشتہ زندگی دراز ہو سکتا ہے تو پران کی خاطر بُدھی سے مفارقت قبول کرے گا۔ پس پران یعنی زندگی سب سے عزیز ہے۔ یہی آتما ہے۔
عارف۔ نہیں نہیں۔ پھر ذرا غور کرو۔
طالب۔ غور آگے نہیں چلتا۔ عقل یہیں تک کام کرتی ہے۔
عارف۔ کیا سچ کہا۔ حقیقت میں اِس سے پرے عقل کی دال گلتی ہی نہیں۔ عقل ہار کر کہہ اٹھتی ہے۔

سہ اگر یک سرِ موئے برتر پرم فروغِ تجلی بسوزد پرم

न तत्र चक्षुर्गच्छति न वाग् गच्छति नो मनो न विद्मो
न विजानीमो यथैतदनुशिष्यादन्यदेव तद्विदितादथो
अविदितादधि इति शुश्रुम पूर्वेषां ये नस्तद्व्याचचक्षिरे

(سام وید۔ کین اُپنشد منتر ۳)۔

طالب۔ پس پران (زندگی) ہی عزیز ترین ہے۔ اور یہی میرا آتما (یعنی اپنا آپ) ہے۔ کیونکہ پرے تو عقل میں کچھ آتا ہی نہیں۔

عارف۔ ہرگز نہیں گو عقل وہاں تک کام نہ کرے کچھ مضائقہ نہیں۔ آتما عقل اور پران دونوں سے پرے ہے۔ اور مانا کہ آتما کی حقیقت برتر از خیال و گمان و وہم ہے۔ لیکن اُسکی ہستی میں کچھ کلام نہیں۔ بدیہی مطلق ہے

طالب۔ بھلا کیونکر؟

عارف۔ لو سنو! عرصہ ہُوا۔ ایک طالب علم کو جان چھوڑتے دیکھا۔ اُسے پیروں کی جانب سے درد اُٹھا تھا۔ پہلے تو درد کی دوڑ صرف گھٹنوں تک تھی۔ پنڈلیاں اور پاؤں خود بخود تلملاتے اور جھٹکے کھاتے تھے۔ رفتہ رفتہ درد رانوں تک پہنچا اور جسم کا وہاں تک کا حصہ خود بخود فرغِ نیم بسمل کی طرح تڑپنے لگا۔ درد آگے بڑھتا گیا۔ آخر درد جب دل (قلبِ صنوبری) تک

لہ اگر ایک بال برابر بھی میں اُوپر اُڑ جاؤں تو نور کی زیادتی میرے پر کو جلا دیگی۔

سلہ مطلب۔ نہ وہاں (ذاتِ حق میں) دید جاتی ہے نہ کلام نہ شنید اور نہ من یعنی حواسوں کی پہنچ سے وہ ذات باہر ہے۔ نہ ہم یہ جانتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں کہ کس طرح سے اُس ذات کا اُپدیش (سبق) دیا جائے کیونکہ وہ معلوم و غیر معلوم (یعنی معروف و مجہول) سے بھی پرے ہے۔ ایسا پہلے گُروؤں و عارفوں سے سُنا گیا ہے جنہوں نے ہمارے لئے اُس کا اظہار کیا ہے۔

پہنچا۔ دُکھ سے رہائی دو دم باز پسیں اُس نوجوان کی زبان سے یہ الفاظ شائع دیئے۔ "ارے میرے پران کب نکلینگے؟ میرے پران کب نکلیں گے؟"

او پیارے! آتما وہ प्रियतम (عزیز ترین) ہستی ہے جو کہتا ہے "میرے پران" یعنی پرانوں کا مالک۔ جس سے چھوٹ پاکر پران عزیز بنتے ہیں۔ جس آنند سروپ پر پران صدقہ دینے منظور ہوتے ہیں وہ پرانوں کا پران آتما ہے۔

यन् प्राणेन न प्राणिति येन प्राणः प्रणीयते।
तदेव ब्रह्म त्वं विद्धि नेदं यदिदमुपासते ॥

(سام وید کین اُپنشد منتر)

لہ مطلب:- پرانوں کر چیوت نہیں جو پرانوں کے پران۔
سو پرماتم دیو تو کر نفچہ نہیں آن

یہی آنند کا مترادف (Synonymn) تیرا اصلی آپ آتما ہے جسکی شان میں وید یوں گاتا ہے:-

आनन्दो ब्रह्मेति व्यजानात्। आनन्दाद्ध्येव खल्विमानि भूतानि जायन्ते। आनन्देन जातानि जीवन्ति। आनन्दं प्रयन्त्यभिसंविशन्तीति॥

(یجر وید تیسرا اُپنشد بھرگو ولی چھٹا انوواک)

ہے بود باش ساری اُسکے ظہور میں
ہر چار سُو ہے شعلہ مست دیکھ طور میں

ہیں لہر ایک عالم بحر سرور میں
اُٹھتی ہے بحر جسدم تو وہ ہی تو بحر ہے

(In Him we live, move and have our)

لہ اُس (پرماتما) میں ہم رہتے سہتے چلتے پھرتے اور ہستی رکھتے ہیں۔

سہ کھانڈ کا کتا گدھا چوہا بلا ٭٭ منہ میں ڈالو ذائقہ ہے کھانڈ کا
شیرینی کا اونٹ مع اسباب ڈنڈا (عصا) کے نیچے توڑا۔ کیا نکلا کھانڈ ٭
ہاتھی مع راجہ توڑا کیا ملا؟ کھانڈ۔ ریل مع صاحب توڑی۔ کیا ملا؟ وہی
کھانڈ۔ کیا کھانڈ بھی ٹوٹی؟ نہیں۔ وہ تو جوں کی توں کھانڈ کی کھانڈ بنی
رہی۔ ٹوٹا کیا؟ صرف اسما و اشکال (نام۔ روپ) اسی طرح کھانڈ اور
زہر کے۔ باد۔ آتش اور خاک کے نام روپ ‏qualities‏
کلام عظیم (नामरूप) کے ہتھوڑے تلے۔ چکنا چور ہو گئے
تو کیا ملا؟ ایک آتما۔

سہ آپ ہی آپ ہوں یاں غیر کا کچھ کام نہیں
ذاتِ مطلق میں مری شکل نہیں نام نہیں

حضور ملکہ معظمہ قیصر ہند کی صفات مکانی۔ زمانی اور نفسانی (دیش
کال وستو پرچھید) کے نیچے جھانکا۔ تو اپنے آپ ہی کو پایا۔ دیوی
دیوتاؤں کے رخ سے نقاب دوئی ‏time space‏
‏and causality‏ یعنی دیش کال وستو) دور کیا۔ تو میرا روئے
صفا تھا۔ خدائے پاک کے چہرہ کا برقع پھاڑا تو میرا ہی روئے
روشن نکلا ٭

لہ منم خدا و بہ بانگ بلند می گویم ٭٭ ہر آنکہ نور دہد مہر و ماہ را ادیم
وہ جو اس انجانکو مانکشات کار ذاکو بقتی کر چکا ہے پہلے تال
میں نہیں بلکہ حال میں لا چکا ہے۔ اس کے واسطے سائنس

لہ بآواز بلند میں کہتا ہوں کہ میں خدا ہوں۔ اور جو نورانی نور اس سورج اور چاند
کو روشنی بخشتا ہے وہ میں ہی ہوں ٭

اور فلاسفی کے ذخیرہ میں کوئی تازہ خبر نہیں رہی۔ مذہب اپنے حاکمانہ و بزرگانہ سر کو اس کے سامنے خم کرتا ہے۔ چون و چرا کیوں۔ کب وغیرہ کو اسکے دربار میں بار نہیں۔ خواہش روپی گھُن کا کیڑہ جو شاہوں اور گداؤں کو یکساں بودا اور تباہ کرتا چلا جاتا ہے۔ ایسے چندن روپی گیان وان کے پاس نہیں پھٹک سکتا ✤

لہ اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید	معشوق ہمینجاست بیائید بیائید
معشوق تو ہمسایۂ دیوار بہ دیوار	در بادیہ سرگشتہ چرائید چرائید

حیف ہے اس خزانۂ عامرہ (اپنے ہی آتما) کو بھول کر کبھی خاک میں۔ کبھی لہو ماس میں اور کبھی چلتی ہوئی ہوا کی طرح ناپائیدار لوگوں کی تعریف میں آنند کی جستجو کی جائے ✤ آپ ہی تمام اشیاء کو آنند سے بھنا اور آپ ہی جنگ کی طرح اُن کا تعاقب کرنا

سہ آپ ہی ڈال سایہ کو اسکو پکڑنے جائے کیوں؟
سایہ جو دوڑتا چلے کھینچئے واسطے کیوں؟

او انسان! آنند اگر حاصل کیا چاہتا ہے تو اپنے اندر تلاش کر ✤

سہ جستجو کی جستجو کن جستجو ⁂ در بر خود ہیں ہمانجا ہست او

(ویدانت درشن پہلا سوتر) अथातो ब्रह्मजिज्ञासा

لہ اے حج کرنے والو! کہاں جاتے ہو، کہاں جاتے ہو؟ پیارا (معشوق) تو یہیں ہے۔ یہاں آؤ یہاں آؤ۔ تمہارا معشوق (دیارِ یار) تو تمہاری دیوار سے دیوار ملائے ہوئے پڑوسی بن رہا ہے (یعنی تمہارے ازحد نزدیک ہے)۔ ایسی حالت میں پھر تم جنگل میں پریشان کیوں پھر رہے ہو ✤

سہ جستجو کر جستجو کر جستجو کر (یعنی نہایت خوب تلاش کر)۔ اپنی بغل میں دیکھ وہ یار (معشوق) وہیں ہے ✤

طالب۔ فکرِ معاش و ذکرِ بتاں یادِ رفتگاں
دنیا میں آن کر بھلا کیا کیا کوئی کرے

پیٹ کے Demands کس پر آپ ایک نیا بوجھ ہم پر ڈالا چاہتے ہیں۔ پیٹ کے (ضروریات) بڑے غالب ہیں۔ اس کے دھندوں سے چھٹکارا کہاں؟ پیٹ کے فکر ہم نہ کریں تو اور کریں کیا؟ چونکہ پرمیشور کی بھی وہی راس (کنیا) ہے جو پیٹ کی ۔ ہم پرمیشور کو بھی بڑے ادب سے پرنام کرتے ہیں۔ اور جھک جھک کر سجدہ کرتے ہیں (بلکہ دور ہی سے سلام کرتے ہیں)۔

عارف۔ کیوں پیارے! تمہارے کھانے کو کون طاقت ہضم کراتی ہے کیا تمہاری فکر وہ طاقت ہے؟ تمہارے رگ و پے میں کون خون چلاتا ہے۔ کیا تمہارا تردد یہ کام کرتا ہے؟ تمہارے جسم اور بالوں کو کون بڑھاتا ہے۔ کیا تمہارے اندیشہ و محنت کا یہ پھل ہے؟ تم جب خوابِ غفلت میں مدہوش پڑے پلنگ پر آرام کرتے ہو۔ تمہارے پرانوں کی کون رہبری کرتا ہے؟ خوب یاد رکھو۔ یہی چیتن (طاقت) رام ہے جو تمہارے لئے روٹی بہم پہنچاتا ہے اسی کو آپ کی فکرِ معاش ہے۔ آپ کا جسم و جان۔ آپ کے اہل و عیال۔ مال و زر سب کا حامل وہی ہے۔ اُس گنوار کی نقل مت کرو جو اسباب کی بھری خورجی گھوڑے پر لاد اور خود سوار ہو کہیں جا رہا تھا۔ اور جس نے رستے میں کچھ تو گھوڑے پر ترس کھا کر اور کچھ اسباب کی محبت کے باعث وہ ہائے میرا اسباب میرا اسباب" کہہ کر خورجی سر پر اُٹھالی۔ لیکن آپ

پر بیر سوار رہا۔ بوجھ تو پہلے کی طرح گھوڑے ہی پر رہا۔ لیکن گنوار صاحب نے اپنی گردن مفت میں توڑ لی ٭

ـــہ جسم و عیال و مال و زر سب کا ہے بار رام پر
اسپ پہ ساتھ بوجھ دھر سر پہ اُسے اُٹھائیے کیوں

ہائے! ہائے! پیٹ کا آنند راشی پرم آتما سے مقابلہ کرنا! تمام گرہ اور رشیاں جس پرماتما کے ایک ابرو کے اشارے میں ہست و نیست ہوتے ہیں ؎

لہ زال جہاں شنو سخن عشوۂ نازکی مکن | از دل مبو نیست مبتلا۔ تن تملا تلا تلا

لباس جسم کی خاطر ہوتا ہے۔ جسم لباس کی خاطر نہیں۔ اُس شخص کا حال قابل رحم ہے جو سارا وقت کپڑوں کے بناؤ سنگار میں خرچ کر دے پر بیمار جسم کی ذرا خبر نہ لے۔ زیادہ رحم کے قابل اُس شخص کی حالت ہے جو ساری زندگی کو جسم یعنی پیٹ کے دھندوں میں بسر کر دے اور روح کو (جس کے سامنے جسم لباس کی حیثیت بھی نہیں رکھ سکتا) برباد ہونے دے۔ اے عزیزو! اِس منشا دیہہ روپی سیپ سے موتی نکال لے۔ پھر یہ سیپ خواہ ٹوٹے خواہ رہے۔ کیا ہی رہو۔ بلا سے ہو یہ موتی آتم گیان (معرفت ذات) جب زبانی جمع خرچ سے تجاوز کر کے جگر میں گھر کرتا ہے۔ روم روم میں رچ جاتا ہے۔ رگ و ریشے میں دخل پاتا ہے۔ تو تجربہ مندرجۂ ذیل کیفیت کی تصدیق کرتا ہے۔ کہ اوسر

لہ مطلب:۔ اے جہان کی بڑھیا (یعنی اے دنیا) میری بات سن اور نخرہ نخرہ مت کر۔ میرا دل تیرے اندر پھنسا ہوا نہیں۔ تن تملا تلا تلا۔ (سارنگی کا سُر جس کے ساتھ یہ شعر مستانہ حالت میں گایا جاتا ہے) ٭

(स्वराज्य) (سوراجیہ) کو سنبھالا یعنی خدا کی بادشاہت (King-dom of Heaven) میں قدم رکھا یا تختِ حقیقت پہ پیر ٹکایا۔ اُدھر اقبال چاکر ہُوا۔ ملائک فرماں بردار بنے۔ اور کوئی ضرورت نہ رہنے پائی جو خود بخود پوری نہ ہو گئی۔ وہ عارفِ کامل جو اِس جہان کو نفی کر چکا ہے کہ "میں جسم یا جسمانی ہوں"۔ اور سدا اپنی ذات کے جلال (glory) میں جلوہ گر ہے۔ اپنی چاہ میں مست پڑا ہے کن کہنے نہیں پاتا کہ فیکون ہو جاتا ہے۔ اسی کی دِرشٹی سرشٹی بنتی ہے۔ اسی کی دید پدید ہوتی ہے۔ یہ نعمتِ غیر مترقبہ اے ناظرین! آپ کا ہی حقۂ ذاتی ہے۔ ہر ایک کے ورثہ میں ہے۔ لیکن سُنا ہو گا کہ (Esau sold his birthright for a mess of pottage) حضرت یعقوب کے بڑے بھائی نے بادشاہت اور نبوت جو اُس کا birthright (پیدائشی حق) تھی شوربے کی ایک رکابی کے عوض میں کھو دی۔ حیف صد حیف کہ ہم اسکی نقل کرکے روٹی کے بدلے دونو جہان میں اپنے لئے کانٹے بوئے جائیں۔

اے عزیز جسمانی خواہشات کے کُسنگ (صحبتِ بد) کو ترک کر۔ اور اپنی ذات کو پہچان "Know Thyself"

مریض پلنگ پر ایک کمرے میں لیٹا ہے۔ آؤ ذرا اس کی بیمار پُرسی کرتے جاؤ۔ دو آدمی سرہانے کی طرف کھڑے ہیں۔ دو پائنتی۔ دُو پٹی اور اِدھر اُدھر حاضر خدمت ہیں۔ آپ ایسے ذی اقبال تشریف لے گئے۔ کارڈ بھیجا۔ جواب ملا۔ اندر جانا نہیں ملے گا۔ زیادہ

سلہ ایسا نے اپنا پیدائشی حق دال بھات کی ایک ہانڈی کے بدلے بیچ دیا +

بیمار ہیں، خیر اصرار سے آپ اندر گئے۔ سارا جسم اُٹھاکر آداب بجالانا تو کُجا۔ مریض صاحب نے آنکھ اُٹھاکر بھی تو نہ دیکھا۔ دو تین دفعہ آپ نے اپنے آنے کی خبر گوش گذار کی (سلام عرض کی)، تو بڑے نخرے سے ناک چڑھاکر کہتے ہیں "ایں!" علیٰ ہٰذا۔ گردیلے چاروں طرف نیچے ہیں تکیئے دھرے ہیں۔ لوگ باگ سلام کرنے برابر آرہے ہیں وغیرہ۔ بیماری بھی تو امیری ہے! پر پیارے! مرض سیٹھ کر یہ ظاہری اقبال لیا گیا ہے۔ تُف ہے اس خواہش دُنیا (مرضِ مُہلک) پر جو ظاہری اقبال کی مقتضی ہوتی ہے۔ لیکن رُوح کو خستہ و ابتر کردیتی ہے۔

ذرا دیکھنا یہ شادیانے کیسے ہو رہے ہیں۔ باجے بج رہے ہیں اور گیت گاتی خوشیاں مناتی یہ عورتیں کدھر جا رہی ہیں؟

یہ سیتلا کی پُوجا کو چلی ہیں۔ ایک بچے کو چیچک نکلی تھی۔ اب مرض سے کچھ صحت پائی ہے۔ صحت کا شکریہ ادا کر رہی ہیں۔

جس عمارت کی بیرونی شان و عظمت کو دیکھ گنجِ شاہی کا گمان ہُوا تھا وہ تو کیڑوں اور بوسیدہ ہڈیوں کا ذخیرہ (دیکھئے مقبرہ) نکلی۔[1] پر یہ ور داسے عزیز! اُن کی نقل مت کرو جو پہلے سنکلپ (desires) رُوپی عارضہ چیچک میں مُبتلا ہوتے ہیں۔ اور پھر جب ذرا سر اُٹھاتے ہیں تو جامے میں پھُولے نہیں سماتے۔ اور طرح طرح کے عیش و عشرت کے سامانوں سے صرف یہ جتلاتے ہیں کہ ہم چیچک کے شکار (victim) ہوئے ہیں۔ زہے نصیب اُس شخص کے جو اس بیماری (ہوس)

(1) A goodly apple rotten at the core.

۵۲ وہ مثل ایک خوشنما سیب کے ہیں جو اندر سے سڑا ہُوا ہو۔

کا شکار ہی نہیں بنا۔ جس نے نہ تو کیچڑ سے بدن آلودہ کیا اور جو نہ پھر دھونا پھرا ۔

کیچ پاؤں دھوئے نکر آگے کو نہ لگاؤ
چندن آتم گیان کچ پیٹنے بیچ مت جاؤ

دُنیا میں جب کسی کی ایک خواہش مٹتی ہے۔ مثلاً امتحان پاس کر لینا۔ یا شادی ہونا تو اُسکے سر سے کیا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ اور اُسے کسقدر آنند حاصل ہوتا ہے۔ اب اُس ودوان کے آنند کا کیا پوچھنا ہے جس کے ہاں

ع۔ کسی آرزو کی دل میں نہیں اب رہی سمائی ۔ جس کے تمام بوجھ ٹل گئے۔ ایک خواہش باقی نہیں۔ تمام سنکلپ ناش ہیں۔ اپنے آپکو جاننے میں جسکے کل فرائض ادا ہو گئے۔

आपूर्यमाणमचल प्रतिष्ठं समुद्रमापः प्रविशन्ति यद्वत्।
तद्वत् कामा यं प्रविशन्ति सर्वे सशान्तिमाप्नोति नकामकामी॥

(بھگوت گیتا ادھیائے ۲ منتر ۷۰)

شاہنشہ جہاں ہے سائل ہوا ہے تو ۔ پیدا کن زماں ہے ذلیل ہوا ہے تو
سو بار غرق ہو گئے تو وھو دھو کیں تمام ۔ کیوں چرخ و مہر و ماہ پہ مائل ہوا ہے تو
خنجر کی کیا مجال کہ وہ زخم کر سکے ۔ تیرا ہی ہے خیال کہ گھائل ہوا ہے تو
کیا ہر گدا و شاہ کا رازق ہے کوئی اور ۔ افلاس و تنگدستی کا قائل ہوا ہے تو
قائم ہے تیرے جیسے کے موقع کی تاک میں ۔ کیوں ڈر سے اُسکے مفت میں زائل ہوا ہے تو
ہم بغل بیٹھتے رہتا ہے ہر آن رام تو ۔ بن پردہ اپنے وصل میں حائل ہوا ہے تو

ملہ ۔ مطلب ۔ جس سجن نے اپنی خواہشوں کو یوں سمیٹ لیا ہے جیسے جل سے بھرپور سمندر ندیوں کو اپنے بیچ میں داخل کر لیتا ہے وہی شانتی آنند حاصل کرتا ہے ۔ دوسرا نہیں ۔

(ویدانت درشن شوتر پہلا) अथातो ब्रह्मजिज्ञासा।

سلہ جستجو کن جستجو کن جستجو اندرونت ہیں ہمانجا ہست او

ذکرِ مُبتاں، مژدہ باد۔ اے شہیدانِ ناز و ادا کشتگانِ غمزہ و جفا کہ وُہ ماہ جسکی نظرِ غلط انداز سے ایک شعاع پاکر آفتاب و ماہتاب منور ہیں۔ گُلوں کے رنگ و بُو جس کے دم سے مُبتانِ طناز کا تبسم جس کے کرم سے۔ وُہ نُوراً علیٰ نُور۔ خوبی کی جان اور حُسن کی رُوح رواں تمہارا ہی آتم دیو ہے ؎

سلہ
باہمہ حُسن و خوبیم عاشق رُوئے کیستم
رُستہ ز دامِ جسم و جاں بستہ مُوئے کیستم
مست ز بوئے من جہاں، درپئے نکہتم رواں
والہ و مست درپئے نکہت و بُوئے کیستم

سلہ
ستم ست گر ہوست کشد کہ بسیرِ سرو و سمن درآ
تو ز غنچہ کم ندمیدۂ درِ دل کشا بہ چمن درآ
پئے نافہائے رسیدہ بُو مپسند زحمتِ جستجو
بہ خیالِ حلقۂ زُلفِ او گرہے خورد بہ ختن درآ

سلہ میں خود تمام حسن وخوبی سے آراستہ ہُوں۔ پھر میں کسکے چہرہ کا عاشق ہُوں (یعنی کسی کا عاشق نہیں ہوں) میں جسم و جان کے جال سے آزاد ہُوں پھر میں کسکی زلف کا قیدی ہُوں (یعنی نہیں ہُوں) (۲) میری خوشبو سے جہاں مست ہوکر میری خوشبو کا تعاقب کر رہا ہے۔ میں کسکی خوشبو کا دیوانہ و شیدا ہُوں (یعنی کسی کی خوشبو کا دیوانہ نہیں ہُوں)

سلہ اگر تجکو لالچ سرو چنبیلی کی سیر کے لیئے کھینچے تو ظلم ہے۔ کیونکہ تو غنچے سے کم کھلنے والا نہیں صرف دِل کا دروازہ کھول اور اپنے باغ کی سیر کر (۲) اے خوشبودار نافوں (دنیا کی لذات کے پیچھے پڑے ہُوئے پیارے آدمی جستجو کی تکلیف مت برداشت کر۔ اُس کی زلف کے کُنڈل کے خیال کی گرہ لگا اور ایسے ختن میں آ +

A goodly apple rotten at the core (زید خوشخبری) تحقیق وید سناتا ہے

त्वं स्त्री त्वं पुमानसि त्वं कुमार उतवा कुमारी । त्वं जीर्णो दण्डेन वंचसि त्वं जातो भवसि विश्वतो मुखः ॥ ३
नीलः पतङ्गो हरितो लोहिताक्षस्तडिद्गर्भ ऋतवः समुद्राः । अनादिमत्त्वं विभुत्वेन वर्तसे यतो जातानि भुवनानि विश्वा ॥ (یجر وید۔ شویتا شوتر اُپنشد)

یعنی استری (عورت معشوقہ) تم ہی بنے ہو۔ پُرش تم ہو اور کنوارا تم ہو وغیرہ وغیرہ

بانکی ادائیں دیکھو۔ چند کا سا مکھڑا پیکھو
بادل میں بہتے بجل ہیں بالوں میں میری لٹکیں
تاروں میں ناکا میں بھوروں میں میری شکلیں
چلنا ٹھمک ٹھمک کر۔ بالک کا رُوپ دھر کر
گھونگھٹ ابر اُلٹ کر۔ ہنسنا یہ بجلی بن کر
شبنم گل اور شبو بج۔ چاکر ہیں تیرے پر کے
یہ آن بان سج دھج اے رام تیرے صدقے

پس او ذکر جہاں میں مستغرق۔ اسی لئے۔

سه عشقبازی کن جستجو کن جستجو   اندرونت ہیں کہ بیروں نیست او

अथातो ब्रह्म जिज्ञासा। (ویدانت درشن پہلا سوتر)

یارو رفتگاں۔ او مرگ عزیزاں پر نالہ و گریاں ، وفات خویش و اقارب پر نوحہ کناں! ماتم افزا سے رہائی کا خواہاں ہے تو آؤ۔ اپنی (Inner Sanctuary) پاک قلب میں پناہ گزین ہو۔ امرت روپ بن۔ اپنے اصلی مقام (جاودانی زندگی و سرور) میں نواس کر۔

جہاں موت کو گویا مرگ مفاجات ۳ جانتا ہے۔ اور پھر دیکھ ہے شرتی (وید) کا اقرار سچ کر نہیں ۔

شام ویدکین اپنشد شرتی

अतिमुच्य धीरा प्रेत्यास्माल्लोकादमृता भवन्ति।

سلہ غم و غصہ و یاس و اندوہ حرماں ہواسئے مسرت آزما سے گئی ہے پس اسی لئے بجائے بے فائدہ واویلا و نالہائے کلبۂ احزاں میں روز کو شب اور شب کو روز کرنے کے منتر بتوں کی تحریکی مستی کے ذریعے سہ جستجو کن جستجو کن جستجو در بر خود بیں ہما نجا ہست او

(ویدانت درشن پہلا شوتر) अथातो ब्रह्म जिज्ञासा।

اے عزیز دنیا (Phemenon) کی اشیا واقعی تسلی بخش نہیں ہو سکیں۔ دل کا استسقی ان سے کبھی نہیں بجھتا ؛

Anthony sought happiness in love, Brutus in glory, Caesar in dominion. The first found disgrace, the second disgust, the last ingratitude, and each destruction.

The things of the world being weighed in the balance are all found wanting. Self-realisation alone will bring peace & happiness

---

سلہ دھیر پرش دنیوں کے تعلق سے آزاد ہو کے۔ اس دنیا سے منہ موڑ کر (یعنی رحلت کرتے) ہی امرت ہوتے ہیں یعنی دنیوں کے پنجے سے رہا ہوتے ہی فوراً اپنی ذات لازوال وصل پا جاتے ہیں۔

سلہ (مطلب) انتھونی نے عشق میں، برو ٹس نے شان و شوکت میں اور شاہ روم (سیزر) نے قلمرو کے حاصل کرنے اور بڑھانے میں خوشی کو ڈھونڈا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اول الذکر کو ذلت و خواری نصیب ہوئی۔ دوسرے کو نفرت و کراہیت اور تیسرے آخر الذکر کو ناشکر گذاری۔ اور ہر ایک بغیر آنند پانے کے ہی تباہ و برباد ہو گیا۔ اسی طرح اس دنیائے فانی کے سب سامان جب تجربہ کی ترازو میں خوب جانچے گئے تو سب کے سب ناقص اترے۔ محض انکشاف ذات (آتم انوبھو) ہی راحت قلبی اور مسرت (آنند) کو لاتا ہے ؛

پس ؎ فکرِ معاش و ذکرِ بتاں یادِ رفتگاں
اپنا ہی تو فریفتہ ہووے تو سب مٹیں

अथातो ब्रह्म जिज्ञासा । (ویدانت درشن پہلا سوتر)

؎ جستجو کن جستجو کن جستجو در بر خود ہیں کہ بیروں نیست او

طالب۔ یہ بہت مشکل ہے۔ نہایت دقیق ہے۔ ہم کیونکر سر کر سکیں گے۔

عارف۔ مانا کہ ادق ہے۔ از حد مشکل ہے۔ لیکن یاد رکھو۔ اس بغیر چین کبھی کہیں نہیں ملنے کا۔ یہ دوائی مہنگی ہی سہی۔ مگر بے بدل ہے۔ مرضِ مہلک کا اِس بغیر کوئی اور علاج بھی تو ہو۔

नान्यः पन्था विमुक्तये (۱)

پس جتنا مشکل ہے اُتنا ہی اشتیاق जिज्ञासा زیادہ کرو

ہے ؎ حُدی را تیز تر میخواں چو محمل را گراں بینی
نوا را تلخ تر میزن چو شوقِ نغمہ کم یابی

अथातो ब्रह्म जिज्ञासा। (ویدانت درشن پہلا سوتر)

؎ جستجو کن جستجو کن جستجو در بر خود ہیں ہمانجا ہست او

طالب۔ میرے چند دوستوں کو ایک دفعہ ویدانت کا خبط ہُوا تھا انھوں نے تو چند روز ٹکریں مار کر آخر اس کا پیچھا چھوڑ دیا۔ کچھ رس آیا نہیں۔

عارف۔ ہوگا کیا عجب ہے؟ اُس لومڑی کی بات تم نے کبھی نہیں سُنی جو اپنی کم ہمتی کو چھپانے کے لئے انگوروں کی بابت

سلہ۔ سوائے انکشاف آتم (ذات) کے اور کوئی راستہ مُکتی کا نہیں ہے۔

سلہ۔ جب تو اونٹ کے بیمار (کجاوہ) کو بھاری دیکھے تو حدی (اونٹ کے چلانے کی آواز) کو زیادہ زور سے بول۔ اور جب تو نغمہ کا شوق کم پاوے تو آواز کو زیادہ اونچا (تیز تر یا) کھینچ۔

بابت یوں کہہ اٹھی کہ "ابھی بچے ہیں۔ کون دانت کھٹے کرے" ؁

پست ہمتی کو ترک کرکے اولوالعزمی کے ساتھ شروَن (علم الیقین) منن (عین الیقین) اور ندِھیاسن (حق الیقین) کی منازل کو طے کرو۔

आत्मा वा अरे द्रष्टव्यः श्रोतव्यो मन्तव्यो
निदिध्यासितव्यः (یجر وید بریہدارنیک اُپنشد۔ ادھیائے ۴ برہمن ۵ منتر ۶)

وید کا اقرار جھوٹا نہیں ہے۔ کہ تم آنند گھن (سرورِ مطلق) ہو۔ چیتن گھن (علمِ مطلق) ہو۔ ست گھن (ہستیِ مطلق) ہو۔ آزما لو ؁

اے والئے بر اسیرے (اس قیدی پر افسوس ہے، جو) کہ کانوں کے حلقۂ غلامی کو کرن کُنڈل (زیور) مان بیٹھا ہو۔ اور ہاتھ پاؤں کی کڑیوں کو کنگن اور پازیب ٹھان بیٹھا ہو۔ گردن کے طوق کو فاخرہ (Hoods) یونیورسٹی کا تسلیم کر چکا ہو ؁ پیارے! اٹھو جاگو۔ سنسارک خواہشوں کی زنجیریں ایک دم توڑ ڈالو۔ خوابِ غفلت کو جھاڑ ڈالو (Shake off) دیکھو تو سہی۔ تمہاری تو قید بھی تمہاری آزادی ثابت کرتی ہے۔ سورج میں اندھیرا کیسا؟

उत्तिष्ठत जाग्रत प्राप्य वरान्निबोधत (یجر وید کٹھ اُپنشد ۳/۱۴ منتر ۱۴)

مُنگر بہر سُو اے جاں کہ تو خاص جانِ ماٸی
مفروش خویش ارزاں کہ تو بس گراں بہاٸی

۱؎ بلا شبہ یہ ذات (آتما) قابل دیکھنے، سننے، پورا (منن) کرنے اور اُنو بھو (وصل) کرنے کے ہے۔

۲؎ اٹھو۔ جاگو۔ چیدہ عارفوں کے پاس جاؤ اور اپنی ذات کی معرفت پاؤ۔

۳؎ اے جان تو ہر طرف مت دیکھ۔ کیونکہ تو ہماری جان کی بھی اصل ہے (یعنی جان کی جان ہے) اور اپنے تئیں تو سستا مت بیچ۔ کیونکہ تو بہت بیش قیمت ہے ؁

بستاں ز دیو خاتم کہ توئی بجاں سلیماں
بشکن سپاہِ اختر کہ تو آفتاب رائی

بگسل ز سبے اصیلاں مشنو غریو غولاں
کہ تو از شریعت اصلی کہ تو از بلند جائی

اس تعصب (Superstition) کو چھوڑ کر یہ جسم و جسمانیت
ہٹیوں اور سؔ جستجو کن جستجو کن جستجو — در بر خود ہیں ہمانجا ہست او

(ویدانت درشن سوتر پہلا) अथातो ब्रह्म जिज्ञासा॥

ایک راجہ نے دو استادانِ فنِ نقاشی رومی اور کومی کا امتحان لینا چاہا۔ مقابلہ کی آسانی کی خاطر دونوں کو حکم ہوا کہ آمنے سامنے کی متوازی دیواروں پر عالمِ تصویر میں اپنی لیاقت دکھائیں۔

بموجب فرمان پردے تن گئے کہ ایک دوسرے کے کام کو دیکھنے نہ پائیں۔ ہر روز دونوں آتے تھے۔ اور اپنی اپنی دیوار پر کام کرنے کے بعد چلے جاتے تھے۔ میعادِ معینہ گزرنے پر راجہ صاحب معہ درباریوں کے ملاحظہ فرمانے موقع پر تشریف لائے۔ پہلے رومی کی دیوار پر سے پردہ اٹھایا گیا۔ حاضرین دنگ رہ گئے۔ عش عش کرنے لگے۔ بے اختیار بول اٹھے چین کے نقش و نگار بھلا اس سے بڑھ کر کیا ہونگے۔

سؔ ترا دیدہ و مانی را شنیدہ — شنیدہ کے بود مانند دیدہ

سلہ دیو (نفس امارہ) سے اپنی انگوٹھی لے لے کیونکہ جان کی قسم تو ہی سلیمان ہے۔ اور اس تاریکی بدبختی کو دور کر دے کیونکہ تو آفتاب کا روشن کرنے والا ہے (۲) بد ذاتوں سے تو اپنا رشتہ توڑ دے اور چھلاووں (شیطانوں) کا غل مت سن کیونکہ تو ذاتی شریف ہے اور تو ہی بلند مرتبہ والا ہے۔

سؔ میں نے تجھکو تو دیکھا ہے اور مانی کو محض سنا ہے بھلا سنا ہوا دیکھے ہوئے کے برابر کیسے ہو سکتا ہے۔

سب طرف سے یہ آواز سنائی دی کہ "بس حد ہو گئی۔ رومی تو پورے کے پورے نمبر Full marks لے گیا۔ مہا بھارت کے کل مشہور واقعات از سر نو زندہ کر دکھائے۔ تصویریں بولا ہی چاہتی ہیں۔ اس سے بڑھ کر تو کچھ خیال میں بھی نہیں آ سکتا۔ رومی ہی کو انعام ملنا چاہیئے۔ اب کچھ ضرورت نہیں کومی کی صنعت دیکھنے کی۔ کمال ہے کمال" ۔ سیر تو راجہ صاحب بھی ایسے ہو گئے تھے کہ جی نہیں چاہتا تھا کومی کی دیوار دیکھنے کی تکلیف گوارا کریں لیکن کومی نے خود ہی پردہ اٹھا دیا۔ پردہ اٹھنے کی دیر تھی کہ بس کچھ نہ پوچھئے۔ چاروں طرف حیرت سے سکتہ کا عالم ہو گیا۔ راجہ صاحب اور امرا انگشت بدنداں رہ گئے۔ چند لمحے تو سانس اندر کا اندر اور باہر کا باہر رہ گیا۔ جدھر دیکھو۔ لب زیریں بالائی لب سے جدا۔ سب کے سب متحیر کھڑے ہیں ۔ آخر ہوا کیا ؟
کومی نے ستم کر دیا۔ غضب کیا ڈھا دیا ؟ اجی یہ صفائی ! اہو ہو ہو ! نظر پھسلے جاتی ہے۔ اور دیکھو دیوار کے اندر دو دو گز گھس کر تصویریں بنا آیا۔ ہائے ظالم مار ڈالا۔ کیا ہی ٹھیک نکلا یہ مقولہ "جہاں نہ پہنچے رومی۔ وہاں پہنچے کومی"

ناظرین! سمجھے کومی نے کس بات پر رومی کو مات کر دیا تھا؟ متوازی دیواروں کا درمیانی فاصلہ کوئی دو گز کے قریب ہو گا۔ مہلت مقررہ میں رومی تو اپنی دیوار کے اوپر رنگ و روغن چڑھاتا رہا۔ اور کومی اتنا عرصہ اپنی دیوار کو صفائی دینے میں ہمہ تن مصروف رہا۔ یہاں تک کہ اس نے وہ دیوار شفاف بنا دی۔

جو نتیجہ ہوا وہ تو آپ نے دیکھ ہی لیا۔ اس جھلکتی جھلکتی دیوار کے مقابلہ میں رومی کی دیوار کھُردری اور بھدّی معلوم ہوتی تھی۔ علاوہ بریں رومی کی کُل کی کُل محنت ایک صفائی کی بدولت کومی نے مفت خرید لی۔ اور علم مناظرہ (Optics) کے مشہور مسئلہ کے مطابق جتنا دیواروں کے درمیان فاصلہ تھا اُتنے ہی فاصلہ پر کومی کی دیوار کے اندر تصویریں دکھائی دیتی تھیں۔

طلبائے علوم ظاہر ہیں! تختۂ دل پر رومی کی طرح بیرونی نقش و نگار کہاں تک چڑھے کروگے۔ سطح ہی سطح پر انواع و اقسام کے صور کہاں تک بھروگے (crammed) رٹے ہوئے الوانِ گوناگوں دماغ میں کب تک رنگ جائیں گے؟ اور خیالاتِ پریشاں ٹھونس ٹھونس کر بھرے ہوئے کب تک کام آئیں گے؟

Education (E, out ; duco, I draw) کے معنے ہیں اندر سے باہر نکالنا۔ نہ کہ باہر سے اندر ٹھونسنا۔

ایجوکیشن (تعلیم و تربیت) کی اصلی غرض کو گڑبڑ کرنا تا بہ کے۔ کیوں نہیں کومی کی طرح اُس پوترتا (Purity) اور روشن ضمیری دلانے والی ودّیا کی طرف رجوع کرتے جس کا خاصہ ہے

سے ہردم از ناخن خراشم سینۂ افگار را تا ز دل بیروں کنم غیر خیال یار را

کہاں تو معنی دکھلانے والی برہم ودّیا اور کہاں صورت پرست علوم و فنونِ ظاہری جو ایک دن بھارت ورش میں شودروں کے لئے

سلہ میں اپنے زخمی سینے کو ہردم ناخن سے چھیلتا ہوں۔ تاکہ یار کے خیال کے علاوہ ہر ایک خیال کو دل سے باہر نکال چھوڑدوں ؎

مفقود تھے! آج ہمارے نوجوان ان (So called) برائے نام علوم و فنون کی چاہ میں گر کر پستی میں بال تر اور کنوئیں کی تہ میں تارا ہو رہے ہیں (اندھیرے کمرے) (Dark Room) کی ودّیا Light (روشن ضمیری) مل گئی تو آج بھی آنکھوں (دیدۂ دل) کو کور کریگی اور کل بھی ÷

جس ایک کے جاننے سے تمام نہ جانی ہوئی اشیا جانی جاتی ہیں نہ سُنی ہوئی سُنی جاتی ہیں۔ نہ دیکھی ہوئی دیکھی جاتی ہیں جس سے لوح محفوظ کے سب نقش شیشۂ دل میں اُتر آتے ہیں۔ جس سے سِترِ اکبر اور رازِ غیب کا انکشاف ہو جاتا ہے۔ اُس اُپنشد ودیا (معرفت ذات) رُوپی سُرمے سے کیوں نہیں دیدۂ دل کو روشن کرتے ! ÷

येनाश्रुतꣳश्रुतं भवत्यमतं मतमविज्ञातं विज्ञातमिति॥३॥

(سام وید۔ چھاندوگیہ اُپنشد۔ پرپاٹھک ۶ کھنڈا ۱ منتر ۳)

आत्मानं वा विजानीथ अन्या वाचो विमुंचथ॥

Know this Atman ॰ leave all vain words and hear no other

۵ علم را و عقل را و قال و قیل جملہ را انداختم در آبِ نیل
اسم را و جسم را در باختم تا کمالِ معرفت در یافتم

---

۵۱ جس (آتم گیان) سے نا سُنا ہُوا شنیدہ ہو جاتا ہے۔غیر معلوم۔معلوم شدہ اور نا دانستہ دانستہ ہو جاتا ہے (ایسا) اُس ذات کو پہچانو

۵۲ اُس آتما کو جانو اور سب فضول گپیں چھوڑو اُس علم ذات کے سوا اور کچھ مت سُنو ÷

۵۳ علم و عقل چون و چرا گفتگو ان سب کو میں نے دریائے نیل میں پھینک دیا (۲) اور میں نے اسم و جسم کو ہار دیا۔جب مجھکو معرفت کا کمال حاصل ہُوا ÷

اِک نقطے رمز گل مکدی ہے ۔

سہ پھر نقطہ چھوڑ حساباں نوں ۔ کر دور کفر دیاں بابا نوں
وے پھوک حساب کتاباں نوں ۔ کر صاف دلے دیاں خواباں نوں
اک الف پڑھو چھٹکارا ہے ۔ اک الف پڑھو چھٹکارا ہے
سہ جستجو کن جستجو کن جستجو ۔ در بر خود بیں ہمانجا ست او

अथातो ब्रह्म जिज्ञासा॥ (ویدانت درشن سوتر پہلا)

ایک شخص مندر میں آکر شکریہ کا پرشاد بانٹ رہا تھا۔ اور رنگ رلیاں منا رہا تھا کسی نے اس غیر معمولی خوشی کا سبب دریافت کیا تو جواب دیا کہ "میں نے دوبارہ زندگی حاصل کی ہے۔ بھلا بچا ہوں۔ چوروں کے پنجے سے خلاصی پائی ہے۔ میرا گھوڑا تو چور لے گئے ہیں لیکن ہزار شکر ہے کہ میں گھوڑے پر سوار نہ تھا۔ ورنہ میں بھی چرایا جاتا۔ میری جیسی قیمتی جنس مال مسروقہ میں شمار نہیں ہوئی۔ اِس بات کی خوشی ہے" ۔

ناظرین ہنستے ہونگے کہ عجب احمق تھا۔ اتنا نہ سمجھا کہ اگر میں گھوڑے پر سوار ہوتا تو میرا چرایا جانا تو درکنار۔ گھوڑا بھی کیوں چرایا جاتا۔ لیکن ہائے

سہ ہر کسے ناصح برائے دیگراں ۔ ناصح خود یافتم کم در جہاں

اپنے اپنے گریباں میں مُنہ ڈال کر دیکھو کیا حال ہو رہا ہے سوار گم ہے کہ گھوڑا؟ وہ ہندوستان جنت نشان جس کے کنجان درختوں کے جھنڈوں میں یا تو کوئل کی میٹھی سُر سُنائی دیتی

سہ[1] ہر شخص دوسروں کو نصیحت کرنے والا نظر آیا۔ اپنے آپ کو نصیحت کرنے والا جہان میں میں نے بہت کم پایا ۔

تھی یا شانتی برساتی ہوئی ندیہ ڈھتی۔ جس کی من پسند پَون یا تو پُشپوں کی سگندھ کو اُٹھائے پھرتی تھی یا پوتر پرنو ( )

دُھنی کو جس کے شیشے کی طرح صاف شفاف چشمے اور دریاؤ اُن مہاپرشوں کے انتہ کرن سے زیادہ نرمل نہ تھے جو وہاں رمن کرتے تھے۔ جس کے سرووروں اور تیرتھوں پر ادھر تو کھلے ہوئے کنول بہار دیتے تھے۔ اُدھر تیرتھ روپی گیان وانوں کے جلال برسانے تھار بند جس کے شہروں میں طوطی و مینا تک برہم بچار کرتے سُنائی دیتے تھے۔ آج اُن رشیوں والے بھارت ورش میں اِس سرے سے اُس سرے تک کتنے آدمی ایسے ملینگے جو سروپ میں متیم ہوں۔ کتنے ہستا مل دکھائی دینگے؟ جس سے پُوچھو سوار ندارد گھوڑے ہی کا پتہ دے گا۔ یعنی (شریر) جسم ہی کا نام و نشان بتلائے گا۔ فلاں دفتر میں ملازم۔ یہ تنخواہ فلاں قوم۔ فلاں شخص کا بیٹا۔ فلاں سکونت۔ یہ عمر۔ میں خوبصورت ہُوں۔ میں مرد ہُوں۔ میں ایم اے ہُوں۔ وغیرہ وغیرہ؛ پیارے یہ سب تو جسم (گھوڑے) کا حُلیہ ہے۔ لیکن جسم آپ نہیں ہوسکتے جسم پر سوار جسم کے مالک۔ آپ کون ہیں بتایئے؟ چپ۔ صدائے برنخیزد؛ !!! Lost! Lost! Lost!!! (لاسٹ گُم! گُم!! گُم!!! کیا گم ہو؟ ہیو اینڈ کرائی (Hue and cry) (شور و فغاں) کیسی گھوڑا کھویا گیا ہے کیا؟ نہیں۔ گھوڑے یعنی جسم کا پتہ تو برابر بتا رہا ہے۔ سوار (آتما) گم ہے۔ حیرانی کی بات ہے۔ کیا تماشا ہے!؛

سے آنچہ ما کردیم بر خود ہیچ نابینا نکرد — درمیان خانہ گم کردیم صاحبخانہ را

بھارت نواسی! (know thy self) جان اپنے آپ کو

سے جستجو کن جستجو کن جستجو — در درونت ہیں کہ بیروں ہست او

(ویدانت درشن سوتر پہلا) अथातो ब्रह्मजिज्ञासा ॥

ہستی و علم ہوں۔ مستی ہوں یہیں نام مرا

خود پرستی و خدائی ہے فقط کام مرا

چشم لیلےٰ ہوں۔ دل قیس و دست فرہاد

بوسہ دنیا ہو تو دے سے۔ ہے لب جام مرا

گوش گل ہوں۔ رخ یوسف دم عیسیٰ بہر سرد

تیرے سینے میں بستوں ہوں ہے وہی دعام مرا

حلق منصور تن شمس و عسلم علماء

داہ وا بحر ہوں اور بدبدا اک رام مرا

طالب۔ میرے خیال میں تو پادری لوگ ریورنڈ سیلٹر (Revd. Revd. Slater) اور ڈاکٹر کرور ریز (Dr. Crozier) وغیرہ جیسے

فلاسفر یہ ہی کہتے ہیں کہ ویدانت سخت خود غرضانہ مذہب ہے -

اول درجے کی خود غرضی سکھاتا ہے۔ اپنی ہی بہتری کی بتاتا ہے

عارف۔ دنیا میں کوئی آدمی ہی نہیں جو آنند کا خواہاں نہ ہو وہ

سیدھے یا ٹیڑھے طریقے سے (directly or indirectly)

سب آنند کے پیچھے بھٹکتے ہیں ۔

سلہ جو کچھ ہم نے اپنے اوپر کیا وہ کسی اندھے (بیوقوف) نے بھی نہیں کیا۔ کیونکہ گھر کے اندر گھر کے مالک کو ہم نے گم کر دیا ہے ۔

(۱)

सुखं भूयात् दुःखं मा भूयात् ।

فرق صرف اتنا ہے کہ بعض نادان ہیں (ج) جو محیطِ کُل اپنے آپ کو بھُول کر جسمانیت میں غرق ہیں۔ ایک ساڑھے تین ہاتھ کے ٹاپو (جزیرہ) میں قید رہتے ہیں۔ باقی تمام مخلوقات کو اپنے سے بالکل غیر اور جُدا مان کر اُن سے ذرا اُنس نہیں رکھتے۔ اور آنند کی جُستجو اُن مادّی اشیا میں کرتے ہیں جہاں آنند ہے نہیں۔ چونکہ قدرت (Nature) کے برخلاف عمل کرتے ہیں اس واسطے قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے ہیں اور مصیبتیں جھیلتے ہیں۔ ان کا نام دنیا میں خود غرض (Selfish) رکھا گیا ہے۔ بجائے اسکے کہ جاہل یا جھوسلے رکھا جاتا۔ بعض ایسے ہیں (ب) کہ اپنے تجربہ یا غیروں کے تجربے کی بدولت یہ جان چکے ہیں کہ آنند صرف ایک جسم کا بھلا چاہنے میں ہمیں نہیں ملے گا ؛

قانونِ عمل و جواب عمل (Law of action and Reaction) کے مُطابق "دو کر بھلا ہوگا بھلا" یا یُوں کہو کہ یہ وُہ ہیں جو پرکرتی (Mother Nature)[۱] سے چپت کھا کھا کر اتنا سیکھ چکے ہیں کہ آنند لینے کے لئے (I should Love Others as I Love myself.) اَوروں کا بھلا کرنے ہی میں میرا کلیان ہے۔ مگر اتنا ابھی نہیں سمجھے کہ کیوں ؟ مشین (کل) کی طرح کام تو کسی قدر ٹھیک ہی کر دیتے ہیں لیکن اندر جان نہیں ہے۔ بعض ایسے اصحاب خیال میں بھی نہیں

---

[۱] سکھ ہو دُکھ ہرگز نہ ہو۔ مجھے اَوروں سے ایسا پریم کرنا چاہئے جیسا اپنے آپ سے ؛

لاسکتے وُہ صفائی باطن جس سے ثابت ہوتا ہے ؛

All are myself, why not love all as myself

سب جسم میرے ہیں۔ صرف ایک جسم کو اپنا ماننا جھوٹ بولنا ہے اور شاہنشاہِ عالم نارائن رُوپ اپنے آتما کو محدود اور مقید مان کر کلنکت کرنا اور خود کشی کرنا ہے۔ اور جرم کبیرہ کا مُرتکب ہونا۔ اِس واسطے خود غرضی کیوں ؟"

اشخاص نمبر ب خود غرض (آنند کی غرض والے) ویسے ہی ہیں جیسے اشخاص نمبر ج۔ البتہ یہ فرق ہے کہ نمبر ب اپنی خود غرضی کو پُورا کرنے کا ڈھنگ بھی کچھ جانتے ہیں۔ اور نمبر ج والے اس طریقے سے بالکل لاعلم ہیں۔ اُن کا نام دنیا میں رکھا گیا ہے خوش خلق۔ نیک مرد۔ حمیدہ اخلاق والے ؛ واہ وا دھن ہیں ایسے پُرش۔ غنیمت ہیں ؛ یا ایں ہمہ یہ لوگ صحبت نیک کی بدولت یا لوگوں میں نیک نام ہونے کی غرض سے۔ یا مذہب کے تازیانے کھا کر۔ یا خود قدرت سے سبق لیکر اتنا کسی قدر ضرور سیکھ چکے ہیں کہ ضرب کیونکر دینی چاہیئے۔ اشخاص نمبر ج کی طرح ضرب دینے کے لئے تفریق نہیں کر دیتے۔ لیکن ضرب کے قاعدے کے اُصول کو ذرا نہیں سمجھتے ؛ تمام دنیا کے اصل اُصولوں کو جاننے والا قاعدۂ اخلاقی ضرب کے اُصول تو در کنار صفوں۔ لوگار تھم اور کواٹرنین (Quaternions) کی حد تک پہنچا ہُوا اور نیچر (قدرت یا فطرت) کا خاوند ہے وہ شخص (ا) جو

سلہ تمام اجسام میرا اپنا آپ ہیں تو پھر میں اپنی طرح تمام سے محبت بھلا کیوں نہ کروں ؛

Everywhere Thesameself is manifest[1] جانا ہے

جہاں تہاں۔ کیا فقیر کیا امیر کیا صغیر کیا کبیر کیا قیدی کیا وزیر۔ سب ایک ہی ہے۔

[2] सहस्रशीर्षो पुरुषः सहस्राक्षः सहस्रपात्।
स भूमिं विश्वतो वृत्वात्यानष्टद् दशांगुलाम्॥

صرف۔ یہ شخص (۱) ہے جو خود غرض نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ اُس میں نہ خودی رہتی ہے نہ غرض۔ اُس شخص کو آنند کی غرض بھلا کیوں؟ وُہ تو خود آنند ہے؟ جس کی غرض ہوتی ہے وہ آپ خود ہے۔ اِس سے اُس کا نام ہے خود آ یا خُدا۔

[3] مطلع دیدار حق دیدارِ ما　　منبع گفتارِ حق گفتارِ ما

جب کہ ایک جگہ کی ہوا سورج کی گرمی کھا لطیف ہو کر اُوپر اُڑ جاتی ہے تو اُس کی جگہ بھرنے کو خود بخود چاروں طرف سے ہوا چل پڑتی ہے۔ ترقی کر جاتی ہے۔ اسی طرح گیان وان جو عرشِ اعلیٰ (عالمِ علوی) کی اوستھا (حالت) کو پراپت ہو چکا ہے اور سنسار میں آوا گون سے چھٹا ہُوا اپنی جگہ خالی کر گیا ہے۔ خواہ کسی سے بات کرے۔ خواہ نہ کرے۔ کیا شودر۔ کیا ویش کیا کھتری۔ کیا برہمن۔ سب کا آتما ہو کر کُل کو ایک قدم آگے بڑھا دیتا ہے۔ یہ ایک طلسمات کا ریفارمر (اصلاح کنندہ یا مصلح ہے)

---

[1] ہر جگہ وُہی آتما (اپنا آپ) پرکاشمان (ظہور پذیر) ہے۔

[2] ہزاروں سر والا ہزاروں آنکھوں والا۔ ہزاروں پاؤں والا وُہ پُرش (ذاتِ حق) ہے .....

[3] ہمارا درشن دیدارِ حق کا مطلع ہے۔ اور ہماری گفتگو کلامِ الٰہی کا منبع ہے۔

جس کی موجودگی سے مُلک کا مُلک یک لخت سُدھر جاتا ہے - ترقی پاتا ہے *

ع جتنے بیٹھن سنت جن - اوہ تھان شہیندا * ۱؎

آنکہ پاکیزہ دل ست ار بنشیند خاموش * ہمہ از سیرتِ صافیش نصیحت شنوند

ایسے مہاتما کی تو بول چال رفتار اور درشن ہی زندہ اُپدیش ہیں جن کی بدولت ۔ سہ

دھن بھومی دھن دیش کال ہو   دھن دھن لوچن کریں درس جو

(Archimedes.) (حکیم ارشمیدس ریاضی دان) کہا کرتا تھا کہ

I shall move the world if I get a standpoint

یعنی "مطابق اصول پیرم (Principle of the lever) اگر مجھے ایک قائم نصاب (فلکرم fulcrum) مل جائے تو میں جو چھوٹا سا معلوم ہوتا ہوں ساری دنیا کو ہلا دوں" وہ قائم نصاب حکیم ارشمیدس بیچارے کو نہ مل سکا * ویدانت بتاتا ہے - وہ نصاب کیا ہے ؟ وہ تیرا ہی اپنا آپ (آتما) ہے جو قائم بالذات سب کا اَدھشٹان (آسرا، سہارا) ہست ہے - جس کو ساکشات کار کرنے سے تمام کائنات ہلائی جاتی ہے - پس اپنی ہی ریفارم (اصلاح) کرنے سے دنیا کی ریفارم (اصلاح) ہوتی ہے *

(Physician heal thyself.) جب تک تمہیں چور نظر آتا ہے تمہارے اندر چور ضرور ہوگا - جب تک اور لوگ برہم سے بھن

۱؎ جو صاف دل اور صاف باطن ہیں اگر وہ خاموش بیٹھ جائیں تو تمام اُس کی پاکیزہ خصلت سے نصیحت سنتے ہیں ۲؎ اے حکیم تو اپنا علاج آپ کر *

(نالائق خراب، اصلاح طلب) نظر آتے ہیں۔ اے ریفارمری (اصلاح) کا دعویٰ کرنے والے! اپنا علاج کر۔ اپنی گری ہوئی حالت پر آٹھ آٹھ آنسو رو۔ اور اگر کوئی قطرۂ خون دل جگر میں ہے تو آنسو بناکر آنکھوں کی راہ نکال ڈال۔ حتیٰ کہ تیرے دل کی پھلواڑی سیراب ہوتے ہوتے ایک دن اس گیان (آنند) سے باغ باغ ہو جائے۔

ब्रह्मैवाहमिदं जगच्च सकलं चिन्मात्रविस्तारितम्।
सर्वं चैतदविद्यया त्रिगुणयाऽशेषं मया कल्पितम्॥

اے یورپ کے باشندو! تم ویدانت کو کہتے ہو خود غرض۔ جس ویدانت کا معراج (Ideal) ہے سنیاس संन्यास جس میں بڑائی کا معیار ہے تیاگ (Renunciation) بڑا دیکھنا ہو تو یہ نہیں پوچھا جاتا کہ اسکے پاس روپیہ کتنا ہے۔ بلکہ یہ کہ اس کا استغنا کتنا ہے ۔

मही रम्या शय्या विपुलमुपधानं भुजलता वितानं चाकाशं व्यजनमनुकूलोऽयमनिलः। स्फुरद्दीपश्चन्द्रो विरतिवनिता सङ्गमुदितः सुखं शान्तः शेते मुनिरतनुभूतिर्नृप इव॥

خشت زیرِ سر و بر تارکِ ہفت اختر پائے دستِ قدرت نگر و منصبِ صاحب جاہی

سات گانٹھ کوپین میں ساودھ نہ مانے سنگ
رام عمل ماتا پھرے گنے اندر کو رنگ

سلہ میں اور یہ جگت (پرپنچ) ہر بیلا ہوا کل سنسار برہم ہی ہے اور یہ سارا کا سارا جگت تینوں گنوں سے متصف اودیا کے سبب مجھ سے پیدا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔ سلہ سر کے نیچے تو اینٹ ہے اور پاؤں ساتوں ستاروں کے اوپر۔ تو اس مرتبہ والے کی قدرت کا پایہ و مرتبہ دیکھ ۔

جس ویدانت کی پوتر دہلیز پر قدم رکھنے کے لئے ہی درکار ہے ٭ زودیدات سال इहामुत्रफलभोग विरागः - یعنی نہ صرف سُرگ (بہشت) کی حُور و اپسرا پر آنکھ نہ ڈالنا بلکہ اندر برہما آدک کے عالی رتبوں پر لات مار دینا۔ چہ جائیکہ اِس دُنیا کی ناپائدار چند روزہ اشیا کے لالچ میں مارے مارے پھرنا اور خاک اُڑانا ٭

؎ حُور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

البتہ ایک لحاظ سے ویدانت ایک اول درجہ کی خود غرضی ودّیا ہے بعض فلاسفروں (حکماء) کا قول ہے کہ جب کوئی نیک مرد کسی مصیبت زدہ پہ ترس کھاکر اُس پر مہربانی کرتا ہے تو وہ اُس غیر شخص پر احسان کچھ نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنی ہی خاطر وہ ملتفت مرد ہوتا ہے۔ وجہ یہ کہ جیسے بعض آدمیوں کی طبیعتیں نرم ہوتی ہیں تو وہ اَوروں کے زُکام کو جھٹ قبول کرلیتی ہیں۔ پاس کا آدمی جمائی (yawning) لیتا ہے اُن کو جمائی آجاتی ہے۔ بلکہ امراض متعدی سے فی الفور اثر پذیر ہونے کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ ویسے ہی نرم دل والا آدمی اپنے پڑوسیوں کی مصیبت کو مرض متعدی کی طرح جھٹ قبول کرلیتا ہے۔ اور پھر خود قبول کردہ رنج و غم کو غلط کرنے کے لئے غریب ہمسایہ پر کرم و عنایت مبذول فرماتا ہے۔ یہ کرم و عنایت اپنی ہی خاطر ہوتا ہے۔ غیر کی خاطر ذرا نہیں ٭ پس جسے رحم و نوازش سمجھے بیٹھے ہو یہ بھی تو ایک قسم کی خود غرضی ہی ہے۔ لیکن ویدانت کی خود غرضی اِس سے بھی کہیں گزری ہے پرلے پار جاتی ہے ٭ یہاں تو اسے ویدانت کو

بد گمانی کی آنکھ دیکھنے والے صاحب! گیان وان کا "خود" (اپنا آپ) اتنی وسعت پکڑ لیتا ہے۔ اس قدر ملک گیری کر لیتا ہے۔ ایسی تسخیر جہان کرتا ہے کہ تعریف میں زبان لال ہے اور خیال کی رسائی محال ہے:

यतो वाचो निवर्तन्ते अप्राप्य मनसा सह (یجروید تیتریہ اپنشد ۲-۴-۱ منتر ۱)

جس طرح سے آپ کو ایک خاص جسم کے متعلق یہ خیال ہے کہ "یہ میرا ہے" ٹھیک اُسی زور کے ساتھ عارف (گیان وان) تمام موجودات کو "میرا" کہہ سکتا ہے۔

मयि सर्वमिदं प्रोतं सूत्रे मणिगणा इव (بھگوت گیتا ادھیائے ۷ منتر ۷)

यस्तु सर्वाणि भूतान्यात्मन्येवानुपश्यति। सर्वभूतेषु चात्मानं ततो न विजुगुप्सते॥ (یجروید ایشا واسیہ اپنشد منتر ۶)

ایک اوستھا گیان وان پر یہ آتی ہے کہ ؎

پتی کو پھول کی لگا صدمہ نسیم کا ‏ شبنم کا قطرہ آنکھ میں اُسکی نظر پڑا

گلاب کی پنکھڑی پر تو نرم باد سے ذرا چوٹ آئی۔ لیکن ہائے یہ اچنبھا! کہ گیان وان کی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔

۱؎ جہاں سے نطق (کُل کلام) مع دل کے واپس لوٹتے ہیں یعنی جو نطق و من کی پہنچ سے باہر ہے۔

۲؎ مجھ میں یہ سب (جگت) ایسے اوت پروت (پرو دیا ہوا) ہے جیسے مالا کے دانے دھاگے میں۔

۳؎ جو سب موجودات کو اپنے آتما (ذات) میں اور اپنے آپ کو (ذاتِ خود کو) تمام موجودات میں دیکھتا ہے۔ پھر وہ کسی سے حقارت نہیں کرتا۔ یعنی اُسکو سب اپنا آپ نظر ہوتے ہیں اسلئے اُس سے تمام کے لئے ایسی ہی محبت اُبھرتی ہے جیسے کہ اُسکو اپنے آپ کی طرف۔

ع خوں رگِ مجنوں سے نکلا فصد لیلیٰ کی جو لی
عشق میں تاثیر ہے پہ جاذب کامل چاہئے

One with nature and the God of Nature

اس گیان وان کے انوبھؤ (روحانی تجربے) کو گیٹے (Goethe) نے یوں قلمبند کیا ہے :-

I tell you, what's man's supreme vocation
Before me was no world, 'tis my creation
It was I who raised the sun from out the sea
The moon began her changeful course with me.

ہائے خود غرضی!

ع بتلاؤں اپنے رمز کی گر رمز شیخ کو ۔ بے اختیار کہہ اٹھے اسلام کچھ نہیں

یہیں پر ویدانت کب اکتفا کرتا ہے۔ پیارے Dr Crozier کا ویدانت کے ظلم و ستم اور دیکھو۔

ع ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا ۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا!

وہ کیمیاگر نگاہ گیان وان کی جہاں پڑی۔ خدا ہی خدا بنا دیا۔ کوئی پستی رہی نہ بلندی۔ دیوانگی رہی نہ ہوشمندی۔

سلہ قدرت اور قدرت کے مالک سے ابھید (واحد) ہوا ہوتا ہے۔ یا قدرت سے ایک طور قدرت کا مالک ہوا ہوتا ہے۔

سلہ انسان کا جو سب سے اعلیٰ شغل ہے اسکو علانیہ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ دنیا مجھ سے پیشتر نہ تھی۔ اور یہ میری ہی بنائی ہوئی ہے۔ اور یہ میں تھا جس نے آفتاب کو سمندر سے طلوع کیا اور جسکے سبب چاند نے اپنا تغیر پذیر دورہ میرے ساتھ شروع کیا۔

विद्याविनयसंपन्ने ब्राह्मणे गवि हस्तिनि
शुनि चैव श्वपाके च पण्डिताः समदर्शिनः (بھگوت گیتا ادھیائے ۵ نمبر ۱۸)

اُس نُور کے طوفان کے آگے درو دیوار پیادہ و سوار سب اُڑ گئے۔ سُہاگہ پھر گیا۔ سب صفائی ہو گئی۔ آگے کیا کہوں؟ آگے کیا کہوں؟

سہ گیان کی آئی آندھی رے، یارو گیان کی آئی آندھی
سکل اُڑانی بھرم کی ٹاٹی کیا راجا کیا باندی۔

تمام سنسار گیان اگنی میں جل گیا۔ وار پار۔
جت دیکھا نُور جمال ۔

پرم ہنس کے سامنے عورت آ کھڑی ہوئی۔ ماں! ماں کالی! کالی۔ کہہ کر چرن پکڑ لئے۔ مجنوں کے سامنے باپ کھڑا تھا۔

سہ مجنوں گفتا بگو پدر کیست
غیر از لیلیٰ دگر کے چیست

شبلی جمعہ کی نماز کے لئے امام بنایا گیا تو وہاں یہ کلمہ شیریں گایا۔

سہ من خدایم من خدایم من خدا
فارغم از کبر و از کین و ہوا

یہ سُن کر جنید نے شکایت کی

سہ آنچہ من با تو گفتم ام بہ نہفت
تو عیانش ہمی کنی اظہار

سلہ عالم و خلیق براہمن میں۔ گائے ہاتھی کتے اور چانڈال میں۔ پنڈت (عارف) لوگ سمدرسی (ایک برابر دیکھنے والے) ہوتے ہیں۔

سلہ اے مجنوں بتا تیرا باپ کون ہے؟ اُس نے کہا لیلیٰ کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ (یعنی لیلیٰ ہی ہے)

سلہ میں خدا ہوں میں خدا ہوں میں خدا ہوں اور لالچ و تعصب و غرور سے آزاد ہوں۔

سلہ جو کچھ میں نے تجھ کو پوشیدگی میں کہا تو اُسکو کھلم کھلا ظاہر کرتا ہے ۔

شبلی نے جواب دیا ؏

سلہ من ہمی گویم و ہمی شنوم ۔ نیست کس غیر من بہر دو دیار

میں تو سخت تنہائی میں دکنج بستان میں ، ہوں - غیر کوئی ہے ہی نہیں - ظاہر کرنا کرانا یعنی چہ ؏

سلہ تنہاستم تنہاستم در بحر و بر یکتاستم
جز من نباشد ہیچ شے من جاستم من ماستم

زہے زندگی! جس پہ ہزار ایمان قربان - زہے دیوانگی! جس پہ لاکھ نیوٹن اور کیپلر نثار ؏

سلہ دردو بارا بے شما درماں مبادا بے شما
مرگ بادا بے شما جانے مبادا بے شما
بشنو از ایماں کہ می گوید باواز بلند
با دو زلف کافرت کایماں مبادا بے شما

سلہ میں خود ہی کہتا ہوں اور خود ہی سنتا ہوں - میرے سوائے دونوں جہانوں میں کوئی نہیں ہے ؏

سلہ میں اکیلا ہوں میں اکیلا ہوں اور خشکی و تری میں بے مثال ہوں - میرے سوائے کوئی چیز ہستی نہیں رکھتی - میں خود زمین ہوں اور میں ہی خود پانی ہوں ؏

سلہ اے پیارے! تیرے بغیر ہم کو درد ہو اور تیرے سوائے اس درد کا علاج مت ہو بغیر تیرے ہماری موت ہو اور بلا تیرے ہماری جان مت ہوجیو ؏

سلہ ایمان سے سن جو کچھ شاعر آواز بلند کہتا ہے - (یا جو کچھ شاعر ایمان سے آواز بلند کہتا ہے اُسے تو سن) کہ تیری دو کافر زلفوں کے ساتھ میرا یہ ایمان بغیر تیرے مت ہوجیو ؏

ارے دنیا ہیں نگاہ - ارے ماڈ اور چام دیکھنے والی درشٹی !

ع - مر کیوں نہ جائیے تو کناری پیٹ کھا ئیے سے ۔

صد شکر گویم ہر زماں ہم چنگ را ہم جام را

کایں ہردو بُر دند از میاں ہم ننگ را ہم نام را (۱)

دل تنگم از فرزانگی دارم سر دیوانگی

کز خود دہم بیگانگی ہم خاص را ہم عام را (۲)

چوں مرغ پرد از قفس دیگر نیندیشد ز کس

بیند مبارک پیش و پس ہم دانہ را ہم دام را (۳)

اے جاں تو گر ہمت کنی دل از دو عالم بر کنی

یکبارہ از ہم بشکنی ہم پختہ را ہم خام را

سجدہ گردانم کرا اے زاہدا ! خود خدایم خود خدایم خود خدا

۱؎ میں چنگ اور پیالہ کا شکر ادا کرتا ہوں - کیونکہ ان دونوں نے شرم و حیا کو میرے دل سے بالکل ہٹا دیا ۔ (۱)

۲؎ میرا دل عقل سے تنگ ہے - کیونکہ میرے دماغ میں مستی و پاگل پن سمایا ہوا ہے اور خاص و عام کو میں اپنے سے بیگانہ سمجھتا ہوں - (۳) جب پرندہ جال سے چھوٹ جاتا ہے تو پھر وہ کسی سے نہیں ڈرتا - تب وہ جال اور دانے کو آگے پیچھے مبارک سمجھتا ہے ۔ اے جان اگر تو ہمت کرے تو میرے دل کو ہر دو جہان سے ہٹا دیوے - اور یکبارہ کچے پکے کو بالکل توڑ ڈالے (یعنی خواہشات کا ناش کر دے ۔

۳؎ جب میں خود ہی خدا ہوں - میں ہی خدا ہوں تو اے زاہد ! بتا میں سجدہ کس کے آگے کروں ۔

رسالہ الف جلد اول نمبر (۳)

زندہ کون ہے ؟
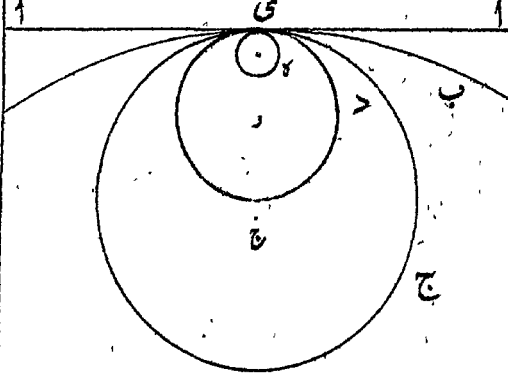
معترض۔ یہ بھول بھلیاں کیوں بنا رکھی ہیں۔ یہ ایچ پیچ حلقے کس کو پھنسانے کے لئے ہیں۔ عجب چکروں میں ڈالا چاہتے ہو ؟

رام۔ پیارے چکروں سے رہائی دلانے کو یہ دائرے مرتسم کیے گئے ہیں۔ تمہاری حالت دکھانے کو یہ آئینے پیش کئے گئے ہیں ٭

کبوتر کو جب بلی پکڑنے آتی ہے تو وہ بچارا بھولا کبوتر اپنی آنکھیں بند کرلیا کرتا ہے۔ جانو ایسا کرنے سے بلی کی نظر سے غائب ہوگیا

ہے۔ پر غائب کہاں؟ کبوتر کو گو بلی نظر نہ آئے بلی کی آنکھیں برابر کھلی ہیں۔ جھٹ شکار کریگی۔ ویسے ہی بھئی! اپنی حالتِ زار کو تم اگر بسار دوگے تو کیا حلقۂ مار مصیبت سے چھٹکارا ہو جائیگا برخلاف اس کے سُنا ہوگا کہ جنگل میں اگر شیر چیتا وغیرہ سے مقابلہ آپڑے تو وہ شخص بچ نکلتا ہے جو شیر وغیرہ سے نظر بازی کی لڑائی میں ٹکٹکی لگاکر گھورتے ہیں) نہ ہارتے اسی طرح دنیا میں بسا اوقات اپنی غلطیوں اور قصوروں پر غور سے نگاہ ٹکانے (retrospection) میں جھٹ خلاصی کی صورت نکل آتی ہے۔ ناظرین! آج اپنی اپنی حالت پر بچار کرنا ہوگا۔

معترض۔ اجی اس پیچیدہ مضمون کو پڑھ کر کون دماغ چکّر میں ڈالے؟ آپ ہی اسے لکھو اور آپ ہی پڑھو۔ دوسرے کو اس سے کیا سروکار؟ اس طرح آپ کا अद्वैत (مسئلہ احدیت) خوب سادھ ہوگا (ٹھیک اُترے گا)۔

رام۔ بیشک ع ”رہنما از پیچ و تاب ست ایں رہ پیچیدہ را“[1] پر بھئی! آپ ہی لکھنے اور آپ ہی پڑھنے کی تو ایک ہی کہی۔

ع۔ خود[2] کوزہ و خود کوزہ گر و خود گلِ کوزہ

ع شاگرد ہیں تو ہم ہیں اُستاد ہیں تو ہم ہیں۔

ہمارے سروپ (ذات) کی ایکتا (احدیت) میں کبھی فرق نہیں

---

[1] اس پیچیدہ رستے کا رہنما خود پیچ و تاب میں ہے

[2] خود برتن اور خود برتن بنانے والا اور خود برتن کی مٹی ہوں۔

آ سکتا۔ ظاہراً گو ہزاروں اور لاکھوں آدمی پڑھنے والے ہوں پھر بھی
ایک رام ہی سب میں رہنے والا ہے۔ سب اتحاد ذاتی (سوائے
سمبندھ) رکھنے والا ہے۔ خود لکھتا ہے۔ خود پڑھتا ہے۔ اور خود
مضمون بنتا ہے اور پڑھ کر خود ہی خوش ہوتا ہے ؁

हा३वु हा३वु हा३वु। अहमन्नमहमन्नमहमन्नम्।
अहमन्नादो३ऽहमन्नादो३ऽहमन्नादः। अहं
श्लोककृदहं श्लोककृदहं श्लोककृत्॥ (تیتریہ اپنشد بھرگو ولی)

ترجمہ۔ آہا! آہا! آہا!

میں غذا (محسوسات و معلومات۔ object) ہوں۔ میں غذا
ہوں۔ میں غذا ہوں۔ میں غذا کھانے والا (محسوس کنندہ و دانندہ
subject) ہوں۔ میں کھانے والا ہوں۔ میں کھانے والا ہوں ؁ میں
شاعر (یعنی غذا اور خورندہ کو ملانے والا) ہوں۔ میں شاعر ہوں۔ میں
شاعر ہوں"۔ عالم و علم و معلوم میں ہی ہوں ؁

الف کے معنی ہیں "ہزار"۔ لیکن پھر بھی الف ایک ا ہی ہے
بحر میں لاکھوں موجیں ہونے دو۔ بحر کی احدیت میں فرق نہیں
آ سکتا ؁ میرے آپ معترض صاحب! اگر ان گول چکروں سے
بچنے کی خاطر اس مضمون سے گریز کیا چاہتے ہو۔ تو بتاؤ تو سہی!
کہ پہلے اِس سنسار چکر کے چکروں سے بچاؤ کی کوئی صورت
تجویز کر چکے ہو؟ اوّلاً آپ کی آنکھ ہی گول ہے۔ چکر ہے۔ پھر
آسمان کی طرف نگاہ ڈالو وہ گول چکر ہے ؁ سورج چندرماں
تارے سب گول ہیں۔ (چکر روپ ہیں) خطِ مستقیم सीधी रेखा

(straight line) جسے کہتے ہیں وہ از روئے ریاضی دانان زمانِ حال کی تحقیقات کے ایک بہت ہی وسیع دائرہ کا حصہ ہے۔ جس کا مرکز لا انتہا فاصلہ پر ہے۔ سینٹ آگسٹن کے قول کے مطابق
God is like a circle whose centre is everywhere but circumference nowhere.
خدا ایک دائرہ ہے جس کا مرکز تو ہے سب جگہ۔ لیکن محیط کہیں نہیں۔ موسمی (monsoon) اور تجارتی ہوائیں (trade wind) خط (equator) کی جانب چلتی ہیں۔ ہلکی بن کر اوپر اُٹھ کر اینٹی مونسون (anti monsoon) اور اینٹی ٹریڈ ونڈ (anti trade wind) کے ناموں سے موسوم ہو واپس جاتی ہیں۔ پھر سردی سے نیچے اتر خط استوا کا رُخ کرتی ہیں یوں ہر وقت چکر میں لگی ہیں۔ دائرے مرتسم کرتی پھرتی ہیں۔ سمندر کی روؤں کا یہی حال ہے۔ جیسا کہ گلف سٹریم (Gulf stream) اور اینٹی گلف سٹریم (anti Gulf stream) نام ہی ظاہر کرتے ہیں۔
دریا بچارے رہٹ کے تنڈوں کی طرح چکر میں لگے ہیں۔ پہاڑوں سے اُترتے ہیں۔ بڑی محنت سے قوسِ نزولی طے کر سمندر تک پہنچتے ہیں وہاں سے بخارات کی حیثیت میں اوپر اُڑ قوسِ صعودی طے کرکے پہاڑوں تک واپس جاتے ہیں اور پورا دائرہ بناتے ہیں۔
گھڑی کی سوئیاں XII (بارہ) سے چلتی ہیں اور I (ایک)، II (دو) وغیرہ سب مسافتیں طے کرکے پھر XII (بارہ) پر آ جاتی ہیں۔ اُن کے نصیب میں دن رات اِسی چکر کی قید رکھی ہے۔ اسی سالک

آرڈر (cyclic order) میں پڑی گردش کھاتی ہیں ﴿
اسی طرح "صبح دو پہر شام اور رات" کال چکر (وقت) کے پیچ میں غلطاں ہیں ﴿ بہار۔ گرما۔ خزاں۔ اور سرما اسی ٹائم کے فلائی وہیل (flywheel) یا چرخ پر دورہ کناں ہیں ﴿ ست جگ ترتیا۔ دواپر اور کلجگ ہستی (existence) کے سرکس (circus) میں اُچکتے پھاندتے (گھوڑ دوڑ مچاتے) دُنیا روپی خاک اُڑاتے چکر لگا رہے ہیں ﴿ خود زمین گردش میں ہے۔ چندرماں اس گھوشٹ کے ہاتھوں زرد رو ہے۔ سب ستارے کسان کی گھائی کی طرح گھمائے جا رہے ہیں ﴿ . دھرو ستارہ (قطب) ماتا پرکرتی کے چرخے (spinningwheel) میں تکلے کا سرا بن اپنے آپ میں پیچ و تاب کھا رہا ہے ﴿ سمندر اس گردش کے مارے ہا و ہتو (واویلا) مچا رہا ہے ﴿ ہوا اس چکر بازی میں سرد آہیں کھینچ رہی ہے ﴿ مصیبت زدوں کے ہاں جو فلک ستمگر کہلاتا ہے وہ چرخ اس گردش کی آنکھیں دیکھ کر انجم ڈوبی حسرت بھری نگاہیں چاروں طرف ڈال رہا ہے ﴿

ع
ہوا نہیں ہے۔ یہ نیچر کی سرد آہیں ہیں
ستارے کب ہیں یہ حسرت بھری نگاہیں ہیں

غرض کہاں تک اس گردش کے جور و ستم لکھیں ؟ " زندگی (حیات) خود بھی تو بحرِ ہستی میں ایک بھنور (چکر) ہے۔ کچھ عرصہ دریائے ہستی (اوشتان) (noumenon) کی سطح پر حیات کا بھنور بہار بتاتا ہے۔ پھر مٹ جاتا ہے ﴿

اگر جنم مرن کی ہمسیا سے رہائی چاہتے ہو تو اِن دائروں والے مضمون کو غور و تامل سے پڑھو۔ استقلال کے ساتھ پیچھے پیچھے ہم سے باتیں کرتے ہوئے پہلے چند ٹیڑھی گھیر والے اوراق کی منزل طے کر جاؤ۔ پھر جادۂ مستقیم نظر آنے لگیگا۔ راہِ راست دکھائی پڑے گا۔ دیکھنا! کہیں اِن چھوٹے چھوٹے حلقوں کے پھندے میں ہی پھنسے نہ رہ جانا؟

دائرہ کے محیط یعنے (phenomena) اسماء و اشکال پر جب تک و پو رہے گا۔ اختلاف اور جھگڑے قضیئے ہرگز شانتی (peace) کی صورت نہیں پکڑینگے۔ اگر (distractions) دِل کی کشمکش اور تفکرات سے نجات منظور ہے۔ تو مرکز یعنے (noumenon) اصل حقیقت) کا رُخ کرو۔ اُپنشد وِدّیا پڑھو۔ جہاں سب تفاوتیں مِٹ جاتی ہیں۔ غیریت بھاگ جاتی ہے۔ علوم ظاہری لینٹرن (lantern) کی روشنی کے مشابہ ہیں۔ یہ روشنی اِرد گرد کی اشیا کو کسی قدر جگمگا ضرور دیتی ہے۔ لیکن اُس کا دائرہ ہمیشہ اندھیرے کے ایک بڑے دائرے سے محیط ہوتا ہے۔ روشنی جتنی بڑھے گی دائرہ تاریکی بھی اُسی قدر ترقی کر جائیگا۔ یونانی لوگ پانی کو عنصر (element) تسلیم کرتے تھے۔ آج کل سائنس نے پانی کو مُرکب بتا کر۔ اُس کی جگہ آکسیجن اور ہیڈروجن کو عنصر ثابت کر دکھایا۔ جہاں پہلے ایک (پانی) نا معلوم (تحقیقات طلب) تھا اب دو (آکسیجن اور ہیڈروجن) نا معلوم نکل پڑے۔ علم ضرور بڑھا۔ لیکن ساتھ ہی اُس کے لاعلمی کا دائرہ بھی وسیع ہُوا۔ ظاہری

علوم میں۔ ادھر نیوٹن کی معلومات حاصل ہونگی۔ ادھر مجہولات (अविज्ञात) کا سمندر اِس قدر موجزن ہو جائیگا کہ اُن معلومات کو صرف کنارے کے کنکر سیپ وغیرہ سے نسبت دینی پڑیگی۔
Empirical science (علوم صفات و صُور) کا دُہشاسن پرنچ (دُنیا) رُوپی دروپدی کے پردے (چیر) اُتارا چاہتا ہے۔ ایک نہ اُترنے نہیں پاتی کہ دُوسری موجود ہو جاتی ہے۔ وہ اُترتے ہی تیسری نمودار ہو جاتی ہے۔ علیٰ ہذا۔ اور دُہشاسن بیچارا گھبرا کر کہہ اُٹھتا ہے "ناری بیچ ساڑھی ہے یا ساڑھی بیچ ناری ہے!"

Veil after veil will left and there will be veil after veil behind.

سر آیزک نیوٹن نے ایک دفعہ اپنے مکان میں پنکھا لگایا۔ عجب انداز سے لیور اور چرخیاں وغیرہ کو ترتیب دے کر پنکھا قلی پالتو چوہوں کو مقرر کیا۔ وہ یوں۔ کہ ایک دندانہ دار پہیئے (toothed wheel) کے سرے کے قریب تھوڑی سی گندم اِس ترکیب سے رکھی کہ پہیئے کے چلنے پھرنے سے گندم نہ ہٹنے پاوے۔ چوہا گندم کو حاصل کرنے کی نیت سے جب ایک دندانہ سے اُچھل کر دوسرے دندانہ کی طرف جاتا تو پہیہ پھر جاتا۔ پنکھا ہل جاتا۔ لیکن غریب مزدور (چوہا) پھر اپنی چڑائی جگہ پہ نیچے گر جاتا۔ اور گندم سے اُسی دُوری (تفاوت) پر رہتا۔ جس پر پہلے تھا۔ وُہ سادہ لوح (simpleton) پھر اُچھلتا۔ پنکھا ہلا دیتا۔ لیکن آپ کچھ نہ پاتا۔ علیٰ ہذا۔ البتہ یہ خیال اُسے ہر دم ضرور رہتا کہ لو یہ گندم ملی۔

وُہ ہِلی۔ اب ہِلی کہ ہِلی۔ ایک دفعہ اور آپ چھلنے کی دیر ہے تُوڑا پالوں لگا اسی طرح تمہیں دُنیا یا تمہارا عالم دُنیا نادان چوہے کی مانند کبھی اپنے مقصود کو نہیں پا سکتی۔ کبھی شانت نہیں ہو سکتی۔ ست مطلق (Truth) سو کبھی چھو نہیں سکتی۔ گو اتنا ضرور ہے کہ اس کی بدولت ٹھاکر جی ایشور بھگوان کا پنکھا ہلتا جاتا ہے ٭

سُورج کی روشنی کے سپیکٹرم (صفحۂ الوان) میں Lanklines (سیاہ لکیریں) ہُوا کرتی ہیں۔ لیکن سُورج گرہن کے موقع پر سپیکٹرم کو دیکھیں تو یہ لکیریں سفید نظر آئیں گی۔ ٹھیک اُسی طرح پیارے ناظرین! یہ ریلیں۔ توپیں اور بجلیاں۔ جو اودیا رُوپی گرہن کے وقت سفید تاریں (روشن) معلوم دیتی ہیں۔ گرہن مٹنے پر دیکھی جائیں تو سیاہ دھاریاں بن جائیں گی ٭

[1] بکوئے مے فروشانش بجامے برنمے گیرند
زہے سجادۂ تقوٰی کہ یک ساغر نے ارزد
کلاہِ تاجِ سُلطانی کہ بیمِ جان درو درج است
کلاہِ دلکش است امّا بدردِ سر نے ارزد

[1] یہ عجیب پرہیزگاری کا سجادہ (جائے نماز) ہے کہ ایک پیالہ (ساغرِ مستی) کے عوض بھی نہیں بکتا کیونکہ شراب فروشوں (اہلِ حقیقت یا عارفانِ فنا فی اللہ) کی گلی میں اُس (دُنیوی پارسائی) کو ایک پیالہ کے عوض بھی نہیں لیتے ہیں۔ یعنی اہلِ حقیقت کے سامنے ظاہری پارسائی یا مادی ترقی کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ بادشاہی تاج کی ٹوپی جس میں کہ جان کا خوف ہے۔ اگرچہ دلکش ہے۔ لیکن درد سر کے عوض نہیں بک سکتی یعنی اِس بیش قیمت تاج سے درد سر (سر پھٹی) دور نہیں ہو سکتی ٭

What shall it profit a man if he shall gain the whole world but lose his own soul.

"اگر رُوح کو بیچ کر کسی نے تمام دنیا کو حاصل کر لیا تو کیا فائدہ!"

اِس میں کچھ شک نہیں کہ علُوم ظاہری کے محققین حضرت دنیا کے آسمان پر انجم ہو کر چمکنے کے لائق ہیں۔ اور اندھیری رات میں کئی بھُولے بھٹکوں کو راہ گُم کرنے سے بچاتے ہیں۔ اور اپنی رَوشنی سے مسافروں کو کیچڑ میں پھنس جانے یا گڑھے میں گر جانے سے بچاتے ہیں۔ یہ سب کچھ تو سہی۔ لیکن گیان (علمِ ذات) کا آفتاب طلُوع ہونے پر تارے وارے سب غائب ہو جاتے ہیں۔ اُن کی کچھ بھی تاب نہیں رہتی ؛

دنیا و عاقبت بنا واہ وا جو جہل نے کیا
تاروں سا سہر رام نے دم میں (اُوویامنب) اُڑا دیا کہ یُوں

اے ہندوستان کے باشندو! اندھیرے کمروں میں گھُس کر شبِ تار کے موزوں آتش بازیوں اور مصنوعی جھاڑ فانوسوں کے ذریعے سجاوٹ بناوٹ کرنا تو تم غیر ملک والوں سے سیکھ ہی رہے ہو لیکن ہا ئے اپنے ملک کے سُورج (برہم ودّیا) کو منہ دکھانے سے بھی پرہیز کیا جاتا ہے ؛

دائرے

آؤ اب ذرا اِن دوائر کی حقیقت پر غور کریں ؛ اِس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ اصطلاحی الفاظ جو بار بار اس مضمون میں مذکور

ہوئے ہیں۔ اُن کی بھی کچھ توضیح کی جائے ÷

تعریف۔ دائرہ (वृत्त۔ Circle) اُس شکل کے سطح کو کہتے ہیں جو ایک خط (گول لکیر موسوم بہ "محیط" ۔ "circumference" - परिधि) سے گھری ہوئی ہو۔ اور جس کے بیچ میں ایک ایسا نقطہ (مرکز" ۔ केन्द्र ۔ "Centre" ۔ نامی) ہو جس سے خواہ کتنے خطوط (لکیریں) محیط تک کھینچی جائیں۔ سب آپس میں برابر ہوں۔

ان آپس میں برابر لکیروں میں سے ہر ایک کو نصف قطر (त्रिज्या "radius") کہتے ہیں

دائرہ اگر از حد چھوٹا ہو۔ یعنی اُس کا نصف قطر اگر نہایت درجہ تک قلیل ہو تو اِس صورت میں دائرہ صرف نقطہ ("बिन्दु"۔ "point") سا بن جائے گا۔ جیسے پہلے صفحے کی شکل میں سب سے چھوٹے دائرہ کا مرکز ۃ ی کے نہایت قریب ہے۔ یعنی نصف قطر ی ۃ از حد قلیل ہے۔ اِسی لئے دائرۂ ہ صفر بلکہ نقطہ سا بنا ہوا ہے ÷ پھر جوں جوں ی سے مرکز کی دوری بڑھتی جائے گی۔ نصف قطر دراز ہوتا جائے گا اور دائرہ وسیع ہوتا جائے گا۔ شکل صفحہ (۱) میں دوسرے دائرہ کا مرکز (نقطہ) د زیادہ فاصلے پر گیا تو وُہ دائرہ د بھی بڑھا۔ اس دائرہ میں ہ جیسے کئی دوائر آ جاتے ہیں ÷ تیسرے دائرے کا مرکز (نقطہ) ج اور بھی دُور گیا۔ تو ساتھ ہی اُس دائرے ج کی قلمرو بھی پھیل گئی۔ حتیٰ کہ اُس میں د جیسے کئی دوائر سما سکتے ہیں ÷

علیٰ ہذاالقیاس۔ دائرہ ب (جس کے مرکز نقطے ب نے قدم آور

بھی آگے بڑھایا) اُس عُروج کو پہنچا کہ ج اور د اور ہ جیسے کئی دائرے کھپ جانے کی اس میں گنجایش ہو گئی ❖

نتیجہ پرکار کا نقطۂ مرکز جُوں جُوں دُور رکھا جائیگا۔ دائرے کی وسعت بڑھتی جائے گی ❖

یہاں پر ایک اور امر کو بھی نظرانداز کرنا ناواجب ہوگا۔ (دائروں پر ایک غور کی نگاہ ڈالئے گا۔ مقام ی سب دائروں کے لئے مشترک (ساجھا) ہے اور ا ی ا سب دائروں کا مماس ("tangent" स्पर्श रेखा) ہے۔ دائرۂ ہ سب سے چھوٹا ہے۔ دائرۂ د اُس سے بڑا۔ اسی لئے چھوٹا دائرہ ہ بڑے دائرے د کے اندر واقع ہے ❖

یا یوں کہو کہ نقطہ ی کے قریب دائرہ د کا محیط خطِ مستقیم ا ی کے اور دائرہ ہ کے درمیان واقع ہے ❖

اسی بات کو اور لفظوں میں یوں بیان کر سکتے ہیں کہ دائرۂ د (جو دائرہ ہ سے بڑا ہے) خطِ مستقیم ا ی کی طرف نسبتاً زیادہ مائل ہے ❖

یا دائرۂ ہ کی نسبت بڑے دائرے د کا میلان سیدھی لکیر ا ی کی طرف زیادہ ہے ❖

اور چھوٹے دائرے کی نسبت بڑے دائرے کا خطِ مستقیم سے انحراف کم ہے ❖

(یعنی (بالفاظِ دیگر) دائرہ د جو بڑا ہے اُس کا خم (ٹیڑھا پن انحنا (वक्रता - curvature) کم ہے بہ نسبت چھوٹے دائرہ ہ کے

خم (انحناء) کے- اور نقطۂ ی کے قریب بڑا دائرہ چھوٹے کی نسبت
خط مستقیم کے زیادہ مشابہ ہے- علیٰ ہذاالقیاس دائرہ ج کا انحناء
(curvature) دائرہ د کے انحناء سے بھی کم ہے-
اور ج دائرہ د سے بھی زیادہ خطِ مستقیم سے مشابہت رکھتا
ہے- اسی اصول پر خط مستقیم سے اتحاد اور مشابہت رکھنے میں دائرہ
ب دائرہ ج کو بھی مات کر گیا ہے +

نتیجہ مقام ی پر ایک گونہ بغلگیری کے لئے اپنے بازوؤں کو
دائیں بائیں پھیلا دائرہ محبت جُوں جُوں بڑھے گا تُوں تُوں اُس کا
محیط خط مستقیم کے زیادہ مشابہ ہوتا جائے گا +

ان ہر دو نتائج کو ملانے سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ جوں جوں
مرکز آگے کو ترقی کرے گا دائرہ کی وسعت زیادہ ہوتی جائے گی
اور سیدھی لکیر (جادۂ مستقیم یا راہِ راست) سے اُس کی مشابہت
(یگانگی) بڑھتی جائے گی +

آخرش مرکز جب لا انتہا (انت - infinite) فاصلہ پر پہنچا
تو وسعت دائرہ کی پیمایش کرنا انسان کی قدرت سے بعید ہُوا- اور
ی کے ارد گرد محیط کے حال چال کی شناسائی- تو کایا پلٹی ہُوئی
پائی- سیدھے الف کی صُورت پائی- پُشت کوژ (انحناء) کو معدوم پایا
اور دائرے نے کشیدہ قامت بن کر شمشاد بالا معشوق کا جوبن
دکھایا- یعنی مرکز کی لا انتہا دُوری پر چلے جانے سے دائرہ
بلحاظ مستقیم بنا +

مثال - نارنگی مدوّر ہوتی ہے- اُس کے مرکز میں سے گزرتا ہُوا

تراش لیا جائے تو ہمیشہ گول دائرہ ہوگا۔ خربوزے کو بھی (مرکز سے
گزرنے والی مستوی سطح میں) چیرا جائے تو دائرہ ہی حاصل ہوگا
الا چونکہ خربوزہ عموماً بڑا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ دائرہ نارنگی والے
سے بڑا ہوگا۔ ایک بڑے ہندوانے کو لو۔ اس کو کاٹنے کی تکلیف
تو کیا گوارا کرو گے اس کے روئے سطح پر چاقو کو اس طرح جماؤ
کہ چاقو کی نوک کا رخ ہر وقت ہندوانے کے مرکز کی طرف
رہے۔ اور پھر اس نوک سے ہندوانے پر لکیر کھینچے جاؤ۔ یہ لکیر بھی
ایک دائرے کا محیط ہوگی۔ لیکن خربوزے والے دائرے سے یہ دائرہ
بڑا ہوگا۔ کیونکہ ہندوانہ خود خربوزے سے عموماً بڑا ہوتا ہے۔

اب زمین بھی تو نارنگی خربوزہ یا ہندوانہ کی مانند مدور (مرکزی)
ہی مانی گئی ہے۔ فرق ہے تو اتنا۔ کہ زمین مقابلۃً بہت ہی بڑی
ہے اس لئے کسی سطح راسی (vertical plane) میں
چلتے چلتے ہندوانے کی طرح زمین پر بھی ایک لمبا خط مرتسم کرتے
جائیں۔ تو علم ریاضی کی رو سے یہ خط خطِ مستقیم نہ ہونا
چاہئے۔ بلکہ ایک دائرے کا ٹکڑا (یا قوس) ہونا چاہئے۔ بہ ایں جس
طرح ہندوانہ وغیرہ پر کھینچا ہوا کوئی خط بھی خط مستقیم نہیں ہوتا
گول (منحنی) ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح زمین پر خواہ کس طور سے
خط کھینچا جائے۔ بالکل سیدھا کبھی نہیں ہونا چاہئے۔ گول ہی ہوگا۔
مستنزقعی۔ چہ خوب چرا نہ باشد؟ بچہ بھی بتا دے گا کہ زمین پر
پر سیدھی لکیریں کھنچ سکتی ہیں۔ بتانے کا تو کیا ذکر ہے۔ ابھی کھینچ کر
دکھا دے گا۔ سب لوگوں کا تجربہ اس بات کا شاید ہے کہ سڑکیں

اور بازار سیدھے (مستقیم) ہُوا کرتے ہیں۔ یہ عجب عقل کا اجیرن (بد ہضمی) ہے کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں "بازار قوسین ہیں۔ سب کی سب سڑکیں دائروں کے ٹکڑے ہیں"۔ بچپن میں سنا کرتے تھے یہ روایت کہ "اربعہ چھوں کا نیوں۔ کنبہ ڈوبا کیوں"؟

یہاں پر وہی مثل ہُو بہُو صادق آتی دیکھ لی ؛

پڑھ پڑھ کر بھی تو دماغ کیسے پراگندہ ہو جاتے ہیں! ٹھیک ہے اس ہی پریشانی دماغ کے باعث تو یہ لوگ چنگے بھلے (پریکٹیکل)

نوٹ۔ کسی نے جاڑے کے موسم میں کنبے سمیت دریا پار اُترنا تھا۔ پہلے تو اُس نے خود اکیلے ہی لاٹھی ہاتھ میں لی اور دریا کی گہرائی کو جگہ جگہ سے جاکر جانچا۔ پھر بہت وقت خرچ کرکے اربعہ (त्रैराशिक - Rule of Three) وغیرہ حساب کے قاعدوں کی مدد سے اوسط گہرائی معلوم کی ؛ زاں بعد اپنے قامت کو اور عورت بچوں کے قدوں کو ناپا۔ اور سارے کنبے کے لئے اوسط لمبائی کو تخمیناً دریافت کیا۔ یہ اوسط لمبائی دریا کی اوسط گہرائی سے زیادہ پائی اور اُس لمبائی کی زیادتی کے بھروسہ پر بال بچوں کو بیدھڑک دریا میں قدم رکھا۔ اب گو اوسط گہرائی تو اُن سب کے جسموں کی اوسط لمبائی سے کم تھی۔ الّا دریا کے بعض بعض مقامات پر پانی بہت گہرا تھا۔ وہاں تک پہنچے تو بچے بیچارے لگے ڈوبنے ؛

اُس وقت ہمارے جنونی ریاضی داں صاحب کو بچوں کے ڈوبنے مرنے کا تو چنداں افسوس ہُوا کہ نہ ہُوا۔ البتہ اپنے حساب کے اندازے پر سخت حیرت ہوئی بلکہ اسے تعجب! "اربعہ چھوں کا نیوں کنبہ ڈوبا کیوں ؟"

نظر آتے سنسار (دنیا) کو جھوٹا قرار دیدیا کرتے ہیں۔ اور سب برہم ہی برہم بتایا کرتے ہیں۔ اور ایسے بے معنی کلمات بولا کرتے ہیں ؛

بسکہ در چشم و دلم ہر لحظہ اے یارم توئی
ہرچہ آید در نظر از دور پندارم توئی

بیگانہ گر نظر پڑے تو آشنا کو دیکھ
بندہ گر آئے سامنے تو بھی خدا کو دیکھ

رام۔ پیارے! پہلے ہماری پوری بات تو سُن لی ہوتی پھر آپ خفگی بھی ظاہر کر دیتے۔ تیزی ذرا مت کرو۔ اِس تیزی کے باعث عقل کے پیر ضرور پھسلیں گے ؛ ہم جانتے ہیں آج ان معمولی ریاضی کے مسئلوں سے (دیدہ فرسائی کرتے) آنکھیں گھساتے گھساتے آپ تھک گئے ہیں۔ اور اِسی واسطے چیں بہ جبیں ہو رہے ہیں۔ لیکن آپ کو ایک دفعہ یہ یاد دلایا جاتا ہے کہ آپ اُس ملک کے رہنے والے ہیں جہاں سے ریاضی کا آفتاب طلوع ہُوا۔ آپ اُن رشیوں کی اولاد ہیں جن کے لئے high thinking (اعلےٰ فلاسفرانہ تحقیقات اور حکیمانہ غور و خوض) ہی meat and drink (خوراک) تھی۔ اور اُمید قوی کی جاتی ہے کہ آئندہ نہایت دقیق اور عمیق مسائل کا مقابلہ کرتے بھی آپ گھبرائیں گے نہیں ؛ لو سُنو زمین پر جو خطوط اور لکیریں کھینچی جاتی ہیں۔ در اصل وہ قوس اور دائرے کے ٹکڑے ہی ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ گول

سلہ میرے دیدہ و دل میں ہر وقت اے یار تُو ایسا بسا ہُوا ہے کہ جو کچھ مجھے دُور سے دکھائی دیتا ہے میں خیال کرتا ہوں کہ تُو ہی ہے ؛

زمین بہت بڑا کرہ ہے۔ اِس لئے زمین پر سے یہ خطوط بہت بڑے دائروں کے ٹکڑے ہوتے ہیں۔ اور اسی سبب سے یہ خطوط مستقیم نما ہوتے ہیں {سیدھی لکیریں دکھائی} ہی نظر آتے ہیں} سطح زمین پر انسان کا چلنا پھرنا ایسا ہے جیسے مٹی کے کسی کروی برتن (مثلاً پانی کی ٹھلیا یا گھڑا) کی سطح پر ایک کیڑی کا حرکت کرنا۔ زمین کے جن دائروں کی قوسوں پر آدمی چلتا پھرتا ہے اُن دائروں کا مرکز تقریباً چار ہزار میل کے فاصلے پر ہوتا ہے پھر وہ قوسیں خطوطِ مستقیم کی صورت میں کیوں نظر نہ آئیں؟ یہ امر اس اُصول کا عملی ثبوت ہے کہ جس دائرے کا مرکز لا انتہا فاصلہ پر جائے گا وہ دائرہ مستقیم بن جائے گا +

اے عزیز دائرے کا خطِ مستقیم بن جانا جس طرح ریاضی داں باور کرا دیتے ہیں۔ اُسی طرح خدا صبر و استقلال سے کام لیا تو آپ کو بیگانہ کا آشنا بننا۔ اور بندہ کا خدا بن جانا بھی ضرور باور آجائے گا +

جس طرح دُنیا کے ناپائدار بکھیڑوں میں ہمت نہیں ہارتے۔ اودھر باطن کی طرف بھی کمر ہمت باندھ کر رجوع کیا تو ابدی زندگی ملے گی۔ سرور دائم پاؤ گے +

سلہ قطرۂ بگریست کہ از بحر جدائیم ہمہ
بحر بر قطرہ بخندید کہ مائیم ہمہ

سلہ۔ قطرہ رویا کہ ہم سب سمندر سے جُدا ہیں۔ اور سمندر قطرہ پر ہنسا کہ ہم سب پانی ہیں +

سلہ حقیقت دگرے نیست خدائیم ہمہ		لیک از گردش یک نقطہ جدائیم ہمہ

زندگی

کی عام پہچان (characteristic) ہے حرکت (چیتنتا یا energy)

زندہ انسان (ذور بازو سے) سب کچھ کر سکتا ہے۔ کوٹھے پر چڑھتا ہے غاروں میں اُترتا ہے۔ اُچھلتا ہے۔ کودتا ہے۔ دوڑتا ہے بلکہ اپنے بل سے ارد گرد کی اشیا کو حرکت میں ڈالتا ہے

مُردہ انسان کا نہ ہاتھ حرکت کر سکتا ہے نہ پیر نہ آنکھ کان اور نہ کوئی اور عضو۔ اُس کی نبض حرکت نہیں کرتی۔ اُس کا سانس حرکت نہیں کرتا۔ اور چونکہ مُردے سے کسی قسم کی حرکت ظہور میں نہیں آ سکتی۔ اُس میں زندگی کا نام و نشان بھی نہیں۔

زندہ حیوان آپ چلتا ہے۔ گاڑی رتھ وغیرہ کو چلاتا ہے۔ کسان کا کنواں (رہٹ) چلا کر کھیتوں کو سیراب کرتا ہے۔ عرب کے ریگستان میں اس قدر کام آتا ہے کہ "جنگل کا جہاز" نام پاتا ہے۔ بنگال کے بعض بنوں میں جب نعرہ مارتا ہے (زور سے گرجتا ہے) تو بن کے تمام جانوروں کو چاروں طرف دوڑا دیتا ہے۔ نیز حرکت میں ڈال دیتا ہے۔ مُردہ حیوان بیچارا خود حرکت کرنا یا اوروں میں حرکت ڈالنا تو درکنار۔ کتّوں چیلوں اور ذرا ذرا سے (زندہ) کیڑوں کی خوراک بن جاتا ہے۔

سلہ حقیقت میں کوئی دوسرا نہیں۔ ہم سب خدا ہیں۔ لیکن ایک نقطہ کی گردش سے ہم (خدا سے) جُدا ہو گئے ہیں۔

زندہ نباتات بڑھتے ہیں۔ پھیلتے ہیں۔ شاخیں چھوڑتے ہیں اور بیج پیدا کرتے ہیں جن کی بدولت اپنے ہم جنس پودوں سے زمین کو مالامال بناتے ہیں۔ غرض حرکت کرتے ہیں۔ اور حرکت سے برکت پاتے ہیں ٭ مردہ نباتات (کاٹے ہوئے درخت وغیرہ) کیا بڑھیں گے۔ کیا ترقی کرینگے؟ اُن میں حرکت ظاہر ہوتی تو مُردہ کیوں ہوتے؟ "حرکت" (energy) کا ظہور مختلف جانداروں میں مختلف درجے کا ہے۔ ذرا غور کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ کائنات (نیچر) میں جمادات۔ نباتات حیوانات اور انسان کے پست و بلند مراتب میزان "حرکت" میں تول کر مقرر کئے گئے ہیں۔ زندگی کے اعلیٰ ادنیٰ مدارج سب "حرکت" ہی کے معیار سے پرکھے جا کر قرار پائے ہیں۔ اور "حرکت" ہی کی محک سے انسانوں کو اشرف المخلوقات ٹھیرایا ہے ٭

جمادات (پتھر وغیرہ) عام خیال کے مطابق انسان حیوانات یا نباتات کی طرح خود بخود کوئی حرکت نہیں کرسکتے۔ نہ بڑھتے ہیں نہ اولاد پیدا کرتے ہیں۔ نہ چلتے پھرتے ہیں۔ نہ اُچھلتے کودتے ہیں بالکل inert (جامد) ہیں۔ اگر بیرونی طاقتوں کے بس پڑکر ایک دفعہ قائم ہوجائیں تو سدا قائم رہیں گے۔ اور اگر بیرونی طاقتوں کی بدولت جنبش میں آجائیں تو جنبش میں رہیں گے (بموجب نیوٹن کے پہلے قانون حرکت کے) اپنے آپ تجرات وغیرہ میں حالت بدلنے یا کسی قسم کا اظہار حرکت کرنے کی کچھ بھی قدرت نہیں ہوتی ٭

پس اسی لئے بالکل بے جان (inorganic)
کہلاتے ہیں۔ اور زندگی کے زینہ میں سب سے نچلے پتھر کا درجہ
پاتے ہیں ؛

بعض اشخاص کا قول ہے کہ طبقات زمین۔ پہاڑ۔ کانیں وغیرہ
یا دیگر خاص جمادات خود بخود اپنی حالت بدلنے کی قدرت رکھتے
ہیں۔ لیکن اِس قدر کم کہ صدہاں گذر جانے پر جو تبدیلی ان میں
واقع ہو وہ ابصار عقل انسان کو محسوس ہو سکے۔ اِس مقولہ کو
راست مان کر خالص جمادات کو اگر ہم دو زندگی والے" (زندہ)
کہہ بھی دیں تو موافق اُن کی اندرونی حرکت کے نیچر (خاصہ) کے
اُن کو ادنیٰ ترین درجے کی زندگی والے ماننا پڑے گا ؛

ہاں دربار زندگی میں نباتات کا حاشیہ نشین، ہونا عموماً سب
لوگ تسلیم کر لیتے ہیں ؛ جمادات نباتات کی فضیلت کا سبب دریافت
کیا چاہو تو معلوم ہوگا کہ اُن کی اندرونی حرکت مقابلۃً اعلیٰ نیچر
کی ہے ؛ نباتات پھیلتے ہیں۔ پھولتے ہیں۔ سرسبز ہوتے ہیں۔ سایہ
دیتے ہیں۔ بھینی بھینی خوشبو دیتے ہیں۔ مزے دار میوے دیتے
ہیں۔ وغیرہ۔ جمادات میں اِن میں سے ایک بات بھی کہاں ؟

زندگی کی جماعت میں حیوانات کا مبتر نباتات سے اُوپر ہے۔
اُس کا باعث ظاہر ہی ہے۔ کہ حیوانات کی اندرونی حرکت اعلیٰ تر نیچر
کی ہے۔ حیوانات نہ صرف نباتات کی مانند دن بدن بڑھتے ہیں۔
اور موٹے ہوتے ہیں۔ بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتے
ہیں۔ سمندر کی تہ کی خبر لاتے ہیں۔ آسمان کی سیریں کرتے ہیں۔

چہچہاتے ہیں۔ گاتے ہیں۔ یہ باتیں نباتات کو کہاں نصیب ؟

انسان حیوانات پر شرف رکھتا ہے۔ اِس سے غالباً کسی انسان کو بھی انکار نہیں ہوگا۔ گو وجہ ہر فرد بشر کو معلوم نہ ہو جو یہ ہے کہ انسان میں اعلیٰ ترین نیچر والی حرکت ارادی (اندرونی) ظاہر ہوتی ہے ٭ بیرونی طاقت سے پتھر وغیرہ جمادات کی مانند انسان کا جسم اُچھالا جا سکتا ہے۔ اور گرایا۔ یا پھینکا جانا ممکن ہے نباتات کی مانند انسان کا قد و قامت دراز ہوتا ہے۔ بدن فربہ ہوتا ہے۔ حیوانات کی مانند آدمی ایک جگہ سے دُوسری جگہ جا سکتا ہے۔ دوڑ سکتا ہے۔ گا سکتا ہے۔ لیکن اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ انسان کی عظمت اُس شریف ترین حرکت اندرونی (چیتنتا) پر مبنی ہے جو موجودات میں اور کہیں نہیں پائی جاتی۔ جسکی بدولت انسان ریل کو یہ سرعت عطا فرماتا ہے کہ مہینوں کی منزلیں گھنٹوں میں طے کر جاتی ہے۔ جس کی بدولت برق تیز رفتار کو چپراسی بنا ہزاروں کوسوں پر بیٹھے ہوئے دوستوں کی خبریں سیکنڈوں میں منگا سکتا ہے۔ اور سریع السیر بلونیں تیار کر ہوا کی پشت پر ایک گونہ زین و پالان جا سکتا ہے۔ جس کی بدولت ایک جگہ بیٹھے بٹھائے فلک الافلاک (عالم علوی) کی سیر کر آتا ہے۔ اور چاند سورج عطارد مشتری وغیرہ اجرام فلکی کی حقیقت کو پہنچ جاتا ہے ٭ غرض حیات انسان کو شرف دینے والا انسان کے اندر کا چیتنیہ حرکت ہے۔ فرشتے (دیوتا گن) اپنے معتقدوں کے خیال کے مطابق اِس قسم کی زندگی والے ہیں کہ جو ان

چاہیں فی الفور موجود ہو جاتے ہیں۔ ابھی آسمان پر تھے۔ ابھی کسی کے یاد کرنے سے زمین پر آ حاضر ہوئے۔ ماضی مستقبل اور حال کے regions (علاقوں میں) بلا روک ٹوک داخل ہو سکتے ہیں۔ خیال سے بھی زیادہ تیز گام ہیں۔ اُن کی حرکت اعلیٰ ترین نیچر (قسم) کی ہونے کے باعث وہ اعلیٰ ترین زندگی والے ہیں۔

نتیجہ۔ زندگی کا ثبوت "اظہار حرکتِ اندرونی" ہے۔ اور اِس حرکت کے اعلیٰ یا ادنیٰ نیچر (قسم) پر زندگی کا اعلیٰ یا ادنیٰ ہونا موقوف ہے۔

صورتِ انسان میں جمادات

ڈاکٹروں نے ثابت کیا ہے کہ جب آدمی ماں کے شکم میں ہوتا ہے اُس کا جسم درجہ بدرجہ کئی ادنیٰ حیوانات کی صورت قبول کرتا ہے سب سے آخر میں انسان کی شکل اختیار کرتا ہے۔ چنانچہ کیلگ (Kellogg) صاحب جیسے مشہور و معروف ڈاکٹر کا قول ہے۔

During the period of pregnancy, the ovum undergoes a most remarkable series of changes, passing through various stages of development, in some of which it resembles in the most wonderful degree various lower forms of animal life. At one period the developing

human being, technically called a faetus, resembles not very remotely a partially developed chick from an egg which has been incubated for a few days. At another period, the resemblance of the faetus to that of a dog of different age is so great that any but an experienced physiologist might readily be deceived. At one time, the extremities of the faetus resemble very closely the stunted flippers of a Seal or Walrus. At a certain period its body is entirely covered with hair, like its near relative in the animal kingdom, the ape.

ترجمہ۔ ایام حمل میں نطفۂ انسانی میں متواتر نہایت عجیب و غریب تبدیلیاں ہوتی ہیں اور وہ نشو و نما کے مختلف درجوں میں سے گزرتا ہے۔ بعض درجوں میں تو وہ نہایت تعجب خیز حد تک حیوانی زندگی کی ادنیٰ اشکال سے مشابہ ہوتا ہے۔ یہ ظاہر ہونے والا نشو و نما کرتا ہوا انسان جو اصطلاح میں فیٹس نام سے نامزد ہوتا ہے ایک وقت ایسے ادھورے مرغی کے بچے سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے جو چند دن ہی سے سہا گیا ہو۔ دوسرے وقت اس کی مشابہت مختلف عمر کے کتوں سے اسقدر زیادہ ہوتی ہے کہ سوائے تجربہ کار ڈاکٹر کے اور سب اسکے امتیاز کرنے میں دھوکا کھا جائے

بعض نازک مزاج اصحاب کو تو ڈاکٹر کیلگ صاحب کی یہ تحریر بھی ناگوار گذری ہوگی۔ کیونکہ اِس تحریر سے ان کی کسوتِ پاک انسانی کا جامہائے حیوانی کے ساتھ سخت مُناسبت رکھنا ثابت ہوتا ہے۔ لیکن ہائے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کسوتِ انسانی (اُتم منشاو دیہ) کے اندر جمادات کی زندگی والے نباتات کی زندگی والے۔ اور حیوانات کی زندگی والے کثرت سے موجود ہیں۔ افراط سے پائے جاتے ہیں ٭ البتہ یہ خوشی کی بات ہے۔ کہ جامۂ انسانی میں انسان بھی منوّر ہوتے ہیں۔ لیکن خال خال۔ اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ انسانی لباس میں فرشتے بھی رلا کرتے ہیں۔ گو شاذ و نادر ٭

پہلے ذکر آچکا ہے کہ پتھر کی ٹھیکری وغیرہ (حجرات جمادات) کا خاصہ [illegible] (جڑپنا) ہے۔ اپنے آپ اپنی حالت ذرا نہیں بدل سکتے۔ اُن کے سکون و حرکت کا موجب بیرونی طاقتیں ہُوا کرتی ہیں ٭ اِن بالکل بیجان جمادات میں موتی۔ لعل۔ روپیہ ہیرا۔ وغیرہ بھی داخل ہیں۔ جن کو نہایت قیمتی مانا جاتا ہے۔ نیز تلوار بندوق اور توپ کے گولے بھی جڑ بے جان و بے حس جمادات کے زُمرہ میں شامل ہوتے ہیں۔ گو غیروں سے چلائے جاکر یہ اوزار بڑے بڑے شہ زور بہادروں کو بے جان کردینے کی قدرت

ہیں۔ ایک اور وقت میں اُس فیکس کے تمام سرے بیسل یا والرس مچھلی کے لٹھڑے ہوتے (یا چھوٹے۔ بند) پروں سے بہت ہی زیادہ مشابہ ہوتے ہیں۔ ایک خاص وقت پر اُس کا جسم بالوں سے بالکل ڈھکا ہُوا ہوتا ہے۔ جیسا کہ حیوانات میں اُس کے قریبی رشتہ دار لنگور کا ڈھکا ہُوا ہوتا ہے (ڈاکٹر کیلگ)

رہ سکتے ہیں۔ لیکن بے جان جمادات کو نہ تو ہیرے موتی کی صورت میں کمال نصیب ہوتا ہے۔ نہ تاج اور توپ کی شکل میں۔ بلکہ صورتِ پاک انسان میں ✽ اِس (رشکِ فرشتگان) بشکلِ انسانی میں جمادات نمودار ہوکر راج دربار کے ست پہنچتے اور خوشامدی بن اپنے لواحقین کو اُس ٹکیا کی طرح گول گول سفید سفید چیز (روپیہ) سے بھی زیادہ عزیز ہوتے ہیں۔ اور غیر طاقتوں سے تیر اور توپ کی طرح چلائے جاکر بیچارے زخمی بھارت ورش کو اور بھی گھائل کرتے ہیں ✽ واقعی وہ اصحاب جو (mere ornaments) خالی گہنوں کا کام دیتے ہیں۔ لیکن اندر (حقیقی) جان نہیں رکھتے (جس کی بدولت بیرونی اثروں کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ خارجی اشیاء سے کام لیا جاتا ہے۔ اور جس کی بدولت اصلی ترقی کی جاتی ہے) وہ اگر جمادات کی ترقی والے نہیں ہیں تو اور کیا ہیں؟ ان میں نام کو بھی faith in Self (اپنے پر وشواس یا شورما پن) نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اُن کا کوئی خاص عزم یا مقصد زندگی میں ہوتا ہے۔ جدھر کی ہوا آئی اُدھر اُڑا لے گئی ✽ معترض۔ ذی وقاروں اور عالیجاہوں کو گالیاں دیتے ہو۔ تم پر لائبل (ہتک عزت) کا دعویٰ کیا جائے گا ✽

رام۔ بے جان پتھر خواہ کیسے قیمتی ہوں نالش والش نہیں کر سکتے ✽ اور نالش کرے گا کون؟ آتشی شیشہ میں منہ دیکھتے دیکھتے لقوی دُور ہو جایا کرتا ہے۔ ویسے ہی اس "۱" کو پڑھتے پڑھتے تو اُن کی حالت بدل جاتی ہے۔ اُن میں جان آ جاتی ہے۔ جمادات پن دُور ہو جاتا ہے۔ دوست بیچنیا پن" کافور ہو جاتا ہے۔ کچہری تک پہنچتے پہنچتے ترقی سے

خود مدعا علیہ بن جائینگے۔ پھر دعویٰ کیسا!

جمادات کی سیرت والے انسان صورت خاص اشخاص کو اگر با زندگی تسلیم بھی کیا جائے تو جمادات کی مانند اُن کی زندگی کو اُس ادنیٰ ترین حرکت والی ماننا پڑیگا۔ جس حرکت کا ہونا نہ ہونا مساوی ہے۔ جس حرکت سے ظاہر کچھ بھی ترقی نہیں ہوتی۔ جو حرکت کھلاڑی بچّے کے گھومتے ہوئے لٹو (پھرکی بھنبیری top) میں ہُؤا کرتی ہے۔ جس dead motion (مُردہ حرکت) کا centre (مرکز) چھوٹے سے جسم کے باہر نہیں ہوتا ۔ اس حرکت والے جمادات انسانوں کے جیون چکّر (دائرۂ زندگی) کو ہم (پہلے صفحہ پر کے چھوٹے سے چھوٹے) دائرہ کا سے تعبیر (represent) کر سکتے ہیں یعنی اُس دائرے سے جتلا سکتے ہیں جو اسقدر قلیل ہے کہ گویا صفر (...) ہی ہو گیا ہُؤا ہے۔ یہ وُہ صاحب ہیں جن کا centre of force (مرکز حرکت) اُن کے چھوٹے سے جسم (تن) ہی میں ہے۔ یعنی جو اپنے پیارے پیٹ ہی کے اِرگرد گھومتے ہیں۔ جو کچھ کرتے ہیں سب اپنے material self (مادی جسم) ہی کی خاطر کرتے ہیں۔ (جن کی سمت ہمیشہ اپنے اور ہی کے ارپن ہوتی ہے (शिश्नोदर परायणः) جن کا پرمیشور (معبود) اُن کا پیٹ (شکم عزیز) ہی ہے۔ جن کا دین و مذہب (Religion) ہے خود غرضی۔ جن کے یہاں Temple of God (جسم) میں نفس آمارہ (شیطان) بے کھٹکے راج کرتا ہے۔ جن کے اندھکار سے بھرے من مندر (خانۂ دل) کو تنگ و تاریک بِل سمجھ کر اُس میں کام کرودھ روپی ناگ (سانپ) رات دن پھنکارا سے مارتے ہیں۔ اور دہر پھنکارتے (گھومتے) رہتے ہیں۔ اُن کو "پیٹ پالو"

یا "وشکم پرور" نام دیا جاتا ہے ÷
معترض۔ کسی زمانے کی کوئی تاریخ یا کسی ملک کا کوئی جغرافیہ "خود غرضی" کو مذہب یا (religion) سے موسوم نہیں کرتا۔ کسی دھرم شاستر (یا قانونی کتاب) سے یہ انوکھی بات واضح نہیں ہوتی۔ تم بھی عجب من گھڑت (कपोल कल्पित) شگوفے اڑاتے ہو ÷
رام۔ واہ پیارے! ہاں ہاں! اسی پر کیا بس ختم ہے؟ "دوا" کو پڑھتے رہے تو دیکھو گے کہ ساری دنیا (میں۔ تُو۔ یہ۔ وُہ۔ سب) رام کی من گھڑت ہی ہے ÷

سہ نہ نقش دوئی دل سے مٹاؤوں۔ تو سہی
مخلوق کو خالق نہ بناؤوں۔ تو سہی
قطرہ نہ انا البحر کہے تو کہنا؟
عابد سے نہ معبود بناؤوں۔ تو سہی

"مذہب" سے ہماری وُہ قوم یا ملت مراد نہیں جو مقدمہ بازی کے وقت لوگ Law Courts (عدالتوں) میں عرضی دعویٰ پر لکھوایا کرتے ہیں۔ بلکہ "مذہب" سے ہماری مراد ہے وہ یقین (وشواش۔ اعتقاد) جو لوگوں کے تختۂ دل (heart हृदय) پر قیام پذیر ہو کر خون کے ساتھ اُن کے رگ و پے میں جوش مارتا ہے۔ اور پھر بن کر اُنکے تمام اعمال و خیالات پر ثبت ہوتا ہے ÷ وُہ living force (زندہ طاقت) نتیجہ کسی آدمی کا اصلی مذہب ہوتی ہے۔ جس کی روشنی میں وہ باقی

سب کام کرتا ہے۔

The thing a man does practically believe (and this is often enough without asserting it even to himself, much less to others), the thing a man does practically lay to heart and know for certain, that is in all cases the primary thing for him, and creatively determines all the rest. That is his religion (Carlyle)

کیا وہ رکابی مذہب گیدی ہندو یا برہمن یا ویشنو یا آریہ۔ یا ویدانتی وغیرہ کہلانے کے لایق ہے جو "چل میری لکڑی رنگ بدل جا" کا مصداق ہے اور کسی انگریز بہادر یا کسی غیر مت کے influential (رعب داب والے) صاحب کے رُو برُو جھٹ اپنے (برائے نام) عقیدے سے انکار کر جاتا ہے۔ بھلا اتنی moral courage (اخلاقی جرأت) تو کہاں کہ اپنے

لہ مطلب: کسی شخص کا جو کچھ بھی یقین (نشچہ) ہوتا ہے (اور یہ یقین اکثر کرکے اپنے آپ کو بھی بغیر بتائے یا ظاہر کئے کے ہوتا ہے۔ تو اوروں کا تو بھلا کیا ذکر۔ جس یقین (اعتقاد) کو انسان عملاً اپنے دل میں یقین کرتا ہے۔ اور پختہ یقین سے جانتا ہے وہ عملی اعتقاد ہی تمام حالتوں میں اُسکے لئے ابتدائی بات (امر) ہوتا ہے اور باقی تمام حرکات و افعال کو پیدا کرتا ہے۔ ایسا عملی اعتقاد (نشچہ) ہی اُس (انسان) کا (مذہب یا ایمان) ہوتا ہے۔ (کارلائل)

اعتقاد کا صاف الفاظ میں اقرار کرتے نہ شرماتے؟ کس قدر کثیر تعداد ایسے ہندو مسلمان عیسائیوں کی ہے جو زبان سے خدا کو حاضر و ناظر ماننے والے ہیں۔ کُل شئی محیط (سرب بیاپی) بیان کرتے ہیں۔ مندروں میں معبدوں میں۔ لکچروں کے وقت اور وعظ کے وقت اپنا تن من دھن۔ پرمیشور کے آرپن کر دیتے ہیں۔ لیکن جب ذرا عورت کا۔ حویلی کا۔ روپیہ کا۔ یا نوالہ و پیالہ کا مُنہ دیکھا تو ہاسٹے! اُس شُدھ (پاک - pure) پرمیشور کی آنکھوں میں نون ڈال کر تن بھی اُس سے چھین لیا۔ من بھی چھین لیا۔ زر پر اور زمین پر اپنے بھائیوں سے لڑائیاں اور مقدمے شروع کر دیئے۔ کسی زن کے ساتھ آنکھیں چار ہوئیں۔ تو حاضر و ناظر وحدہٗ لاشریک خدا دھرا ہی رہ گیا۔ کسی ڈپٹی کمشنر صاحب یا اور اعلیٰ حاکم کی حاضری میں اگر ہوتے تو عجزیہ مسکین بنے رہتے۔ جانو مُنہ میں زبان ہی نہیں۔ لیکن حاضر و ناظر حاکم الحکام ایشور بھگوان (جس کو نہ صرف قیصر ہند۔ خاقان چین۔ زار روس کا مالک جانتے ہیں بلکہ ساری زمین ستارے سیارے۔ سُورج اور چاند کا بادشاہ بیان کرتے ہیں) اس سرب شکتی مان (Omnipotent - قادر مطلق) جان کی حاضری میں ناکردنی اور ناگفتنی اُمور کے مرتکب ہونے کی جرأت پڑ گئی۔ واسئے! ایسی جعلسازی اور سالوس (پاکھنڈ) سے بھرے ہوئے ہندوپن۔ مسلمان پن عیسائی پن یا کسی اور پن پر تین حرف (ل - ع اور ن)۔

سلہ واعظان کیں جلوہ بر محراب و منبر میکنند
چوں بہ خلوت میروند آن کارِ دیگر میکنند

کسی ایکانت استھان میں (تنہائی میں) یا رات کو سونے سے پہلے یا رات کے خوابوں میں جو cravings (خواہشیں یا خیالات) دل میں زور کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں۔ اُن سے آدمی کے اصلی مذہب کا پتہ ملتا ہے کہ آیا اُس کا مذہب و معبود روپیہ ہے۔ عورت ہے۔ علم ہے۔ یا سچ مچ خدا ہے۔

مبارک ہیں وہ جن کا اصلی مذہب وہی ہے جو وہ اُوپر سے ظاہر کرتے ہیں۔

ع صد جاں فدائے آں کہ زبانش و دلش یکیست۔

زبان ہندی کے بہار، کوئی بابو ہریش چندر بھارت اندو نے رس خان خانخاناں وغیرہ سچے مسلمان بھگتوں کے بارے میں کیا ہی خوب کہا ہے۔

ع۔ اِن دو چار مسلمان پر کوٹوں ہندو واریئے۔

وہ شخص جو sincere heart (سچے دل) والا ہے وہ رام کا نہایت زیادہ قریبی ہے بہ نسبت اُس کے جو رام کا بالکل ہمخیال ہے لیکن اُس خیال کو حال میں نہیں برتتا۔

سلہ من نمیگویم اناالحق یار میگوید بگو   چوں نگویم؟ بر سرِ بازار میگوید بگو

سلہ یہ وعظ کرنیوالے (اپدیشک لوگ) جو کہ محراب اور منبر (پلیٹ فارم) پر رونق افروز ہوتے ہیں جب یہ تنہائی میں جاتے ہیں تو اور ہی کام کرتے ہیں (یعنی ظاہر کچھ کرتے ہیں اور باطن میں کچھ اور ہوتے ہیں)۔ سلہ میں (اناالحق نہیں کہتا یار (حق) کہتا ہے کہ کہو، میں پھر کیوں نہ کہوں، وہ سربازار کہتا ہے کہ کہو

سے کب لباسِ دُنیوی میں چھپتے ہیں روشن ضمیر
جامۂ فانوس میں بھی شعلہ عریاں ہی رہا ؂

ڈہ پُرش اُوپر سے خواہ ہندو ہو یا مسلمان یا عیسائی وغیرہ۔ مذہب "خود غرضی" کا معتقد ہے جو صرف حظوظِ نفسانی کے لیئے کمر بستہ ہے۔ جسے گھر کی پرواہ ہے نہ گھاٹ کی۔ عورت بال بچے مریں خواہ جئیں۔ ننگے رہیں۔ بھوکے رہیں۔ پیاسے رہیں۔ اُس کی بلا سے۔ کسی کی تعلیم کی فکر ہے نہ کسی کی تربیت کا ذکر ہے۔ اولاد تو فاقہ مستی میں کاسٹے۔ اور آپ یاروں میں بیٹھکر بھنگ پوست اُڑائیں۔ گانجہ اور چرس (مسلفہ) کا دم لگائیں ✤ بُرن بی بی (افیون) سے صحبت گرمائیں ؂

سے بھنگا پیون سوون باگیں گھر دے جیون اپنی بجائیں
سے بہ بیں آں بے حمیت را کہ ہرگز نخواہد دید روئے نیک بختی
تن آسانی گزیند خویشتن را زن و فرزند بگذارد بہ سختی

अप्रकाशोऽप्रवृत्तिश्च प्रमादो मोह एव च। तमस्येतानि जायन्ते विवृद्धे कुरुनन्दन ॥ بھگوت گیتا ادھیائے ۱۴ اشلوک ۱۳

اگر انسانی صورت قبول کرنے پر بھی اوصاف جمادات میں گرفتار رہنا تھا تو بقولِ شاعر حجرالیہود یا کوئی قیمتی پتھر ہوتا۔

ط اُس بے شرم آدمی کو دیکھ وہ کبھی نیک بختی کا منہ نہ دیکھے گا۔ کیونکہ وہ محض اپنے لئے آرام پسند کرتا ہے۔ اور جورو بچے کو مصیبت میں چھوڑتا ہے۔
طے اے ارجن تموگن کے بڑھنے پر جہالت بیکاری سستی و غفلت یہ سب طاری ہو جاتے ہیں ؂

ہزار درجے اچھا ہے۔

؎ کسی رنجکش کو دیتے تو کچھ اس کو سُود ہوتا
دلِ سخت کاش پتھر حجر الیھود ہوتا۔

اِس مذہب خود غرضی کا پیرو نفس امّارہ کا غلام۔ اگر اُوپر سے اہر بلکہ شاہنشاہ بھی ہو جائے تو صاحبدلوں کی نگاہ میں شُودر (کمینہ) ہی گِنا جاتا ہے۔ جمادات ہی کے درجے میں شمار ہوتا ہے +

Rome (روما کے اقبال کا ستارہ جب عین اوج پر تھا۔ جب وُہ شہر تقریباً دُنیا بھر کا (جس قدر کہ تب معلوم تھی) پایۂ تخت تھا وہاں کے اُن دنوں والے شاہنشہان عالی نشان کی فہرست میں یہ نام بھی پائے جاتے ہیں +

Tiberius (ٹائبریس) Caligula (کیلی گولا) Claudius (کلاڈیس) Nero (نیرو) Vitellius (وائ ٹیلیس) Domitian (ڈومیشین)

یہ وُہ نام ہیں جن کو سُنتے ہی تاریخ داں کے سامنے وہ کُل ناگفتہ بہ بُرائیاں اور گناہ مجسّم ہو کر نظر آ جاتے ہیں جو دُنیا میں شُہدے سے شُہدا آدمی تصوّر میں لاسکتا ہے۔ جنکو بیان کرتے قلم کا جگر پھٹتا ہے۔ جن میں سے ایک کو بھی لکھنے کا خیال ہی کرنے سے رُونگٹے کھڑے ہوتے ہیں +

ناظرین! اگر مذکورۂ بالا شہنشاہوں کا رُتبہ اِس شرط پر حاصل ہوتا ہو کہ والی خُو اور خصلت بھی ساتھ یعنی ضرور پڑے تو تھوک دو اس بادشاہی پر۔ خاک ڈالو اِس شاہنشاہی پر +

؎ گر فریدوں بُود بہ نعمت و مُلک + بے ہُنر را بہ ہیچ کس مشمار

لہ بے ہنر آدمی اگر دولت و ملک میں فریدوں جیسا بن جائے تو بھی اُسکو آدمی آدمی برابر بھی شمار مت کرو

سلہ پرنیاں و پرنیچ بر نا اہل لاجورد و طلاست بر دیوار

او بھارت نواسی! یاد رکھ۔ تو ابتدا سے وُہ ہے جس کے یہاں روپے والے کی توقیر و عزّت نہیں بلکہ (نیکی والے) کی جسکے ہاں اب تک بھی روپے کو نہ چھُونے والا سنیاسی بباعث اپنے گیان کے نارائن سروپ مانا جاتا ہے۔ اور جس کے ہاں ایک کُٹیا میں رہنے والا برہنہ تن۔ پھل پھُول پر گزارہ کرنے والا غریب برہمن بباعث اپنے علم و نیکی کے دیوتاؤں کے برابر پُوجا جاتا تھا۔ نہ صرف دولت دُنیا کے مالک (ویش لوگوں سے بلکہ (طاقتِ جسمانی والے زرق برق پوشاک میں ملبّس۔ جواہرات سے آراستہ پیراستہ) راجاؤں اور مہاراجوں سے +

بیرُونی جاہ و تجمّل۔ دُنیوی کرّ و فر۔ اور چند روزہ شان و شوکت کے بدلے حقیقی سُرور (peace) لازوال خوشی دشانتی) کو ہاتھ سے مت دو۔ بجھی ہُوئی قلعی (چونے) کا چھوٹا سا گولا دیکھ اُسکی سفیدی پر دلدادہ ہو اُس کے بدلے اپنے ہاتھ والا تازہ مکھن کا پیڑا مت بدل لو۔ پچھتاؤ گے۔ یہ چُونا کھایا ہُوا کلیجہ پھاڑ دے گا۔ جگر خُون کردے گا۔ مار ڈالے گا + پیارے! جس اشتیاق سے دولتِ دنیا کو اکٹھا کرنے میں روز و شب محنت کرتے ہو۔ اور کچھ ہاتھ بھی نہیں آتا۔ اسی جانفشانی سے رُوحانی ترقی کے لئے کچھ بھی وقت صرف کرو تو حیاتِ ابدی حاصل ہو جائے +

سلہ نالائق آدمی کے جسم پر ریشمی کپڑے ایسے ہیں جیسے دیوار پر لاجورد اور سونا۔ دلیتی دیوار پر نقش و نگار۔

۵ ششی سُور پاؤک کو کرے پرکاش سو تُج دھام ہے
اِس جام سے تج رہیہ تُوں۔اُس دھام کر بسرام ہے
اِک ذرہ تیری پا سکے۔سب چمکدار ستارے ہے
تک چین برہم آشار کو جگ نیر سے تُو ہے پار ہے
منصور نے شُولی سہی۔پر بولتا وُہی بین ہے
بندہ نہ پایو خلق میں۔جب دیکھیو تج نین ہے
عاشق لکھاویں سین جو۔لکھ سین کو کر چین ہے
تُو آپ مالک خود خُدا۔کیوں جھگڑا دن رین ہے

شکلِ انسان میں نباتات

نباتات اگرچہ کئی قسم کے ہوتے ہیں ناریل۔سرو۔سیب۔انگور پیپل۔آک۔ڈھاک۔سُنبل۔وغیرہ۔جن کی مفصّل تشریح میں علم نباتات (Botany) کی ضخیم کتابیں موجود ہیں۔لیکن عام طور پر نباتات کا خاصّہ ہے۔ایک ہی جگہ پر بڑھنا۔پھلنا پھولنا۔اپنی species (کُل خاندان) کو قائم رکھنا۔پتّے ٹہنیاں وغیرہ کاٹی جائیں تو مسافروں کو سایہ بھی دینا۔لستی (دہوان) کے آگے یا مالک کی خدمت میں بیٹھے یا کر دوسرے پھل (جیسے موجود ہوں) حاضر کر دینا پر ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کی قدرت نہ رکھنا۔اور اکثر اوقات حیوانوں یا انسان کے دستِ تظلّم سے برباد ہو جانا۔کاٹے جانا+

جیسے کائنات (macrocosm - برہمانڈ - عالم کبیر) میں نباتات کی ضرورت ہے (ضرورت نہ ہوتی تو موجود ہی کیوں ہوتے) ویسے ہی انسانی پوشاک (microcosm - انڈ - عالم صغیر) میں بھی نباتات کی عادات و خو والوں کی ضرورت ہے۔ لیکن بقول شاعر

ے گرچہ کس بے اجل نخواہد مرد ☆ تو مرو در دہان اژدرہا ☆

سے خنداں زدہ بودن بہ از گنج و گہر بخشیدن است

تا توانی برق بودن ابر نیسانی مباش

اگر انسانی جامہ میں آن کر بھی نباتات (جڑ) ہی بنے رہے اور اُس آزادی کو حاصل نہ کیا جو اِس چولے میں رل سکتی ہے Tantalus (ٹینٹلیس) کی طرح آب شیریں میں کھڑے ہونے پر بھی پیاسے اور چاروں طرف لذیذ میووں کے بیچ میں رہ کر بھی بھوکے رہے تو افسوس صد افسوس ہے۔

ع ہیرے جیسا جنم تمہارا کوڑی بدلے بیچ دیا ☆

ناظرین جان گئے ہونگے کہ انسانوں میں نباتات کون ہیں ☆

یہ ہیں وہ کنبہ پرور، خویش پرست، (قبیل دار) عام گرہستی لوگ۔ جن کے جیون کو ویش جیون سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ جن کا دائرۂ زندگی کا سے بڑے دوسرے دائرہ ک سے تعبیر ہو سکتا ہے۔ جن کی حرکتِ حیات کو کولھو کے بیل کی گردش سے مناسبت ہے۔ جن کا حقیقی مذہب

ا۔ اگرچہ کوئی آدمی بے موت نہیں مریگا لیکن تو جان بوجھ کر اژدہا کے منہ میں مت جا ☆

۲۔ ہنس مکھ رہنا موتیوں کا خزانہ بخشنے سے بہتر ہے۔ جبکہ تو بجلی بن کر رہ سکتا ہے (یعنی خوش مزاج رہ سکتا ہے) تو ابر بہار (یعنی روتی صورت) مت بن ☆

مذہب دوکانداری ہے۔ جن کا نجات کے لئے سفارش کنندہ (پیغمبر) روپیہ ہے جن کا گورو (مرشد) عورت ہے۔ اور جن کے واسطے اصلی معبود داشٹ دیو) خود نمائی (شیخی — vanity) ہے۔ اِن لوگوں کا دائرۂ زندگی پیٹ پالوؤں سے بہت زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ ”پیٹ پالو“ تو صرف اپنا ہی پیٹ پالتا ہے۔ عیال دار تمام کنبے کی پالنا (پرورش) کرتا ہے۔ آپ بھوکا رہ کر دکھ جھیل کر کنبے کی سیوا کرتا ہے ؛

پیٹ پالو کی محبت کے بازو اِس قدر چھوٹے ہوتے ہیں کہ بچارا کنجا جب چھاتی کے سامنے بغل گیری کے لئے اُلفت کے بازو پھیلا ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کو چھوتا ہے تو داور کسی کو اپنے دائرۂ محبت میں لے آنا تو درکنار بصد مشکل اپنی چھاتی کے عرض کو ناپتا ہے۔ عیال دار کسی قدر وشال باہو (دراز بازو) ہوتا ہے۔ بال بچّوں کو اپنی آغوش میں لے سکتا ہے ؛ جیسے کولھو کے بیل والے دائرے میں چکّی (لٹّو) والے دائرے تعدادِ کثیر میں سما سکتے ہیں۔ ویسے ہی ”کنبہ پرور“ کا احاطۂ فیض کئی واطاقتوں کو پناہ دیتا ہے ؛ لٹّو کی نسبت بیل نہایت زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ ویسے ہی ”پیٹ پالو“ کی نسبت ”کنبہ پرور“ کا دم غنیمت ہے۔ نباتات کے ذکر میں کسی نے کہا ہے۔

سے
بے ذرسی پریت کر جیسی برچھ کرے
دھوپ سہے سر اپنے آورن چھاؤں کرے

رستانی نباتات (वनस्पति) بھی بہت کچھ اِس تعریف کے قابل ہیں۔ نیز ملک کی حسن و خوبی کو بڑھاتے ہیں ؛

کل کل ہندوستان میں اِس قسم (گرہستی) جماعت کا بول بالا ہے۔

پھنری ہیں تو بجائے تمام ملک کو اپنا گھر سمجھنے کے ایک چھوٹے سے گھر کو اپنا ملک سمجھتے ہیں۔ برہمن ہیں تو بجائے برہم (ایشور) کی یاد میں گھر بار کو بھلا دینے کے عورت بچوں کی فکر میں برہم (ایشور) کو غرق کر رہے ہیں۔ اور بجائے ویشوں کو روپیہ کا جائز بیاگ سکھانے کے اُن سے ناجائز گرہن سیکھ رہے ہیں + جو ہے سو عملاً ویش دھرم دم بھرتا ہے۔ اے ویش دھرم! تیرے پو بارہ ہیں۔ راجا قوم (انگریز) بھی تو سوداگر ہی ہیں۔ یعنے ویش ہیں +

عہد نامۂ عتیق میں لکھا ہے کہ حضرت لوط اُس کی لڑکیاں اور اُس کی بیوی شہر صدوم (Sodom) سے اکٹھے باہر جا رہے تھے۔ باقی سب کا رُخ تو شہر سے باہر کی طرف تھا لیکن لوط کی بیوی کا دھیان پیچھے شہر کی طرف۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ باقی سب کو تو رہائی ملی لیکن لوط کی بیوی بچاری وہیں نمک کا ستون بن گئی۔

پیارے ناظرین! یہ کہانی انسان کے متعلق ایک قانون قدرت کو ظاہر کرتی ہے۔ جو بالفاظ لارڈ بائرن (Lord Byron) یوں بیان ہو سکتا ہے کہ "Tis his nature to advance or die;

He stands not still, but or decays or grows."

جیسے آدمی کا جسم بچپن سے لیکر برابر بڑھتا جاتا ہے۔ ویسے ہی

سلہ سرشت انسان یہ ہے کہ وہ یا ترقی کرے یا تنزل۔ وُہ کبھی ساکن نہیں رہتا بلکہ تنزل کرتا ہے یا ترقی کرتا۔ بڑھتا ہے +

آدمی کی رُوحانی حالت کے لئے بھی متواتر ترقی کرتے جانا ضروری ہے جب From well to better daily Self-surpassed (wordsworth)

اپنے دائروں کو بڑھانا دن بدن قدم آگے چلانا روک دیا جائے گا تو قانونِ قدرت کے چکر میں پھنسے جانا ہوگا۔ زوال شروع ہو جائیگا موت کا سامنا ہوگا ۔

ے خنجر نہ چلے تو مورچہ کھائے پانی نہ بہے تو اُس میں بو آئے

(لُوط کی عورت کی طرح) جس وقت اپنی پہلی حالت (شہر صدوم) سے نکلنے کو بُرا مانا اور بڑے دائرے fresh fields and pastures news (تازہ کھیتوں میدانوں۔ اور نئے سبزہ زاروں) کی طرف جانے سے انکار کیا۔ بس وُہیں نون کا کھمبا بننا پڑے گا ۔ جس وقت بیل نے ذرا آگے چلنے سے سُستی کی۔ فوراً کسان کا چابک کھایا۔ جب کوئی شخص یا قوم یا مُلک ایک ہی حالت میں (stagnate کرنا) گلنا چاہتا ہے تو Divine Providence (قُدرت۔ نیچر۔ ایشور۔ کرم) کا جھٹ ڈنڈا کھاتا ہے۔ یعنی طرح طرح کی آفتوں کے چنگال میں پھنستا ہے۔ مُردے کی طرح کیڑوں کی خوراک بنتا ہے۔ غلامی کے طوق میں گرفتار ہوتا ہے ۔ پی اسے۔ جماعت نہایت ہی اعلیٰ سہی۔ لیکن اگر کوئی آدمی اُس جماعت میں گھر کر بیٹھے اور فیل ہی ہونے پر کمر باندھ لے ۔ ملاح کی

سلف روز بروز ترقی کرنا۔ اور پہلے دن کی نسبت دُوسرے دن فوقیت لیجانا خاصّۂ انسان ہے ۔

طرح ہم جماعت طالبعلموں سے ایک گروہ کو امتحان عبور کرا آسیئے۔ پھر اُسی ناؤ میں دوسرے گروہ کو پار کرا لے آجائیے۔ اور پھر تیسرے گروہ کو۔ علیٰ ہذا۔ تو وُہ شخص نالائقوں کے زمرے میں گنا جائے گا۔ مایوسی اور بے عزتی سہے گا۔ ویسے ہی ویش بُدھی والا آدمی (شکم کا غلام) اگر گھر کی چار دیواری ہی میں اپنی دولت دل دفن کر دے اور محبت کا احاطہ وسیع نہ کرے تو وقت اُٹھائیگا دُکھ پائے گا۔

دائرہ د کی طرف دھیان کر کے دیکھو۔ تھوڑے سے رقبہ کو گھیرے ہوئے ضرور ہے۔ لیکن باقی تمام رُوئے کاغذ کی جانب پیٹھ موڑے ہوئے ہے۔ تھوڑی سی سطح کو include (شامل) کرتا ہے تو باقی تمام دنیا کو exclude (خارج کرتا) ہے یہی حال (آگے ترقی نہ کرنے والے) دائرۂ خانہ داری میں مقیّد کا ہے۔ بال بچوں کی پرورش ضرور کرتا ہے۔ لیکن محکمۂ کمسریٹ میں۔ محکمۂ بندوبست میں۔ محکمۂ انجینئرنگ میں۔ ڈاکٹر کے لباس یا وکیل کی مشورت میں۔ یا جس آفس (دفتر) میں ہو اپنے بھائیوں کے خون میں ہاتھ رنگنے کو ہر وقت تیار رہتا ہے۔ جن سے کام پڑ جائے اُن کے گلے کاٹنے کو خوب مستعد تیار رہتا ہے۔ اگر باقی گھر اُجڑتے ہیں تو بلا سے۔ یہ رشوتیں لے لے کر اپنے گھر کو کسی امیر کے مقبرے (یا سمادھ) کے برابر اُونچا ضرور بنائے گا۔ جن لوگوں کو اِس سے پالا پڑ جائے۔ اُن کی عورتوں کے چہرے غم سے مُرجھاتے ہیں تو کیا ڈر ہے۔ یا اُنکے زیورات بکوا کر اپنی بیوی

کے رنج کو سونے سے بالضرور سجائے گا۔ اسے زرد رو بنائیگا۔ اپنی روح پست ہوتی جائے اور متواتر سکڑتی جائے تو کیا پرواہ ہے پر غیر منقولہ جائداد کو ضرور ہی بڑھائے گا۔ مکان کو بلند بنائے گا۔ ہیہات ہات!

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

باوجود محنت شاقہ اٹھانے کے وہاں کا وہیں رہنے اور ترقی نہ کرنے میں کولھو کا بیل مشہور ہے۔ بیل پر یہ پنجابی مثل صادق آتی ہے "بھوں چوں کے اگو وے چگت" ٹھیک یہی حال دنیا دار (پابند اہل و عیال) کا ہے۔ بیچارہ بیل کی طرح محنت کرتا ہے۔ رات دن دفتروں یا دکانوں میں بصیرت پر چشم پوش ڈالے کولھو چلائے چلا جاتا ہے۔ یہ کچھ پتہ نہیں کہ اس کولھو چلانے سے کیا حاصل ہوگا۔ کہاں جا رہا ہوں۔ کیا بنا رہا ہوں وغیرہ۔ ہاں جب آنکھوں پر سے موت کے وقت پردہ ذرا اٹھے گا تو دیکھے گا کہ ہائے! ہائے! رات دن محنت کرتے کرتے مر مٹے۔ سمجھتے تھے کہ بہت مسافت طے کر چکے ہونگے۔ لیکن اپنے تئیں وہاں کا وہیں پایا۔ کچھ نہ ترقی کی۔ وائے حسرتا! ہائے حسرتا! کچھ نہ کر سکے! کچھ نہ بنا سکے! اس وقت رونا اور دانت پیسنا ہوگا۔ جان بھی عذاب ہی میں نکلے گی۔

ع

جاں بہ جاناں دہ وگرنہ از تو بستاند اجل
خود تو منصف باش۔ اے دل ایں نکو یا آں نکو

لہ ایسی عقل اور سمجھ پر رونا چاہئے ۔ لہ جان اپنے پیارے (معشوق) کو دے، نہیں تو موت تجھ سے اسے ضرور لے لیگی۔ اے دل تو خود انصاف کر کہ یہ اچھا ہے یا وہ اچھا ہے۔

اور قبیلے کے پھندے میں گرفتار!

ع- آرام کی نہیں ہے یہ جا۔ ہاں بڑھے چلو۔ ہاں بڑھتے چلو ❊

تعالیٰ کے لئے پھیلنے والے بازو دراز کرو۔ اپنے دائرۂ محبت (پریم fellow-feeling) کو وسعت دو۔ بڑھو اور بڑھو۔ حتیٰ کہ زندگی کو تعبیر کرنے والا چاروں طرف سے محدود دائرہ پھیلتے پھیلتے غیر محدود وسعت کو قبول کرے۔ اور خط مستقیم بنجائے اور تمھاری زندگی بھول بھلیاں سے نکل کر سب کو راہِ راست دکھائے ❊ آگے بڑھو۔ آگے بڑھو۔ حتیٰ کہ دُنیا سے بے ثبات کا "آگے پیچھے" بالکل لایعنی ہو جائے ❊

ब्रह्मैवेदममृतं पुरस्ताद्ब्रह्म पश्चात् ब्रह्म दक्षिणतश्चोत्तरेण
अधश्चोर्ध्वं च प्रसृतं ब्रह्मैवेदं विश्वमिदं वरिष्ठम्॥
(اتھرب وید۔ منڈک اپنشد۔ ادھیائے دوسرا۔ کھنڈ ۲)

سلہ اندرون و برون توئی اے دوست ❊ در چپ و راست زیر و بالائی۔

آگے چلو آگے چلو۔ حتیٰ کہ "چلنا پھرنا" بے معنی ہو جائے۔

तदेजति तन्नैजति तद्दूरे तद्वन्तिके।
तदन्तरस्य सर्वस्य तदु सर्वस्यास्य बाह्यतः॥ (یجر وید۔ ایشا واسیہ اپنشد)

سلہ ہم چل ہیں ہم چل ہیں ناہیں۔ ہم نیڑے۔ ہم دور
ہم ہی سب کے اندر جانیں۔ ہم ہی باہر گور

سلہ برہم ہی یہ امرت روپ سامنے ہے۔ برہم ہی پیچھے ہے۔ برہم ہی دائیں اور بائیں سب جو نیچے اور اوپر (اونچے) پھیلا ہوا ہے۔ برہم ہی یہ سب کچھ ہے۔ یہ سب سے اعلیٰ ترین ہے۔

سلہ اور بر دائیں بائیں اور اوپر نیچے اے دوست تو ہی ہے ❊

لہ مستم کشتہ آنچناں کہ مدام زبیخودی　　در عرصۂ خیال کہ آمد کدام رفت

آگے چلو آگے چلو۔ حتّٰی کہ گردش میں سرگردان و حیران کرنے والے دوائر سے نکل کر راہ راست میں چلنے والے سورج کی زندگی پالو۔ نُور ہی نُور بن جاؤ۔ اور یہ حالت آ جائے ؎

क्व चात्मा क्व च वानात्मा क्व शुभं क्वाशुभं तथा।
क्व चिन्ता क्व च वाचिन्ता स्वमहिम्निस्थितस्य मे॥

ترجمہ
ہے کہاں ذات اور کہاں ہے غیر ذات
کیا بُرائی؟ کونسی خوبی کی بات
فکر کیسی مجھکو؟ بے فکری کہاں؟
مست اپنے نُور میں ہُوں محو ذات۔

پیارے ناظرین! ایک جھُوٹے فرضی ناپائدار سرائے سے یہ محبت کہ اصلی گھر کو بالکل بھُول بیٹھا! یہ بھولاپن چھوڑو۔ اصلی گھر رنج و غم کو مُنہ موڑو۔ اصلی حب وطن کو منا سکھو دو ؎

سلہ طائرانیم کز قضا و قدر　　اوفتادہ جُدا ز گلزاریم
مُرغ شاخ درخت لاہوتیم　　گوہر گنج درج اسراریم

سلہ مجکو ایسا مست کردے کہ میں بے خودی سے اِس بات کو نجان سکوں کہ خیال کے میدان میں کون آیا اور کون گیا (یعنی اُس دلربا کے خیال میں بیہوش اور مستغرق ہو جاؤں ؎

سلہ ہم وہ پرندے ہیں جو قضا و قدر سے اپنے باغ سے الگ گر گئے ہیں (یا جُدا ہو گئے ہیں) ہم عالم لاہوت (برہم لوک) کی درخت کی ٹہنی کے پرندے ہیں۔ اور بھیدوں کے ڈبے کے خزانے کے موتی ہیں۔ یا وحدت کے دائرے کے ایک موتی ہیں۔ یا خدا شناسی کی کان کے ایک گوہر ہیں ؎

سہ یا ذرّے از محیط توحیدیم گوہرے یا ز کانِ عرفانیم

برائے نام بھی اپنا نہ کچھ باقی نشاں رکھنا
نہ تن رکھنا۔ نہ دل رکھنا۔ نہ جی رکھنا۔ نہ جاں رکھنا

تعلق توڑ دینا۔ چھوڑ دینا اُس کی پابندی
خبردار اپنی گردن پر نہ یہ بارِ گراں رکھنا

ملیگی کیا مدد تجھ کو مددگارانِ دُنیا سے
اُمیدِ یاوری اُن سے نہ یاں رکھنا نہ واں رکھنا

بہت مضبوط گھر ہے عاقبت کا دارِ دُنیا سے
اُٹھا لینا یہاں سے اپنی دولت اور وہاں رکھنا

اُٹھا دینا تصورِ غیر کی صورت کا آنکھوں سے
فقط سینے کے آئینے میں نقشِ دلستاں رکھنا

کسی گھر میں نہ گھر کر بیٹھنا اِس دارِ فانی میں
ٹھکانا بے ٹھکانا۔ اور مکاں بر لامکاں رکھنا

صورتِ انسان میں حیوانات

اب دائرہ ج پہ نظر ڈالئے گا۔ دائرہ د سے بہت بڑا ہے۔ گو اتنا دُور نہیں پہنچتا جو یہ دائرہ اُن لوگوں کے جیون چکر کو تعبیر کرتا ہے جو اپنی قوم (Nation) بھر کے ساتھ اُسی قدر محبت رکھتے ہیں جس قدر حیث پالو اپنے جسم کے ساتھ رکھتا ہے۔ یا کنبہ پرور اپنے بال بچوں کے ساتھ۔ اور جو ہماری قوم کی بہتری کے لئے اُسی قدر

جانفشانی سے محنت کرتے ہیں جس قدر کُنبہ پرور اپنے کُنبے کے لئے کرتا ہے ۔ پٹ پاکو کا مرکز (لٹو کی طرح) اپنے ہی جسم میں تھا۔ تیلی پرور کا مرکز گردش (CENTRE OF FORCE) بیل کی طرح جسم سے ذرا دُور فاصلے پر تھا۔ قوم پرور کو گھمانے والی طاقت (محبتِ قوم) اُس کے جسم سے اور بھی دُور فاصلے پر عمل کرتی ہے۔ اُس کے دائرۂ زندگی کا مرکزِ حرکت جبلیت (نقطۂ تی) سے مقابلتہً بہت بعید ہے۔ اِسی لئے اُس کا دائرۂ زندگی بھی بہت وسیع ہے ۔ قوم پرور کی حرکتِ حیات کو گھوڑ دوڑ کے گھوڑے (RACEHORSE) کی حرکت سے مناسبت ہے۔ یہ گھوڑا اپنی حرکت سے بیل وغیرہ کی نسبت بہت بڑا دائرہ بناتا ہے میلوں میں یا اور موقع پر اِس جانور کے جوہر دیکھنے کو شہروں کے ہر گلی کوچے کے شوقین لوگ دوڑے جاتے ہیں۔ نہایت قیمتی ہوتا ہے بہت تعریف کے قابل ہے ۔ قوم پرور کو بھی یہ کُل تعریف زیبا ہے کائنات کے اندر زندگی کے EVOLUTION (نشوو) کی رُو سے اسی quality (درجے) کی حرکت کا ظہور (بمقابلہ جمادات و نباتات) حیوانات میں ہوتا ہے اور انسانی لباس کے اندر رُوحانی زندگی کے EVOLUTION (نشوو) کے لحاظ سے اسی درجے کی حرکت (چیتینتا) قوم پرور کی زندگی کو ممتیز کرتی ہے۔ یعنی حیوانات کی جسمانی زندگی اور قوم پرور کی رُوحانی زندگی ایک ہی درجے کی ہوتی ہیں۔ اور ایک سا ہی دائرے سے تعبیر ہو سکتی ہیں (اُس دائرے سے جس میں گھوڑ دوڑ کا گھوڑا چکر لگاتا ہے) اور جو حرکت (energy) کا ظہور حیوانات میں ہوتا ہے۔ قوم پرور انسان میں بھی اُس کے متناسب

اور موافق حرکت کا ظہور ہوتا ہے ۔ ایسے حاشیے کی بدولت کئی کنبے
آسودگی اور چین پاتے ہیں۔ کئی عیوب اور رسومات ناجائز کا جوا
اُس کے ہمقوموں کی گردن پر سے اُترتا ہے ۔ کسی قوم یا سماج
یا سبھا کے لئے ایسے عالی حوصلہ کا وُجود خوش قسمتی کی نشانی
ہے ۔ مگر ناظرین! لوط کی بیوی والی مثال کو بھول نہ جانا۔ اور نہ
سائنس کے اِس امر کو فراموش کر دینا کہ حرکت کا مُثبت یا منفی ہونا
جسم متحرک کے مقام پر موقوف نہیں ہوتا۔ بلکہ حرکت کے رُخ پر
مبنی ہوتا ہے ۔ نیز یہ بھی یاد رکھنا کہ جسمانی زندگی کی صحت کا اندازہ
جاندار کے قد و قامت سے لگانا محض غلط ہے۔ کسی بچے وغیرہ کا
قد چھوٹا دیکھ کر بول اُٹھنا کہ اِس کی صحت خراب ہے (بیمار ہے)
درست نہیں۔ اور کسی شمشاد بالا بیمار کو (بستر پر چت لیٹے ہوئے
کو) دیکھ کر یہ کہہ دینا کہ اس کی صحت نہایت عمدہ ہے واجب نہیں
بلکہ بدن خواہ چھوٹا ہو۔ خواہ موٹا (یا لمبا) اگر رُو بہ تنزل ہے تو
جاندار کی صحت ضرور خراب ہے۔ اور اگر رُو بہ ترقی ہے۔ تو صحت
اچھی ہی ہے ۔ ٹھیک یہی حال رُوحانی زندگی کا ہے ۔

اگر کوئی شخص دائرہ ۃ میں زندگانی بسر کرتا نظر آ رہا ہے
ہر طرح کے گناہوں میں گرفتار ہے۔ لیکن آج توبہ کر کے اپنا دائرہ
وسیع کرنے کو ہے۔ محبت (پریم) کے بازو دراز کرنے میں ساعی ہو رہا ہے
تو وُہ شخص مثبت حرکت ظاہر کر رہا ہے۔ اُس کی زندگی کا رُخ (سمت) درست
ہے۔ اُس کی رُوحانی صحت اچھی ہے ۔ اور اگر کوئی صاحب جن کا
دائرہ زندگی ج یا ب سے تعبیر ہو سکتا ہے (یعنی جو قوم پرور

یا خادم ملک نام پاتے ہیں) اپنے sphere (دائرے) میں برابر گھومتے رہنے پر اکتفا کر رہے ہیں۔ لیکن ساتھ کے ساتھ اُس دائرے کو وسعت نہیں دے رہے {بالفاظِ دیگر اُن کی پہلی سرعت (velocity) میں اسراع (acceleration) نہیں زائد ہو رہا} وُہ صاحب رُوحانی بیمار ہیں۔ رُو بہ تنزّل ہیں۔ اُن کی حرکتِ حیات جلدی منفی رُخ والی ہو جائیگی۔ گر جینگے۔ اپنے مرض متعدی سے قوم کی قوم کو اور ملک کے ملک کو نقصان پہنچائیں گے۔ اور سخت تباہی کا باعث ہونگے۔ وُہ قوم کا سردار جسکے دل میں اپنی قوم ہی سما رہی ہے۔ اپنی قوم کو جس طرح ہو سکے ترقی دینا چاہتا ہے۔ قوم کی بہتری اور بہبودی کے جتن میں ہمہ تن مصروف ہے۔ پر دیگر اقوام کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ بلکہ دیگر قوم کو اپنی قوم کے زیر دست بنایا چاہتا ہے {خود برہمن سبھا کا ہوکر یہ چاہتا ہے کہ برہمنوں کو تو عروج ہو۔ باقی سب قومیں جائیں جہنم میں۔ اور خود اگر کایستھ کانفرنس یا اروڑ بنس سبھا کا ہے تو کایستھوں یا اروڑوں کا راج لانے کا خواہاں ہے۔ باقی سب قوموں کو پامال کرنے پر راضی ہے۔ خود آریہ سماجی ہے۔ تو سناتن دھرمیوں اور برہم سماجیوں کے خون کا پیاسا ہے۔ یا سناتن دھرمی ہوکر آریہ سماج وغیرہ کے نام کا جانی دشمن ہے۔ علیٰ ہٰذاالقیاس} ایسا قوم پرور جیٹ پالو اور کنبہ پرست (دونوں) سے قد و قامت میں تو بڑھا ہوا ہے۔ اُن کا بڑا بھائی ہے۔ لیکن رُوحانی بیمار۔ اُس کی حرکت منفی ہونے والی ہے۔ رُو بہ تنزّل ہے۔ اُس کا دائرۂ زندگی روز بروز تنگ ہوتا جائیگا۔ کیونکہ جو sectarians (قوم باز۔ یا

فرقہ پرست) غیر قوموں سے جنگ و جدل کرکے اپنی قوم کو عروج دلانا چاہتا ہے۔ صرف اسی اصول پر کہ یہ قوم "اپنی ہے"۔ "میری ہے"۔ خود کشی۔ کیونکہ عملی طور پر "میں" اور خود یعنی آتما کو (جو فی الحقیقت پاک۔ محیطِ کل اور عین سرور ہے) جسم ماننا ہے۔ جو پلید اور محدود ہے } جب اپنی قوم والوں میں بیٹھے گا تو خواہ مخواہ اپنے اصول کے مطابق اس قوم میں اپنے قبیلے کو شرف دلانے کی کوشش کرے گا۔ دل میں یہ کہکر "میرا نزدیکی ہے"۔ کہ یہ کنبہ "اپنا ہے"۔ "میرا ہے"۔ اور دوسرے کنبوں کی طاقتیں چھین کر اپنے کنبے کی شان بڑھانے میں دریغ نہ کرے گا۔ ایسے صاحب کا دائرہ تنگ سے گر کر دائرہ د میں پڑ جانا کچھ مشکل امر نہیں۔ نیز جو شخص اپنے کنبے سے صرف اِس خیال سے محبت کرتا ہے کہ یہ کنبہ "میرا ہے۔ اپنا ہے (یعنی جو صرف جسمانی تعلق کو محسوس کر سکتا ہے۔ اعلیٰ تعلق سے بالکل بے خبر ہے) وہ اپنے کنبے کو باقی کنبوں پر فوق دلانے میں ساعی پڑا ہو۔ لیکن اندیشہ ہے کہ جب موقع پائیگا۔ اپنے بھائیوں کا حق چھین کر پیٹ پالو کے دائرے میں گر جائے گا ؛

بعض دفعہ ایک فرقہ یا مذہب کسی سچے دِل والے (رُو بہ ترقی) مہاتما کی بدولت کڑوی بیل کی طرح بڑھتا ہے۔ پھیلتا ہے۔ لیکن جلدی اس میں پھوٹ پڑ جاتی ہے۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ اس زوال کی اصلی وجہ عموماً یہی ہوتی ہے کہ اس مت کے مقلد جو ابتدا میں چھوٹے دائروں سے ترقی کرتے کرتے اُس بڑے دائرے میں داخل ہوئے تھے وہ آگے کو ترقی کرنے سے باز رہ جاتے ہیں

اپنی صحت بگاڑ بیٹھتے ہیں (اس میں اُن کا اپنا قصور سمجھو یا اُس مت کے IDEAL (معراج) ادنیٰ ہونے کا کہ اِس ناپائدار دُنیا میں ایک حالت میں قیام کر بیٹھنے کے معنی ہیں موت۔ بھئی! جم کر بیٹھنے لائق تو ایک تیرا اپنا تختِ حقیقت ہی ہے) + وہ ENERGY (اُتساہ طاقت جوش) جو اُن مت بادیوں کے دائرۂ زندگی کو دراز کرنے کے لئے اُن کو دی گئی تھی اپنے مُناسب فعل میں خرچ نہیں ہوتی۔ لیکن مسئلہ محفوظِ طاقت CONSERVATION OF ENERGY کے مطابق ضائع بھی بھلا کب ہونے کی ہے؟ فوراً حسد، بغض، غصّہ میں بدل جاتی ہے اور پھوٹ کا باعث ہوتی ہے (جہاں گالی گلوچ، کینہ و فساد کی بدبو آرہی ہو، سمجھ جاؤ کہ کسی رُوحانی مُردے کا تعفن ہے) اکثر دفعہ تو معاملہ یہاں تک طول پکڑتا ہے۔ اور تعصّب اس حد تک آنکھیں بند کر دیتا ہے کہ مذہب کی آڑ میں جسمانیت حکمرانی کرتی ہے اور ایک فریق دوسرے فریق کی بیخ کنی کو آمادہ ہوتا ہے۔ صرف اِس خیال سے کہ یہ "میرا نہیں ہے" اور یہ دوسرا فریق پہلے کی جڑ اُکھاڑنے کے درپے ہوتا ہے۔ صرف اس وجہ سے کہ یہ غیر کا مت ہے۔ پر ہائے ری خود کشی! وائے ری آتم ہتیا! دونوں بھول بیٹھے ہیں کہ اُن کا اپنا آپ تو DIVINE TRUTH ITSELF (حق محض۔ سچائی) ہے اُن کا اپنا آپ تو دشمن کا بھی اپنا آپ ہے دشمن کہاں؟ +

پیارے اہلِ ہند دشمن کو قتل کیا چاہو۔ تو کرو۔ یہ ابھیاس کماؤ یہ سبق یاد کرو یہ شکشا REALISE, (انوبھو) کرو یہ حقیقت

کر دشمن تم سے بھِنّ (جُدا) نہیں ہے۔ جس طرح سے اپنے تیئں جسم میں ہپنوٹائز (hypnotise) کر بیٹھے ہو (وہم کے زور سے اپنے تیئں گندا شریر جسم بنائے بیٹھے ہو) اُسی طرح اپنے مخدمہ سروپ میں نیشٹھا (نشست) اختیار کرو۔ اور دیکھو کہ دشمن خونخوار کی موج میں مَیں ہی موجود ہُوں کہ نہیں۔

आत्मैव ह्यात्मनो बन्धुरात्मैव रिपुरात्मनः
I appear as the enemy, I am the enemy, I am the enemy

مَیں ہی دشمن نظر آتا ہُوں۔ مَیں ہی دشمن ہُوں مَیں ہی دشمن ہُوں ؎ دشمن اُڑ گئے۔ دشمن اُڑ گئے۔ گیان کے لوگوں نے دشمن اُڑا دیئے۔ مَیں ہی مَیں ہُوں۔ وحدہٗ لاشریک ہُوں۔ ذاتِ پاک ہُوں

؎ بے رنگ کیسو ہو کے دکھادوں تجکو
تُو گُل سبھے تو بُو ہو کے دکھادوں تجکو
میں آپ سے جو اپنے سے فرصت پاؤں
کیا اور تو؟ تُو ہو کے دکھادوں تجکو

I am the monarch of all I survey[۳]
My right there is none to dispute.

؎ خود مختار ہُوں شاہِ شاہ ہُوں۔ ایک دن اور رات سے
سو رہے ہیں ہو کے بے غم۔ لات اوپر ذات سے

---

[۱] ایک عمل ارادہ ہے جسکی مضبوطی سے ایک آدمی دوسرے پر ہر طرح غالب ہو جاتا ہے
[۲] کیونکہ اپنا آپ ہی اپنے آپ کا دوست (یا بندھو رشتہ دار ہے) اور اپنا آپ ہی اپنے آپ کا دشمن ہے [۳] جہانتک نظر جاتی ہے میں سب کا بادشاہ ہُوں اور میرے حق پر کوئی جھگڑنیوالا نہیں۔

ے
سب شاہوں کا شاہ میرا شاہ نہ کوء
سب دیوّن کا دیو میں میرا دیوا نہ ہو
ڈنڈا گل پر ہے مرا۔ کیا سلطان امیر
پتّا مجھ بن نہ ہلے۔ آندھی مری اسیر

س سکھی سروپ توں جان ہوئے سروں لاہ سُٹے پینوں تا پڑے جی
تکے توڑ چوراسی دے چار کیتے جنم مرن دے پُنجے سیا پڑے جی
دو کھی دوسرا غیر کافور ہویا گوسلے دس گئے چپ چپاڑے جی
آکھوں رام ہر حال میں مست پھرتے یکارو تان دے مار کے ماڑے جی

اِنسان صُورت انسان سیرت

اب دائرۂ قؔ کی باری آئی۔ یہ دائرہ ؔجؔ سے بھی بڑا ہے۔ ؔجؔ جیسے کئی دوائر اس میں شامل ہیں۔ اس کا انحنا بہت کم ہے۔ راہ راست کا ہے۔ لیکن ابھی کچھ بانکپن باقی ہے۔ کجروی بالکل رفع نہیں ہوئی ۔ یہ دائرہ اُن اشخاص کے رجیون چکر کو تعبیر کرتا ہے جو ملک بھر کے ساتھ وہی اُلفت (اُنس) اور محبت (پریم) رکھتے ہیں۔ جو پیٹ پالو اپنے پیٹ کے ساتھ۔ کنبہ پرست ایک کنبے کے ساتھ اور قوم پرور ایک قوم کے ساتھ رکھتا ہے۔ جنہوں نے اپنے سارے وقت اور توجہ کو بہبودی ملک کے لئے مخصوص کردیا ہُوا ہے۔ جن کو اپنے ملک کی راکھ تک عزیز ہے اور جو Caste Colour or Creed (ذات۔ ملّت اور رنگت) کے لحاظ کے بغیر اپنے ملک کے ہر فرد بشر کو اپنے سگے بھائی کے برابر عزیز جانتے ہیں ۔

اس دائرے میں متحرک آدمی کا مرکزِ گردش نقطۂ ہی (یعنے جسم) سے بہت زیادہ دُوری (بُعد) پر ہوتا ہے۔ اور اُس کا دائرۂ زندگی نہایت وسیع ہوتا ہے + خادم ملک کی حرکتِ حیات کو وسعتِ دائرہ کے خیال سے ہم چاند کی حرکت سے تشبیہ دے سکتے ہیں + خادم ملک وہ ہے جو بھوکوں مرتے (افلاس زدہ) اہل وطن کے واسطے چاند کی طرح عید آور ہو۔ یا ملک کی شبِ ادبار میں چاروں طرف نُور کا مینہ برساوے۔ گو اُس کے فیضان کا یہ اثر نہ ہو سکے کہ شب کا نور ہو جائے (دن آ جائے) + نیز جس طرح چاندنی کی بدولت پودوں میں رس بھرتا ہے۔ ویسے ہی خادمِ ملک کی بدولت گرہستی لوگوں کو امن چین اور خورسندی میسر ہوتی ہے + روحانی زندگی کے جعود (Evolution) میں ترقیٔ ملک (بہ مقابلۂ روحانی نباتات وغیرہ) اصل انسان کی منزلت والا ہے۔ ظاہر و باطن انسان ہے۔ اُسکا کام انسان کا ہے اور نام انسان کا ہے +

سہ
مرنا بھلا ہے اُس کا جو اپنے لئے جئے
جیتا ہے وُہ جو مر چکا انسان کے لیے

BREATHES THERE A MAN WITH HEART SO DEAD
WHO NEVER TO HIMSELF HAS SAID,
THIS IS MY OWN MY NATIVE LAND," (SCOTT)

اے ہند! تیرے سیوا جی گورو گوبند سنگھ جی اور رانا پرتاب کہاں تک سوئے نہیں سگے؟ اگر حبُّ الوطنی THE SPIRIT OF PATRI[OTISM]

---

[1] (کیا کوئی انسان ایسا مردہ دل ہے جسنے اپنے دل میں کبھی ایسا نہ کہا ہو کہ یہ میرا وطن اپنا ہے

(OTISM) کا سبق بھی اور چیزوں کی طرح انگریزوں ہی سے لینا منظور ہے تو کیوں نہیں اُس ڈاکٹر کے قصے کو نگینِ دل پر نقش بنا رکھتے جس کی حب الوطنی کی بدولت سلطنت ہند میں قوم انگریز کے پیر محکم طور سے آ جمے۔ اگرچہ ناظرین نے تاریخ میں کئی بار یہ ذکر پڑھا ہوگا۔ لیکن زندگی میں برت کر تاریخِ مستقبل کے صفحوں پر حبّ الوطن کی یادگار خود چھوڑنے کا عزم نہیں کر لیا۔ تو گویا اِس قصے کو خواب میں بھی نہیں پڑھا۔ تنہائی میں مطالعہ کرنے اور پڑھ کر اپنے رگ و ریشہ میں داخل کرنے کے لئے مولٰنا آزاد کی نظم میں سے یہ قصہ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

فرخ سیر تھا ہند میں فرماں روائے ملک ۔۔۔ اور عشرتِ نسیم و صبا تھی ہوائے ملک
پر ہند پر تھا حادثۂ غم عجب پڑا ۔۔۔ یعنی کہ بادشاہ تھا خود جاں بلب پڑا
اِس طرح کا فتور پڑا تھا مزاج میں ۔۔۔ تھا مبتلا وہ اک مرضِ لاعلاج میں
سب اہلِ عقل و ہوش و حواس اپنے کھو چکے ۔۔۔ سارے طبیب ہاتھ علاجوں سے دھو چکے
پر اس مسیح دم نے جو آکر کیا علاج ۔۔۔ ایسا عجب طبع موافق پڑا علاج
گویا دوا بکار دُعا ہو گئی اُسے ۔۔۔ اور تین چار دن میں شفا ہو گئی اُسے
نوبت خوشی کی بج گئی سارے جہان میں ۔۔۔ اور جانِ تازہ آگئی اک اک کی جان میں
فرخ سیر کہ شاہِ سخاوت مآب تھا ۔۔۔ بحرِ کرم کا جس کے جھکولا سحاب تھا
اک جشنِ عام اُس نے کیا دھوم دھام سے ۔۔۔ اور شورِ تہنیت کا اُٹھا خاص و عام سے
حاضر ہوئے امیر و وزیر آ کے سامنے ۔۔۔ اور اُس طبیب کو کہا بلوا کے سامنے
لا دامنِ اُمید کہ بھر دیں ابھی اُسے ۔۔۔ تا عمر بھر نہ پائے تو خالی کبھی جسے
دریا دلی حبیب کی دیکھو مگر ذرا ۔۔۔ ڈالی نہ اُس نے لعل و گہر پر نظر ذرا

حب الوطن کے جوش سے بیتاب ہو گیا
دل آب ہو کے سینے میں سیماب ہو گیا

کی عرض ہاتھ جوڑ کے خدمت میں شاہ کی
بندہ کو آرزو نہیں کچھ عزو جاہ کی

زر کی ہوس نہ مال کی ہے جستجو مجھے
پر آرزو جو ہے تو یہی آرزو مجھے

کچھ ایسا میرے واسطے انعام عام ہو
جس سے مرا تمام وطن شاد کام ہو

بولا یہ شاہ اس کا بھی تجھ پر مدار ہے
جو مانگنا ہے مانگ تجھے اختیار ہے

تب عرض کی طبیب نے یوں بادشاہ سے
روشن جلال شاہ ہو خورشید و ماہ سے

تھوڑی زمین نواحِ دریا کنار میں
مجھ کو عطا ہو مملکتِ شہر یار میں

تا اس طرف جو میرے وطن کے جہاز آئیں
اور اُن میں تاجران ذوی الامتیاز ہیں

کچھ اُن پہ ہووے راہ نہ بیم زوال کو
آرام سے اُتاریں یہاں اپنے مال کو

اور جنس جو کہ لائیں وہ نزدیک کو دور سے
محصُول سب معاف ہو اُس کا حضور سے

دم اُس مسیح دم کا بہت کار گر پڑا
یہ نسخہ ملکہ سب سے سوا پُر اثر پڑا

ہر چند اُسے نہ فائدۂ سیم و زر ہوا
پر نفع بہر اہلِ وطن کس قدر ہوا

دامن میں اک عطائے خدا داد پڑ گئی
اور سلطنت کی ہند میں بنیاد پڑ گئی

اے آفتاب حبِّ وطن تو کدھر ہے آج
تو ہے کدھر کہ کچھ نہیں آتا نظر ہے آج

ٹھنڈے ہیں کیوں دلوں میں ترے جوش ہو گئے
کیوں سب ترے چراغ ہیں خاموش ہو گئے

حب وطن کی جنس کا ہے قحط سال کیوں
حیراں ہوں آجکل ہے پڑا اسکا کال کیوں

کچھ ہو گیا زمانے کا اُلٹا چلن یہاں
حُبُّ الوطن کے بدلے ہے بغض الوطن یہاں

بن تیرے ملک ہند کے گھر بے چراغ ہیں
جلتے عوض چراغوں کے سینے میں داغ ہیں

کب تک شبِ سیاہ میں عالم تباہ ہو
اے آفتاب ادھر بھی کرم کی نگاہ ہو

عالم سے تاکہ تیرہ دلی دور ہو تمام
پنجاب تیرے نُور سے معمور ہو تمام

(از مجموعۂ نظم آزاد۔ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور)

مگر ناظرین! مانا کہ مرتبۂ ملک کی زندگی نہایت اعلیٰ رتبے کی ہے۔ اور اُس کا دائرۂ زندگی (د ب) بہت وسیع ہوتا ہے۔ لیکن یہ دائرہ ابھی اور وسیع ہونے کی قابلیت رکھتا ہے۔ خط مستقیم نہیں بنا۔ گو رقبۂ کشور کو گھیرے ہوئے ہے۔ لیکن اُس رقبے کے سوا باقی تمام سطح زمین سے مُنہ پھیرے ہوئے ہے۔ مرتبۂ ملک (John Bull) اپنے انگلستان کے حق میں چندرمان ہے تو فرانس اور سپین وغیرہ کے لئے راہو (دُرجن) سے کم نہیں۔ نیز اِس دائرے میں بُود و باش کرنے والا فخرِ ملک مذکورۂ بالا کُل دوائر میں متحرک بھائیوں سے بزرگ ترین تو سہی۔ لیکن بیمار پڑ جانے پر یعنی اپنے دائرہ کو زیادہ وسعت دینے کی قابلیت کھو بیٹھنے پر، تمام مُلک کی تباہی کا باعث ہوتا ہے۔ پیٹ پالو سے تو عموماً صرف ایک کُنبے کے آدمی دُکھ پاتے ہیں کُنبہ پرست بگڑ بیٹھیں تو ایک کُنبے کو دوسرے خاندان سے بھڑائیں گے قوم پرور خراب ہو جائیں تو ایک سماج یا قوم کو دوسری سماج۔ قوم یا سبھا سے لڑائیں گے۔ اور سینکڑوں یا ہزاروں مرد عورتوں کے دلوں میں کینہ و فساد کی آگ بھڑکائیں گے۔ مگر سوکالڈ (برائے نام) مرتبیانِ ملک جو بارانِ رحمت کے بڑے بڑے قطروں کی طرح ملک کو سیراب کرنے آ رہے تھے۔ اگر اپنی حالت میں جم جائیں تو گویا بھاری پتھر بن کر ملک پر اولے برسائیں گے۔ ژالہ باری نہیں بلکہ گولہ باری سے باشندگانِ ملک کے دُھوئیں اُڑائیں گے۔ ہزار ہا بلکہ لکھوکھا خلقِ خدا کے سر کٹوائیں گے۔ ایک ملک کو دوسرے ملک کے ماتحت کرنے کے لئے خون کی ندیاں بہائیں گے۔ خود نفس کی غلامی کرنے کے لئے دوسرے

ملک والوں کی آزادی کا نام مٹائیں گے ہا اسے حیف!

پیارے! آزادی کے خواستگار ہو تو جیل خانہ دُنیا میں مت ڈھونڈو۔ ملک کے مالک بن جانے پر بھی آزادی نہیں ملنے کی۔ اپنے سروپ کو سمجھو۔ آزادی ملے گی کسی طرح کی قید، دامن گیر نہ رہے گی۔ اپنے تئیں وہی آزاد مطلق پاؤ گے۔ جس کے معمولی جنبش ابرو سے شاہ گدا ہست و نیست ہوتے ہیں۔ جس کے کنایہ و غمزہ پر ویش کال اور وستو TIME SPACFA EAUSALITY کی ہستی موقوف ہے۔ تمہارے ہی چیتم زدن میں موجودات کی پیدائش قیام اور فنا ہے بن ہے نگاہ دنیا آفریں! بل بے جادو بھرے نین کنول! ؎

امی ہلاہل مد بھرے۔ شویت سیام رتنار
امرت زہر شراب
جیوت مرت جھک جھک پڑت۔ جے چتوت اِکبار

پیارے! ذرا جاگ تو سہی! اپنی مہا دجلال glory روپی گھوڑے بیچ کر اودیا (جہل) روپی ریشیا (زن فاحشہ) سے ہم آغوش ہو کب تک سویا رہے گا۔ پتری بھگوتی تیرے سرھانے بیٹھ تجھ کو خواب خرگوش سے بیدار کرنے کے لئے اونچی سروں میں تیری تعریف کے گیت گا رہی ہے۔ پر ہائے! تیرے کان پر جوں تک نہیں رینگتی ٭

स पर्यगाच्छुक्रमकायमव्रणमस्नाविरꣳ शुद्धमपाप-
विद्धम्। कविर्मनीषी परिभूः स्वयम्भूर्याथातथ्यतोऽर्थान्
व्यदधाच्छाश्वतीभ्यः समाभ्यः॥ (یجروید ایشا واسیہ اپنشد منتر)

ترجمہ: ہے محیط و منزہ و بے ابدان
وہ بری ہے گناہوں سے رند رواں
رگ و پٹھے ہے کہاں؟ ہمہ ہیں ہمہ داں
بد و نیک کا اس میں نہیں ہے نشاں

وُہ بزرگِ بزرگاں ہے راحتِ جان	وہ ہے بالا سے بالا وہ نورِ جہان
وہی خود ہے جہاں و بروں نہ بیان	جو بیٹھے آپنے ازل میں ہیں رنگت وشان
یہی رام ہے دیدوں میں سب کے نہاں	یہی رام ہے بحر میں بر میں عیاں ؎

مُردوں سے شرطیں باندھ کر سونے کا کھیل اب بند کرو۔ ایک دفعہ اندر (تمام ملائک کا بادشاہ) خواب میں خوک (سور) بن کر کھجلی وغیرہ طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہو گیا۔ باقی دیوتاؤں نے اپنے مالک کی جب یہ گت دیکھی تو شرمائے اور گھبرائے۔ آخر اندر کے عالمِ خواب میں آن موجود ہوئے۔ اور ایک نے پاس آکر کہا "حضور یہ کیا؟ آپ اپسراؤں کو بھول گئے!" دوسرے نے کان میں کہا "قبلۂ عالم! یہ کیا؟ آپ امرت رس کو بسار بیٹھے!" تیسرا بولا "جہاں پناہ! یہ کیا؟ آپ اپنی اندر پوری والے جڑاؤ سنگھاسن کو یاد سے کھو بیٹھے!" وغیرہ۔ اندر نے ان سب کے جواب میں سر ہلایا اور اپنے سور واسے لب و لہجہ میں کہا "ہُوں! ہُوں!" گویا زبانِ حال سے یہ جتلایا کہ "دو شوروں۔ سیلا اور کیچڑ جو اس وقت مجھے مست کر رہے ہیں ان سے بہتر اپسرا۔ امرت اور سنگھاسن بھلا کیا ہونگے! اے دیوتا گن! اپنے سنگھاسن وِنگھاسن کو تم اپنے گھر رکھو۔ ہمیں تو کیچڑ میں غلطاں ہونا پھولوں کے بچھونوں پر لیٹنے سے زیادہ بھاتا ہے" واہ! عزیزِ من! تیرا اپنا آپ تو اندر کا بھی اندر ہے تو خواب دُنیا میں پھنس کر مرگ کو طبیب اور مرض کو اپنی دوا کیوں سمجھ رہا ہے؟

उत्तिष्ठत जाग्रत प्राप्य वरान्निबोधत (یجروید کٹھا اپنشد ۱۔۳۔۱۴)

سلہ اٹھو جاگو۔ چید وعارفوں کے پاس جاؤ۔ اور معرفتِ ذات کو حاصل کرو۔

سے سر بنہ برکت بیا اے غازیا! | خواب را بگذار و خود را کن رہا
سے اُٹھ جاگ گھر دار سے مار نہیں | اِیہ ستون تیرے درکار نہیں

کل کا خلاصہ - دائرہ

	حرکت	زندگی	کام یا نام
ہ	.... لٹو	جمادات	شکم پرست دپیٹ پالو
د	.... کولھو کا بیل	نباتات	کنبہ پرور
ج	... گھوڑ دوڑ کا گھوڑا	حیوانات	خادم قوم
ب	...... چاند	انسان	ترقیٔ ملک
ا	سُورج (زندۂ جاوید)	خدا	گیان وان (آتم درشی)

انتہاء معدوم

زندۂ جاوید

اے پرکرتی (کائنات)! اپنے پُرش (خاوند) کے درشن کرلے ﴿ اے جواہرات انجم! تم اِس آفتاب عالمتاب پر نثار ہو جاؤ ﴿ تاریکی بھاگ او غنچہائے چمن اُمید! آنکھیں کھولو۔ جانِ جہاں کا جلوہ دیکھو! بستر جہالت پر انگڑائیاں لینے والو! تمھارے نیتر کنول کیوں نہیں کھلتے؟ اپنی ہی آنکھوں کے نور کو باہر دیکھ لو۔ عالم خواب میں خیالات کے اڑھائی چاول کہاں تک پکاؤ گے؟ رات تو ہو چکی۔

سلہ اے غازی! سر ہتیلی پر رکھ کر آ۔ جہالت کی نیند کو چھوڑ اور اپنے تئیں آزاد کر ﴿

طائرانِ باغِ دُنیا! آنند بھرے سوٹے گاتے جاؤ۔ دُلہا (سُورج رُوپ گیان وان کا جلُوس آ رہا ہے۔ اے زمین و آسمان! دُولہا کی خاطر گُلال (دُھند) تیار کرو۔ بادِ بہاری! رنگ رلیاں مناتے جاؤ۔ بارانِ رحمت! سڑک پر پانی چھڑک۔ عروسان سبز پوش! بن ٹھن اپنے کانوں میں موتی سجا نکھر کر (انتظار میں) صف آرا ہو جاؤ!!! Joy! Joy!! Joy!!!

لہ نرگس بہ چمن راہ کہ میدید خدا گوش گل آمدنیا لئے کہ اصغا میکرد

کس کی آمد آمد ہے؟ اُسکی جو پہلے ہی سب جگہ موجود ہے سُورج کی زندگی والا گیان وان۔

سہ آفتاب است آفتاب ست آفتاب	ذرہا دارند از او رنگ و تاب
مطلعِ دیدارِ حق دیدار او	منبعِ گفتارِ حق گفتار او

یہی سُورج رُوپ گیان وان (عارف کامل) ہے جو پہاڑ اور دریا میں لعل و گہر بناتا ہے پتے پتے کو تر و تازگی عطا فرماتا ہے۔ حیوانوں میں جان ڈالتا ہے۔ انسان میں زندگی کا دم پھونکتا ہے۔ زمین اِس ہی اصلی آفتاب سے نکلا ہوا ایک شرارہ ہے۔ سیّارے سب اِس ہی کی کشش سے متحرک ہیں۔

سوُرج کو سونا چاند کو چاندی تو دے سُکھ
پھر بھی طواف کرتے ہیں دیکھوں جدھر کو میں
تارے جھک جھک کے بلاتے ہیں رام کو
آنکھوں میں اُنکی رہتا ہُوں جاؤں کدھر کو میں۔

لہ اے خدا نرگس باغ میں کس کا انتظار کر رہی تھی۔ اور پھول کس کے آنے کا منتظر تھا؟

سہ وُہ آفتاب ہے وُہ حقیقتاً آفتاب ہے اور اُس کی وجہ سے تمام ذروں (موجودات) میں رنگ و روشنی ہے۔ اُس کا درشن حق کے درشن کا جائے طلوع ہے اور اُسکی گفتگو حق کی گفتگو کا منبع ہے۔

یہ زندۂ جاوید چشمن The source of all energy جس ملک میں چمکتا ہے۔ اُس ملک کی رُوحانی زندگی قائم رہے گی۔ سورج کی طرح یہ بگیان رُوپ مہاپُرش ظاہرا کچھ نہ کرتا ہُوا بھی۔ کیا پیٹ پالو۔ کیا کُنبہ پرست۔ قوم پرور۔ یا فرحتِ ملک سب کو زندگی رساں ہوتا ہے۔ ہر ایک کے سینے میں ہر ایک کے دماغ میں۔ ہر ایک کی آنکھوں میں اس کا قیام ہے (کیا امیر کے اور کیا فقیر کے جسم اسم اور ناڑی ناڑی کی موجودگی اُس ہی کے سہارے ہے۔ اجسام کی کوٹھڑیوں کے اندر بھلے یا بُرے خیالات ذرّوں کی طرح اُس ہی نورٌ علیٰ نُور کی (streaming beams (دخول یافتہ شعاعوں) میں بود و باش رکھتے ہیں۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (اللہ شاہ رگ سے بھی نزدیک)

تاچوں میں نٹ راج رے ناچوں میں مہاراج

شورج ناچوں تارے ناچوں ٭ ناچوں بن مہتاب رے ٭ ناچوں میں نٹ راج

تن تیرے میں من ہو ناچوں ٭ ناچوں ناڑی ناڑ رے ٭ ناچوں میں نٹ راج

بادر ناچوں بایو ناچوں ٭ ناچوں ندی ارناب رے ٭ ناچوں میں نٹ راج

ذرّہ ناچوں سمدر ناچوں ٭ ناچوں موگھر کاج رے ٭ ناچوں میں نٹ راج

مدھوا لب بہ مستی والا ٭ ناچوں پی پی آج رے ٭ ناچوں میں نٹ راج

گھر لاگو رنگ رنگ گھر لاگو ٭ ناچوں پاپا دلج رے ٭ ناچوں میں نٹ راج

راگ گیت سب ہووت ہردم ٭ ناچوں پورا ساج رے ٭ ناچوں میں نٹ راج

رام ہی ناچت رام ہی باجت ٭ ناچوں ہو نرلاج رے ٭ ناچوں میں نٹ راج

ے نظر بہ ہر کہ کنم سوئے خود ہمے بینم | بہ ہر کہ مے نگرم رُوئے خود ہمے بینم
بہ جزو و کل ہمہ معمورم از زمین و زماں | بہ جانبے کہ روم کوئے خود ہمے بینم

सर्वं पूर्णं जगदेव नन्दनवनं सर्वेपि कल्पद्रुमा गांगं
वारि समस्त वारिनिवाहाः पुण्याः समस्ताः क्रियाः।
वाचः प्राकृत संस्कृताः श्रुति शिरो वाराणसी मेदिनी
सर्वा वस्थितरस्य वस्तु विषया दृष्टे परे ब्रह्मणि॥

اہا ہا ہا!

ے کہوں کیا حال اِس دل کا کہ شادی موج مارے ہے
ہے اِک اُمڈا ہُوا دریا اہا ہا ہا! اہا ہا ہا!

ے شب مہتاب و بادۂ خوش۔ لبِ دریا۔ صنم در بر
چہ ساں دانند حالِ ما غریقان تموّج ہا

ے جس طرف کہ میں نگاہ کرتا ہوں اپنا ہی مونہہ دیکھتا ہوں اور جس کسی کو دیکھتا ہوں میں اپنا ہی چہرہ دیکھتا ہوں۔ زمان و مکان سے میں ہر ایک جزو و کُل میں بھرپور ہوں اور جس طرف کہ میں جاتا ہوں اپنا ہی کوچہ پاتا ہوں +

ے پر برہم کے شاکھسات ہونے پر (انکشافِ ذات پر) کُل جگت اُسکے لئے اندر کا بن ہے سب درخت کلپدرم (یعنی پھل پھول وغیرہ سے سب موسموں میں سُکھ دینے والے درخت) کُل جل (ندیاں) اُسکے لئے گنگا جل ہیں۔ سب افعال جواب دینے والے۔ سب مروج زبان اُسکے لئے سنسکرت ہے۔ کلام عظیم بنارس سب جز پرتھوی۔ اُسکے بھوگنے کی وستو ہیں +

ے چاندنی رات ہے ٹھنڈی ہوا ہے دریا کا کنارا ہے۔ اور پیارا بغل میں ہے ایسی حالت میں دلکشاتِ دنیوی کی لہروں میں ڈوبے ہوئے آدمی ہمارے حال کا کیا اندازہ لگا سکتے ہیں +

The world of sprits no clouds conceal;[1]
man's eye is dim, it can not see:
man's heart is dead, it can not feel
Thou, who wouldist know the things that be
The heart of earth in the Sunrise read
Bathe, till its stain of Earth are fled
(Goethe)

وُہ بے جادۂ مستقیم پر چلنے والا نارائن سروپ برہم گیانی جس کا اپنا آپ باپ۔ماں۔بیٹا۔گھر بار اور کُل جائداد اساسہ سب کچھ ایک برہم ہی برہم ہے ع ترا گویم، ترا دانم ترا بینم تُرا خوانم۔[2]

[3] من تو شدم تو من شدی من جاں شدم تو تن شدی
تاکس نگوید بعد ازیں۔ من دیگرم تو دیگری

आत्म क्रीड आत्मरतिः क्रियावानेष ब्रह्मविदांवरिष्ठः॥[4]

[1] عالم ارواح اندرونی مست حالتِ قلب) کو بادل (دنیوی شرم وحیا کا پردہ) نہیں چھپا سکتے محض انسان کی نگاہ پر دُھند چھایا ہُوا ہے اِس سئے وُہ نہیں (اس حالت کو) دیکھ سکتی۔ انسان کا دِل مُردہ ہے اسلئے وہ (اس تجلی حالت کو) محسُوس نہیں کر سکتا۔ اے انسان! اگر تو ان خاری ہونہوالی حالتوں (یا پدارتھوں) کو جاننا چاہتا ہے تو دُنیا کے دل یعنی (پرتھوی کے خیال ان) کو شرعِ طلوعِ آفتاب (گیان یا معرفت کے سورج) میں ایسا خوب دھو حتی کہ دنیا کا نشان ماتر بھی اپنے دل سے اُتر جاوے (یا بھاگ جاوے) +

[2] تجھے ہی کہتا ہُوں تجھے ہی جانتا ہُوں تجھے ہی دیکھتا ہُوں اور تجھے ہی پڑھتا ہُوں +

[3] میں تو ہُوا تُو میں ہُوا۔میں جان ہُوا اور تو بدن ہُوا (یعنے میں اور تو ایسے ابھید ہوگئے) تاکہ تُمہکے بعد یہ کوئی نہ کہہ سکے کہ میں اَور ہُوں تُو اَور ہے +

[4] جو آتما (اپنی ذات) میں ہی کھیلتا ہُوا۔ آتما (اپنے آپ) ہی میں آنند لیتا ہُوا کُل کاموں کو مکمل کرتا ہے وہ سب برہم گیانیوں سے اعلیٰ برہم گیانی (عارف ہُوا) ہے +

۵ صباح عید کہ مردم بہ کار و بار روند	بلاکشانِ محبت بہ کوئے یار روند

کیا پیارے شبدوں میں شکھ متی صاحب میں زندۂ جاوید کی تصویر دکھائی ہے ؞

۵ برہم گیانی کا بھوجن گیان	نانک برہم گیانی کا برہم دھیان
برہم گیانی سدا نر لیپ	جیسے جل میں کنول الیپ
برہم گیانی سدا نر دوکھ	جیسے سور سرب کو شوکھ
برہم گیانی نرمل سے نرملا	جیسے میل نہ لاگے جلا
برہم گیانی سدا سم درسی	برہم گیانی کی درشٹ امرت برسی
برہم گیانی ٹنگ سکل اودہار	نانک برہم گیانی کو جپے سکل سنسار
برہم گیانی سدا سد جاگت	برہم گیانی اہنگ بدھ تیاگت
برہم گیانی کے من پرم آنند	برہم گیانی کے من سدا آنند
برہم گیانی کا درشن بڑبھاگیں پایئے	برہم گیانی کو بل بل جایئے
برہم گیانی کو کھوجے مہیشور	نانک برہم گیانی آپ پرمیشور
برہم گیانی کا کتھیا نہ جائے ادھاکھر	برہم گیانی سرب کا ٹھاکر
برہم گیانی کی مت کون بکھانے	برہم گیانی کی گت برہم گیانی جانے
برہم گیانی کا انت نہ پار	نانک برہم گیانی کو سدا نمسکار
برہم گیانی سب سرشٹ کا کرتا	برہم گیانی سدا جیوے نہیں مرتا
برہم گیانی مکت جگت جی کا داتا	برہم گیانی پورن پورکھ بدھاتا
برہم گیانی اناتھ کا ناتھ	برہم گیانی کا سب اوپر ہاتھ

سلہ ۵ صبح کو جبکہ اور آدمی دنیاوی کام و کاج میں مشغول ہونے کے لئے جاتے ہیں تو محبت کی مصیبت برداشت کرنے والے اپنے یار کے کوچہ میں جاتے ہیں +

برہم گیانی کا سکل آکار   برہم گیانی آپ نرنکار +

سوال:- گیان وان تو ہماری تمھاری طرح ناپاک جسم والا محدود (پرچھن) ہوتا ہے وہ اِس اعلیٰ تعریف کے سزاوار کیونکر ہو سکتا ہے؟

جواب:- نارائن! گیان وان ایک شریر (جسم) میں مقید نہیں ہوتا۔ سے

وُہ موجود رہتا ہے ہر رنگ میں   کبھی آب میں اور کبھی سنگ میں

اِس رمز کو وُہی جانتا ہے جس کے اُوپر بیتی ہو +

سے بھئی رے میراں پریم دیوانی۔ میرا مرم نہ جانے کو

سولی اُوپر سیج پیادی۔کت بدھ ملنا ہوئے +

تمھاری نگہ میں ایک خاص جسم اُس کا ہے۔اور دوسرا جسم کسی اور کا۔لیکن اُسکے ہاں تو ایک ہی معاملہ ہے۔ یہ شریر اُس کا زیادہ اپنا نہیں ہے۔اور وہ اُس کا کم سگا نہیں ہے اُس کی نگہ میں تو شریر ویر ہیں ہی کہاں؟ بُرا کہہ دو بھلا کہہ دو۔کاٹ دو۔ بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کردو اگر طاقت ہو تو اُس کا کیا بگڑتا ہے +

سے یہ جسم اپنا تو اے بدگو! تصوّر محض ہے تیرا

ہمارا بگڑتا ہے کیا؟ اہا ہا ہا! اہا ہا ہا؟

لوگ سمجھتے ہونگے کہ منصور کو سولی چڑھایا۔شمس کی کھال اُتاردی اور ایسا کرنے سے اُن کو مار ڈالا؟ پر ہائے کہاں؟

سے شُولی صلیب زہر دیے شکتے + کمرے نہ ٹکڑا جو فقیرا آپے اللہ ہو

سے دار پر چڑھ کر کہا منصور نے + آج اپنا بول بالا ہو گیا

سے مرے نہ ٹرے نہ جُرے + ہرے تم۔پرم آنند۔سو پائیو

منگل مود بھرپور گھٹ بھیتر + گورو شُرتی برہم تو میو بتائیو

न मे मृत्यु शंका न मे जाति भेदः
पिता नैव मे नैव माता न जन्म ॥
न बन्धुर्न मित्रं गुरुर्नैव शिष्य
श्चिदानन्द रूपः शिवोऽहं शिवोऽहं ॥ (از شنکر آچاریہ ستوتر)

ع چد آنند ہوں روپ شنکر ہوں شو ہوں +

اِدھر شرتی ڈنکے کی چوٹ پکار رہی ہے

अयमात्मा ब्रह्म (اتھرب وید۔ مانڈوک اپنشد منتر۲)

ब्रह्म सत्यं जगन्मिथ्या जीवो ब्रह्मैव नापरः ।
अनेन वेद्यं सच्छास्त्रमिति वेदान्त डिंडिमः ॥ (از برہم نادانی)

اُدھر پتا پتا اور ذرہ ذرہ ڈھول پیٹ کر یہ کہہ رہا ہے +

तत्त्वमसि तत्त्वमसि (سام وید چھاندوگیہ اُپنشد پربھاٹک۔ کھنڈ۸)

شہ از ماہ تا بہ ماہی + حاکم توئی و شاہی +

سلہ نہ مجھے موت کا ڈر ہے۔ نہ کوئی (دنیوی) ذات پات کی تمیز۔ نہ میرا کوئی پتا (باپ)
اور نہ کوئی ماتا (ماں) ہے۔ اور نہ ہی جنم ہوا ہے۔ اِس لئے نہ کوئی رشتہ دار دوست
گرو اور چیلا میرا ہے۔ بلکہ میں تو اِن تمام تعلقات و اسماء و اشکال سے آزاد
سچدانند سروپ (ہستی۔ علم و سرور قائم) ہوں شنکر ہوں) +

سلہ یہ آتما (ذات انسان) برہم ہے +

سلہ برہم ست (ہست مطلق) ہے اور دنیا جھوٹی (یعنی معدوم المعلوم یا خیال مانند) ہے
اور جیو برہم میں حقیقتاً بھید (فرق) نہیں ہے۔ اِسی (منبع علم) سے ست شاستر جاننے کے
قابل ہیں۔ یہ ویدانت (تصوف) کا ڈھنڈورا ہے + سلہ وہ (ذات ہے پیارے!) تو ہے تو ہی
حقیقتاً تو ہے + سلہ چاند سے مچھلی تک یعنی آسمان سے زمین تک اے پیارے تو ہی حاکم و بادشاہ ہے

زمین کے ہر ایک نس میں میں ایسا بھرا کہ بچاری کے پیٹ میں اب سما نہیں سکتا۔ اُس کا بدن پھٹ رہا ہے۔ اور مجھے دھکے کھاکر نباتات کے رُوپ میں باہر آنا پڑتا ہے۔ پانی میں جاکر پناہ لی۔ تالاب جھیل دریا سب مجھ متفیہ سے ایسے بھرے کہ ان کے اپنے لئے جگہ نہ رہی اُتر گئے۔ میں ہی میں رہ گیا ؎

عجب یک دُرِّ نایابم کہ در دریا نے گنجم ؎[1]
چہ طرفہ آہوئے مستم کہ در صحرا نے گنجم

سمندر کے ہر ایک قطرہ میں بھی جا دھسا۔ بہتیرا اپنے تئیں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ پر ہائے! وہاں بھی مجھے سر چھپانے کو جگہ نہیں باونا سا سمجھ کر سمندر نے پھول کی طرح مجھے دامن میں لینا چاہا آنکھوں میں سمونا چاہا۔ مگر دامن ہی ٹوٹ گیا ؎

داماں نگہ تنگ گل حسن تو بسیار ؎[2]
گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد

میری بھرمار کے باعث سمندر کے بند بند میں سخت درد ہونے لگا بیچارا پیچ و تاب کھا رہا ہے۔ بار مبار (متواتر) اپنے بدن کو اچھال اُچھال مار رہا ہے۔ ہُو ہُو ہا ہا کا واویلا مچا رہا ہے ؎

ایک آسمان کا بُدبُدا ہے۔ مجھ پران روپی باؤ کی سمائی اُس میں

---

[1] میں ایک ایسا نایاب موتی ہوں کہ کسی دریا میں نہیں سما سکتا۔ اور ایسا عجیب ہرن ہوں کہ جنگل میں نہیں سما سکتا ہوں ؎

[2] نگاہ کا دامن تو تنگ ہے اور تیرے حسن کے پھول بہت ہیں۔ تیری بہار کے پھول چننے والا تنگیٔ دامن کی شکایت کرتا ہے ؎

بھی کہاں ؟ غریب کا شکم مجھ کو لیکر پھولا پھولا۔ آخر کہاں تک ؟ لو وہ بھی پھوٹ گیا۔ ہوا گھر ٹوٹ گیا۔ خانہ برباد ہوں۔ سراپا فریاد ہوں۔ میرے سلئے کوئی مکان نہ رہا (لامکان)۔ اب کہاں جاؤں ! کیا بتاؤں ! پر ہاسے سُناؤں کس کو ؟ دوسرا کوئی ہیں۔ دُوسرا کوئی نہیں (وحدہٗ لاشریک)

ع آپ ہی آپ ہُوں یاں غیر کا کچھ کام نہیں

ندا۔ جاؤ جہنم میں ؛

رام :۔ جہنم میرے دھیان ہی کرنے سے جہنم کو سدھارتا ہے۔ کالعدم ہو جاتا ہے۔ نام کو بھی نہیں رہنے پاتا (آنند سروپ ہوں) زمانہ میرا ایسا جانی دشمن ہے (لا زمان ہُوں) کہ جہنم میں جاؤں تو جہنم وہاں نہیں رہتا۔ مجھے پیر ٹکانے کو جگہ کہیں نہیں ؛

سلہ نے گنجم ستے گنجم بہ بحر و برسئے گنجم

بہ جنت در سئے گنجم۔ تحیّر بہر من حیراں

نشانم بے نشاں میداں۔ مکانم لامکاں میخواں

جہاں در دیدہ ام پنہاں۔ مرا جوبند گستاخاں

ع سلہ اسے روشنیٔ طبع تو برمن بلا شدی ؛

یہ کیا ؟ میں کر ہی کیا رہا ہُوں۔ مکان کا مکاں ہیں۔ زمان کا

سلہ مَیں سمندر و خشکی پر کہیں نہیں سماتا ہُوں۔ مَیں جنت میں بھی نہیں سماتا ہُوں حیرت خود میرے لئے حیرت زدہ ہے ؛ میرا پتہ لا پتہ سمجھ اور میرا مکان لامکان جان۔ جہان میری آنکھ میں پوشیدہ ہے۔ مجھکو ڈھونڈنے والے گستاخ (دیسے بے ادب) ہیں ؛

سلہ اے طبیعت کی روشنی تُو میرے پر ایک آفت ہو گئی ؛

زمان میں قائم بالذات ہیں۔کسی کے سہارے کا محتاج نہیں۔ اپنی مہا
(جلال - glory) میں کیوں مست نہ رہوں گا ؟ پر ہاں
میرے لئے ایک جگہ ضرور شرتی نے مقرر کی ہوئی ہے۔ وہاں
آرام کرتے ہیں ٭

ندا:- وُہ کیا ؟

رام :- تمھارا دل (قلب - हृदय)

ارض و سما کہاں میری وسعت کو پا سکیں
تیرا ہی ہے وہ دِل کہ جہاں ہم سما سکیں

अंगुष्ठ मात्रः पुरुषो मध्य आत्मनि तिष्ठति[1]

He is free and libertine
Pouring of his power the wine,
To every age and every race,
Unto every race and age,
He emptieth the beverage
Unto each and all
Maker and original
The world is the ring of his spells
And the play of his miracles

. . . .

Thou seekest in Globe and galaxy

---

[1] انگوٹھے اتنا وہ پُرش (ذات لایزال) جسم کے اندر (ہردیہ یعنی قلب میں) موجود (مقیم) ہے ٭

He hides in pure transparancy,
Thou seakest in fountains and fires;
He is the essence that inquires;
He is the axis of the star;
He is the sparkle of the spar;
He is the heart of every creature;
He is the meaning of each feature;
And his mind is the sky;
Than all it holds more deep more high.
(Tennyson)

ترجمہ انگریزی وہ (عارفِ ذات) آزاد و لاپرواہ ہے۔ اپنی شراب روپ طاقت (رُوحانی زندگی) کو ہر زمانہ کی نسل کو دل کھول کر عطا فرماتا ہے۔ وہ ہر زمانہ و نسل انسان اور ہر فردِ بشر کے دل ٹکڑ کر (یہ مستی کی شراب) پلاتا ہے۔ وہ اِس دُنیا کا بنانے والا اور اصل منبع ہے۔ دُنیا اُس کے منتروں کا (یا جادو کا) جھلا (انگوٹھی) ہے۔ اور اُسکے معجزوں یا کرشموں کا میدان ہے۔ تو (اُس عارف کو یا منبعِ ذات کو) لوک اور پرلوک میں ڈھونڈتا ہے مگر وہ (یار غار) خالص صفائے قلب میں چھپا موجود ہے۔ تو اُسکو بہشت کے چشموں اور یگیوں وغیرہ کی آگ میں ڈھونڈتا ہے۔ مگر وہ خود اُس طالب (دریافت کنندہ) کی ذات خاص ہے۔ وہ (دُھرو) ستارہ کا محور ہے۔ یعنی وہ قائم بالذات ہے وہ نُور کا بھی نور ہے۔ وُہ ہر مخلوق کا دل ہے۔ وہ ہر ایک خط و خال کے معنی و مطلب ہے۔ یعنی تمام اسماء و اشکال اُسی (یار غار ذات) کو دلالت کرتے ہیں اور اُس کا اپنا دل وسیع آسمان ہے (جسکے اندر لوک پرلوک گھرے ہوئے ہیں)۔ اور وہ (ذات الٰہی) اُن سب کی نسبت زیادہ گہرا اور بلند ترین ہے ✦

۵ ؎ بلبل از گل بگذرد چوں در چمن بیند مرا
بت پرستی کے کند گر برہمن بیند مرا
در سخن پنہاں شدم چوں بوئے گل در برگ گل
ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

۵؎ بلبل اگر مجھ کو چمن میں دیکھ لے تو پھول چھوڑ دے اگر برہمن مجھکو دیکھ لے تو بت پرستی پھر کب کرے ۔ میں بات میں اس طرح پوشیدہ ہوں جیسے کہ پھول کی خوشبو پھول کی پتی میں ۔ جو کوئی کہ میرے دیکھنے کی خواہش (طلب) رکھتا ہے وہ میرے کلام میں مجھکو پاوے ۔

ساہو دُور دوئی جب ہووے | ہمری کون کوئی پت کھووے؟
سِندھ دیکھے رنچک سم دیکھیں | آج نہیں پربت سم پیکھیں!
ایسا کون نشا تم پِیتا | اب، لو آپ سی ناہیں کیا!
چمکے نُور تیج سب تیرا | تیرے نین کا ہے اندھیرا؟
تُو تاں آپ بھوپ پتی راجا | تُو ہی تین لوک کو ساجا

او دریائے وحدت کی موج! پیارے human face
divine (انسان صُورت فرشتے) اہلِ نشاط کے قہقہے میں بلبل
کے چہچہے ہیں۔ رستم کے نعرۂ کارزار ہیں۔ مظلُوم کے نالۂ دلفگار
ہیں۔ غنچوں کی چٹک ہیں۔ غنچہ لبوں کی مُسک میں تیری ہی کھٹک
ہے۔ کیا بازار۔ اور کیا گلزار۔ کیا کچکولِ گدائی۔ اور کیا تاجِ شاہی
تیرے دربار میں بار پانے کو ترستے ہیں۔ گلرخوں کی آواز اور بلبلوں کے
نغمے تیری تصدیق کے بھوکے اور پیاسے ہیں۔ نافۂ ختن کو خوشبو
اور پیاز کو بدبو کا سرٹیفکٹ تیرا ہی دیا ہُوا ہے۔ ایک پتھر
(ہیرے) کو جو چاٹا جائے تو سم ہلاہل ہے۔ یہ بلند رُتبہ تیرا ہی

مرحمت کیا ہُوا ہے۔ لبِ جاناں پر صاد تیرا ہی عطیہ ہے ۔

ل باده از ما مست شد نے ما زمے
ہم ز ما داں بوسۂ گل آواز نے

Ye glittering towns with wealth & plenty crowned
Ye feilds where summer spreads profusion round
For me your tributary stores combine,
Creation's heir the world, the world is mine.

(۱) دُنیا کا وُہ حصہ جو قوتِ شامہ سے محسوس ہوتا ہے آکاش اور (۲) وُہ جو قوتِ لامسہ سے معلوم ہوتا ہے۔ وایُو (۳) وہ جو قوتِ باصرہ سے محسوس ہوتا ہے۔ تیج (۴) وہ جو ذائقہ سے جانا جاتا ہے۔ جَل (۵) وہ جو شامہ سے محسوس ہوتا ہے۔ پرتھوی۔ یعنی یہ کُل پنج بھوتک جگت (مذکورۂ بالا پانچ عنصروں سے مرکب پر پنچ) اپنی ہستی کے لئے تیرا محتاج ہے۔ او پیارے شاہ

س نیست غیر از ہستئ تو در جہاں موجود ہیچ
خواہ در انکار کوش و خواہ در اقرار باش

ل شراب ہم سے مست ہے۔ ہم شراب سے نہیں۔ ایسی ہی بانسری کی آواز اور پھُول کی خوشبو ہماری وجہ سے ہی ہے۔ ایسا سمجھ ۔

ے اے دولت و افراط سے سرتاج ہوئے بارونق شہرو! نے کھیتو! جن میں موسم گرما چاروں طرف (سبزہ زار) بے تحاشا پھیلاتا ہے! میرے لئے تمہارے یہ معاون ذخیرے اکٹھے ہوتے ہیں۔ تمام کائنات کی وارث یہ دُنیا ہے۔ اور یہ دُنیا میری ہے ۔

سہ تیری ہستی کے سوائے جہان میں کوئی موجود نہیں ہے ایں خواہ تُو انکار کر اور خواہ اقرار ۔

تیری علم (Consciousness) روپی کرنیں روزنِ دیدہ سے نکل کر الوانِ گوناگوں کو وجود میں لاتی ہیں۔ تیرے شعور کی شعاعیں کانوں سے نکل کر بیٹھے اور کرخت آوازوں کو موجود کرتی ہیں ٭

اے پشت پناہِ صغیر و کبیر! تیرے بھروسے دلیر ہو کر صبا کو اٹکھیلیاں سوجھتی ہیں ٭

भीषाऽस्माद् वातः पवते। भीषोदेति सूर्यः।
भीषाऽस्मादग्निश्चेन्द्रश्च। मृत्युर्धावति पञ्चमः इति॥

(یجروید۔ تیتریہ اپنشد برہم ولی۔ انوواک ۸۔ منتر پہلا)

مطلب:۔ جس کے بھئے سے ہوا چلتی ہے۔ جس سے دہشت زدہ ہو کر سورج نکلتا ہے۔ جس کے خوف کے مارے اگنی اندر تگ و تاز میں رہتے ہیں۔ اور جس سے ہراساں ہو کر ملک الموت مارا مارا پھرتا ہے۔ وہ برہم تیرا ہی اپنا آپ ہے" ٭

؎ جلوہ گاہِ رُخ تو دیدۂ من تنہا نیست ماہ و خورشید ہمیں آئینہ می گردانند[1]

तस्मै सर्वं ततः सर्वं स सर्वं सर्वतश्च सः (باشسٹ)

حیرانی ہے کہ

؎ جب وہ جمالِ دل فروز صورت مہرِ نیم روز
آپ ہی ہو نظارہ سوز پردہ میں منہ چھپائے کیوں

اگنی کی تجلیات سے لکڑی پتھر وغیرہ گوگو جل اٹھیں۔ لیکن اپنے تجلیات سے آگ کو کبھی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ سلطان کے جلال سے وزرا و اُمراء

---

[1] تیرے چہرہ کی جلوہ گاہ (یعنی تیرے چہرہ کا جلوہ دکھانے والی) صرف میری ہی آنکھ نہیں۔ بلکہ چاند اور سورج بھی یہی آئینہ (اپنے سامنے لاتے ہیں (یعنی انکی آنکھیں بھی تیرا ہی جلوہ ہے یا وہ بھی تیرے رُخ کے دکھوانے والے ہیں۔ اُسی (برہم) کے لئے یہ سب تمام خود پیدا ہوئی ہے۔ اُسی سے کہ یہ سب ہے۔ وہ خود یہ سب ہے اور سب جگہ وہی ہے ٭

گو خوف زدہ ہو جائیں لیکن اپنے جلال سے سُلطان کبھی ہراساں نہیں ہوتا۔ شیر کا نعرہ اور شیر مرد کی للکار۔ تلوار کے جوہر اور سانپ کی پھنکار۔ زاہد کی دھمکی اور قاضی کی پھٹکار تیری ہی تجلیات ہیں۔ تو اُنسے Panic stricken (خوف زدہ) کیوں ہے شش و پنج میں کیوں پڑتا ہے؟ انکو "گھر کی بلی گھر کو میاں" والا حساب بنانے کی اجازت کیوں دے رہا ہے؟

۵۔ دشنۂ غمزہ جاں ستاں ناوک ناز بے پناہ
تیرا ہی عکس رُخ سہی سامنے تیرے آئے کیوں؟

پیارے! ذرا اپنے آپ میں آکر تو دیکھو۔ خطرہ کیسا؟ بلا کا کیا کام؟ مصیبت کا کیا نام؟ غم و غصہ رنج و محن کا واسطہ کیا؟

سلہ مست و خراب میروم بے سر و پا ہمیروم بیم ندارم از بلا تن "تلملا" تلا تلا
راہِ بقا ہمیروم چوں شہِ چرخ مفردم غم نخورم زمانہ را تن "تلملا تلا تلا

आनन्दं ब्रह्मणो विद्वान्। न बिभेति कदाचनेति ॥

(یجروید تیتریہ اُپنشد۔ برہم ولی۔ انوواک ۴ منتر پہلا۔)

"آنند (ذات کے سرور) والے کو بیم و حذر کیسا"؟

روپیہ پیسہ کے حساب کتاب میں۔ منطق اور فلاسفی کے گورکھ دھندوں میں اور سائینس ریاضی کے اندر جال میں اوروں کے دیکھا دیکھی (بھیڑ چال) باریکیاں چھانٹتے ہو۔ موشگافیاں کرتے ہو۔ پر (گھڑے جتنا نہیں پہاڑ جتنا موتی) دُرِ یتیم یعنی اپنا آپ) غائب کر بیٹھے ہو۔ حیرت ہے ؂

سلہ میں مست و دیوانہ بن کر اور بے سر و پا ہُوا پھرتا ہوں۔ مجھے دُکھ سے کچھ خوف نہیں۔ بقا کے راستے پر میں چلتا ہوں اور آسماں کے بادشاہ کی مانند واحد ہوں۔ مجھے زمانہ کا ذرا فکر نہیں۔ تن تلملا تلا تلا ؂

ع نہاں چوں ماند آں رازے کہ بودہ شمع محفلہا

میرے عزیزو! اپنی گم کردہ انگشتری کو ایک دفعہ پالو۔ زمین و زمان میں حکمراں تم ہی ہو ❖

سلیمانا! بیار انگشتری را | بطبع و بندہ کن دیو و پری را
زچاہ و آب چہ رنجور ماندیم | روان کن چشمہائے کوثری را
ز صورتہائے غیبی پردہ بردار | منور کن سرائے شش دری را

نادان زاہد! اخلاقی تعلیم کے ایڈوکیٹ! کہاں تک پہرہ دوگے؟ کہاں تک بیم و رجا کے فتووں سے "ہو کم تر" کروگے؟ کہاں تک دوزخ اور مصیبت کے جیلخانوں سے دھمکاؤگے؟ کہاں تک طرح طرح کی گیدڑ بھبکیاں سناؤگے؟ جب تک رات (جہل اودیا) دُور نہ ہوگی چوری یاری جوا شراب خواری وغیرہ کبھی بند نہ ہونگے۔ لاکھ جتن پڑے کرو ❖

سلہ وہ راز جو محفل کی شمع بن چکا کب تک پوشیدہ رہ سکتا ہے۔ مراد یہ کہ جو بھید عام مجلس میں ظاہر کیا گیا پھر اس کا پوشیدہ رہنا بالکل ناممکن ہے ❖

سلہ اے سلیمان تو اپنی انگوٹھی لا۔ اور دیو و پری کو اپنا تابعدار بنا۔ ہم اس دنیوی پانی و کنوئیں سے بیمار ہو گئے ہیں۔ تو اپنے بہشت کے چشمے کو جاری کر پوشیدہ صورتوں سے پردہ اٹھا۔ اور چھ دروازہ والے مکان (یعنی جسم) کو روشن کر+ سلہ رات کے چوکیدار پہرہ دار کی آواز جو ذرا کھٹکا سننے ہی بولتا ہے کہ "کون آتا ہے"؟ یا کون ہے؟"

(1) Deeds of darkness cannot be (۱)
avoided in the dark.

سچی ودیا (Light, Truth) رُوپی سُورج نکلنے پر پاپ اور گناہ
اندھیرے کے ساتھ ہی ہرن ہو جائینگے۔ افلاطون نے کیا سچ کہا
ہے Knowledge is virtue یعنی گیان ہی شُدھی رُوپ ہے
سُورج کے نُور کے آگے دیپک وغیرہ کے نور کی روشنی کبھی
ظاہر نہیں ہو سکتی۔ گیان وان (عارف) کے آنند رُوپی سُورج کے
رُوبرُو لذاتِ نفسانی کے چراغ کیونکر جل سکتے ہیں؟ Orpheus
(اور فیوز) کے نِروانی نغموں کے ہوتے بچاری (Sirens)
(سائرن) کی سارنگی کیا کر سکتی ہے؟

"What woman will you find,
Though of this age The wonder & the fa[ir]
On whom His leisure will vouchsafe an ey[e]
Of fond desire? . . . .

۱؎ جو افعال تاریکی یا اگیان کے ہیں وہ اندھیرے میں بند نہیں کئے جا سکتے۔ مراد
یہ کہ جہالت کے کام جہالت میں دُور نہیں ہوتے بلکہ علم (گیان) کی روشنی سے دور ہوتے
ہیں۔ ۲؎ ایسی کونسی عورت تمہیں ملیگی۔ خواہ وُہ اس زمانہ کی اعجوبہ اور مشہور ہی ہو۔
جس پر اُس کی (یعنی عیسیٰ مسیح کی) فرصت شوق بھری خواہش کی نگاہ ڈالے گی
. . . . اُس کی (یعنی مسیح کی) شاندار پیشانی سے گویا
نیکی کی پہاڑی کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے کوئی شخص کس نگاہ سے دیکھے گا؟ حقارت
سے اُسکی (عورت کی) پرواہ نہ کریگا۔ اور اُسکی تمام دلفریب کششوں کو شکستِ فاش دیگا۔

....

"How would look from his majestic brow,
Seated as on the top of virtue's hill,
Discountenance her despised, and put to rout
All her array!" (Milton)

رنگدار مہتابی کی روشنی کالے توے پر بھی پڑ جائے تو اُسے جگمگا دیتی ہے منوّر کر دیتی ہے۔ ویسے ہی معشوق کے خط و خال اس بھرے چہرے پر عاشق مزاج کی نگاہ پڑ کر اُسے بُقعۂ نُور بنا دیتی ہے ؂

"A thing giveth but little delight (1)
That can never be mine" (Wordsworth.

۲؎ بادہ از ما مست شد نے ما ازو ہم زبا داں بُوئے گُل آواز نے

وُہ مہاتما جو اس حسن و خوبی کی حقیقت کو جانتا ہے اور اپنی ذات کو پہچانتا ہے اُس نورٌ علیٰ نُور کے رُوبرُو شہوت وغیرہ جذبات کے جگنو ذکرکاب؟ (شب تاب) بھلا کیونکر چمکیں گے؟ ؂

اے عزیزا! آفتاب تیرا اپنا آپ ہے۔ تیری آنکھ کھولنے پر روزِ روشن نمودار ہوتا ہے۔ آنکھیں بند کرکے اودیا (جہل) کی شبِ تاریک کیوں بنا رکھی ہے؟ ؂

मातः, किं बहुनाथ, देहि चषकं, किं तेन ?

۱؎ جو چیز کہ بہت کم آنند دیتی ہے۔ وہ میری ہرگز نہیں ہو سکتی۔

۲؎ شراب ہم سے مست ہوتی ہے۔ ہم شراب سے نہیں۔ پھُول کی خوشبو اور بانسری کی آواز (مٹھاس) ہم سے ہی بنی ہے ؂

पातुं पयः। न चास्त्यकस्मिन्‌ वा निशि, निशि का, वांधकारोदये। आमीलय अक्षि युगं निशाप्युपगता देहीति मातुर्मुहुः। वक्षो जां शुक कृष्णोद्यतकर कृष्णास्त्वपुष्णातनुः॥

(लीला शुक)

مطلب:-

کرشن:- ماں! ماں!

یشودھا- کیوں میرے لال- کیا؟

کرشن:- مجھے ایک کٹورا دو- جلدی!

یشودھا:- کیا کروگے اُسے؟ کٹورے سے بھی کوئی کھیلتا ہے؟- وُہ کھلونے پڑے ہیں- اُن سے کھیلو۔

کرشن:- (ادا سے گردن نیوڑا کر) میں کھیلنے کے لئے کٹورا مانگ رہا ہوں؟ ہم تو دُودھ پئیں گے۔

یشودھا:- لال ابھی سے دودھ کہاں؟ یہ کوئی وقت ہے دودھ کا؟ دودھ تو ہے نہیں- کٹورا کیا کروگے؟

کرشن:- (ناز سے جھلا کر) اُوں! اُوں! اور کب دودھ ہوگا؟

یشودھا:- ابھی تم مکھن کھاؤ اور رات پڑ لینے دو- پھر پیٹ بھر کے تازہ دودھ پی لینا۔

کرشن:- (ہونٹ بسور کر) ہائے رات کب پڑیگی؟

یشودھا- جب اندھیرا ہوگا۔

یہ سُن کر ننھے کرشن نے جھٹ آنکھیں میچ لیں اور پُھرتی

سے ہاتھ پھیلا کر زور سے کہنے لگا "لا۔ دودھ دیدے۔ اندھیرا ہو گیا لا۔ دودھ دیدے۔ رات پڑ گئی" ۔

ماتا یہ چالاکی دیکھ حیران رہ گئی۔ کھل کھلا کر ہنسی اور پریم سے بیخود ہو کر بچے کو چھاتی سے لگایا اور پیار کرنے لگی ۔

وہی کرشن (پرم آتما) آنکھ میچ کر روز کو شب بنانے والا۔ کھیر سمندر کا مالک دودھ کے کٹورے کی خاطر رونے والا۔ تمہارے "سر پہ آنکھوں پہ کلیجے پر" بیٹھ کر لیلا کر رہا ہے وہی چوروں کا لارڈ [illegible] تمہارے دل و دماغ کی کوٹھری [illegible] میں چھپ کر حواس وغیرہ کی پتلیاں نچا رہا ہے۔ وہ کرشن تمہارا ہی آتم دیو ہے۔ تم ہی ہو آنکھیں بند کر کے رات بنانے کی مخول بازی چھوڑو!

ع یہ ہنسی خوب نہیں او گلِ خنداں ہم سے

ہنسی کی ٹھسی کر رہے ہو ۔ او شنکر شنو! تیرے سامنے تیری لاپرواہی مجسم ہو کر "کام" (جذبات وغیرہ) کے روپ میں نمودار ہو مجھ پر تیر و تفنگ برسا رہی ہے۔ کھول اپنا تیسرا نیتر (گیان چکشو) اور اس "کام" کو قرۃ العین میں کر بھسم ۔

شعر

نہ مارا آپ کو جو خاک ہو اکسیر بن جاتا

اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا

او آفتاب انسان! آپ ہی اودیا (جہل) کے بادل بنا کر اپنے نور کو محجوب مت کرے۔ اپنا پرکاش آپ ہی مت ڈھانک ۔ کیوں نہیں ہر دم تجھ سے نور کے چشمے چاروں طرف جاری رہتے؟ او آہوئے ختن (طالبِ حق)! تیری خوشبو سے صحرائے عالم مہک جانا چاہیئے۔ تیرے مشکدھ

(Peace on earth + Goodwill) پیس آن ارتھ کی بدولت شانتی اور آنند سے ہوا سے دُنیا معطر ہونی چاہیئے۔ جیسے شمع سے نُور ہر سُو چاروں طرف برستا رہنا چاہیئے۔ مرد یا عورتوں کے سینوں میں جذبات کے طوفان اور فساد و عناد کی آندھی کو بجز امرت برسانے والے درشن ہی پاکر رُک جانا چاہیئے۔ جیسا کہ بھگوان دتاتریہ کو دُور سے دو ایک مرتبہ دیکھنے سے ایک اوّل درجے کی فاحشہ عورت کی زندگی پلٹا کھا گئی۔ کلیجے ٹھنڈک اور آنکھوں ٹھنڈک دینے والے درشنوں سے شانتی کی ایسی برشا ہو گئی کہ گویا سخت آندھی کا طوفان دُور ہو گیا۔ بچاری کے دل کی کشمکش اور کثافت کا گرد و غبار ایک دم سب بیٹھ گیا۔

ہر گیان پردیپ سدا لکھے	من مندر یوگن کے بس کے
بھو موہ اُدے جو ہردے تن کے	تم پنج وُہی تا کو ہٹکے
اَتی تُول اننگ پتنگ مہا	چھن ماہیں سُبھاوک تاہیں دَلے
نہ کام سموہ گُن آگرد سپلے	سو سینہ سینہ وہی ارپلے
بجھے آتی بھال کے بھاگ بھلے	اس دیپک تان من دھام سجلے
لہٰ الا است گوہر ابحر معنقا	کہ در عالم تُوئی پنہان و پیدا

لہ معرفت کا چراغ ہر وقت جلتا ہے عارفوں کے حرم دل میں قائم ہو کر۔ علہ نیز اُسکے دل میں اگر غفلت آنا چاہے تو اس ظلمات کے انبار کو وُہی (معرفت ذات کا چراغ) رفع کرتا ہے (۳) کام (جذبات) کا از حد بیقرار پتنگ آن کی آن میں خود بخود اس شمع پر جل جاتا ہے (۴) بے غرضانہ اعمال اس شمع کی زبان (بتی) ہیں۔ محبت کا تیل اس شمع میں خرچ ہوتا ہے (۵) جن لوگوں کا بخت از حد یاور ہو اُنکے محل دل میں یہ شمع روشن ہوتی ہے لتہ خبردار لتہ صاف سمندر کے موتی! کہ جہان میں پوشیدہ و ظاہر تُو ہی ہے +

صاف و شفاف بلور کے پاس اگر نیلا کپڑا پڑا ہو تو بلور نیلا نظر آئیگا
اگر پیلا کانچ کا ٹکڑا پہلو میں دھرا ہو تو بلور پیلا دکھائی دیگا۔ سُرخ شے کے
قریب ہونے سے سُرخ معلوم ہوگا۔ فی الواقع بلور سب رنگوں سے مبرا ہے
کوئی سیال (مایع یا گیس) اپنی لطافت کے باعث گول گلاس میں گول
صُورت قبول کریگا۔ چوڑے کٹورے میں چوڑا۔ اور چکور برتن میں چکور
ہو جائیگا۔ لوہے کی لمبی سلاخ آگ میں سُرخ گرم کی جائے تو اُسکے ساتھ
مِلکر آگ لمبی نظر آئیگی۔ گول توا بھٹی میں تپایا جائے تو توے سے مِلکر
آگ گول معلوم ہوگی۔ چوڑی چیز میں داخل ہوکر آگ چوڑی دکھائی دیگی
فی الحقیقت آگ کی کوئی شکل نہیں۔ سب آنکھوں والے (اہلِ بصیرت)
اِس امر کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور علم مناظرہ (Optics) نے
ثابت کر دیا ہے کہ در و دیوار گلزار و چشمہ سار جو تم دیکھتے ہو
در اصل روشنی ہی کو تم دیکھتے ہو۔ روشنی ہی کی کرنوں میں سارا
جہان نظر آتا ہے۔ یہی روشنی "سُوہا سُرخ سوسنی" بنی ہوئی ہے
حالانکہ یہ کہ اپنی ذات میں بالکل بیرنگ ہے۔ اب جس طرح بلور سیال
نار اور نور اپنی صفائی کے باعث اشکال و الوان بوقلموں قبول کرتے
ہیں ٹھیک اُسی طرح نورِ تعلی نور آپکا اصلی اپنا آپ (آتم دیو) بباعث
اپنی صفائی کے کہیں کچھ اور کہیں کچھ ہوکر نظر آتا ہے۔

अग्निर्यथैको भुवनं प्रविष्टो रूपं रूपं प्रतिरूपो बभूव।
एकस्तथा सर्वभूतान्तरात्मा रूपं रूपं प्रतिरूपो बहिश्च॥

ل جیسے ایک ہی سارے برہمانڈ (سنسار) میں داخل ہوکر ہر ایک کے بھید سُوہا مختلف روپ ہوگئی ہے
ویسے ہی ایک آتما جو سب موجودات کے اندر ہے ہر ایک کے بھید سے نانا روپ (انواع و اقسام) ہوگیا ہے

(یجر وید۔ کٹھ اُپنشد۔ ادھیائے پہلا۔ ولّی ۵۔ منتر ۹)

یار کو ہمنے جا بجا دیکھا کہیں بندہ کہیں خدا دیکھا
صورتِ گُل میں کھلکھلا کے ہنسا شکل بلبل میں چہچہا دیکھا
کہیں ہے بادشاہِ تخت نشیں کہیں کاسہ لئے گدا دیکھا
کہیں عابد بنا کہیں زاہد کہیں رندوں کا پیشوا دیکھا
کر کے دعویٰ کہیں اناالحق کا بر سرِ دار وہ کھچا دیکھا
دیکھتا آپ ہے سے ہے آپ نہ کوئی اُسکے ماسوا دیکھا
بلکہ یہ بولنا تکلّف ہے ہمنے اُسکو سنا ہے یا دیکھا

ع گر نُور ہے تو وہ ہے اور نار ہے تو وہ ہے

ہر رنگ میں بستا ہے۔ تاہم یہ کرشمے سب نمودی ہیں۔ وجودی نہیں وہ اپنی ذات میں پاک ہے۔ مبرّا ہے + ماتا کہ بدّھی (ادراک) اور پران اُسی کے بحرِ وجود میں بلبلے سے ہیں۔ یا اُس رسی میں سانپ کی طرح بھاستے ہیں۔ تاہم وہ بے لوث ہے۔ مشاہدہ ہے + وہ (آپ کا اصلی اپنا آپ) جسم نہیں ہے۔ حواس نہیں ہے۔ وہ پران نہیں ہے۔ بدّھی نہیں ہے۔ پر ہائے عدسے ذِہن صفائی سچائی اور رسائی سے اِ کہ روشنی بلّور وغیرہ کی طرح جو ما اُسی کے ہو گئے۔ جس سے بھینٹ ہوئی اُسی سے اپنیہ ہو گئے + شریر کے ساتھ ایک ہوکر کہنے لگ پڑے۔" میں بدر کا آشرم جاؤں گا۔ شری امرناتھ سے ہو آیا وغیرہ" پرانوں سے مل کر اُن کے گُن اپنے میں ارگن سلئے اور بول اُٹھے "مجھے بھوک پیاس لگ رہی ہے۔ دودھ لاؤ" بدّھی (ادراک) سے

پیاری ہوئی تو بس ایسی کہ اُس کنیزک کو اپنی مُہر شاہی سونپ دی
جو کچھ اُس سے سرزد ہُوا مان بیٹھے۔ ہیں سنے کیا ہے۔ مثلاً میں نے
کیا خوب مضمون لکھا ہے۔ یہ دلیل کیسی برجستہ سوچی ہے وغیرہ"
او بھوسے مہیش۔ میری جان! بلہار! تمھاری صفائی لطافت
نزاکت پر بلہارا! پر ذرا دیکھنا وہ بات مت کرو" جس لائی
رنگلیں اُسے نال اُٹھ چلیں" * بُدھی۔ پران۔ من۔ اندریہ وغیرہ کا
سنسنک چھوڑ دو۔ اور اپنے تئیں کلنک مت لگاؤ۔

سلہ بام پر نگے نہ جانا تم شب مہتاب میں
چاندنی پڑ جائیگی میلا بدن ہو جائے گا

असंगोऽहं असंगोऽहमसंगोऽहं पुनः पुनः।
सच्चिदानन्दरूपोऽहमेवाहमव्ययः॥ (برہم نادا وتی)

تم سب چت آنند گھن ہو۔ یہ پران وغیرہ کیوں بنے پھرتے ہو
ست جڑ دکھ سروپ کہلانے میں کیا سواد دھرا ہے؟ پیارے
اس خودکشی سے فائدہ؟ "خون و خوسے و منی و بول و
لعاب" ان پانچ پانیوں کے کیچڑ (پنج آب۔ پنجاب۔ جسم) میں کیوں
پھنسے ہو۔ عجب دل لگی ہے! * سلہ

تو چنیں نہاں دریغے کہ مہے بزیر میغے * بدراں تو میغ تن راکہ مہی وخوش لقائی

سلہ میں اسنگ (لاتعلق) ہُوں۔ میں اسنگ ہُوں یعنی میں مطلقاً لاتعلق (اسنگ) ہُوں میں
سچدانند سروپ (ہستی۔ علم و سرور) ہُوں اور میں ہی لازوال ذات (اناشی آتما) ہُوں *
سلہ افسوس تو ایسا پوشیدہ ہے جیسے کہ چاند بادل کے تلے چھپا ہوتا ہے۔ تو اس بدن
روپی بادل کو پھاڑ ڈال۔ کیونکہ تو چاند ہے اور بہت ہی خوبصورت ہے *

طالب:- کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ بھلا ہم جیو (پاپی بندے) ست چت آنند (ہستی علم۔ سرور) کیونکر ہو سکتے ہیں؟ توبہ! توبہ!! (توبہ توبہ) ایسا کفر! ساری خدائی تو پکارتی ہے کہ ہم ظلوم و جہول ہیں۔ اور آپ خواہ مخواہ ہمیں برہم (خدائے پاک) گردانتے ہیں۔ خدا کی پناہ! خدا کی پناہ!! ☩

عارف:- پیارے! سخت حیرت ہے کہ آپ برہم کے ماسواء اور کچھ بھی نہیں ہو۔ سراسر برہم ہی برہم ہو۔ اور پھر انکار کرتے ہو۔ ہر فرد بشر گوش فلک کو بہرہ کر دینے والے صدائے بلند سے پکار رہا ہے کہ میں پاک ہوں۔ سرور مطلق ہوں۔ نہیں مرنے والا۔ ایک ہی ہوں۔ بالا ترین ہوں۔ چیتن گھن ہوں وغیرہ۔ تس پر بھی آپ منکر ہوتے ہیں ☩

ع غضب کرتے ہو ظالم آگ پانی کو لگاتے ہو ☩

طالب:- یہ اور بھی الوکھی سنو۔ اوروں کو تو رہنے دیجئے۔ بندہ اپنی بابت ایسا کہہ سکتا ہے کہ کبھی بھولے سے بھی نہ کہا ہوگا کہ میں برہم ہوں۔ بتائیے تو سہی کہ آپ کے سامنے کب خدائی دعویٰ کیا تھا۔ اور کس زبان میں کیا تھا؟

عارف:- سنسار کے کورو کشیتر میں آپ اور باقی سب لوگ اعمال (عمل) کی زبان سے Shivoham Shivoham (انا الحق انا الحق) کا لیکچر دے رہے ہو۔ گو چمڑے کی زبان سے انکار کر جاؤ۔ پر زبانی قیل و قال کی نسبت اعمال کا ڈھنڈورا زیادہ قابل اعتبار ہوتا ہے "Acts speak louder than words"

ایک نوجوان شراب پی کر مست پڑا تھا۔ اُس کے باپ نے آ کر لعن و تشنیع شروع کی۔ نوجوان صاف مکر گیا۔ اور قسمیں کھا کھا کر بولا کہ مَیں نے شراب چھوئی تک بھی نہیں۔ پر مستی بھی کہیں چھپی رہ سکتی ہے؟ نشہ آنکھوں میں بول رہا تھا۔ خود بخود شراب کی رپورٹ دے رہی تھی۔ انکار کرتے ہی رہا تھا کہ نے آ گئے۔ لو۔ اب کیا چھپاؤ گے؟

سے نہیں چھپتا شالِ جو چھپائے لاکھ پردوں سے
مزا پڑتا ہے جس گل پیرہن کو سبلے حجابی کا

زبان سے ہر چند چھپانا چاہا۔ پر اعمال نے تشہیر کر ہی دیا۔

اے عزیز! عین سرور (مستی آنند گھن) تیری اصل ذات، ہے تو اِس مُشک کو چاہے جتنا چھپا۔ چھپے گی کبھی نہیں۔

(ا) یُدھشٹھر سے سوال کیا گیا کہ آشچریہ (تعجب) کیا ہے؟

جواب دیا کہ

अहन्यहनि भूतानि गच्छन्ति यममन्दिरम् ।
शेषाः स्थिरत्वमिच्छन्ति किमाश्चर्यमतः परम् ॥

(مہابھارت)

یعنے ہر روز دیکھتے اور سنتے ہیں کہ فلاں مر گیا۔ فلاں رحلت کر گیا۔ اور جانتے بھی ہیں کہ جو پیدا ہوا ضرور مرے گا۔

سلہ روز بروز لوگ یم لوک (ملک الموت) کو جاتے ہیں (یعنی یہ سب کے دیکھنے میں آتا ہے کہ آج فلاں مر گیا مگر تاہم بھی جو ابھی اُس کے پنجہ میں نہیں آئے (وہ) باقیماندہ لوگ جینے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اس سے زیادہ تعجب انگیز کیا ہو گا۔

سہ زندگی موت تھی اک عمر میں ثابت یہ ہُوا
میرا ہونا تھا فقط میرے نہ ہونے کے لئے

تس پر بھی کسی کو اپنی موت کا یقین نہیں آتا۔ منہ سے گو ہر وقت موت کی راگنیاں پڑے گائیں کہ "یہ دُنیا ہے چار دہاڑے اپنے رہنا ناہیں۔ وغیرہ" لیکن عملی طور پر اس کی تردید میں ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔ کار و بار کا سلسلہ برابر پھیلاتے جاتے ہیں۔ اور اپنے بڑھاپے یا تجرد کے خیال کو دریا بُرد کر اس لاپرواہی سے بحرِ فنا میں حرص کا لنگر ڈال بیٹھتے ہیں کہ گویا موت کا طوفان کبھی آتا ہی نہیں۔ اس سے بڑھ کر حیرتناک اور کیا ہو سکتا ہے؟ آخر اس میں بھید کیا ہے؟ ایک دن جسم کے نیست ہو جانے میں تو کچھ شک ہی نہیں۔ پھر مرنے کا کیوں اعتبار نہیں آتا؟ پیارے! اسکے صریحًا یہ معنے ہیں کہ تمہاری ذات میں "مرنا" نام کو بھی نہیں۔ تمہارا آتما امر ہے۔ اکال ہے۔ تمہارا اصلی اپنا آپ ست سروپ ہے (حیٌّ لا یموت ہے)

जीर्यन्ति जीर्यतः केशा दन्ता जीर्यन्ति जीर्यतः।
जीवनाशा धनाशा च जीर्यतोऽपि न जीर्यति॥

سہ بفکرِ نیستی ہرگز نمی اُفتند مغروراں + اگرچہ صورتِ مقراض لا دارد گریبانہا

لہ بوڑھے آدمی کے بال اور دانت تو گھِر جاتے ہیں لیکن دولت اور زندگی کی ہوس تب بھی نہیں مٹتی ہے۔

سہ مغرور لوگ نیستی کے فکر میں ہرگز نہیں پڑتے۔ اگرچہ اُنکے گریبان لا (نفی) کا جیسی قینچی کی صورت رکھتے ہیں۔

न हन्यते हन्यमाने शरीरे ॥

"Death hath not touched it at all,
Dead though the house of it seem!"

سہ بہ پوشندۂ جامہ جان است نام ٭ خیالِ فنا گشتنش ہست خام

تم سے مرنا تو کبھی ہے نہیں۔ موت کے قال و قیل پر عملی اعتقاد کیونکر جمے ہا اِسی واسطے تمھارا ہر ایک فعل یہ دف بجا رہا ہے کہ

ع ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

( ) اور سُنیئے۔ منہ سے تو "میں پاپی میں پاپی" کی گپ ہانکتے نہیں شرماتے۔ بلکہ بعض اوقات اس نا ملائم خیال کو feelings (پریم) کے پاکیزہ لباس میں سجاتے ہیں۔ مثلاً

شعر چار چیز آوردہ ام شاہا کہ در پیش تو نیست
عاجزی و بےکسی عذر و گناہ آوردہ ام

مگر عملی طور پر متواتر اسکے بر خلاف یہ جتلانے والے لکچر دیئے جاتے ہیں کہ "میں بے لوث ہوں۔ شُدھ ہوں۔ نرلیپ ہوں۔ پاک ہوں"

لہ شریر کے مارے جانے سے ذاتِ حق (آتما) فنا نہیں ہو جاتی (یا فنا کی جا سکتی)

لہ موت نے کبھی اُس (ذاتِ لا زوال) کو نہیں چھوڑا۔ اگرچہ جسم یا گھر اُس کا مُردہ معلوم ہوتا ہے ٭

لہ کپڑے (جسم روپی لباس) پہننے والی جان ہے اُس کے فنا ہونے کا خیال خام ہے

لہ جہان کے دفتر پر ہماری ہی ہمیشگی درج ہے ٭

لحہ اے بادشاہ میں چار چیزیں ایسی لایا ہوں جو کہ تیرے پاس نہیں ہیں (۱) عاجزی (۲) بےکسی (۳) عذر اور (۴) گناہ ٭ (اس سے آگے دوسرے صفحہ کے نوٹ کو دیکھو)

सत्यमेव जयति नानृतं ۔ آخر حقیقت کو کوئی کہاں تک دھوکا دے گا
ع کوڑ نکھٹے نانکا اوڑک سچ سہی +
جب کوئی چھوٹی سی غلطی بھی دکھلا دی جائے تو ناگوار گزرتا ہے۔
سہارا نہیں جاتا۔ کوئی قصور ظاہر کر دیا جائے تو بُرا ماننے کو تیار ہیں
"ہائے ہماری عزت میں فرق آگیا" + جب کسی قسم کے نا پسندیدہ
کلمات اپنے حق میں سُنے جائیں تو متکلم کو جھٹ نوٹس دیا جاتا ہے
کہ "اپنے الفاظ کو واپس لو" (withdraw your statement)
ورنہ نالش دائر ہوگی + ایک چھوٹے
سے بچے کو قصور وار ٹھیرایا جاوے تو بڑبڑانے لگے گا۔ ایک ادنیٰ
نوکر کو الزام لگایا جائے تو ناراض ہو جائیگا +
اِس قسم کے کردار سے صاف صاف یہ معنی ٹپکتے ہیں کہ ہر
کوئی بلحاظ اپنی ذات کے پاک (شدھ) ہے۔ بے لوث (نرلیپ) ہے جسم یا
عقل کے قصوروں اور گناہوں سے کبھی تر دامن نہیں ہو سکتا +
مُرغابی خواہ گدلے پانی میں رہے خواہ گنگا جل میں۔ کبھی بھیگتی
نہیں۔ ویسے ہی آتما خواہ پاک بدھی اور جسم میں دیکھا جائے خواہ
ناپاک میں۔ سدا شدھ اور مبرا ہے +

(نوٹ نمبرہ کے متعلق) یہ یاد رہے کہ اِس عجز و انکسار بھرے شعر میں بھی
لطف کا حصّہ وہی ہے جہاں مصنف نے (personal God) (جُدا خدا) پر
اپنی برتری جتائی ہے +
لہ ست ہمیشہ جیتتا ہے اور دُوسرا نہیں +

किं गंगाम्बुनि बिम्बितेऽम्बरमणौ चांडाल वाटीपयः
पूरे वान्तरमस्ति कांचन घटि मृत्कुंभयोर् वाम्बरे ।
प्रत्यग वस्तुनि निस्तरंग सहजानंदावबोधाम्बुधौ
विप्रोऽयं श्वपचोऽयमित्यपि महान् कोऽयं विभेद
भ्रमः ॥

(شنکر آچاریہ منیشا پنچکا ستوتر)

آفتاب گنگا جل میں منعکس ہونے پر زیادہ پوتر نہیں ہو جاتا اور شراب میں درخشاں ہوکر ناپاک نہیں بن جاتا۔ ویسے ہی آتما (یعنی اصل اپنا آپ) جسم و عقل کے لاحق ہونے پر ناقص نہیں ہوتا۔ اور اُسکے کمال سے بہرہ یاب ہو کر عروج نہیں پکڑتا۔ وہ پرش جس نے اس حقیقت کو جانا ہے اور اپنے نج سروپ میں اس طرح آروڑھ ہو گیا ہے۔ جیسے عام لوگ خواہ مخواہ جسم یا عقل میں گھر کر بیٹھے ہیں۔ وہ پُرش امر ہے۔ وہ پرش بلند ترین مقام والا ہے۔ ع جہاں جاتے ہُوسے حرص و ہوا کے ہوش اُڑتے ہیں

کیوں نہیں اپنے اس راج کو سنبھالتے؟ اوروں کی تحریریں اور

لہ گنگا جل میں یا چنڈال کی گلی کے گڑھے (جوہڑ) میں یا سونے کے برتن میں یا مٹی کے گھڑے میں جب سورج اپنا عکس ڈالتا ہے۔ تو اس معکوس سورج میں بھلا کیا فرق ہو سکتا ہے؟ (یعنی عکس میں کوئی فرق نہیں ہو جاتا خواہ پانی کسی قسم کا کیوں نہ ہو) پھر اس غیر متحرک آنند اور گیان کے سمندر روپ پرتیگاتما میں تجھے ایسا وہم و فرق کیوں ہو گیا۔ کہ یہ براہمن ہے۔ یہ چانڈال (نیچ ذات) ہے؟

تقریریں پڑھتے سنتے عمریں گزر گئیں۔ ذرا اپنے جادو بھرے لیکچر کو بھی گوش رغبت سے سنو۔ جو ہر وقت دے رہے ہو۔ اور دے بھی رہے ہو زبان حال میں :-

ذرا غور کرو ہے کوئی بشر اپنے اوپر الزام آنے دیتا؟ علانیہ جرم کا مرتکب ہو چکا ہو۔ تو بھی اپنے الزام کا دھبہ کسی غیر کے ماتھے لگانے کی ترکیب کرے گا۔ اپنے نیوروں سے جوش و خروش سے۔ نہ دل سے اور زبان سے چلا چلا کر پکارے گا۔ کہ میں بے داغ ہوں۔ میں اپاپ ہوں۔ سرکاری عدالتوں میں جہاں بھلائی برائی کو دیکھنے والے جج مسند نشین ہوں۔ وہاں اور حقیقت (Truth) کو پرکھنے والے شاہد (ثالث بالخیر) یا ذرا جلوہ گر ہو کر دیکھ لے۔ جج پوچھتا ہے "تم نے فلاں اپرادھ (جرم) کیا؟" ملزم بولے گا "حضور ہرگز نہیں۔ بالکل نہیں۔ کبھی نہیں" اگر کافی شہادت اور ثبوت ملزم کے برخلاف مل جائے۔ اور اس پر فرد قرار داد جرم لگایا جائے تو بھی مجرم تو فی الواقع سچا ہی ہے اس حاکم کا ذہن مقدمہ کی اصلیت سے لڑا نہیں۔ اپیل دائر ہو۔ مگر اپیل والے نے بھی مجرم ہی قرار دیا ہے۔ تو وہ رعایت ہو گئی ہے۔ رشوت اور لحاظ چل گئے ہیں" قید خانے میں بھیج دیا گیا تو اس کا سبب یہ نہیں تھا کہ ملزم عیب والا تھا۔ بلکہ وہ سرکار کے گھر میں انصاف نہیں۔ عدالت اندھی ہے" دنیا برا کہتی ہے تو ساری دنیا (Hydra Headed Mob) پاگل ہے مگر "میں" نہ کلنک ہوں :-

ہاں او مرد بدنام در اصل تو بھی کلنک ہے۔ بالکل بے عیب ہے۔ سورج کے ساتھ اُلّو تو شاید کبھی آنکھ لڑا بھی لے۔ مگر تیری ذات پاک کے مقابل عیب ہرگز نہیں ٹھہر سکتا۔ البتہ اگر تیرے ہاں خطا ہے تو یہ ہے۔ کہ لاپرواہی سے اپنے شدھ اور اننت سروپ کو بھول کر اپنے تئیں ناپاک جسم اور عقل وغیرہ ٹھان بیٹھا ہے۔ بلکہ اپنے باطن کے پاکیزہ کلام کو (جو تجھے یہ جتلاتا ہے کہ تو امر اور اشارہ ہے) بگاڑ کر اُسے اُلٹے معنی دے رہا ہے۔ جیسے ایک بیمار دوست کی عیادت کو آئے ہوئے بہرے نے کیا تھا۔

تمہاری ذات (nature) اس خیال کی تاب نہیں لاسکتی کہ "تم ناپاک ہو"۔ ہر ایک شخص کو چھوٹا بننے سے قدرتی عار

نوٹ:۔ ایک بہرے کو خبر ملی کہ اس کا دوست سخت بیمار ہے۔ مزاج پرسی کو جانے کا ارادہ کیا۔ معًا یہ خیال آیا کہ مریض بےچارہ نرم آواز سے بولے گا۔ اور میں پہلے ہی اونچا سنائی دیتا ہے۔ اُس کے دھیمے الفاظ کو سمجھنے میں بڑی دقت پیش آئے گی۔ بار بار "ہوں؟ ہائیں؟ کیا۔ تو بُرا معلوم دے گا سب کہیں گے "یہ کہاں سے سمع خراشی کرنے آگیا" بہتر یہ ہوگا کہ تھوڑی سی بات چیت کرکے بیمار کو خوش کر آئیں۔

دل میں یہ کہکر اُٹھ کھڑے ہوئے اور رستے میں چلتے چلتے گفتگو کا یہ پروگرام تیار کیا:

پہلی بات یہ پوچھیں گے کہ "اب طبیعت کا کیا حال ہے؟ جس کا جواب حسب دستور یہ ہوگا کہ "اب تو کچھ آرام ہے۔ آپ کی مہربانی"۔

(natural repugnance) ہے۔ اس زبانِ حال کا اپدیش یہ ہے کہ "عصیان و تقصیر سے مبرّا اور معرّا تم ہو۔ (शुद्धम्-अपापविद्धम्) تم جسم اور جسمانی ہرگز نہیں ہو۔ جسم (فضلے اور بیلے کا تھیلا) تو کسی کا بھی پاک نہیں ہو سکتا۔ خواہ کوئی ہزاروں سال اُسے گنگا میں دھویا کرے"۔

کبھی نہ ہووے شدہ کبدھ یہ جل میں دھوسے
پیاز نہ کیسر ہوئے جائے کشمیر سے بوسئے

ہماری طرف سے سوال دوم یہ ہوگا کہ "کونسی دوائی کا استعمال ہے؟" جس کے جواب میں وہ کسی نہ کسی دوائی کا نام ضرور لیں گے۔ پھر تیسرا سوال یہ کیا جائے گا کہ "کہ آپ کون سے ڈاکٹر صاحب کے زیر علاج ہیں"؟ اس کے جواب میں مریض کسی نہ کسی طبیب کا نام ضرور لے گا۔ ہم خوش کرنے کی خاطر بیمار کی ہر ایک بات پر بہت "ٹھیک بہت ٹھیک" کر کے چلے آئیں گے۔

ایسے بہکے دینگے کہ کوئی جان ہی نہ سکے ہم بہرے ہیں۔

ادھر پروگرام تیار ہوا۔ اُدھر بیمار کے در دولت پر آن موجود ہوئے۔ مریض کی حالت نہایت ردّی تھی۔

پہلا:- السلام علیکم! قبلہ! کیا حال ہے! اب تو کچھ آرام ہے نہ؟ جو ہیں یہ خبر سُنی کہ جناب کی طبیعت علیل ہے۔ دل بے چین ہو گیا۔ خدا آپ کو جلد شفا بخشے۔

مریض:- ہائے مرتا ہوں۔ جاں بلب ہوں۔ ہائے! ہائے!

پہلا:- (نہوتٹ ہیتہ دیکھ کر) الحمد للہ! آپ کو مرد بہ صحت ہونا سُن کر جان میں جان آگئی۔ باری تعالیٰ کا شکر ہے۔ آپ دوائی کونسی استعمال

تمہارے اندر سے جوش (sacred impulse) کے ساتھ یہ نوید (sacred gospel) سُنائی دیتی ہے کہ "وہ پاک حق جو ہے سو ہی تم ہو۔ جسم نہیں ہو۔ ناپاک اور محدود جسم و عقل کے خیال کو تیاگو اور اپنی ذات مقدس میں جاگو" ٭ مگر واہ رے اُلٹی سمجھ والے بہروں کے بہرے! تم پر اس خروش اندرونی کا یہ اثر ہوتا ہے کہ تم اپنے ساڑھے تین ہاتھ کے انڈمان کو پاک اور بے عیب دکھایا چاہتے ہو۔ جسم و عقل کو بے قصور ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ دیہ ابھمانی رہ کر الزام سے گریز کرتے ہو ٭

تمہاری ذات سے علی التواتر یہ لکچر نکلتا ہے کہ منصور کی طرح سر سے پرے ہو کر مالک ہر دو جہان ہو جاؤ۔ اپنی کبریائی کو سنبھال لو ٭ مگر عجب بہرے ہو کہ فرعون اور نمرود کی مانند زر

کرتے ہیں ؟ ٭

مریض (حیران ہوکر) :۔ زہر نوش کرتا ہوں زہر ٭

بہرا :۔ یہ دوائی تو اکسیر ہے۔ تریاق ہے۔ آپکے مرض کے لئے آب حیات ہے بہت ٹھیک! حضور کون سے طبیب کے زیر علاج ہیں ٭

مریض (نہایت تنگ ہوکر) ملک الموت کے ۔

بہرا :۔ ڈاکٹر صاحب موصوف تو حکیم حاذق ہے۔ وہ تو افلاطون و جالینوس ہے اُس کے دست مبارک میں شفا ہے عملی علاج کرتا ہے۔ میں ابھی اُسکے وہاں سے آرہا ہوں ٭

ادھر مریض بہرے کے جوابات سے جل بھن کر کوئلہ ہُوا جاتا تھا۔ اُدھر بہرا اپنی دُور اندیشی اور عقل رسا پر فخر و ناز کر رہا تھا۔ کیا خوب ٭

و زمین سے محدود ہو کر بڑا بننا چاہتے ہو۔ تکبّر ہیں پھنستے ہو۔
سے نمرود شد مردود چوں بودش نگاہ محدود چوں
مارا تکبّر کے سزد۔ چوں کبریا ہر جاستم
تمہارے طور اعمال پر نور حقیقت سے یہ ندا آرہی ہے۔ کہ چمڑے کی جوتیاں (خیالِ جسم) اُتار ڈالو۔ کیونکہ جہاں تم کھڑے ہو سر زمین تقدس ہے + پر حیف! او بہرے کلیم اللہ! تم یہ جوتیاں (جسم) روح القدس پر رکھا چاہتے ہو +

(۳) خوشامد چیونٹی سے لے خدا تک کو بھاتی ہے
ع خوشامد ہر کرا کردی خوش آمد

آخر کیوں؟ وجہ کیا ہے؟ فقط یہی کہ خوشامد ہمیں گُلِ دلربا کی بُو پہنچاتی ہے۔ ہمارے گھر (دیخ دہام) سے پیغام لاتی ہے۔ میں آتم دیو بہت بڑا ہُوں۔ یہ پتا بتاتی ہے۔ اور یہ مژدہ سُناتی ہے کہ سے طُور پر چشمِ کلیم اللہ کا تارا ہے تُو!
مغزئ یاسین ہے تو مفہوم اوادنیٰ ہے تو

افسوس! اِس وصلی کو لے کر تم اوّدیا رُوپی شراب میں ڈبو دیتے ہو۔ کہ ع ایں دفتر بے معنی غرق مئے ناب اولیٰ
یا اُسکے اُوپر کے خوشنما لفافے پر کچھ دیر مست ہوتے ہو۔ پھر

سلہ نمرود کیوں ذلیل ہُوا؟ اِس لئے کہ اُس کی نگاہ محدود تھی۔ ہمیں ایسا تکبّر کب زیب دیتا ہے کیونکہ میں کبریا (مولا) کی طرح ہر جگہ سمایا ہُوا ہُوں (بھلا مجھے تکبّر کیوں ہو جبکہ میں ہی ہر جگہ سب سے بڑا ہُوں) +
سلہ جس شخص کی تم نے خوشامد کی اُسے اچھی معلوم دی +

بے پڑھے اُسے جسم رُوپی ردّی کے ٹوکرے waste paper basket
میں ڈالدیتے ہو (یعنے وہ بڑائی جسم کو منسوب کرتے ہو)۔
اگر اِس "خوشامد" کے لفافے کو پھاڑ کر پیغام کے نفس مضمون
کو دیکھنا ہو جس میں خاص حق تعالیٰ (آنند) محفیں لکھتا ہے۔ کہ
ہائے وَردیا درد ونڈا میرا کراں منتاں سنے بھراں منجیاں میں
کاہنوں حال جُدائی جالو نائیں ؟ ششتی کدوں تیرے ناوں اُٹھیاں میں
تو باچھیں کھل جائیں۔ فرطِ انبساط کے باعث لفافہ ہاتھ سے گر جاتا
(یعنی خوشامد پرستی چھٹ جاتی) خوشامد کی چٹھی میں تصویر یار ہے
آ جائے اگر ہاتھ تو کیا چین سے رہیئے
سینے سے لگائے تیری تصویر ہمیشہ
تصویر یار ہی نہیں بلکہ خود یار گویا ہے کہ
نزدیک منی مرا مبیں دور :. پہلو سے منی مباش مہجور
(۴) طالب علموں! سرکاری ملازموں! حلفاً کہنا کیا عزیز ہے
تمہیں یہ میٹھا نام "دو چھٹی"! ہائے آزادی! ساری دنیا تڑپتی ہے
آزادی کے لئے۔ O Liberty!

Thou huntress swifter than the moon! thou terror
of the world's wolves! thou bearer of the quiver,
whose sunlike shafts pierce tempest winged error,

---

[۱] تُو میرے نزدیک ہے مجھکو تُو دور مت دیکھ۔ تو میری بغل میں ہے مجھ سے الگ مت ہو
[۲] او آزادی تو چاند کی نسبت بھی زیادہ تیز (لوگوں کا) شکار کرنے والی ہے۔ (یعنی
ہر خاص و عام کا دل تیرے پھندے میں پھنس جاتا ہے) اور دنیا کے بھیڑیئے

As light may pierce the clouds when disseveр. In the calm regions of the orient day! ....
The voices of thy bards and sages thunder with an earth awakening blast
Through the caverns of the past;
Religions veils her eyes; oppression shrinks aghast; A winged sound of joy, and love, and wonder, which soars where expections never flew; Rending the veil of space of time asunder

(یعنی دوسروں کو اپنے قابو میں رکھنے والے) مجھ سے بہت ڈرتے ہیں۔ (کیونکہ اگر ہر ایک آزاد ہو گیا تو دوسروں کی زندگی پر عمر بسر کرنے والوں کو دن کاٹنے مشکل پڑ جائیں گے) تو اِس پرکار کا ترکش اپنے ساتھ رکھتی ہے کہ جیسے سورج کی مانند تیر طوفان بپا کرنے والی غلطی کو ایسے چھید دیتے ہیں جیسے روشنی بادلوں کو چھید دیتی ہے۔ جبکہ روشن (یا شرقی علاقہ کے اندر) دن کے شانت طبقات میں وہ (بادل) منتشر ہوتے ہیں .... تیرے ثنا خواہوں (شاعروں) و رشیوں کی آوازیں زمانہ گذشتہ کی تہ سے سرزمین کو جگا دینے والے (ہوا کے) جھکڑ کی طرح گرجتی ہیں۔ مذہب (دین) اُس کی آنکھوں پر پردہ ڈالتا ہے۔ ظلم ڈر کر بھاگتا ہے جہاں کبھی اُمید دُور نہیں ہُوئی وہاں خوشی، محبت اور تعجب کی آواز پَر لگا کر ایسی اُوپر اُٹھتی ہے گویا زمان و مکان کے نقاب کو پاش پاش کر دیتی ہے ۔

(شیلی)

آزادی تمہاری normal state (اصلی حالت ہے) تم پہلے ہی آزادِ مطلق ہو۔ چھٹی تیوہار۔ جشن۔ میلاد وغیرہ کیوں welcome मिलन सुख (مُبارک) نہ ہوں؛ وہ یوسفِ گم گشتہ کا پیراہن سونگھاتے ہیں۔ درد قیود میں مبتلا۔ بستر جہل پہ کروٹ لینے والوں کو ذرا میٹھی ملہار سُناتے ہیں۔ اور غلامی کے دُکھ سے ذرا افاقہ دلاتے ہیں۔ پر بستر جہالت (اگیان) تو کانٹوں کی سیج ہے۔ جب تک اُس پر لیٹے ہو خار چبھیں گے آزادی کا شکمہ نہیں ملنے کا عیش و عشرت اور تعطیل و شادی وغیرہ کی خواب آور افیون (narcotic) کھاکر تھوڑی دیر سولوں کی نوکوں کو فراموش کردینے کی پالیسی ٹھیک نہیں

[1] ملکے بودم و فردوسِ بریں جایم بُود ۔۔ آدم آورد دریں دیرِ خراب آبادم

[2] کیا ہنسی آتی ہے مجکو حضرتِ انسان پر ۔۔ فعلِ بد تو خود کرے لعنت کرے شیطان کو

[3] Fill the bright, spread the festive board

---

[1] میں ایک فرشتہ تھا اور بہشت بریں میرے رہنے کی جگہ تھی۔ لیکن حضرت آدم مجکو اس خراب آباد بتخانہ (دُنیا) میں لے آیا۔

[3] اے ساقی (شراب پلانے والے) اس چمکیلے پیالے کو بھر دے اور بساطِ مسرت بچھا دے خوش الحان شریفوں اور خوبصورتوں کو بلا دے۔ خوش اور ہم آواز راگ کے گونج جانے سے (یعنی راگ رنگ سے) اِس تفریح و رقص و سرود کی آواز کو فکر کا ماتم (نوحہ) دبانے دے (یعنی اِس راگ و رنگ کے اثر سے اگر فکر و غم دبنے لگے تو دبنے دے) لیکن یہ ہرگز مت پوچھ کہ وہاں اُس راگ رنگ وغیرہ میں) آنند حقیقت میں ہے بھی یا نہیں۔ اگرچہ وہ زور کے قہقہے اُوپر سے کچھ اور ہی دکھلاتے ہیں اور حقیقت میں غم و درد کے دینے والے ہیں۔ یا اگر یہ پیشانی (شراب پیتے وقت جو تیوری چڑھی پیشانی ہوتی ہے وہ) دل کی سچی چپڑاس پہنے ہوئے ہے (یعنی دل کی مجبوری غلامی کر رہی ہے یا دل کی حالت کا فوٹو کھینچکر دکھلا رہی ہے) تو ایسے رقص و سرود کی مجلس کا پردہ مت فاش کر۔ یہ جاننا کافی ہے کہ انسانی زندگی کا کوئی نظارہ ایسا نہیں جو مہلک درد و غم سے بھرپور نہ ہو۔

Summon the gay, the noble and the fair;
Through the loud hall in joyous concert pour
Let mirth and music sound the dirge of love
But ask thou not if happiness be there,
If the loud laugh disguise convulsive throes,
Or if the brow the heart's true livery wear;
Lift not the festal mask:—Enough to know
No scene of mortal life but teems with mortal woe.

سوٹوں اور کانوٹس سے پیچھا چھڑاتا ہو تو اس بستر جالت (اودّیا) کو ترک کرو۔ آزادی اور آنند کو اپنی ہی ذات پاؤ گے۔ اور آنند تک رسائی پانے کے لئے opiates (خواب آور اشیا۔ زر و زن وغیرہ) کی رسالت (پیغمبری۔ وساطت) کے محتاج نہ رہو گے۔

سلہ پنجہ در پنجۂ خدا دارم ؛ من چہ پروائے مصطفٰے دارم

سہ نت فرحت ہے نت شادی ہے خوش ساقی ہے آزادی ہے

خوش خندہ ہے رنگیں گل کا خوش شادی شاد مرادی ہے

جب اُمڈا دریا اُلفت کا ہر چار طرف آبادی ہے ؛

ہر رات نئی اک شادی ہے ہر روز مبارکبادی ہے

میری جان! "دام کے نیچے پھڑکنے کا تماشا" بہت دیکھ لیا۔ اب آزادی (جیون مکتی) کے "لاکھوں مزے" چکھو۔ اور زبانِ حال سے یہ گیت گانا چھوڑو کہ

سلہ میں اپنا ہاتھ خدا کے ساتھ ملائے ہوئے ہوں۔ مجھے رسول (مصطفٰے) کی کیا پرواہ ہے

۵ یوں تو اے صیّاد! آزادی میں ہیں لاکھوں مزے
پر دام کے نیچے پھڑکنے کا تماشا اور ہے

بہت زخمی ہو گئے۔ اب چھوڑو یہ دل لگی۔ چھوڑو چھوڑو۔ ریشم کے کیڑے کی طرح آپ ہی گویا (cocoon) بناکر اُس میں مت پھنسو اوِدیا (جہل) کو دایہ بناکر اُس کی گود میں مت بیٹھو۔ یہ پوتنا راکشنی ہے۔ اِس کے زہر والے دودھ کو کیوں ترستے ہو۔ تمھارا بستر راحت تو کھیر سمندر the ocean of knowledge ہے۔ جہاں زہر اور کانٹوں والا شیش ناگ بھی نرم نرم بستر کا کام دیتا ہے اور چنور جُھلاتا ہے۔ جہاں دنیا بھر کو موہ لینے والی لکشمی تمھارے چرن داب رہی ہے۔

(۵) واعظ اور اُپدیشک لوگوں کے پند و نصائح سے بھرے لکچروں کو نت سُنتے رہنے کے باوجود instinctively ضمیراً یا طبعاً کوئی بھی انسان "اپنے جیسے" کو دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتا۔ ہر شخص "دغیور" ہے۔ رقیب اور "شریک" کا نام نہیں سہ سکتا ریل پر سوار ہوتے وقت ہی دیکھ لو۔ جو شخص جس کمرے میں بیٹھ گیا۔ دل سے یہی چاہے گا کہ "اور کوئی نہ آئے۔ میں ہی میں رہوں" اور کی گنجایش نہیں ہے personal God خدا بھی اگر کسی معاملہ میں رقیب ہو تو برداشت نہیں ہو سکتا۔ غور کرو

۵ بوقت الوداع اُس مہ لقا کو ... نہ سونپا بدگمانی سے خدا کو

۵ وہ دن خدا کرے کہ خدا بھی یہاں نہ ہو
میں ہوں صنم ہو اور کوئی درمیاں نہ ہو

س ۵ چھوڑا نہ رشک نے کہ ترے گھر کا نام لوں
ہر اک سے پوچھتا ہوں کہ جاؤں کدھر کو میں

اے موسیٰ (انسان)! تیرے تجلیٔ ذات سے بہ صوت بلند یہ آواز آرہی ہے کہ ہاں ہاتھ بڑھا اور مار انا الحق" (وحدہٗ لا شریک لہ) میں ہوں" کو پکڑلے۔ ڈرمت! یہ ڈرانا سانپ۔ [illegible] زہریلا نہیں ہے۔ امرت والا ہے۔ تیرے چھوتے ہی بجائے سونٹ کھانے کے عصائے راستی "ا" ہو جائے گا۔ یہ وہ عصا ہے جسے خشک پتھروں پر مار! تیری خاطر آب زلال جھرے گا۔ آسمان کی طرف اٹھا! منّا (monna فرشتوں کا کھانا) برسے گا۔ قلزم (سنسار سمندر) سے چھواء! قلزم پھٹ جائے گا تیرے پار ہونے کی خاطر۔

آ۔ اپنے اصل کی طرف آ، تیرا گیان (جہالت) ہی شیطان ہے اس گیان کی بدولت تو جسم (شریر) کو اپنی شان دیئے جاتا ہے توے سے سورج کا کام لینے کی کوشش کرتا ہے۔ (یعنی "جسم" کو لاشریک اور بے رقیب کرنے کے درپے ہے)

س تا چند تو پس روی بہ پیش آ در کفر مرو بہ سوئے کیش آ
درنیش تو نوش بیں بہ پیش آ آخر تو بااصل اصل خویش آ (۱)

ف (۱) تو پیچھے کب تک جائیگا۔ آگے بڑھ (یعنی تنزل تو کب تک کریگا ترقی کر) کفر کی طرف مت جا اپنی ذات کی طرف آ (یعنے کافر مت بن صرف اپنی ذات کو پہچان) ڈنک میں تو شہد دیکھ اور آگے بڑھ۔ الغرض اپنی اصل کی طرف آ (یعنی اس معرفت کے مشکل راستے پر چلتے وقت تجھے جب دکھ و تکالیف درپیش ہوں تو اُن میں تو راحت سمجھ کیونکہ اُس راستے میں یہ دکھ و تکالیف بھی راحت ابدی دلانے والے ہیں۔ اور ان چوٹوں اور دکھوں سے کسی طرح پست ہمت مت ہو بلکہ آگے بڑھتا چل۔ (اور جب تک تو اپنی ذات کی حقیقت بخوبی نہ جان لے ہرگز مت ٹھہر)

عمریست کہ سیرِ غرقی تو — پابستۂ دامِ محنتی تو

چوں گوہرِ کانِ دولتی تو — آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ (۲)

بشکن ہلہ بندِ کالبد را — آزاد کن از زمانہ خود را

رو ترک بگوے نیک و بد را — آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ (۳)

ہرچند طلسمِ ایں جہانی — در باطنِ خویشتن تو کانی

بکشاے دو دیدۂ نہانی — آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ (۴)

لعلی بہ میانِ سنگِ خارا — تا چند غلط دہی تو مارا

در چشمِ تو ظاہر ست یارا — آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ (۵)

حقا کہ ز پرتوِ حقی تو — وز جوہرِ نقدِ مطلقی تو

وز بادۂ رُوح راوقی تو — آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ (۶)

۲؎ ایک عمر بیت گئی کہ تو غیریت کا قیدی بنا رہا۔ اور تکلیفوں کے جال میں پھنسا رہا۔ جب تو دولت کی کان کا موتی ہے (یعنی لازوال خزانے کا تو جوہر ہے) تو پھر آخرش تو اپنی اصل کی طرف آ (یعنی اپنی ذاتی حقیقت کو انوبھو کر)

۳؎ ہوشیار ہو۔ جسم کی قبا کو توڑ (زمانیت سے رہت ہو) اور اپنے آپ کو زمانہ سے آزاد کر (یعنی اپنے آپکو غیر مجسّم ولا زوال سمجھ) جملہ برائی اور بھلائی ہر دو کو ترک کر اور آخر کو اپنی اصل کی طرف اے حق سروپ! تو آ۔ ۴؎ اگرچہ تو اس جہان میں ایک جادو (عجیب شئے) ہے اور اپنے باطن میں تو کان (معدنِ جہان) ہے تو بھی ہر دو باطنی (دل کی) آنکھیں تو کھول۔ اور اے اصل تو اپنی اصل ذات کی طرف آ۔ ۵؎ پتھر (جمادات) میں تو لعل ہے۔ مگر ہم کو کب تک تو دھوکا دیتا رہیگا۔ تیری باطنی آنکھ میں تو بل آشکارا ہے۔ اس لئے اے ست سروپ تو اپنی اصل ذات کی طرف آ۔ ۶؎ خدا کی قسم کہ تو حقیقت کا ایک پرتو (تجلّی یا عکس ہے) اور مطلقاً تیری (لاقلقی) کا جوہر ہے۔ اور راحتِ ابدی کی مقطر شراب تو ہے۔ پھر اے اصل تو اپنی اصل ذات کی طرف آ۔

دنیا جو نیست زود بگذر	زانسوئے جہان تازہ بنگر
ہیں! عہد قدیم یاد آور	آخر تو باصل اصل خویش آ (۷)
ہرچند بہ صورت از زمینی	بسر رشتۂ گوہر یقینی
بر مخزن نور حق امینی	آخر تو باصل اصل خویش آ (۸)
چوں زادۂ پرتو جلالی	وز طالع سعد نیک فالی
از بہر عدم تو چند نالی؟	آخر تو باصل اصل خویش آ (۹)
خود را چو بہ بیخودی بہ بستی	میداں کہ تو از خودی برستی
وز بند ہزار دام جستی	آخر تو باصل اصل خویش آ (۱۰)

۷ دنیا ایک ندی ہے اسے جلد پار کر اور اُس طرف سے (پار کے کنارے سے) تازہ جہان کو دیکھ۔ یعنی عالم فانی کو چھوڑ اور عالم بقا کی طرف مراجعت کر۔ خبردار ہو۔ اور اپنا اقرار یاد کر (وہ اقرار جو روز ازل میں تجھ سے ہُوا تھا۔ یا جو وعدہ تُو نے ماں کے پیٹ میں الیشور سے کیا تھا اُسکو یاد کر) اور آخر کو اے اصل تو اپنی اصل کی طرف آ ٭

۸ اگر تو ظاہر میں خاکی (زمین کا باشندہ) ہے لیکن سرشت میں (اپنی پیدایش و سیرت میں) تو یقیناً موتی ہے۔ اور حقیقی نُور کے مخزن (چشمہ) پر تُو امین (امانت رکھنے والا) ہے اس لئے اے اصل تو آخرکار اپنی اصل (حقیقت) کی طرف مراجعت کر ٭

۹ جب تُو جلال (خدا) کی تجلّی کا جنا ہُوا ہے۔ اور نیک بختی کے تارے سے پیدا ہونے کے سبب اچھے شگن والا ہے تو نیستی کے لئے تو پھر کب تک روتا رہے گا۔ اے اصل آخرکار تو اپنی اصل حقیقت کو پہچان ٭

۱۰ جب اپنے تئیں بیخودی سے تُو نے باندھ لیا (یعنی جب بھی تو بیخود ہو گیا) تو سمجھ لے کہ تو خودی (انانیت) سے چھوٹ گیا۔ اور ہزاروں جالوں کے بند (پھانس) سے تو کُود گیا۔ اسلئے اے ست سروپ! تو اپنی اصل ذات کی طرف آ (یعنی آتم انوبھو کر) ٭

(۶) ایک سادہ لوح طالب علم کا سکول جانے سے دل تو چُراتا ہی تھا۔ ایک دن جی میں آئی کہ خواہ کچھ ہی ہو آج سکول نہیں جاؤں گا۔ گھٹنے پر پٹی باند لی۔ اور بہانہ کیا کہ سخت چوٹ آئی ہے۔ چلا نہیں جاتا۔ بیٹھ ماسٹر کی طرف عرضی لکھی کہ "جناب عالی! آج کمترین کو معذور رکھیئے گا۔ چل نہیں سکتا۔ سکول کیونکر آؤں"؟ خیر عرضی تو لکھی گئی۔ اب اسے ماسٹر صاحب تک پہنچائے کون؟ خود ہی سکول جاکر طالب علم نے عرضی ماسٹر صاحب کے ہاتھ میں دی۔ اور کہا "آج سکول تک پہنچنا مُحال ہے"۔ یہ سن کر سب طلباء اور ماسٹر صاحب کھلکھلا کر ہنسے کہ ارے بھولے! تیرا یہ عرضی یہاں تک لانا ہی تیرے قول کی تردید کرتا ہے۔ تم سکول تک تو پہلے ہی پہنچے ہوئے ہو۔ "آنا محال ہے" کے کیا معنی؟ ✤

پیارے! علم مطلق (چیتن گھن) تیری ذات ہے۔ اگر قول سے تسلیم کرے تو بھی تو گیان سروپ ہے۔ اگر قول سے نہ مانے تو ماننے کا فعل ہی تیرا گیان سروپ ہونا ثابت کرتا ہے۔ یہ کہنا کہ "رام نے جو کچھ لکھا ہے غلط ہے۔ میری سمجھ درست ہے" (ہر کسے را عقل خود بکمال نماید)[1] صاف ظاہر کرے گا کہ تیری ذات میں کوتاہی علم کا خیال ہرگز نہیں ٹھہر سکتا۔ علم مطلق تُو ہے

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش ✤ کہ من آن قد موزوں می شناسم[2]

زبان حال سے تو ہر دم یہ پُکارتے ہو کہ "میں امر ہُوں - ستارہ

---

[1] ہر ایک کو اپنی عقل کامل معلوم ہوتی ہے۔

[2] جس رنگ کا تُو چاہے لباس پہن لیکن میں تو تیرا وہی موزوں قد پہچانتا ہُوں۔

ہُوں۔ نت مُکت شُدھ" اور قال سے اپنے تئیں بندہ۔ غلام بتاتے ہو جسم کی چاہ میں گراتے ہو۔ یہ باقندگی کا پیشہ کہ "نیم تن در گور دارم۔ نیم تن در زندگی" چھوڑو ✦ بخدا کہ خدائید[1] ✦

دنیا بھر کے سائنس۔ فلاسفی۔ نظم اور ریاضی تیری ذات سے نکلے ہیں اور نکلتے رہیں گے۔

[2] I am owner of the sphere.
of the seven stars and the solar year,
of Caesar's hand, and Plato's brain
of Lord Christ's heart and Shakespeare's strain

دنیا میں رسم ہے کہ جب کسی ریاضی داں سے مشکل عقدہ conundrum حل ہو جاتا ہے یا شاعر سے پُر اثر کوئی ہوئی غزل لکھی جاتی ہے تو فخر سے کہا کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ مَیں (مسمیٰ فلاں ساکن فلاں) نے ثابت کیا۔ یہ شعر میں (تخلص فلاں۔ شاگرد فلاں) نے لکھیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ کوئی ریاضی داں یا کوئی شاعر یہ بتلادے کہ عقدہ حل ہونے وقت یا مضمون کی آمد کے وقت اُس کی طبیعت یکسو نہ تھی۔ چِت ایکاگر نہ تھا۔ اور ما و منی جسم و اسم کا خیال غیر حاضر نہ تھا؟ روٹی کھانا بھول جانا خانگی

[1] خدا کی قسم کہ تم خدا خود ہو ✦

[2] مَیں کرۂ زمین ساتوں ستاروں کا اور نظام شمسی کا مالک ہُوں۔ ایسے ہی قیصر کا ہاتھ۔ افلاطون کے دماغ۔ خداوند مسیح کا دل شیکسپیر کی نظم آرائی اِن سب کا مَیں ہی مالک ہُوں (یعنی یہ کُل نام رُوپ میرے ہی آسرے ہیں) ✦

اُلجھنوں سے بے خبر ہونا۔ فوج سامنے سے گزر گئی ہے۔ پتہ نہ ہونا۔ شہر میں غدر مچا ہے اُس سے لاعلم ہونا۔ ننگی تلوار ہاتھ میں لئے قاتل سامنے کھڑا ہے اُسے نہ دیکھنا۔ ایسی ایسی کئی روایتیں اُن فلاسفروں کے متعلق مشہور ہیں۔ جو ایجاد و اختراع کے دھنی مانے گئے ہیں۔ ذرا غور کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ فکرِ عالی اور بلند خیالی کسی شخص میں اُس وقت نمودار ہوتے ہیں جب اُس میں شخصیت اور انانیت دُور ہوتے ہیں۔

"میں نے یہ مسئلہ ثابت کیا ہے"

کس نے کہا؟ کیا مسمّی فلاں ساکن فلاں نے کہا؟ ہرگز نہیں جب یہ مسئلہ ثابت ہُوا تب گو لوگوں کو آپ کا جسم نظر آ رہا تھا مگر آپکے یہاں تو ایسی ایکاگرتا تھی کہ جسم و اسم کا خیال بالکل گم تھا۔ آہنکار (little self) کی عدم موجودگی میں علم کا ظہور ہُوا۔ پس اوودیا رُوپ یہ اہنکار (یعنی منکہ فلاں ولد فلاں وغیرہ) تم مسئلہ کے دریافت ہونے پر یا مضمون کی آمد پر فخر کس بات کا کرتے ہو؟ کس برتے پر تتا پانی؟ مسئلہ اور مضمون تو گیان سرُوپ ذاتِ واحد (رام) سے نکلتے ہیں۔ یہ ذاتِ واحد جہاں سے کُل دنیا کا علم سورج کی شعاعوں کی طرح نازل ہوتا ہے۔ تمہاری ذات ہے۔ یہی تُم ہو۔ محدود عقل (بُدھی) اور جسم وغیرہ نہیں ہو۔ نیوٹن کے دماغ میں تمہارا ہی پرکاش تھا۔ بھگوت گیتا تمہاری ہی ایک pencil of light (اجتماعِ اشعہ) ہے۔ قرآن مجید اور انجیل مقدس تمہاری ہی ذات کے سمندر

نرسنگھ ہیں ٭

अणोरणीयानहमेव तद्वन्महानहं विश्वमिदं विचित्रम्। पुरातनोऽहं पुरुषोऽहमीशो हिरण्मयोऽहं शिवरूपमस्मि॥

अपाणिपादोऽहमचिन्त्यशक्तिः पश्याम्यचक्षुः स शृणोम्यकर्णः। अहं विजानामि विविक्तरूपो न चास्ति वेत्ता मम चित् सदाऽहं॥

न पुण्यपापे मम नास्ति नाशो न जन्म देहेन्द्रिय बुद्धिरस्ति। न भूमिरापो न च वह्निरस्ति न चानिलो मेऽस्ति न चाम्बरं च॥

(کیولیہ اُپنشد)

سلہ میں سوکھشم (لطیف) سے بھی سوکھشم اور بڑے سے بھی بڑا ہُوں۔ یہ اسماء و اشکال روپ سنسار عجیب ہے (یعنی فانی ہے) میں سب سے پُرانا (اَنادی کال سے) پُرش ہُوں اور بلوان پرکاش سروپ آنند مئے (یا کلیان وایکس) پُرش ہُوں ٭ میں ہاتھ پاؤں سے رہت ہوں۔ اور میری طاقت بعید از وہم و گمان ہے (یعنی خیال میں نہیں آسکتی) میں بغیر آنکھ کے دیکھتا ہُوں۔ اور بغیر کان کے سنتا ہُوں ٭ مَیں نانا رُوپ (یعنی مختلف اسماء و اشکال رُوپ) پدارتھوں سے علیحدہ اپنے آپ کو خصوصاً جانتا ہوں۔ اور میرا جاننے والا کوئی نہیں ہے ٭ میں ہمیشہ چیتن سروپ (یعنی علم) ہُوں سب ویدوں سے مَیں ہی جاننے کے قابل ہُوں اور ویدانت شاستر کے بنانے والا اور ویدوں کے جاننے والا مَیں ہی ہُوں۔ مجھکو پُن و پاپ (عذاب و ثواب) کوئی نہیں ہے اور نہ میرا ناش ہے تیم۔ دیہ اندریہ (حواس) اور بُدھی ہے اور نہ پرتھوی جل آگ ہوا۔ اور آکاش ہی میرا ہے (کیولیہ اُپنشد)

मयाऽध्यक्षेण प्रकृतिः सूयते सचराचरम्। [1]
हेतुनानेन कौन्तेय जगद्विपरिवर्तते॥१०॥ (بھگوت گیتا ادھیائے ۹)

طالب :- اگر سب ایک ہی ہو تو لوگوں میں عقل و جسم کا فرق کیوں ہو؟ کوئی لارڈ کیلون ہے۔ کوئی بالکل اُجڈ ہے۔ کوئی مخمل کے گدیلوں پر بھی نخرے سے قدم رکھتا ہے۔ کسی کو شہری لوگ اپنی دکان کے سامنے زمین پر بھی نہیں بیٹھنے دیتے۔ کوئی رستم زماں ہے۔ کوئی دائم المریضی کے بستر سے نہیں اُٹھ سکتا۔ عجب اندھیر ہو رہا ہے۔ کیسا اندھیر مچا ہے۔ ظلم ہے بے انصافی ہے۔

عارف :- پیارے! اندھیر کر رہے ہو تم جو یہ فرق دیکھتے ہو۔ ایسی آفت کی چھوٹائی بڑائی ست سروپ پرماتما (حق تعالیٰ) سے اگر کبھی بھی سچ مچ پیدا ہوئی ہوتی تو اندھیر تھا۔ اُپدرو (उपद्रव) تھا ستم تھا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ چھوٹائی بڑائی ہے ہی نہیں۔ جو اِدھر گدا نظر آتا ہے وُہی اُدھر شاہ ہے۔ جسے یہاں مریض دیکھتے ہو وُہی وہاں پہلوان (handsome) ہے۔ جو اس جگہ ابلہ سمجھا جاتا ہے وُہی اُس جگہ ویدویاس ہے۔ چُونکہ دراصل ایک ہی ہے۔ اِس واسطے ظلم و ستم کیسا؟

سوہم چھوتنی ترن سے آدتک۔ ایک اکھنڈت سب اناونگ
مَیں ہی یہاں بھوکا ہُوں وہاں کشمیر کے میوے کھا رہا ہُوں۔ یہاں جاہل ہُوں۔ وہاں یاگیہ ولک ہُوں۔

---

[1] مجھ ساکھشی (شاہد) کی مدد سے یہ پرکرتی (قدرت) کُل دنیا کو پیدا کر رہی ہے۔ اس طرح سے یہ سنسار چل رہا ہے (یعنی دنیا کے کُل کام مجھ پشت پناہ عالم کے سہارے سے ہو رہے ہیں)

इति तत्त्वमसि प्रभृति श्रुतिभिः प्रतिपादितमात्मनि तत्त्वमसि।
त्वमुपाधिविवर्जित सर्वसमं किमु रोदिषि मानसि सर्वसमं॥४॥
नहि बन्ध विबन्ध समागमनं नहि योग वियोग समागमनम्।
नहि तर्क वितर्क समागमनम् किमु रोदिषि मानसि सर्वसमं॥
सुखदुःखविवर्जित सर्वसमं इह शोक विशोक विहीन परम्।
गुरुशिष्य विवर्जित तत्व परं किमु रोदिषि मानसि सर्वसमं॥२

(۱) "تو وہی برہم ہے" ایسا "شرتوں" کلاموں سے آتما کو بیان کیا گیا ہے۔ پس آتما کے لحاظ سے تو وہی شدھ سروپ ہے اور اُپادی کے دُور کرنے میں تو سب میں سم (یکساں) ہے۔ جب تو سب جگہ سم رُوپ (سروویاپک) ہے تو اسے پیارے! تو کس لئے روتا ہے؟

(۲) یہ "تتو" (ذاتِ الٰہی) سب جگہ سب (برابر) ہے سُکھ دُکھ سے رہت ہے۔ شوک وشوک (غم و بے فکری) سے پرے ہے۔ گورو شش (شاگرد) کے خیال سے بھی دُور وہ پرم تتو ہے۔ ایسے ہوتے ہوئے پھر تو کیوں روتا ہے؟

(۴) اُس ذاتِ حقیقی میں نہ بند کا درجہ ہے اور نہ موکش کا پد ہے۔ نہ پنیہ، نہ پاپ (ثواب و عذاب) ہے۔ نہ پُورن ہے نہ خالی ہے۔ ایسی حالت کو جانتے ہوئے پھر تو کیوں روتا ہے؟

(۵) بے شمار شرتیوں (مقدس کلاموں) نے یہ بات کہی ہے۔ کہ آسمان وغیرہ یہ کُل نام روپ سُراب کی مانند ہے۔ اور جب وُہ ذات سب جگہ ایک اور سم (برابر) ہے تو پھر بھلا کس لئے (یا کیوں) روتا ہے؟

(اودھوت گیتا۔ ادھیائے ۵)

नहि पुण्य पदं नहि पाप पदम्	नहि मोक्ष पदं नहि बन्ध पदम्
किमु रोदिषि मानसि सर्व समं ॥३॥	नहि पूर्ण पदं नहि रिक्त पदम्
वियदादि इदं मृगतोयसमम् ।	बहुधा श्रुतयः प्रवदन्ति यतो
किमु रोदिषि मानसि सर्व समं ॥४॥	यदि चैक निरन्तर सर्व समं

۵ آدم نبود و من بُدم حوّا نبود و من بُدم
عالم نبود و من بُدم من عاشقِ دیرینہ ام
با نوح در کشتی بودم با یوسف اندر قعرِ چاہ
اندر دمِ عیسیٰ بُدم من عاشقِ دیرینہ ام (۲)
آن دم کہ فرعونِ لعیں در آبِ دریا غرق شد
در حربِ موسیٰ من بُدم من عاشقِ دیرینہ ام (۳)
آنجا کہ احمد بر گذشت از چار و پنج و ہفت و ہشت
بر ہشتمینش من بُدم من عاشقِ دیرینہ ام (۴)

(۵) لے مسلمانو! جس وقت حضرت آدم نہیں تھے اُس وقت میں تھا جب حوّا بھی نہیں تھیں اُس وقت بھی میں موجود تھا یعنی دنیا کی ہستی سے پہلے بھی میں تھا، میں تو سب سے پُرانا عاشق ہُوں ۔ (۲) کشتی میں حضرت نوح کے ساتھ جو محافظ بیٹھا ہُوا تھا وہ میں ہی تھا۔ کنوئیں کی تہ میں حضرت یوسف کے ساتھ (اُنکی حفاظت کرنیوالا) میں تھا۔ اور حضرت عیسیٰ کے جان بخش دم میں بھی میں ہی موجود تھا۔ میں تو سب سے پُرانا عاشق ہُوں ۔

(۳) جس وقت حضرت موسیٰ کی لڑائی میں ملعون فرعون دریا میں غرق ہُوا اُس وقت میں بھی تھا۔ میں تو اے پیارو! سب سے پہلے کا (پُورانا) عاشق ہُوں ۔

(۴) جس جگہ کہ حضرت احمد چوتھے پانچویں ساتویں اور آٹھویں آسمان سے گزرا۔ اُس آٹھویں آسمان پر بھی میں ہی موجود تھا۔ میں تو اے لوگو سب سے پورانا عاشق ہُوں ۔

۵ اے آفتاب اے گرمی مکن گرمی مکن
خود یک زبان خاموش کن من عاشقِ دیرینہ ام (۵)

شاہِ حقیقت بودہ ام دریائے حکمت بودہ ام
مولا کہ باشد پیش من؟ من عاشقِ دیرینہ ام

طالب:۔ میں تو محدود طاقت والا ہوں۔ خدا قادرِ مطلق ہے۔ میری دوڑ تو زمین کے چھوٹے ٹکڑے تک ہے۔ خدا کُل شئے محیط ہے مجھ بندے کو اس مالکِ کل کے ساتھ کیا نسبت؟

ع چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

عارف:۔ تو محدود طاقت والا کیونکر ہے؟ آخر کچھ تو کرنے کی طاقت تجھ میں ہے۔ جو کچھ کرتا ہے وہی بتا۔ اس سے ہم اندازہ لگا لینگے کہ تیری طاقت محدود ہے یا غیر محدود۔

طالب:۔ میں صبح گجر دم اٹھتا ہوں۔ ضروریات سے فارغ ہو کر ورزش کرتا ہوں۔ اس بعد کچھ لکھتا ہوں۔ کچھ پڑھتا ہوں۔ کھانا کھا کر دفتر جاتا ہوں۔ وہاں سے آکر دودھ پی کر سیر کو جاتا ہوں یا دوستوں سے ملتا ہوں۔ کوئی اخبار آئی ہو تو اسے دیکھتا ہوں۔ اسی طرح دن کٹ جاتا ہے۔ رات کو سو رہتا ہوں۔

عارف:۔ کچھ اور بھی تو ضرور کرتے ہو؟

---

(۵) اے سورج اے سورج! بہت تیری (گرمی) مت کر۔ گرمی مت کر۔ چپکے ہو جا۔ میں تیرے سے بھی پہلے کا عاشق ہوں۔

(۶) میں حقیقت کا بادشاہ ہوں (یعنی حقیقی شاہنشاہ میں ہوں) اور دانائی کا میں دریا ہوں (یعنی بیدِ علم میں ہوں) مولا میرے آگے کیا حقیقت رکھتا ہے۔ میں تو سب سے پہلے کا (پرانا) عاشق ہوں۔ ؎ تُندہ (پوتر) گیانی کو بھلا خاک سے کیا نسبت۔

طالب:۔ یہی معمولی کام کرتا ہوں۔ کوئی رنج کا کام ہو تو اُسے بھی جھٹکا لیتا ہوں ؛ چند روز سے رسالہ "الف" کا انتظار کر رہا تھا اسکے علاوہ اپنی یاد میں تو میں اور کچھ نہیں کرتا ؛

عارف:۔ مکرتے کیوں ہو ؟ ماسواء اسکے بیشمار کام نت کرتے رہتے ہو۔ اُن کا نام ہی نہیں لیتے۔ ایسے بھولے بن بیٹھے ہیں۔ کیوں کے ! "یاران تال رنج" ٹھیک نہیں ؛

طالب:۔ بیشمار کام "! ہرگز نہیں۔ آپ ایسے مہاتما ہوکر یہ کیا کہہ رہے ہیں ؟ ؛

عارف:۔ سنئے گا۔ یہ جسم تو آپ ہی کا ہے نہ ؟

طالب:۔ہاں کیوں نہیں ؟ اور کس کا ہے ؟۔

عارف:۔ صبح اِس جسم سے بھوجن آپ ہی نے پایا تھا نہ ؟ اور سانس آپ ہی لے رہے ہو۔ دیکھ بھی آپ ہی رہے ہو۔ شام کو کھیت میں جاکر کل کا کھایا ہُوا تیاگو گے بھی آپ۔ اور سونے بھی آپ ہو۔ سچ ہے نہ ؟

طالب:۔ بجا ہے۔ بالکل ٹھیک !

عارف:۔ معدے کے ذریعے بھوجن کون پچاتا ہے ؟

طالب:۔ میں ؛

عارف:۔ اور بھول نہ جاؤ کہ اپنے جسم کی ناڑیوں میں خون بھی تم ہی چلاتے ہو۔ مُنہ میں تھوک بھی تم ہی بناتے ہو۔ گردے میں بول پیدا کرنے والے تم ہو۔ بالوں کو بڑھانے والے بھی تم ہو۔ پھیپھڑے میں دم تمہارا ہے۔ تمہارے [illegible] (پور) ہیں

(بائیل) باہر سے کوئی بھوت آکر نہیں ڈال جاتا۔ جب تم آنکھ سے دیکھتے ہو تو ساگئی nerves (پٹھوں) کا ملنا ضروری ہے اُن کو بھی تم ہی ہلاتے ہو cerebrum (دیگر بیرم) کو حرکت دبڑھی کو نور تم ہی دیتے ہو۔ علاوہ بریں بیشمار حرکات طبعی کے باعث ہو۔ تم کیونکر چند افعال کا نام لے کر ضد باندھ بیٹھے تھے کہ ان کے سوا مجھ سے اور کچھ بھی سرزد نہیں ہوتا"؟

خواب غفلت کے عالم میں جب من بدھی (تمہارے اوزار) استعمال میں نہیں ہوتے۔ تمہارا کام بند نہیں پڑتا۔ اُس وقت بھی غذا ہضم کرے جاتے ہو۔ بالوں ناخنوں کو بڑھائے جاتے ہو۔ تمہیں نیند کہاں؟ سدا جاگتے ہو ع کہاں خواب غفلت سدا جاگتا ہوں +

جب تمہارا یہ جسم ننھا سا تھا اُس وقت عقل و تمیز سے کوئی کام نہیں لیتے تھے۔ مگر تم وہی تھے جو اس وقت ہو۔ خواب میں بھی تم وہی ہوتے ہو۔ جو بیداری میں ہو۔ جس طرح تم ایک جسم میں عقل کی کارستانیاں۔ خون کا دوران۔ اور نشو و نما کراتے ہو۔ ویسے ہی دیگر اجسام میں بھی تم ہی سب کاریگریاں کر رہے ہو۔ پتے پتے میں تمہارا ظہور ہے + تم کیونکر کہتے تھے کہ تمہاری طاقت محدود ہے؟

विज्ञानात्मा सहदेवैश्च सर्वैः प्राणा भूतानि सम्प्रतिष्ठन्ति यत्र। तदक्षरं वेदयते यस्तु सोम्य स सर्वज्ञः सर्वमाविवेशेति॥

(پرشن اُپنشد۔ پرشن ۴ منتر ۱۱)

مطلب:۔ اے عزیز! جس نے اس گیان سروپ لایزال ذات کو

پہچانا۔ جو تمام حواس کی زندگی کی۔ اور عناصر کی چٹان ہے۔ وہ سب کچھ جان گیا۔ وہ سب ہیں دھس گیا" The thing needful (ایک ضروری و لابدی وستو) یہی ہے ۔ اکو الف ترے درکار۔

سو بہنا علم عزازیل پڑھیا	جھگّا جھانجھا اُسدا سڑیا
ٹمی جا عرشاں تے چڑھیا	پوراں وے پور لنگھائے سو پار

علموں بس بس کریں او یار
اِکّو الف ترے درکار ۔

(ب) اپنے جیو (محدود) کہلانے کی وجہ سُنو:۔

ایک راجہ صاحب کے بچے کو (عام بچوں کے دستور کے مطابق) ایک چھوٹی سی چترپلی تھالی کے ساتھ اُنس ہوگئی۔ جب اُس کے واسطے کھانے کو کوئی چیز لائی جاتی تو بڑے اصرار و استبداد سے کہتا کہ "میری تھالی میں لاؤ۔ تب کھاؤنگا" ۔ اگر کسی بڑے تھال میں کھانا پروس کر لاتے تو پیروں سے پرے پھینک دیتا۔ اڑیل پن دکھاتا۔ اور چیخ کر ڈراتا ۔ اب کوئی پوچھے۔ "بھیّا! سونے چاندی کے تھال۔ رکابیاں وغیرہ کثرت سے یہاں موجود ہیں۔ کیا اُنکا وارث کوئی اور ہے"۔ مگر بچہ کس کی سُنتا ہے؟ اپنی ضد پکڑے جاتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح سے او بچے شہزادے (बाल्य) تم لاانتہا ملکیت والے ہو مگر جو کچھ اس "چھوٹی سی چترپلی تھالی" یعنی بُدھی (Intellect) میں دھرا ہوا تمہارے سامنے پیش ہو۔ اُسے قبول کرتے ہو۔ اُسے اپنا سمجھتے ہو۔ باقی کُل ورثہ کو جواب دیتے ہو۔ لات مارتے ہو۔ اگر جتلایا جاوے کہ یہ سب سب شمار و سب

حساب جائداد تمھاری ہی ہے۔ اپنے تئیں مقید نہ بناؤ۔ تو اُلٹا بُرا مانتے ہو جو کچھ بالواسطۂ ہوش و حواس (بدھی اندریہ) تم سے وقوع میں آئے صرف اُس کا تو اقرار کرنا اور اپنے باقی سب کرتوتوں کا انکار کرنا (یعنی صرف بُدھی اندریہ کے ساتھ اپنے تئیں ابھید (indentity) کرنا) یہی تمکو جیو (محدود) بناتا ہے ۔ ذرا بچارو تو سہی تحقیں اس خود کُشی کرنے کا حق کیا ہے؟ ۔ ایک تنگ مُنہ والی کُپّی میں بُھنے ہوئے چنے پڑے تھے اور یہ کُپّی زمیں میں گڑی تھی۔ بندر نے آکر چنوں کے لئے کُپّی میں ہاتھ ڈالا۔ اور مٹھی بھرلی۔ چونکہ چنوں سے بھری ہوئی مٹھی موٹی اور بھاری تھی۔ اور کُپّی کا منہ نہایت تنگ اس لئے ہاتھ باہر نہ نکال سکا۔ بہتیرا جتن کیا۔ ایک پیش نہ گئی وہیں قید ہو گیا۔ چلاتا تھا۔ شور مچاتا تھا۔ مگر مُٹھی کے چنے نہیں چھوڑتا تھا۔ ہاتھ خالی نہیں کرتا تھا جس سے آزادی ملے ۔

نوٹ:۔ افعال و حرکات دو قسم کے ہیں۔ ایک طبعی۔ دوسرے ارادی ۔ طبعی (अविज्ञात) تو وہ ہیں جن کے سرزد ہوتے وقت بُدھی (ہوش) کو خبر نہ ہو جیسے دوران خون تنفس۔ بالیدگی روئیدگی وغیرہ ۔ ارادی (विज्ञात) وہ ہیں جن کے سرزد ہونے کے لئے بُدھی (ہوش) کا واسطہ ہونا ضروری ہے۔ مثل کھانا۔ چلنا دیکھنا۔ بولنا لکھنا۔ پڑھنا وغیرہ ۔ جب کسی سے پوچھا جاتا ہے کہ "تونے آج کیا کام کیا؟" تو جو افعال و حرکات ارادی اُس سے سرزد ہوئے ہوں اُن کا نام لے لیتا ہے۔

کثیر التعداد حرکاتِ طبعی کا نام ہی نہیں لیتا۔ گویا کہ وہ اُس سے سرزد ہی نہیں ہوئے ۔

اب بتاؤ ایسے کا کیا علاج ؟ جانِ من ! تمھیں کوئی قید کرنے والا نہیں۔ تمھارے لئے (आत्मा) کہاں ؟ تم نے اُس ہنومان کے قیمتہ دار کی طرح حواس و ہوش کو اس زور سے (اہنکار روپی) مٹھی میں لیا ہے کہ قید ہو گئے ہو۔ محدود بن گئے ہو۔ جیو کہلوانے ہو۔ کیا سچ کہا ہے "امرسن" نے کہ Every man is God playing the fool[1]

مرغی چنتن کی جبھی جھک مارن کی ہو سکے

مرگ ترشنا کے نیر میں ہو چلیو ہرن تو سبھے
(سراب) (پانی)

کھولو مٹھی۔ حواس و ہوش (من اندریہ) کے سنگ کو چھوڑو صرف ایک جسم میں۔ ایک دماغ میں۔ ایک پدھتی میں اپنے تئیں قید کیوں مانتے ہو۔ تم مٹھی تو کھولو سب کے "یار بنکے رہو" "چھری مارنے اور تلوار مارنے" پر بھی تمھاری یاری تمام کائنات سے نہیں چھوٹ سکتی۔ مٹھی کھولو گرہ (ग्रन्थि) دور کرو۔ تمام پرکرتی کو اپنی دلہن بنالو۔

۲ دیا اپنی خودی کو جو ہم نے مٹا وُہ جو پردہ سا بیچ میں تھا نہ رہا
رہے پردہ میں اب نہ وہ پردہ نشیں۔ کوئی دوسرا اُس کے سوا نہ رہا

۳ آنکس کہ خاکِ مارا گل کردہ خانہ ساخت ۰ خود درمیاں درآمد و مارا بہانہ ساخت

भिद्यते हृदयग्रन्थिश्छिद्यन्ते सर्वे संशयाः।

---

[1] ہر ایک آدمی حقیقت میں خدا ہے۔ لیکن بیوقوفیاں کرتا رہتا ہے ۔

[3] جس نے ہماری مٹی کی کیچڑ بنا کر اپنا گھر بنایا۔ وہ خود تو بیچ میں پڑا ہے اور ہمارا بہانہ بنا دیا (مراد یہ ہے کہ کرنے کرانے والا سب وہ ہے۔ لیکن ہم کو مفت میں اُس کا مرتکب ٹھہراتا ہے) ۔

दीयन्ते चास्य कर्म्माणि तस्मिन् दृष्टे परावरे॥

(منڈک اپنشد دوسرا ادھیائے کھنڈ دوسرا منتر ۸)

گیان اگنی میں اپنے من اندریوں (عقل و ہوش کو آہوتی بناکر ڈال دو۔ اُس آتم دیو کی خاطر جو سوتوں۔ جاگتوں (دوپایوں۔ چوپایوں) کا ایک صرف ایک ہی حاکم ہے ×

غیریت کا حشر بپا کرنے والی تمیز کی قربانی چڑھاؤ اُس ذات واحد کے آگے جو تمام حواس۔ زندگی اور طاقت کی چٹان ہے ×

محدود بنانے والی تپدشی کو سلے کردو اُس ہر شے گربھ میں آسمان و زمین کانپتے ہوئے جس کی طرف دیکھتے ہیں اور جس میں طلوع ہوا سورج چمکتا ہے۔

ذرا باطن کی طرف منہ موڑ کر دیکھو۔ تم ہی ہو وہ جس کا جلال کوہستان ہمالہ ظاہر کرتے ہیں جس کی عظمت بحر نیلگوں (سمندر یا آسمان) جتلاتا ہے

यस्य मे हिमवन्तो महित्वा यस्य समुद्रं रसया सहाहुः (رگوید منڈل)

سے سائیں لوک پکارتے کر کر لمبے ہاتھ × تو پرماتم دیو ہے تو ترلوکی ناتھ

سے گرچہ خاکی دریں جزیرۂ خاک × لیک صافی تر از زلال توئی

سلہ اُس پرم پرش (لایزال ذات) کے دیکھ لینے پر (انو بھو پر) دل کے سارے عقدے حل ہو جاتے ہیں۔ اور کل کرم (پھل دینے والے اعمال) ناش ہو جاتے ہیں

سلہ برف سے لدے ہوئے پہاڑ (یعنی کوہستان ہمالیہ) جسکی بزرگی کو جتلاتے ہیں۔ اور جسکی عظمت کو سمندر عیاں کرتا ہے (وہ ذات اعلیٰ تُو ہے) ×

سلہ اگر تُو اس خاکی سرزمین میں خاک کا پتلا ہے لیکن آب مقطر سے بھی زیادہ صاف تُو ہی ہے (۲) اپنے سے (انانیت سے) گزر اور ایک بار اپنے میں ۳ (یعنی آتم انو بھو کر) تاکہ تو جان لیوے کہ بزرگی والا (خدا) تُو ہی ہے ×

بگذر از خویش در خود آ یکبار ٭ تا بدانی کہ ذوالجلال توئی (۲)

طالب ۔نہیں بھگون! بس۔اب سُناتے کس کو ہو؟ سُننے والے ہوش تو آپ رہنے نہیں دیتے ٭

سلہ دِل گفت مرا علم لدنی ہوس ست ٭ تعلیمی کن اگر ترا دسترس ست

گفتم کہ الف گفت۔ دگر گفتم۔ ہیچ ٭ در خانہ اگر کس ست یک حرف بس ست

یہ جاپتی کے اُپدیش کو اندر بتیس بتیس سال تک بچارتا رہتا تھا۔ آپ کے اس "ا" رُوپی اُپدیش کو ہم پُورے بتیس دن تک ایکانت میں ہر روز بچاریں گے۔ پھر اور سُننے کو حاضر ہو جائیں گے ٭

(طالب پریم سے چرن چھوتا ہے)

عارف :۔نارائن! یہ کیا؟ یہ کیا؟ ابھی سے اُس سارے اُپدیش کو بھول گئے ٭ برائے خدا! ہمیں جسم رُوپ نہ سمجھو۔ اور نہ اپنے تئیں اس بدن میں مقید مانو۔ اچھے جگیاسو ہو۔ کہ آتے ہی ہمیں محدود بنانے لگے ٭ پیارے! ہم تو تیرے اندر موجود ہیں۔ تیرے قلب میں جلوہ گر ہیں۔ تیرے گھر میں مہمان ہیں۔ وہیں ہم سے تپاک کے ساتھ بغلگیر ہی نہیں بلکہ ایک ہو جاؤ۔ جانِ من! گھر میں مہمان چھوڑ کر بازار میں پھرتے رہنا اُس کی ہتک کرنا ہے ٭

سلہ دل نے کہا کہ مجھکو کشف و کرامات کے علم کی ہوس ہے۔ اگر تجھکو اس میں قابلیت حاصل ہے تو مجھکو تعلیم دے ٭

(۲) میں نے کہا کہ "الف" اُس نے دریافت کیا کہ اور آگے بھی کچھ؟ میں نے کہا کہ کچھ نہیں۔ دل کے گھر میں اگر کوئی (رکھنا) ہے تو ایک حرف (الف) کافی ہے ٭

سوال ۵ - طالب! مکن توہین من۔ در خانہ ات رام است ہیں
رُو تافتی از من چرا؟ در قلب تو پیدا استم
اپنے جسم و اسم عقل و نقل کے چیتھڑوں کو اٹھا کر دیکھو۔ اسی دم رام سے وصل ہوگا ﴿

سوال ۶ یار اساڈے نے انگیا سلایا آساں کھول تنی گل لاء لیا
اساں گھٹ جانی گل لاء لیا

آپے دریا آپے رس آپے راون ہار | آپے ہی گل چولڑا ہیلے آپے سیج چھار
آپے ماچھی مچھلی پیارے آپے پانی جال | آپے جال منکڑا پیارے آپے سب وا کال

چار کوٹ چودہ بھون سرب بیاپک رام
نانک اون نہ دیکھئے پورن تاکے کام

الف اوہی ہیں اوہی سروپ سوہنا | سہی سیج دیدار کہاں اوہی ہیں تون
جنھوں جید اجید پکار دے نی | ہویا چام چکڑی چوہی ہیا تون
توہی وشنو ورنج مہیش ہویا | کہیں کاک طوطا کہیں کہی ہیں تون
ہیں توہی ہیں توہی گوپال سنگھا | گل توہی ہیں۔ توہی ہیں۔ توہی ہیں تون

سلف اے طالب (جگیاسو) میری توہین مت کر۔ تیرے گھر (ہردیہ) میں رام رہتا ہے۔ وہاں دیکھ۔ اے پیارے! تو میرے سے رخ کیوں پھیرتا ہے۔ میں تو تیرے دل میں ہر وقت ظاہر ہوں ﴿

الف جلد اوّل نمبر ۴ تا ۶

رام

धीराः प्रेत्यास्माल्लोकादमृता भवन्ति। (رام وید کین اُپنشد منتر ۲)

ترجمہ:۔ عارف لوگ اِس دنیا سے مُنہ موڑ کر حیاتِ ابدی حاصل کرتے ہیں -

پریم صُراحی سو پئے سو سیس وچھنا دیت
لوبھی سیس نہ دے سکے نام پریم کا لیت

۱۔ تا شانہ صفت سر نہ نہی در تہ ارہ	ہرگز بہ سر زلفِ نگارے نرسی
تا سرمہ صفت سُودہ نگردی تہ سنگ	ہرگز بہ صفا چشمِ نگارے نرسی (۲)
تا ہمچو دُرے سفتہ نگردی با تار	ہرگز بہ بناگوشِ نگارے نرسی (۳)

۱۔ جب تک کنگھی کی طرح تو آرے کے نیچے سر نہ رکھے گا تب تک اپنے پیارے کی زلف تک نہیں پہنچ سکے گا ؛

(۲) جب تک کہ تو (یعنی تیری جزوی خودی) سرمہ کی طرح (گیان رُوپی) پتھر کے نیچے گِھس نہیں جائے گا تب تک تو اپنے پیارے کی آنکھ تک بھی نہیں پہنچ سکتا ؛

(۳) جب تک کہ موتی کی طرح تو تار سے نہ چھیدا جائے گا تب تک اپنے پیارے کے کان تک بھی نہیں پہنچ سکے گا ؛

۴۔ تا گل شدہ بپرید نگردی از شاخ | ہرگز بہ گل حسن نگارے نرسی (۴)
۵۔ تا خاک نشوا کوزہ نسازند گلا لاں | ہرگز بہ لب لعل نگارے نرسی (۵)
۶۔ تا ہمچو قلم سر ننہی در تہ کارد | ہرگز بہ سر انگشتِ نگارے نرسی (۶)
۷۔ تا ہمچو حنا سودہ نگردی تہ سنگ | ہرگز بہ کف پائے نگارے نرسی (۷)

۸۔ خاک در چشمے کہ او نشناخت حسن خویش را
مُردہ آں دل کو بلا گرداں نشد درویش را

۹۔ عشق کرن تلوار کی دھار کپّن | نہیں کم ایہ جھکیاں ننگیاں دا
ایہنے بھاں ناہیں اڑ بنگیاں دا | ایہ تاں کم ہے سراں نقیں ننگیاں دا

(۴) جب تک کہ تو پھول ہو کر ٹہنی سے نہیں کاٹا جائے گا تب تک تو اپنے پیارے کی خوبصورتی کے پھول (حسن) تک نہیں پہنچ سکے گا۔

(۵) جب تک کہ شراب فروش تیری مٹی کو کوزہ نہ بنالیں تب تک تو اپنے پیارے کے لعل سے لبوں تک بھی نہیں پہنچ سکے گا۔

(۶) جب تک کہ تو قلم کی طرح چاقو کے نیچے سر نہیں رکھے گا تب تک تو اپنے پیارے کی انگلیوں کے سروں (یعنی پوروں) تک نہیں پہنچ سکے گا۔

(۷) جب تک کہ مہندی کی طرح تو پتھر کے نیچے نہیں پیا جائے گا۔ تب تک تو اپنے پیارے کے پاؤں کے تلوے تک نہیں پہنچ سکے گا۔

(۸) اس آنکھ میں خاک پڑے کہ جس نے اپنے حسن کو نہیں پہچانا اور وہ دل مُردہ ہے جو فقیر پر فدا ہونے والا (قربان جانے والا) نہ ہو۔

سو ۹ از خودی بیزار گشتن دوست را جستن ز جان
ترکِ درماں کردن و با دردِ عشقش ساختن
اے پسر عشق است جانت خویشتن را عشق داں
ایں چنیں باشد بمعنی خویش را بشناختن

چ ۴۔ چاتے پڑھن سکھالڑا ہے	گھٹے ساہ اکو چھال مار دیئی
نرد عشق دی کھیڈی کھری اوکھی	ترس ترس بازی جان ہار دیئی
چڑھے عشق دی موت توں پھرن ڈردے	وانگ کھوتیاں عمر گزار دے نی

دیکھ ۵
Whosoever shall save his life shall ~~lose~~ it,
~~save it~~ and whosoever shall lose his life shall

رل ۹ اے بیٹا! تیری جان بذاتِ خود عشق ہے۔ اس لئے تو اپنے تئیں عشق روپ جان۔ خودی سے (اپنی جزوی خودی سے) بیزار ہوتا۔ دوست کو دل و جان سے ڈھونڈتا۔ (دوست کے پانے میں جو دُکھ ملیں ان کے) علاج کا ترک کرنا۔ اور اپنے پیارے عشق کے ساتھ موافقت کرنی۔ یہ باتیں ہیں جن سے اپنا آپ پہچانا جاتا ہے (یا اپنے آپ کو پہچاننے کے یہ معنی ہیں) ؛

سطہ جو کوئی بھی اپنی زندگی (جان) بچائے گا وُہ اُسے کھوئیگا۔ اور جو کوئی اُسے کھودیگا وہ اُس کو بچالے گا۔ مُراد یہ ہے کہ اپنی جان کو بھگوان یا پبلک کی سیوا میں نثار کرنے سے حیاتِ ابدی حاصل ہوتی ہے۔ اور اگر وہ خود غرضی سے دوسروں کی خدمت میں اپنی زندگی کا استعمال نہیں کرتا۔ بلکہ ساری عمر پیٹ پالو کی طرح محض پیٹ کے دھندوں میں صرف کرتا ہے وہ حقیقتاً اپنے آپکو ہر طرح سے تباہ کرتا ہے۔ نہ اس دنیا میں اُسے سُکھ و انسانی زندگی نصیب ہوتی ہے اور نہ عاقبت (پرلوک) میں ؛

جان دے جاناں سے مل۔ سر سے مل۔ سر سے گزر سردار بن۔ دار پر چڑھ منصور (حضرت باب۔ فتح مند) ہو۔ اپنے رخ انور سے بُرقع اٹھا۔ ماہ و خورشید کو چھپا۔

ع قمریاں عاشق ہیں تیری سرو بندہ ہے ترا
بلبلیں تجھ پر فدا ہیں گُل ترا دیوانہ ہے

خودی چھوڑ خدا ہو۔

اعتراض۔ قطرہ بھی کبھی دریا ہو سکتا ہے؟ جزو کیونکر کل بن سکتا ہے؟ ہم خدا کبھی نہیں ہو سکتے۔

جواب۔ اوّل تو تم اپنے آپ کو اور کا اور مان رہے ہو۔ خود کشی کر رہے ہو۔ اور دوم خدا کو کچھ کا کچھ جان رہے ہو۔ اُسے محدود بنا رہے ہو۔ کلنک لگا رہے ہو۔ ایسی حالت میں تو حقیقت آپ پر کبھی نہیں کھل سکتی۔ البتہ "میں" (अहम) کا مفہوم اصلی (लक्ष्यार्थ) جانو۔ اور خدا (तत्) کی ذات کو پہچانو۔ تو ابھی آنند کی وہ شیرینی حاصل ہو کہ چون و چرا کے ہونٹ مل جائیں۔ "منکہ فلاں ڈگری یافتہ قوم فلاں۔ پیشہ فلاں۔ ساکن فلاں وغیرہ" تم نہیں ہو۔ اس کا نام ویدانت والوں نے "اہنکار" رکھا ہے۔ یہ "اہنکار" تم نہیں ہو۔ یہ اہنکار آتما نہیں ہے۔ یہ "اہنکار" خدا نہیں ہے۔ جب گیان وان سے یہ کلمہ سنائی دیتا ہے کہ "میں برہم ہوں"۔ "من خدایم" تو نہ من (میں) سے اُس کی مراد اہنکار ہوتی ہے اور نہ خدا (برہم) سے مراد Personal God (ذکنون والا محدود ایشور) ہوتی ہے۔ اس کلام کی حقیقت کو نہ سمجھ کر

عام انسان اِس مژدۂ وصل کو اپنی نادانی کی بدولت آفتِ ناگہانی تصور کر بیٹھتا ہے ✦ اہنکار (انانیت) تیرا سروپ (ذات) نہیں ہے۔ اِس اہنکار کو ویدانت نکالنا چاہتا ہے۔ انانیت کو نفی کرواتا ہے ✦

کسی راجہ کے پاس ایک اجنبی شاعر قصیدہ کہہ کر لایا۔ جس کا مطلع یُوں شروع ہوتا تھا ✦

سلہ اے تاجِ دولت بر سرت از ابتدا تا انتہا

راجہ صاحب فارسی زبان سے ناواقف تھے۔ مگر حسبِ دستور اپنی لاعلمی ظاہر کرنی نہیں چاہتے تھے۔ قصیدہ فی الواقعہ نہایت عمدہ تھا۔ راجہ صاحب نے قدر دانی دکھانے کی خاطر اُس شاعر کو انعام و اکرام سے مالامال کرنے کا حکم دیا۔ اِس پر دربار کے شاعر کو بڑا رشک ہوا۔ راجہ صاحب کے حضور میں اُس اجنبی شاعر سے کہا کہ اپنے قصیدے کے اشعار کی تقطیع کرے۔ اجنبی شاعر تقطیع کرنے لگا:

"اے تاج دو"...... مستفعلن "لت بر سرت"...... مستفعلن... وغیرہ

بیچارا شاعر "لت بر سرت" کہہ ہی رہا تھا کہ درباری شاعر نے اُس کی زبان روک لی۔ کہ اے مردک! ہمارے مہاراج کو "لت بر سرت" (یعنی "لات تیرے سر پر") ایسا بے ادبی کا کلمہ بول رہا ہے۔ پس چُپ رہ راجہ صاحب بھی غضب سے بھر گئے۔ اور ہونٹ دانتوں میں کاٹ کر بولے "ایں! یہ بات ہے؟" وہ غریب ہکا بکا رہ گیا کہ لینے کے دینے پڑ گئے۔ وغیرہ ✦

ٹھیک اِسی طرح او شہنشاہ انسان! وید بھگوان (कवि، تیری

سلہ اے بادشاہ دولت کا تاج تیرے سر پر شروع سے آخر تک (ہمیشہ) رہے ✦

تعریف کے گیت یہ کہہ کر لایا ہے (अयमात्मा ब्रह्म) یہ آتما برہم ہے (तत्त्वमसि) وہ تُو ہے وغیرہ + تو اہنکار کے ایماء سے اِس کلام پاک کو مت لگاڑ *

علہ ع دامِ تزویر مکن چوں دگراں قرآں را * اس عقیدے کو رد کرنے سے نہ وید بھگوان کی بے ادبی کر اور نہ اپنے سر پر لات کھا *

روایت مذکورۂ بالا یُوں بھی سُننے میں آئی ہے کہ اجنبی شاعر تقطیع کرتے وقت جب بولا۔ اے تاج دو مستفعلن تب درباری شاعر نہایت تیزی سے چلایا "آگے بھی تو کہو۔ آگے! آگے!" اجنبی شاعر اپنے حریف کے شرارت آمیز ارادے کو بھانپ گیا۔ اور فی الفور درباری شاعر کی طرف مخاطب ہوکر زور سے بولا بدولت بر سرت "مستفعلن۔ جس کے یہ معنی تھے کہ "او اے عیب بیں! تجھکو پھٹکار ہے" *

پیارے! تیرے نادان مداح اہنکار کو وید بھگوان ملامت کرتا ہے۔

प्रकृतेः क्रियमाणानि गुणैः कर्माणि सर्वशः।
अहंकारविमूढात्मा कर्ताहमिति मन्यते॥ (بھگوت گیتا ۳۔ ۲۷)

ترجمہ اسکا مایا کے گُن کرت ہیں سبھی کرم یہ جان
اہنکار آتم بموڑھ لیپ آپن کو مان

علہ ز حق بے خبر غافل از خویشتن * شناسد کہ ہر کار آید ز من

علہ اوروں کی طرح قرآن کو مکر و فریب کا جال مت بنا *

علہ حق (خدا) سے بے خبر اور اپنے (سروپ) سے غافل آدمی یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ کام ہوتا ہے وہ میرے سے ہوتا ہے۔ وہ نادانی (جہالت) میں پھنسا ہُوا ہے اور اسکا جلد ترقی پر ہے۔ اسکے ایسے حال پر افسوس کرنا جائز ہے (یعنی اسکی حالت قابل افسوس ہے)

؎ گرفتارِ جہل است خلطش رساست ٭ بر احوالِ او حیف خوردن رواست

By egoism demented, thinks oneself the doer of those acts which are performed throughout by nature's qualities

اہنکار کو اپنی صحبت میں مت رکھ۔ انانیت کو نفی کر۔ اہنکار کی بدولت نہ خود حقیر بن اور نہ خدا کو محدود (finite) سمجھ کر اپنے سے جُدا بنا۔ بڑی بھاری غلطی دنیا میں یہ پھیلی ہوئی ہے کہ آتما (اپنا آپ۔ self) جو بیرون از قیاس و ادراک ہے۔ اُس کو اشیائے معلومہ کے زمرہ میں لانا چاہتے ہیں۔ وہ نرگُن (مبرّا از اوصاف) ہے۔ اُس کو متصف باوصاف کیا چاہتے ہیں۔

جیسے سورج سے تمام چرند و پرند حیوان و انسان پرورش پاتے ہیں آنکھ دیکھتی ہے سورج کی بدولت۔ ہاتھ پیر کام کرتے ہیں سورج سے طاقت چیتنا (Energy) لیکر زمین قائم ہے۔ سورج کی وجہ سے کُل کار و بار کا سلسلہ سورج کی مدد سے چلتا ہے۔ لوگوں کے لئے غذا سورج کی عنایت سے پیدا ہوتی ہے۔ چاند کی چاندنی در اصل سورج کا ہی پرکاش ہوتی ہے۔ نیل بروشنی کو سورج ہی سے حاصل کرتا ہے۔ اور ایندھن گرمی کو سورج ہی سے پاکر آتا ہے۔ دنیا میں بھلا بُرا جو ہوتا ہے سورج ہی کی کرتُوت ہوتی ہے ٭

سلہ نشہ اہنکار یا خودی سے مست و مخمور پُرش (یعنی جاہل و خود غرض آدمی) جو کام کہ اُس کی قدرت (سبھاؤ) کے خواص سے خود بخود سرزد ہوتے ہیں وہ (جہالت کی وجہ سے) اُن کا فاعل خود (اپنے آپ) کو گردانتا ہے ٭

आदित्येनैव ज्योतिषाऽस्ते। पल्ययते कर्म कुरुते विपल्येतीति

ترجمہ: سورج کے نور سے انسان بیٹھتا ہے۔ چلتا پھرتا ہے۔ کام کاج کرتا ہے اور گھر واپس آتا ہے۔ کسی نیک یا بد کام کو کرتے وقت ہر ایک عضو اور پٹھے کی حرکت کا موجب سورج ہی ہوتا ہے۔ لیکن کبھی نہ دیکھا یا سنا کہ کسی عدالت (کچہری) میں سورج کو مدعا علیہ قرار دیکر نالش دائر ہوئی ہو۔

اب منبع نور! تم نے یہ کیا اندھیر مچا رکھا ہے کہ ہر بات کے کرنے کرانے والے بھی ہو۔ اور بری الذمہ بھی بنتے ہو! او آفتاب! آپ ہی تو ملزم ہو اور خود ہی سب کار و بار کے دیکھنے والے (شاہد) ساکشی بن بیٹھے ہو۔ کہاں تک چھپے رہو گے۔ آج حضرتِ انسان کی عدالتِ عالیہ میں اظہار دو۔

؎ خاک پستی سے اگر دامن ترا ہمدم نہیں ⁂ یہ جدائی کا نشاں ملتے بہتر اعظم نہیں
اپنی ہستی سے تو اگر محرم نہیں ⁂ ہمدم یک ذرۂ خاک در آدم نہیں

؎ تو سلامت پذیر صبح فردا ہی رہا ⁂ نورِ مسجودِ ملک زیب تماشا ہی رہا

سورج کے اظہار:- باقرار صالح۔ اے حاکم الحکام انسان! سب کچھ مجھ سے وقوع میں آتا بھی ہے۔ اور میں کسی امر کا فاعل بھی نہیں ہوتا۔ پر آپ ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈالکر تو دیکھئے۔ میرے حسب و نسب کا تو پتہ لگائیے گا۔ میں تو صرف آپ کا اجالا کرنے والا (ओतक) ہوں آپ کا سایہ ہوں۔ جو کچھ آپ فی الحقیقت ہو میں اس کا عکس ہوں۔ میرا کیا مقدور کہ آپکے آتما کو اور کا اور تعبیر کر سکوں۔ آفتاب مجھے ملزم قرار دیتے ہو۔ چہ خوب ع جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے ⁂

ناظرین! اب ذرا بچار کرو اور دیکھو کہ آپ کا آتما بُدھی یا اہنکار نہیں ہے۔ اور نہ وہ کبھی کہتا ہے کہ میں نے فلاں کام کیا۔ میں نے یہ بنایا وہ بنایا کیسے کیسے لطف اُٹھالئے۔ کیا کیا نہ کر دکھایا وغیرہ۔ آتما ایسا اوچھا نہیں کہ اس شعر کا مصداق ہو سکے ✣

شعر: اتنی بھی چاہیئے حوصلہ فوارہ ساں نہ تنگ
چلو ہی بھر جو پانی ہیں گو بھر اُچھل پڑے

آتما تو سورج کی طرح ہے۔ اُس سے بھُگتی (انگ) بھی کچھ نہیں۔ اور نہ وہ کرتا بھوگتا بھی نہیں ✤ وجُود کے محلسرا میں آتما سے زندگی (شکتی) پاکر پانچوں پرانوں (یعنی پران۔ اپان۔ ویان۔ اُدان۔ سمان) سے اپنا اپنا کام ہوتا ہے

यः प्राणेन प्राणिति स त आत्मा सर्वान्तरः। यो ऽपानेनापानीति स त आत्मा सर्वान्तरः। यो व्यानेन व्यानीति स त आत्मा सर्वान्तरः। यो उदानेनोदानीति स त आत्मा सर्वान्तरः। एष त आत्मा सर्वान्तरः (برہدارنیک اپنشد)

ترجمہ:۔ وہ جو پران بایو کے ذریعے سے سانس لیتا ہے۔ تیرا آتما ہے سب میں رہنے والا۔ وہ جو اپان بایو کے ساتھ نیچے کو جاتا ہے۔ تیرا آتما ہے سب میں رہنے والا۔ وہ جو ویان سے ہر مقام پر پہنچتا ہے۔ تیرا آتما ہے سب میں رہنے والا۔ وہ جو اُدان سے اُوپر کو چڑھتا ہے۔ تیرا آتما ہے سب میں رہنے والا ✤ یہ تیرا آتما سب میں رہنے والا ہے ✤

آتما کے نُور میں سب حواس رہتے سہتے (بود و باش کرتے) ہیں دماغ رُوپی ہارمونیم (باجہ) سے بُدھی اور اہنکار (خیال و عقل وغیرہ) رُوپی سُریں آتما کی بدولت نکلتی ہیں۔ لیکن یہ آکثر دیو اسی خیال سے

مبرّا اور معرّا ہے کہ "میں کرتا ہوں"۔ آتما کبھی نہیں کہتا کہ "میں نے خون بنایا میں نے ہڈیاں اور پٹھے تیار کئے۔ میں نے بال بڑھائے وغیرہ" سب کچھ ہوتا بھی اُسی سے ہے اور وہ آپ کرنے کا نام بھی نہیں لیتا۔ کرنے کرانے کی تمیز (consciousness) سے پرے ہے۔ آتما۔ عقل و تمیز (consciousness) بھی) اُس کا ایک کرشمہ ہے۔
جہاں سینکڑوں کام اُسکی ستّا سے خود بخود ہو رہے ہیں۔ مثل تنفس۔ دوران خون۔ تھوک پیدا ہونا۔ غذا کا پچنا وغیرہ۔ وہاں دماغ کی سوچ بچار (عقل و ہوش) بھی اُسی کے پرکاش کے باعث ظہور میں آتی ہے عقل (intellect) ایک (tongs) چمٹے کی طرح ہے جو دنیا کے سب پدارتھوں (اشیاء) کو پکڑ سکتا ہے۔ لیکن اِس چمٹے (عقل) کی یہ مجال نہیں کہ اُن اُنگلیوں کو پکڑ سکے جن کے قابُو میں خود ہے۔ اور جن کے بس میں آکر اشیاء پر قابض ہوتا ہے ❊ بالفاظ دیگر عقل (consciousness۔ تمیز) محسوسات کی اشیاء پر گو قدرت حاصل کرسکتی ہے۔ لیکن آتما کو نہیں پکڑ سکتی۔ کیونکہ آتما اُن اُنگلیوں کی طرح ہے جنھوں نے چمٹے کو قابو کیا ہُوا ہے ❊

यो मनसि तिष्ठन्मनसोऽन्तरः, यम् मनो न वेद, यस्य मनः शरीरं यो मनोऽन्तरो यमयति एष त आत्माऽन्तर्याम्यमृतः ॥२०॥

(برہدارنیک اُپنشد ادھیائے ۳۔ برہمن ۷ منتر ۲۰)

ترجمہ: وہ جو من (بدّھی۔ اہنکار) میں رہتا ہے۔ من سے انتر ہے۔ جس کو من نہیں جانتا۔ من جس کے لئے جسم (یا لباس) کی طرح ہے۔ جو اندر سے من کو چلاتا ہے۔ وہ تیرا آتما غیرفانی قادرالقلوب (انتریامی) ہے ❊

سلہ خرد را دوش مے گفتم کہ اے اکسیر دانائی
ہمت بے مغز ہشیاری ہمت بے دیدہ بینائی
چہ گوئی در وجودِ آں کیست کیں شایستگی دارد
کہ تو با آب روئے خویش خاکِ پائے او سائی

اعتراض:- دنیا میں تو دو ہی قسم کی چیزیں ہوتی ہیں۔ جڑ (غیر ذی عقل Unconscious) اور چیتن (ذی عقل Conscious)۔ آپ کے ارشاد سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ آتما چیتن (ذی عقل Conscious) نہیں ہے کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ آتما سے کوئی کام سرزد ہوتے وقت آتما میں یہ خیال نہیں ہوتا کہ "میں کر رہا ہوں" پس چونکہ آتما "چیتن" نہیں ہے اس لئے آپ کی منطق کی رو سے آتما ضرور "جڑ" ہے۔

بڑے تعجب کا مقام ہے تمہارا ویدانت آتما کو جڑ مانتا ہے۔ ایسا جڑ (پتھر سا) آتما چیتن بدھی کو کیا خاک طاقت دے سکتا ہے؟

جواب:- ہاں دنیا میں تو دو ہی قسم کی اشیاء ہوتی ہیں۔ جڑ اور چیتن مگر آتما دنیا کی شے نہیں ہے۔ یہ جنس سنساری نہیں ہے۔ یہ سودا حواس (اندریوں) کے گلی کوچوں میں نہیں فروخت ہوتا۔

ع ہوش بھی جس پر پھڑک جائیں وہ سودا اور ہے

سلہ کل رات میں عقل سے کہتا تھا کہ اے دانائی کی کیمیا! تیری تمام ہوشیاری بغیر مغز (دماغ) کے ہے اور تیری تمام بینائی بغیر آنسوؤں کے ہے۔
(۲) تو بتلا کہ اس جسم میں وہ کون ہے کہ جو ایسی لیاقت رکھتا ہے کہ تو اپنے چہرہ کی آب پر اس کے پاؤں کی خاک ملتی ہے (یا گھستی ہے)

لہ پائے ظاہر رو ہمیشہ راہ ظاہر میرود ٭ قطع راہ باطنی را کار پائے دیگر است
آپ کے معنوں میں جڑ اور چیتن کو لیا جائے تو آتما نہ جڑ ہے نہ چیتن۔
وہ بیان میں آ ہی نہیں سکتا۔ جب تک تم جڑ اور چیتن کی تمیز رکھتے
ہو۔ آتما کا ساکشات کار نہیں ہو سکتا۔ جب آتم ساکشات کار ہوگا۔ جڑ چیتن
کی تمیز اُٹھ جائیگی ٭ یہ تو بتاؤ۔ آتما سوچے تو کیا سوچے؟ سوچنے کے
عمل میں کسی غیر چیز کا آگاہ ہونا لازمی ہے۔ آتما سے بھن (جُدا) کوئی شئے
ہی نہیں۔ تو آگاہی کیا معنی؟ اور سوچنا کیسا؟
جب مَیں بھی وہ (آتما)، تم بھی وہ (آتما)، یہ بھی وہ (آتما)، وہ بھی وہ (آتما)
اور سب ہی کچھ وُہ آتما ہے تو اُس سے علیحدہ باقی کیا رہا۔ جس کی
بابت وُہ (آتما) سوچے۔ آتما میں دُنیا کہاں رہی سنسار کہاں رہا؟ سورج
کی اتنی عمر ہو گئی سورج نے اندھیرا کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا۔ دن اور رات
اندھیرا اُجالا زمین کے لئے تھے۔ سورج میں کبھی رات پڑتی ہے نہ دن چڑھتا ہے
آفتاب نے جہاں نگاہ ڈالی۔ اندھیرے نے آنکھ چُرالی ٭
پیارے! سورجوں کے سورج آتم دیو کے لئے جل داگیان) ومافیہا (دنیا) کہاں؟
آتما کو بھلا کیسی سوچ بچار؟ سوچ بچار تو قیود زمانی مکانی اور نفسانی میں
پھنسے ہوئے کے لئے زیبا ہے ٭ جو سب زمانوں (ماضی حال مستقبل)
میں جلوہ گر ہو۔ وہ کس کل یا پرسوں کی فکر کرے؟ جو سب مکانوں
میں حاضر و ناظر ہو۔ وہ کس غائب مقام تک رسائی پانے کا اندیشہ

لہ ظاہری طریق پر چلنے والا قدم (یعنی وہ پاؤں جو ہمیشہ محض دکھاوے (یعنی غیر
حقیقی راستے یا مذہب پر چلتا ہے) ہمیشہ دکھلاوے کے راستے پر چلتا ہے۔ لیکن حقیقی راستے
کا طے کرنا کسی اور پاؤں (قدم) کا کام ہے ٭

اندیشہ کرے؟ جو کُل شئے محیط ہو وہ کس کُل مراد کے حصول کی تدبیر کرے؟

؎ کیا سوچے کیا سمجھے رام؟	تین کال کا واں کیا کام؟
کیا سوچے کیا سمجھے رام؟	تین لوک نہیں اُوچا دھام
نت ترپت سکھ ساگر نام	کیا سوچے کیا سمجھے رام؟
جہاں رام نانہ کام تانہ	جہاں کام نہیں رام

यत्र हि द्वैतमिव भवति, तदितर इतरं पश्यति,
तदितर इतरं जिघ्रति, तदितर इतरं रसयते,
तदितर इतरमभिवदति, तदितर इतरं शृणोति
तदितर इतरं मनुते, तदितर इतरं स्पृशति,
तदितर इतरं विजानाति; यत्र त्वस्य सर्वमात्मैवाभूत्,
तत्केन कं पश्येत्तत्केन कं जिघ्रेत्तत्केन कं शृणुयात्तत्केन कं रसयेत्तत्केन
कमभिवदेत्तत्केन कं मन्वीत तत्केन कं विजानीयाद्येनेदं सर्वं
विजानाति तं केन विजानीयाद्विज्ञातारमरे केन विजानीयादिति॥

(برہدارنیک اُپنشد۔ ادھیائے ۴ براہمن ۵ منتر ۱۵)

ترجمہ: جہاں غیریت دکھائی دیتی ہے۔ وہاں ایک دوسرے کو دیکھتا ہے۔ وہاں ایک دوسرے کو سونگھتا ہے۔ وہاں ایک دوسرے کو سُنتا ہے۔ وہاں ایک دوسرے کا ذکر کرتا ہے۔ وہاں ایک دوسرے کی بابت فکر کرتا ہے۔ وہاں ایک دوسرے کو جانتا ہے۔ لیکن جہاں سب کچھ ایک آتما ہی آتما ہو۔ وہاں کس کو کس سے دیکھے؟ کس کو کس سے سُونگھے؟ کس کو کس سے سُنے؟ کس کا کس سے ذکر کرے؟ کس کا فکر کرے؟ کس کو جانے؟ جس سے یہ کُل اشیا

جانی جاتی ہیں وہ (عین علم) کس سے جانا جائے"؟

سہ اے خدا جویاں خدا گم کردہ اید ٭ گم وریں امواجِ قلزم کردہ اید

کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ آتما دیوار کی طرح جڑ (یعنی جہالت آلود) ہے آتما تو عین علم ہے۔گیان سروپ ہے چیتنا روپ ہے شری بھگوتی کا ارشاد سُنو

यद्वैतन्न पश्यति, पश्यन्वै तन्न पश्यति, नहि द्रष्टुर्दृष्टेर्
विपरिलोपो विद्यतेऽविनाशित्वान्न तु तद्द्वितीयमस्ति
ततोऽन्यद्विभक्तं यत् पश्येत्॥ (برہدارنیک اُپنشد ۴-۳-۲۳)

ترجمہ:- گر یوں کہوں کہ آتما وہاں کچھ نہیں دیکھتا (تو) گو نہیں دیکھتا دیکھتا ہے۔کیونکہ آتما میں دیکھنے کی قدرت کبھی زائل نہیں ہوتی۔بے زوال ہے۔لیکن وہاں کوئی دوسرا نہیں۔آتما سے علٰحدہ (غیر) کا نام و نشان گم ہے۔پس آتما دیکھے کس کو؟

سہ آگاہ نیم از شبیہ تو دانم کہ نزادست
دوشیزۂ از دودۂ شبیہ تو عدم را

وہ آتما کچھ نہیں سوچتا۔اور گو نہیں سوچتا۔سوچتا ہے ٭ آتما میں سوچنے کی قوت کبھی زائل نہیں ہوتی۔بے زوال ہے۔لیکن وہاں کوئی دوسرا نہیں۔آتما سے علٰحدہ (غیر) کا نام و نشان گم ہے۔پس آتما کسکو

ؔ اے خدا کے ڈھونڈنے والو! تم نے اپنی تلاش سے خدا کو گم کر دیا ہے اور اُن لہروں (ذاتی کوشش) میں تم نے اس سمندر (لامحدود طاقت) کو چھپا دیا ہے

(۲) میں تیری تشبیہ (مثال) سے واقف نہیں ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ قدرت نے تیری مثال پیدا نہیں کی ہوئی ہے۔نیستی (عدم اویکت) کی کنواری لڑکی تیری تشبیہ کے خاندان میں سے ہے۔یعنی تیری مثال عدم رُوپ ہے ٭

سوچئے ؟ ٭

"حق شناس عارف (آتم درشی) وہ لاثانی بحر ہو جاتا ہے۔ جس کے امواج اور حباب وغیرہ عالمہائے رنگا رنگ ہیں۔ عرفان ہی برہم لوک ہے" ٭

एषास्य परमा गतिरेषास्य परमा संपदेषोऽस्य परमो लोक एषोऽस्य परम आनन्दः (برہدارنیک اُپنیشد ۴-۳-۳۲)

"یہی (آتم گیان) اُس کا مقصد اعلیٰ ہوتا ہے۔ یہی اُس کی بڑی سے بڑی دولت۔ یہی اس کے لئے بلند ترین رتبہ۔ اور یہی اُس کو اولیٰ ترین سرور" ٭

प्रेयान्यः सद्नधनात्मजप्रियादेः यःसेरगानप्रेमनाप्रियमिति मन्यते परश्चः। पाराध्याबधिंरधीरैनैनराध्यो विज्ञेयःसखलु सुखाब्धिरन्तरात्मा॥ (سوراجیہ سدھی)

"آتما جو سب کا پشت پناہ ہے۔ مکانات دولت اولاد عورت وغیرہ سب سے زیادہ جس کی قدر ہے۔ جس کی خاطر دیگر اشیا عزیز ہوتی ہیں جو کل کے مطالب کا انجام ہے۔ جس کے لئے سب چیزیں ہیں۔ اور جسکو کوئی غرض نہیں ہے۔ ایسے آتما کو کیوں ساکشات کار نہ کیا جائے۔ ایسے آتما کا عرفان کیوں نہ حاصل کیا جائے"

طالب:- ابھی کچھ پلّے نہیں پڑا۔ گڑ بڑ سی ہو گئی ہے ٭

عارف:- آتم ساکشات کار کوئی خالہ جی کا گھر نہیں ہے۔ یہاں صبر اور استقلال درکار ہے۔ سرکار کے ہاں چھوٹی چھوٹی اسامیوں کی خاطر کتنی سال اُمیدوار رہنا پڑتا ہے اور پھر بھی ملازمت خواہ ملے خواہ نہ ملے سرور لایزال (معرفت ذات) کے لئے اس درجے کی بے صبری! واہ ہمت

ست بارو ٭

श्रवणायापि बहुभिर्यो न लभ्यः शृण्वन्तोऽपि बहवो यं न विद्युः। आश्चर्यो वक्ता कुशलोऽस्य लब्धाऽऽश्चर्यो ज्ञाता कुशलानुशिष्टः॥७॥ (یجروید کٹھ اُپنشد- ادھیائے پہلا ولی دوسری منتر ۷)

"اکثر لوگ تو اس آتما کا چرچا سُننے ہی نہیں پاتے- سُن سُن کر بھی بہت لوگ سمجھ نہیں سکتے ٭ مبارک ہے یہ معرفت بتانے والا- اور غنیمت ہے اُس کا ملنا- نیز مبارک ہے اُس ودیا کو لینے والا- اور غنیمت ہے اُس کا تعلیم حقیقت پانا" ٭

لوگوں کو ویدانت کیوں نہیں بھاتا

جب کوئی نیا خیال انسان سوچتا ہے تو دماغ کے مادے میں ایک نقش سا پڑ جاتا ہے- لڑکا جب نئی نئی صحبتوں میں گزرتا ہے یا نئی نئی کتب کا مطالعہ کرتا ہے تو اُس کے دماغ کے مادے میں نئے نئے نقوش ثبت ہوتے ہیں- اور آئندہ کو فونو گراف کی مانند خیال کی تاخت اُن خطوں پر آساں ہو جاتی ہے- یعنی جو خیالات ایک دفعہ ذہن میں آ چکے ہوں اُن کو دوبارہ یاد کرنا یا سمجھنا سمجھانا سہل ہوتا ہے- اور اُن خیالات کے متعلق کہیں ذکر و اذکار ہو تو جھٹ سمجھ میں آ جاتا ہے- لیکن اگر کہیں اس قسم کے خیالوں کا سلسلہ پیش آ جائے کہ اُن میں اور دماغ کے موجودہ خطوط (نقوش) میں کوئی موافقت نہ ہو تو کچھ پتے نہیں پڑتا- عقل چکرا جاتی ہے - گرگٹ ہٹ

معلوم دیتی ہے ٭ چونکہ فسانوں وغیرہ میں عموماً اُن باتوں کا ذکر ہوتا ہے جن کے موافق روز مرہ کے تجربہ سے دماغ میں پہلے ہی سے لکیریں قائم کردی ہوں۔ اس واسطے معمولی ناول ناٹک کو پڑھتے وقت دماغ کی اُن تیار شدہ لکیروں (پٹڑیوں) پر انسان کا فہم ریل گاڑی کی طرح گزر جاتا ہے۔ لیکن فلسفہ یا ریاضی کو مطالعہ کرتے وقت دماغ میں نئے نقش (Lines) پٹڑیاں تیار کرنی پڑتی ہیں۔ اس واسطے اُن علوم کی تحصیل میں بہت دقت واقع ہوتی ہے ٭ بڑا باعث یہی ہے ویدانت کے کٹھن سمجھا جانے کا ٭

میتھرابن براہمن اپنشد میں مذکور ہے "پریشانی کے جال میں گرفتار ہونے کا باعث یقیناً یہی ہے کہ وہ جو بہشت (پاکیزگی) میں رہنے لایق ہیں اُن کی سنگت (صحبت) اختیار کرتے ہیں جو اُس بہشت (صفائی) باطن کے لائق نہیں" ٭ آجکل کے عام نوجوان بچپن سے لیکر ایسی صحبتوں میں گزارتے ہیں۔ ایسے کتب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اور اس قسم کی تعلیم پاتے ہیں کہ دنیا کی چند روزہ زندگی اُن کے دماغوں میں گھر کر بیٹھتی ہے ٭ رازِ حقیقت کی سریں نکالنے والی کوئی تار اُن کے دماغی رُوپی mandolin (طنبورہ) میں لگنے ہی نہیں پاتی۔ تو موقع پر بجے کیونکر؟ جب کہیں لیکچر وغیرہ میں اپنے مذاق کی بات سُن پاتے ہیں تو اُس کے جواب میں اُن کے دل اور دماغ) کی تار ہل جاتی ہے۔ اِس لئے جھٹ تالیاں بجاتے ہیں۔ پر جہاں پرمارتھ کا اُپدیش سنایا۔ معرفتِ الٰہی کی بات بڑھی۔ اونگھنے لگے۔ جمائیاں لینے لگے۔ طبیعت گھبرا گئی۔ بول اُٹھے "دل نہیں لگتا کچھ uninteresting (دلچسپ) نہیں ہے جی اُکتا گیا" یہ

نہیں تو کوئی اور حجت پیش کردی۔ ریاضی۔ فلسفہ۔ سائینس۔ گو مشکل ہیں۔ پر ہمارے نوجوان ان مشکلات کو تو امتحانات یونیورسٹی کے ڈر سے عبور کر جاتے ہیں۔ اور مانا کہ برہم ودّیا (ویدانت) بھی اہم ہے۔ پر امتحان موت پاس کرنے کے لئے اسی کی ضرورت ہے۔ لیکن حیرت کا مقام ہے کہ عام نوجوان آخری امتحان (final examination) کو ایسا بھول بیٹھے ہیں کہ اُس کی خاطر اِس مضمون کو ذرا توجہ نہیں دیتے ÷

عام بچوں میں ایک خوبی کی بات یہ ہوتی ہے کہ دماغ میں نئے نقوش حاصل کرنے کو ہر وقت آمادہ رہتے ہیں یعنی (docile) (تربیت پذیر) ہوتے ہیں۔ نئی (information) (واقفیت) کے بھوکے اور پیاسے ہوتے ہیں ÷ علم کے بچوں کی سی اشتہا بعض نوجوانوں اور بزرگوں کے اندر بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن آج کل ہندوستان میں شاذ و نادر ÷ عموماً نوجوانوں میں یہ نقص ہو جاتا ہے کہ خزینۂ علم بہم پہنچانے کے لئے سُست ہو جاتے ہیں۔ بیدار مغزی کھو بیٹھتے ہیں (inert) (جامد) بن جاتے ہیں۔ چہ جائیکہ اپنے دُنیوی خیالات کے نقشوں کو جو دماغ میں جم چکے ہیں ہٹا کر روحانی خیالات کے رنگ جمائیں ÷

کسی شخص کی رسلئے } ایک گاڑی کو بصد مشکل کھینچ کھانچ کر کسی پہاڑی سڑک پر چڑھاؤ۔ اور پہاڑی کی چوٹی تک لیجا کر چھوڑ دو تو کس زور سے گاڑی خود بخود نیچے گرتی گرتی واپس آئے گی ایسی حال اکثر تعلیم یافتگان حال کا ہے۔ علم کی گاڑی کو کشاں کشاں سلسلہ تعلیم کی چوٹی (ایم اے یا بی اے) تک پہنچاتے ہیں۔ اور وہاں پہنچتے ہی چھوڑ دیتے ہیں (یعنی مطالعۂ کتب کو الوداع کہتے ہیں۔ تفتیش و تحقیقات کو یک قلم

ترک کر دیتے ہیں) اور چند ہی سال میں سوائے اپنے دفتر کے رواجی علم کے باقی سب پڑھا لکھا تختۂ دل سے صاف دھو ڈالتے ہیں ۔ گو یہ رائے بالکل درست تو نہیں۔ لیکن اِس میں بھی شک نہیں کہ خواہ سوشیل (مجلسی) تعلقات کی بدولت۔ خواہ بیہودہ خانگی تفکرات کی بدولت کالج چھوڑتے ہی تعلیم یافتہ لوگوں کی علمی و روحانی ترقی عموماً رک جاتی ہے۔ جب یہ ماجرا ہے تو ویدانت کو کون پڑھے گا ؟ ۔

بڑا بھاری باعث ویدانت کے دشوار ہونے کا یہ ہے کہ ہر ایک آدمی میں یہ قابلیت نہیں ہوتی کہ اُس پر رازِ حقیقت کھل سکے ۔ جیسے ڈیڑھ برس کا بچہ میگھ دُوت کا ارتھ سمجھنے کے ناقابل ہوتا ہے۔ کچھ تربیت پاکر کالیداس کے ناٹکوں کا ارتھ خود بخود لگا سکتا ہے۔ ویسے ہی ویدانت کی رمز جاننے کے لئے سنساری آدمی کو تربیت کی ضرورت ہے۔ صفائیٔ قلب درکار ہے۔ شیشۂ دل کی چھائیاں اُتر جانے پر نُورِ معرفت خود بخود پرتو ڈالے گا ۔

خلوص باطن

ویدانت کسی ملت یا مت کا نام نہیں ہے کہ دیگر فرقوں کے لوگ اُس پر اعتراض کریں تو زیبا ہو۔ یہ تو اُس آتما (حقیقت) کا علم (the Science of the Soul) ہے جو سب کی ذات ہے ۔ یہ برہم وِدّیا تو ریاضی کی طرح وُہ علم ہے جس میں شک کے نام کو بھی گنجایش نہیں ۔

علمِ ہندسہ سے وہی طلبانہ بہیں یہ جبیں رہتے ہیں جن کی اپنی عقلِ سلیم

نہ ہو یا جن میں استقلال نہ ہو ٭
ویدانت سے بھی وُہی اصحاب ناراض رہتے ہیں۔ جنھوں نے ٹھیک طریق پر
کبھی اُس کی تحصیل نہیں کی ٭ تحصیل معرفت دو طریق پر ہو سکتی ہے۔
(۱) تحصیل نظری (Theoretical) (۲) تحصیل عملی Practical
علم کیمیا (Chemistry) کو پڑھنے والا اگر ساتھ کے ساتھ تجربے نہ کرتا
جائے تو کبھی اُس علم سے حظ نہیں اُٹھا سکتا۔ ویسے ہی علم لدنی
کا طالب جب ہی لُطف اُٹھا سکتا ہے۔ جب اُس سے علم کے ساتھ
ساتھ عمل بھی ہوتا جائے ٭ علم حساب میں کسی قاعدے کو صرف ازبر
کرلینا کافی نہیں ہوتا۔ جب تک اُس قاعدے کے متعلق مشقی سوالات
حل نہ کیئے جائیں گے مہارت حاصل نہیں ہونے کی ٭ جب تک ریاضی
کے قاعدے زبان پر رہیں کامیابی نہیں ہوتی۔ کامیابی کے لیئے تو قاعدوں
کا ناخنوں میں اُتر آنا ضروری ہے۔ یعنی قاعدوں پر اس قدر قدرت
درکار ہے کہ گویا خود بخود اُنگلیاں اِن قاعدوں کے مُطابق سوال
حل کرتی چلی جائیں ٭ یہی حال ویدانت کا ہے۔ اس وِدیا کا مزا تب
ہی ہے جب برہم ابھیاس اس درجے کا ہو کہ شم دم۔ ببیک۔ بیراگ۔
وغیرہ خود بخود ہر رگ و ریشے سے پڑے نمودار ہوں۔ چھتوں سے
شانتی اور آنند پڑا برسے۔ کلام سے سرور پڑا ٹپکے ٭ کوئی شایق
اقلیدس کی شکل ۴۷ کا ثبوت پڑھنا چاہے تو اُسے لازم ہے کہ پہلی
چھیالیس اشکال کو سمجھ کر آئے۔ اگر اُن اشکال سے نا آشنا ہے تو شکل
۴۷ بھی سمجھ میں نہیں آئے گی ٭ اگر کوئی لڑکا حساب میں عاد اعظم
کا قاعدہ سیکھنا چاہتا ہے۔ لیکن ضرب اور تقسیم نہیں جانتا۔ تو

اُسے عادِ اعظم کبھی نہیں آئیگا۔ ٹھیک اِس طور پر اگر طالبِ حق ویدانت کے مفصلۂ ذیل ابتدائی سبقوں کو عملی طور پر یاد نہ کرلے گا۔ سرور ذات سے بے بہرہ ہی رہے گا۔ چاہے جتنی کتب کا مطالعہ کیا کرے۔

عملی تعلیم طفولیت کے زمانے میں پانڈو اور کورو اکٹھے پڑھتے تھے۔ ایک دن اُن سب کا امتحان لیا گیا۔ کسی طالبِ علم نے تو آدھی کتاب سنائی۔ کسی نے ساری کتاب۔ کسی نے دو کتابوں میں امتحان دیا۔ کسی نے چار میں۔ لیکن یدھشٹر سے جب پوچھا کہ تم نے کچھ یاد کیا ہے تو اُس نے بال اُپدیش (قاعدہ) کے حروف تہجی کے علاوہ صرف دو ہی فقروں کی طرف اُنگلی کی۔ کہ یہ دو جملے میں نے یاد کئے ہیں اور بس۔ یہ سُن کر ممتحن صاحب کو بلا کا غصہ آیا کہ "اے نالائق! تو سب سے تو بڑا ہے اور ابھی تک یاد صرف دو ہی فقرے کئے ہیں۔ یہ کیسی سستی ہے تمھیں شرم نہیں آتی؟ چلّو بھر پانی میں ڈوب مرو وغیرہ"۔ ممتحن صاحب نے اسی پر بس نہ کی۔ دے چپت پر چپت لگے مارنے بیچارے ولیعہد سلطنت کی گالیں مارے تھپڑوں کے لال کر دیں۔ بےپرواہ رسے راج کمار! اُف تک نہیں کی۔ شانت (بشاش) کھڑا رہا۔ یہ کیفیت دیکھ کر ممتحن صاحب کو سخت حیرت ہوئی۔ جی میں آیا کہ آج دریودھن کو کسی قصور پر ذرا (ڈرانا) دھمکانا چاہا تھا۔ اور وہ پگڑی اُتارنے کو تیار ہو گیا تھا۔ الٰہی یہ کیسا شہزادہ ہے کہ اسے کوس کوس کر نیم بسمل کر دیا۔ اور اِس نے چوں نہیں کی۔ خوش و خنداں کھڑا رہا"۔

اب یدھشٹر کا حال سنئے۔ حروف تہجی ختم ہونے کے بعد پہلا ہی فقرہ جو گرو جی نے پرائمری میں بتلایا۔ یہ تھا۔ کہ "کرودھ مت کرو" لڑکے نے گورو جی کی زبان سے یہ فقرہ سُنا اور الگ ہو۔ تنہائی میں جاکر گورو جی کی اُپدیش کو یاد کرنے لگا۔ ایکانت میں جاکر بچار کرنے لگا۔ کانوں سے سُنے ہوئے سبق کو ہر رگ و ریشہ میں اُتارنے لگا۔ اپنی عملی زندگی میں لانے لگا۔ بچارے بھولے بھالے یدھشٹر کو اس فن تعلیم کی خبر تک نہ تھی۔ جس کی بدولت عام بابو لوگ اور پنڈت لوگ علم (وِدّیا) رُوپی گنگا کی نہر اپنے دماغ پر سے اِس صفائی کے ساتھ بہا دیتے ہیں کہ رُڑکی والی نہر کی مانند ایک قطرہ بھی پُل سے نیچے گرنے نہیں پاتا اُوپر اُوپر تو گنگا پڑی بہتی ہے۔ نچلا حصّہ خشک کا خشک پڑا رہتا ہے۔ ظاہر میں تو سینکڑوں کتابیں پُستکیں پڑھ ڈالیں۔ امتحانوں میں پُورے نمبر حاصل کئے یونیورسٹی سے انعام و اکرام اور تمغے پائے۔ لیکن باطن میں ایک بوند نہ پڑنے دی۔ عمل میں کچھ نہ داخل ہونے دیا۔ بچارا یدھشٹر اس فن سے بالکل بے بہرہ تھا۔ اُس نے جو کچھ پڑھا۔ جھٹ اُس کے سینے میں اُترنے لگا۔ بچار کے سلسلے کی یہ صورت تھی۔

"کرودھ مت کرو" بھلا یہ کیونکر؟ ہمیں تو کرودھ آ جاتا ہے پھر آتا کیوں ہے؟ کیا جائز ہے یا ناجائز۔ کرودھ کے بغیر کام چل سکے گا کہ نہیں؟ اگر کرودھ نہ کیا تو ملازم لوگ گستاخ ہو جائیں گے کام اچھا نہ کریں گے۔ رعب اُٹھ جائے گا۔ انتظام درہم برہم ہو جائیگا

روٹی وقت پر نہ پکا کریگی وغیرہ ۔ کرودھ کو چھوڑنے میں دقتیں تو بہت پیش آئیں گی۔ پر کیا کرودھ کو ترک کرنا ناممکن ہے ؟ اگر ناممکن ہوتا تو گوروجی ایسا اُپدیش ہی کیوں کرتے۔ ست شاستر ایسا حکم ہی کیوں دیتے ؟ اب کیا کریں۔ غصہ آ ہی تو جاتا ہے۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ یوں تو مان لیا جائے کہ غصہ کرنا ناجائز ہے پر وقت پر کرودھ آجائے تو آ جانے دیں ؟ نہیں یہ تو جعلسازی ہے گورو شاستر کے ساتھ دھوکا بازی ہے۔ منہ سے ہاں کر لینا اور عمل میں نہ لانا ۔ اب سے یہ مصمم ارادہ کرتے ہیں کہ غصہ کو پاس نہ پھٹکنے دینگے ۔ غصہ پیدا کیونکر ہوتا ہے ؟ عموماً جب کوئی کام بگڑتا ہے یا کوئی چیز خراب ہو جاتی ہے تو کرودھ آ جاتا ہے۔ بھلا ! کام تو ایک دفعہ بگڑ چکا تو اُس پر طبیعت کو کیوں بگاڑتا ہے ؟ چیز تو خراب ہو گئی بلا سے ۔ روپیہ دو روپیہ یا سَو روپیہ کی ہوگی۔ اس پر طبیعت ایسی جنس بے بہا کو کیوں خراب کر بیٹھتا ہے ؟ آنند میرا پیدایشی حق ہے۔ اگر کوئی دنیوی شے کھوئی جائے تو اُس پر اپنے پیدایشی حق کو بھی خواہ مخواہ کیوں برباد کردوں ؟ ایک دفعہ دریودھن نے اپنے باپ سے تلوار مانگی تھی۔ باپ نے انکار کیا تھا۔ دریودھن خفا خاطر ہوکر بول اُٹھا تھا " میں تمہارے گھر میں رہنے ہی کا نہیں۔ تمہارا بیٹا نہیں بنتا۔ کہیں چلا جاؤنگا۔ زہر کھالوں گا۔ وغیرہ" ۔ اب تلوار زیادہ سے زیادہ کہیں دس بیس روپیہ کی ہوگی۔ کھودی تو کھودی ہی سہی۔ تلوار کو کھوکر اپنے پیدایشی حق (سلطنت ۔ راج گدی) کو بھی کھو دینے پر آمادہ ہو جانا کیسی لغو حرکت ہے ۔ ٹھیک اِسی طرح

سنتوگن۔ بشاشت (Cheerfulness) میرا پیدائشی حق ہے۔ دریودھن کی نقل میں کبھی نہیں کرونگا۔ کسی قسم کا نقصان ہو جانے پر میں اپنے پیدائشی حق دشاشتی کو کبھی جواب نہیں دوں گا۔

شاہزادوں کے ہاں رواج تو البتہ یہی ہے کہ بات بات پر ناراض ہو جانا۔ اڑوسکے آنٹے کی طرح اینٹھنا۔ لیکن گورو جی کا اُپدیش ہے ور شانت رہو۔ دِل کو ہلنے ہی نہ دو۔ اب کس پر عمل کروں؟ گورو جی تو ایک ہی ہیں۔ لیکن اُن کے برخلاف برتاؤ سے تعلیم دینے والے بہت ہیں۔ کس کی مانوں؟ واجب تو یہی ہے کہ گورو جی کی متابعت کروں۔ میں رواج۔ دستور کی ذرا پروا نہ کروں گا۔ جو کچھ مجھے گورو جی کی زبانی راست معلوم ہوگا اُسی پر چلوں گا۔ خواہ ساری دُنیا برخلاف پڑی ہو میں دنیا کو اپنا گورو نہیں بناؤں گا۔ صرف راستی (Truth) کو اپنا رہبر رکھوں گا۔

परित्यजेयं त्रैलोक्यं राज्यं देवेषु वा पुनः।
यद्वाऽप्यधिकमेताभ्यां न तु सत्यं कथंचन॥ (مہابھارت)

ترجمہ:۔ "تینوں جہانوں کو ترک کرنا بہشت کی حکمرانی چھوڑ دینا۔ بلکہ اُن سے بھی کچھ بڑھ کر ہو تو اُسے نہ لینا منظور ہے۔ لیکن سچائی سے جُدا ہونا گوارا نہیں کر سکوں گا"۔

باقی آگے جلد ہذا کے صفحہ ۲۲۵ پر دیکھو

از مینیجر

ناظرین! "او" کے تین لیکچروں کے بعد جب چوتھی مرتبہ اُپدیش شروع ہوا تو وہ ابھی نصف ختم نہ ہونے پایا تھا کہ "آنند" جس پر پہلا لیکچر تھا اور جس کی تلاش میں تمام دنیا بھٹکتی پھرتی ہے۔ رام کے سامنے دست بستہ آکر سیوا میں کھڑا ہو گیا۔ اور اقراری ہو گیا کہ "بیشک میں تو ہی آپ کا اپنا آپ ہوں۔ آپ ہی سے نمودار ہوا ہوں۔ بیشک آپ ہی میں ہوں" اور رام سے ابھید ہو کر یوں نغمہ سرا ہوا:۔

دوہا "جو سکل نت پرکاش وِشو رام روپ آدھار
متی نہ سکے سبھے ہی متی لکھے سو میں شدھ اپار

دوہا اِد اپار سروپ تم لہری وشنو مہیش
بدھی روی چندا ورن یم شکتی دھنیش گنیش

دوہا جاکر پال سرو گیہ کو بھید دھات منی دھیان
تاکو ہوت اُپادھی تے موہیں متھیا بھان

دوہا ہوئے سبھے ہی جانئے بن، جگت من ہو جیوری سانپ
نشے بھجنگ جگ سبھے ہی لیے سوہنگا آپ ہی آپ

جب یہ حالت ہو گئی۔ اور چاروں طرف آنند موجزن ہو گیا۔ سنسار ساگر میں بجائے دُکھ کے سکھ کی لہریں لہرانے لگیں۔ زمانے نے پلٹا کھایا۔ رام کو یہی بھایا کہ بن کو سدھاریں نارائن "اوم" کی سُریلی دُھنی اچارن کرتے ہوئے "ا" کا جھنڈا ہاتھ میں لئے سنگ پدھارے۔ دنیا کے راس منڈل میں کرشن کی طرح جب رام لوگوں کی نظروں سے ایک دم غائب نظر آسا تو بلا آئی کہ

ہر ایک کے سینے ہیں۔ ہر ایک کے دماغ میں۔ ہر ایک کی آنکھوں میں میرا قیام ہے۔ امیر اور کیا فقیر کے جسم۔ اسم۔ اور ناڑی ناڑو کی موجودگی رام ہی کے سہارے ہے۔ اجسام کی کوٹھڑیوں کے اندر بڑے یا بھلے خیالات ذرّوں کی طرح مجھ ہی نورِ اعلیٰ نور کی (stray beams) دخول یافتہ شعاعوں میں بود و باش رکھتے ہیں نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد

तदेजति तन्नैजति तद्दूरे तद्वन्तिके तदन्तरस्य सर्वस्य
तदु सर्वस्यास्य बाह्यतः ॥५॥ (یجر وید اشیا واسیہ اُپنشد منتر ۵)

مطلب:۔ ہم چل ہیں ہم چل ہیں ناہیں۔ ہم نیڑے ہم دُور
ہم ہی سب کے اندر جان ہم ہی باہر نُور +

۱؎ اے طالباں اے طالباں! من با شما ہرجاستم
ہم جلوہ گر در دیدہا ہم مضمر دلہاستم (۱)
ایں دوری و مجبوریم از وہم و پندار شماست
در نسبتِ خود با شما دریا و موج آساستم (۲)
با حسنِ خود در باختم۔ من نرد عشق و عاشقی
ہم لیلیٰ و مجنوں منم۔ ہم وامق و عذراستم (۳)

۱؎ اے طالبو! اے جگیاسوؤ! میں ہر جگہ تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہاری آنکھوں میں میرا جلوہ گر ہوں۔ اور تمہارے دلوں میں میں چھپا ہوا ہوں +
(۲) یہ میری تفاوت اور جُدائی تمہاری سمجھ کے وہم سے ہے۔ تمہارے ساتھ میں اپنے تعلق میں دریا اور لہروں کی طرح ہوں +
(۳) اپنے حسن کے ساتھ میں عشق و عاشقی کی نرد (بازی) ہارتا ہوں۔ لیلیٰ اور مجنوں بھی میں ہوں اور وامق و عذرا بھی میں ہوں +

گاہے نیاز ایمان من گہ بے نیازی شان من
این ہر دو می زیبد بمن - ہم بندہ و مولاستم (۴)
ہم صورت ناسوتیم - ہم معنے لاہوتیم
پنہاں تر از پنہاں و ہم پیدا تر از پیداستم (۵)
برعکس رسم این جہاں در پردہ پیداشم عیاں
چندانکہ بے پردہ شوم در پردۂ اخفاستم (۶)

آہا! رام کے حضور میں کیا آنند بھرے "اوم" کے شیریں اور مست نغمے گائے جا رہے ہیں کہ جہاں دکھ اور درد کی آواز کو دماغ مطلق نہیں - رام رہی مجامیں مست ہیں - آنند ہی آنند چاروں طرف سے امڈا چلا آ رہا ہے - البتہ اپنی مستی کے امنڈ جانے کے سبب یا ادھر کا اشتیاق نامہ جو کبھی ادھر پہنچتا ہے - اس کے جواب میں جو مختصر سے جواب لکھتے رہے ہیں وہ ذیل میں نمبر وار درج کرکے پیش ناظرین کئے جاتے ہیں ۔

خط نمبر (۱)

رات کا وقت ہے بیاباں ہے — خوش و خرم پربتوں میں میداں ہے

(۴) کبھی ضرورت (طلب) میرا ایمان ہے - کبھی بے ضرورتی (غیر محتاجی) میری شان ہے یہ دونوں مجھکو زیبا دیتی ہیں کیونکہ بندہ و مولا میں ہی ہوں ۔

(۵) عالم بیداری و عالم خواب کی حقیقت میں ہوں - کیونکہ پوشیدہ سے پوشیدہ اور ظاہر سے ظاہر میں ہوں ۔

(۶) اس جہاں کے دستور کے برخلاف میں پردہ (پوشیدگی) میں بھی ظاہر ہوں - جتنا کہ میں بے پردہ (عیاں) ہوں - اتنا ہی پوشیدگی کے پردے میں (نہاں) ہوں ۔

آسماں کا تماشہ کیا ہم حال — موتیوں سے بھرا ہوا ہے تھال

چاند ہے موتیوں میں لال دھرا — ابر ہے تھال پر رومال پڑا

سر پہ اپنے اٹھا کے ایسا تھال — رقص کرتی ہے ٹہری خوش حال

باد کو کیا مزے کی سوجھی ہے — رام کے دل کی بات بوجھی ہے

پاس جو بہ رہی ہے گنگا جی — ابھرے اس کے لہر لہراتے ہی

ق

لا رہی لپک کر ہے رام کے پاس — کیا ہی ٹھنڈک بھری ہے گنگا پاس

عجز خدمت سے باد ہے خورسند — جا ملی بادلوں سے ہو کے بلند

اب تو اٹکھیلیاں ہی کرتی ہے — دامن ابر کو الٹتی ہے

لو اڑایا وہ پردہ و رومال — آسماں ہے دکھایا مالا مال

شاد ٹہری ہے جگمگاتی ہے — آنکھ ہر چار سو پھراتی ہے

کیا کہوں چاندنی میں گنگا ہے — دودھ ہیروں کے رنگ رنگا ہے

واہ جنگل میں آج ہے منگل — سیر کر اس طرف کی چل چل چل

سے اے جاں بیا بیا کہ ایں جائے دیگر ست
آبے دگر ہوائے دگر جائے دیگر ست

غزل نمبر ۲

آ دیکھ لے بہار کہ کیسی بہار ہے

گنگا کا ہے کنار عجب سبزہ زار ہے — بادل کی ہے بہار ہوا خوشگوار ہے

اور خوشنما پہاڑ یہ وہ چشمہ سار ہے — گنگا وہی سریلی ہے کیا لطف دار ہے

آ دیکھ لے بہار کہ کیسی بہار ہے

سے ۵ اے پیارے! ادھر آ۔ ادھر آ۔ یہاں دنیا ہی اور قسم کی ہے۔ کیونکہ یہاں کا پانی نرالا۔ ہوا نرالی اور مقام نرالا ہے ٭

باہر نگاہ کیجے تو گلزار ہے کھلا
اندر سرور کی تو بھلا حد کہاں والا
کالج قدیم کا یہ بیر تو نہیں ہلا
پڑھاتا معرفت کا سبق میرا یار ہے

آ دیکھ لے بہار کہ کیسی بہار ہے

وقتِ صباحِ عید تماشا تیار ہے
گلگونہ منہ پہ ملکے کھڑا گلعذار ہے
شاہِ فلک سے یا جو ہوئی آنکھ چار ہے
مارے شرم کے چہرہ بنا سرخ نار ہے

آ دیکھ لے بہار کہ کیسی بہار ہے

قطرے ہیں اوس کے کہ دروں کی قطار ہے
کرنوں کی آن میں بل ہے نزاکت یہ تار ہے
مرغانِ خوش نوا مچیں کاہے کی عار ہے
گاؤ بجاؤ شب کا مٹا دل سے بار ہے

آ دیکھ لے بہار کہ کیسی بہار ہے

ساقی وہ مے پلاتا ہے ترسی کو بار ہے
ہر وقت اپنا یار بھی اپنے کنار ہے
واہ! کیا مزے کا کا مجکو غم کا شکار ہے
درشن شرابِ ناب سخن دل کے پار ہے

آ دیکھ لے بہار کہ کیسی بہار ہے

مستی مدام کار یہی روز گار ہے
گل ذہن نکاد پڑتے ہی پھر کسکا خار ہے
کیوں غم سے تو نزار ہے کیوں دل فگار ہے
جب رام قلب ہیں ترے خود یار غار ہے

آ دیکھ لے بہار کہ کیسی بہار ہے

قطعہ نمبر ۳

س
دسواں گرد ادھیاس ہے نو گرد کا جڑ مول
جب لگ دیہ ابھمان ہے تب لگ مٹے نہ شول
تب لگ مٹے نہ سول کرے کیتی چترائی
دیہ بینک جب مٹے نہ پھر کوئی مہوت بہائی
مٹے گرد تمر کوتی راس رہ گیاں ذرہ دیواسے چشمہ

پھول اودیا ناش ہووے گرہ رہے نہ وسوال

دینی دمڑی ایک نہ لینے کو چھدام *

گانٹھ باندھ نہیں چاہئے چھوٹا ایک بدام

چھوٹا ایک بدام نہ راکھیں دوسرے دن کو

بنا اپنے آپ بھروسا اور نہ جن کو

سکھے گردھر کوی راسلے رہی نہ باقی لینی

کچھو جبھی حساب نہ ککسی کوڑی دینی۔

ع۔ In no way can the overflowing joy of Rāma be described.. Peace reigns

؏ رام کے اندر سے اُمڈتے ہوئے آنند کا بیان کسی طرح بھی فی الحقیقت نہیں کیا جا سکتا۔ قلب میں شانتی سب سے بڑھ کر راج کر رہی ہے (یعنی قلب شانتی سے لبالب بھرپور ہے) من آنند سے بھرا پڑا ہے۔ رام کے اندر آسمانی (مذاقِ) مسرت و بشاشت جوش مار رہی ہے۔ جیسکی ربانی شعاعیں (روشنی) ہر وقت چمک دمک رہی ہیں۔ دِل (عنصر) بر ہی (دہرو یہ آکاش) ہر ایک روز زیادہ سے زیادہ صاف (شدھ) ہو رہا ہے۔ یہ تمام حالت ہندوستان بلکہ ساری دُنیا کے لئے کسی اچھے و اعلیٰ شگن کو دکھلاتی ہے تھیٹر (ناٹک) کا تماشا دیکھتے وقت یہ ممکن ہے کہ لوگ اس ناٹک سے دھوکا کھا جائیں اور ناٹک کرنے والوں کے ساتھ رونے و ہنسنے لگ پڑیں۔ خاصکر اس وقت جب کہ وہ اس بات کو بالکل بھول جائیں کہ یہ جو کچھ سامنے ہو رہا ہے محض تماشا یا کھیل ہے۔ اِس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ بعینہ دنیا کی مصیبت کا ناٹک دیکھتے وقت دھوکا کھایا جانا ممکن ہے اس لئے اس اعلیٰ صداقت کو جسکے سہارے (آسرے) تم کھڑے (قائم) ہو دِل میں مستحکم طور پر قائم رکھو اور اپنے آتما (ذاتِ خاص) کو ہر وقت مدِنظر رکھو۔ اس طرح سے اپنے آپ کو دھوکے میں نہ پڑنے دو۔

supreme here. Bliss fills the mind.
There is heavenly cheerfulness, shedding
its divine sun-shine all the time.
The mental horizon is growing more
& more clear every day. This betokens some-
thing very good and grand for India,
nay, for the world at large.
While seeing a theatrical performance,
people are apt to be deluded by the drama
and they would be inclined to weep
with the actors and laugh with them
while looking at the stage if they had
not the firm ground of reality always
beneath their feet, reminding them
of what they actually are. Just so
while seeing the great tragedy of the
world enacted, let the sublime Truth
on which you stand always, put
you in mind of your High Self
and not allow you to be deceived.

Rama

سلہ جامے ز مئے باقی از دست خویش ساقی
با کثرتِ مشتاقی مے جویم و مے قہقم
نالش ہمی گویم و از گفتۂ خود دل شادم
صاحب عشقم و از ہر دو جہاں آزادم
سلہ مست و خراب میروم فکر جہاں نمی خورم
بیم ندارم از بلا تن تلملا تلا تلا

خط نمبر ۴

سرود و رقص و شادی دمبدم ہے — تفکر دور ہے اور غم کو رم ہے
غضب خوبی سے پیروں از رقم ہے — یقیناً جان۔ تیری ہی قسم ہے
مبارک ہو طبیعت کا یہ کھلنا — یہ رس بھینی اوسکا جام جم ہے
مبارک دے رہا ہے چاند جھک کر — سلاموں سے کمر میں اسکی خم ہے
پیئے جاؤ دمادم جام بھر کر — نیتّا را آج لاکھوں پر قلم ہے
نگاؤں سے پُر ہوا ہے دامن شوق — فلک خیمہ ہے کیواں پر علم ہے
ترے رخ والی پہ جھولے سے ہو شبنم — کبھی دیکھا تمنا "شوریج" پہ نم ہے
رکیں آگے کو کیا کیا ہم تو امید — کرا مارا گرلے غم۔ پہلا قدم ہے

سلہ بقا کی شراب کا پیالہ ساقی (راہبر کامل) کے ہاتھ سے ہیں نہایت اشتیاق کے ساتھ پینے کا مشتاق ہوں اور اس کے عشق میں ناچتا ہوں۔ کھلم کھلا میں یہ کہتا ہوں اور اپنے اس کہنے سے میں خوش ہوتا ہوں کہ" میں صاحبِ عشق (عاشق) ہوں اور دو جہاں (لوک پرلوک) سے آزاد ہوں" ۔

(۲) بدمست ہوا میں پھرتا ہوں اور جہاں کا فکر نہیں کرتا ہوں۔ اور مصیبت سے بالکل نہیں گھبراتا ہوں۔ اور یہ منتر "تن تلملا تلا تلا" گاتا رہتا ہوں ۔

دکھایا پرکرتی سے نرالا جو پورا	صلے میں آ گئی اسے ہے اِتم ہے
غلط گفتم شکایت کی نہیں جا	ملی آ پُرسش میں۔ عدل و کرم ہے
نہ کستا تقاضیں کیا رام پہلے	صبحِ عید آئی رات۔ کم ہے

لے لوگ کہتے ہیں کہ میدانوں میں رہنا خوب ہے
کون جائے رام اب گنگا کی لہریں چھوڑ کر

لے ہر چہ در دُنیا ست بر آزادگاں آمد حرام
خاطر جمع است در زیرِ فلک سامانِ ما

خط نمبر ۵

طالب :-(۱) ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اِس شریر سے یہ کام کیا جبکہ کسی بُرا بھلا سُننے سے ہم یہ بچار کرتے ہیں کہ میں نے ہی یہ اپنے آپ کو کہا ہے۔ یعنے دُوسرے کے کیئے ہوئے کام کو اپنا خیال کرتے ہیں ؛

(۲) سُورج کے پرکاش میں ہم سب کام کرتے ہیں۔ مگر بذاتِ خود سُورج کچھ کام نہیں کرتا۔ اسی طرح آتما کے پرکاش میں ہمارا ستھول۔ یا سوکشم شریر سب کام کرتا ہے۔ آتما بذاتہٖ خود کچھ کام نہیں کرتا۔ بلکہ صرف دیکھتا ہے۔ جیسے سُورج تمام دنیا کے کاموں کو دیکھتا ہے۔ مگر بذاتہٖ خود کچھ کام نہیں کرتا ؛ مگر جب ہم دوسرے کے کام کو اپنا کیا ہُوا خیال

لے جو کچھ دنیا میں ہے (یعنی دنیاوی شئے) آزادوں کے لئے حرام ہے۔ ہمارا سامان اس آسمان کے نیچے محض خاطر جمع (دل کی تسلی یا شانتی) ہے ؛

کر لیتے ہیں تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ دیکھنے والا کام کرنے والا ہے؟
(۳) جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اس شریر نے یہ کام کیا۔ تو صاف ظاہر ہے کہ شریر کام کا کرنے والا ہے۔ مگر اصل میں شریر کام کا کرنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ مرنے کے بعد شریر ویسا ہی رہتا ہے۔ لیکن کرنے والی کوئی دوسری شکتی اُس کے اندر سے نکل جاتی ہے جس سے یہ کہنا غلط ہوگا کہ اس شریر نے یہ کام کیا ؞

عارف: سورج کی مثال میں بھی اور روئے سائنس آفتاب نہ صرف تماش بین ہے۔ بلکہ خود تماشا بھی ہے ؞

عالم خواب میں اپنی شانِ جزوی سے تو فقیر یا امیر وغیرہ بنکر دیکھنے والا بنا ہُوا ہے۔ اور خیال کی شانِ کلی سے سب سوپن کا کھیل روپ ہُوا ہے ؞ بیدار ہوکر جب اپنے تئیں جُوں کا توں پاتا ہے تو کُل کا کُل خواب اپنا ہی ظہور نظر آتا ہے ؞

سورج وغیرہ کی مثالیں تھوڑی دُور تک کام دیتی ہیں۔ اور بس۔ ذات بے مثال کو صرف رُوحانی تجربہ ہی دکھا سکتا ہے ؞

لڑکا بی اے پاس کرتا ہے۔ ماں خوشی کے باعث زمین سے دو دو ہاتھ اُوپر ہوکر چلتی ہے۔ مانو اُسی نے تو ڈگری حاصل کی ہے۔ یہ کیونکر؟ پریم کے باعث۔ گو ماں کا پریم بھی اول درجہ کا نہیں ہوتا ؞ اب گیان جو اول درجہ کا پریم ہے۔ ایک پہلو سے پریم کا درجہ اتم (اعلیٰ ترین) ہے۔ آدمی کو اس قابل کر دیتا ہے کہ روئے زمین کے کار و بار اپنی ہی کرتوتیں معلوم ہُوں ؞

دو طرح کے وہموں نے آدمی کو گھیرا ہوا ہے۔ اول سنسرگ

ادھیاس (اظہار یا نسبت) دوم سروپ ادھیاس (اظہار بالماہیت) پہلے ادھیاس کو دور کرنے کے لئے اس روپ میں ابھنگرہ اُپاسنا درکار ہوتی ہے کہ جسم و اکم سے میں الگ ہوں۔ میں اسنگ ہوں۔ کچھ نہیں کرتا ۔ شریر روپی گنگا کی متحرک لہروں پر اپنے عکس کے باعث میں متحرک نظر آتا ہوں۔ لیکن میں ماہتاب فی الواقع ڈانواڈول ہونے والا نہیں ۔

اس موقع پر بول چال میں "اس شریر سے فلاں کام کیا اس شریر سے یہ سرزد ہوا" اس قسم کے محاورے برتے جائیں گے مطلب یہ کہ شریر میں نہیں ہوں۔ اور نہ ترکیبِ حرکات ہوں ۔ اس کے بعد سروپ ادھیاس کو دفع کرتے وقت ابھنگرہ اُپاسنا کی یہ صورت ہوتی ہے۔ کہ نہ کوئی شریر ہے اور نہ کوئی کام کاج وغیرہ ہی ہے۔ نہ یہ ہے نہ وہ ہے۔ نہ فاعل ہے اور نہ فعل ہی ہے۔ میری ذات بحت میں یہ ساری دنیا و دین کا سلسلہ رسن میں تصورِ مار کی مانند وہمی ہے ۔ یا یوں کہو کہ ایک میں ہی میں ہوں۔ کجا ذات اور کجا غیر ذات وغیرہ ۔

سدا صندلی رنگوں سے ماتا دل لگا ۔ درد سر کی کس کے ماتھے جائیگی صندل تو درد سر کو ہٹاتا ہے۔ لیکن صندلی رنگوں کے عشق میں درد سر پیدا ہو گیا۔ یہ کیا بنا۔ یہ معمّا کیونکر حل ہو؟ شریر تو پہلے ہی جڑ تھا اور میں ہوا آتما شدھ چیتن۔ لیکن اسنگ ۔ میں سب کاموں سے انکار کرتا ہوں۔ پروں پر پانی نہیں ٹھہرنے دیتا قابلیت کیا مجھ میں دخل نہیں ۔ او۔ غریب بے بس جڑ جسم کے ماتھے تمام افعال

کا دھبہ چڑھنا بھی ظلم ہے۔ اب درد سر کی (بابت) بیٹھے کار و بار کس کے اٹھتے جائیں ؟

(س) فلاں شے کون لے گیا ؟

(ج) ہتّوا لے گیا ؛

(س) فلاں کام کس نے کیا ؟

(ج) فرشتوں نے ؛

(س) فلاں آدمی کہاں ہے ؟

(ج) اندھے کنوئیں میں ؛

(س) روٹی کہاں کھائی ؟

(ج) ڈیوک ہمفری Duke Humphrey کے ہاں ؛

(س) فلاں شے کیا ہوئی ؟

(ج) غتفا ہو گئی وغیرہ ؛

خواجہ خضر کا گواہ مینڈک ؛

ساربانوں کے دستور کے مُوافق ایک اُونٹ کے گلے میں لکڑی کا چھوٹا سا ٹکڑا بندھا ہُوا لٹکتا جاتا تھا۔ اُسے دیکھ دیہات کی ایک لڑکی نے اپنی ماں سے پوچھا۔ ماں ! ماں ! اس کے گلے میں کیا ہے ؟

ماں بچاری نے لکڑی کا ویسا ٹکڑا تو درکنار۔ کبھی اُونٹ بھی نہیں دیکھا تھا ؛ پیار اور تعجب سے بولی "بچی ! ایسوں کے گلے میں ایسے ہی ہُوا کرتے ہیں" ؛

شریر اور بدّھی جڑتا اور آتما اسنگ ؛ خاوند (پُرش یا برہم) مختصّٖ

پشپک، اور بھوجی (مایا) بانجھ (دِن عقیمہ)

پیارے جب یہ حال ہے تو اندھیر کرتا ہے وُہ جو کار و بار کو یا دُنیا کو ست مانتا ہے۔ جس نگاہ سے آتما اسنگ ہے اور شریر جڑ ہے (اِن دونوں میں سے ایک بھی کام کرنے لائق نہیں) اُس درشٹی سے کام کاج ہی نہیں۔ سنسار ہی کہاں؟ اس شریر سے یہ کام کیا ہے" اس کے یہ معنی ہیں کہ جس (Category) کو شریر (belong) کرتا ہے (یعنی جس زمرے میں شریر شامل ہے اُسی (Category) میں کام کاج وغیرہ بھی شامل ہیں۔ مطلب یہ کہ نہ کام کاج ہی (Real) (ست) اور نہ شریر ہی ست (Real) کام کاج پرطیانہ اور شریر ساتکی + ایسوں کے لئے ویسے + گیان وان رُوپی سورج نے نہ کبھی اندھیرا ہی دیکھا ہے۔ اور نہ کبھی اُلّو چمگادڑ ہی اُسے دیکھتے ہیں ۔+

سچّے ویدانت اور سانکھیہ کے مطابق کار و بار کی یہ تشریح و توضیح (explanation) کی گئی ہے کہ گوء دھوپ اور (Lens) (آتشی شیشہ) الگ الگ کپڑے کو آگ لگانے کے قابل نہیں۔ لیکن دونوں مل کر شعلہ پیدا کر سکتے ہیں + یا جیسے اندھا (پرکرتی۔ شریر بُدھی) اکیلا اگر چاہے تو باغ کے درختوں پر سے پھل نہیں توڑ سکتا ہے۔ اور لنگڑا لُنجا (جس کے نہ ہاتھ ہیں نہ پیر ہیں۔ نہ اعضا) پُرش (آتما) اکیلا اگر چاہے تو بھی درخت پر چڑھ کر پھل نہیں کھا سکتا + پر ہاں اگر دونوں مل جائیں اور اندھے کی پشت پر لُنجا سوار ہو سکے تو پھل اُتار سکتے ہیں + اور مزے سے کھا سکتے ہیں + ویسے ہی دونوں

کی سازش سے دنیا کے کار و بار کا سلسلہ چل رہا ہے ۔ پر کوئی پوچھے کہ آفتاب اور تاریکی بھی اکٹھے ملے ہیں ؟ ہوا اور مچھروں کا میل کیسا! آتما سے بھن کچھ ہے ہی نہیں - میل ملاپ کس سے ؟ ۔

ستھا وحدت اندر ڈبیا ڈالا
اوستھے تغیر نہ آیا جایا

نہ کوئی ایشور نہ کوئی مایا
آپے آپ نہ کھویا پایا

پس بے شبہ جلوہ ہے سب جا رام
ماہ و بادل ہوا ہے اسکا دھام

بلکہ ہے ٹھیک ٹھیک بات تو یہ
اُس میں ہے بود و باش عالم سیہ

وہ اسُورت ہے مورتی اُسکی
کس طرح ہوسکے ؟ کہاں ؟ کیسی ؟

کُل شئی محیط ہے آکاش
مُورتی میں نہ آسکے پر کاش

جو ہے اُس ایک ہی کی مورت ہے
جس طرف جھانکیں اُسکی صورت ہے

ماہ و خورشید و برق و انجم و نار
جان کرتے ہیں رام پر ہی نثار

کیا ہیں یہ کس طرح ہوئے موجود
اک نگہ پر ہے سب کی ہستی و بود

خواب میرا - خیال میرا ہے
جو زمین و زماں نے گھیرا ہے

خواب میں ہیں خیال کی دو شان
جزوی کُلی - "یہ ایک میں" - "یہ جہان"

"میں ہوں اک مرد" شان جزوی ہے
"جملہ عالم" یہ شانِ کُلی ہے

میں ہی شاہد بنا ہوں میں مشہود
شان میری ہے آسمانِ کبود

جلوہ میرا یہ انبساطی ہے
بیچ مایا ہی پھیل جاتی ہے

لیک مایا یہ آ گئی کیونکر ؟
رُوئے عالم سجا گئی کیونکر ؟

جوں رسن میں پڑے صورت مار
مجھ میں مایا نمود ہے طومار ۔

یہ بھرو پا دھتیاس ہے اظہار
جان مجھ کو رہے نہ مایا یار

خفتہ گر آئینہ میں چشم نگار
جھوٹ ہے - گو ہے یار سے دوچار

یہ جو سنگ سے ہوا آدھا پاس
مایا آئینہ کیسی خورسند ہے
مہر شاید کہیں نہ ہلتا ہے
کچھ نہیں کام رات دن آرام
دانہ خشخش کا ایک بویا تھا
ایک دانے میں زور یہ دیکھا
اس قدر بڑھ گیا پھلا پھیلا
ایک دانہ حقیر چھوٹا سا
آج بونے کو دانہ لاتے ہیں
یہ بھی خشخاش ہی کا دانہ ہے
ہو بہو ہے وہی تو اس میں بھی
سچ بتائیں سے یہ وہی دانہ
غور سے دیکھئے حقیقت کو
میرے پیارے تو ذات واحد ہے
جان ننھی کو جبکہ سائنس داں
جسم گرہ ہو گیا ہو دو ٹکڑے
پیشتر کاٹنے کے ایک ہی تھا
دونوں ویسا ہی زور رکھتے ہیں
کیا دکھاتی ہے کھول کر یہ بات
ایک شیشے میں ایک ہی جزو تھا
مجرد ہو نکرہ ہو عمر ہی ہو
معرفہ معرفہ معرفہ

ثانی یکتا کو لا دکھایا پاس
مظہر رام سچدانند ہے
شیشے ملتے ہیں کیوں وہ بھرتا ہے
کام کرتا ہے پھر بھی سب میں رام
بابا آدم نے ابتدا میں لا
بڑھ گیا اس قدر نہیں لیکھا
جمع کرنے کو نہ ملا تھیلا
اپنی طاقت میں کیا بلا نکلا
اسکی طاقت بھی آزماتے ہیں
یہ بھی طاقت میں کیا یگانہ ہے
شکتی آدم کے بیج میں جو تھی
نہ یہ پھیلا ہوا نہ دو کانہ
نظر آتا نہ ہے بیج کیا تم کو؟
تیری قدرت اگرچہ بیحد ہے
تجربے کو ہے کاٹنا یکساں
لیک مرتے نہیں وہ یوں کیڑے
جب دیا کاٹ وہ ہوئے پیدا
جیسے وہ کیڑا جس سے کاٹے ہیں
کاٹنے میں نہیں ہے آتی ذات
شیشہ ٹوٹا عدد بڑھا رُوء کا
مظہر آدمی ہے کوئی بھی ہو
نکرہ

گو ہے نکرے کا معرفوں میں ظہور
پھر یہ نکرہ بذاتِ خود کیا ہے
اسم فرضی۔ شکل بدلتی ہے
تو ہی آدم بنا تھا تو حوّا
تو ہی تھا رام تو ہی غاراون
جھوٹ تم کو صنم نہ دیتا ہے
سیبر کا وہ چاند سا ٹکڑا
دل جگر سب کا ہاتھ میں ہے ترے

نام رُوپوں میں ہے یہی بھرپور
اس میں حسنوں کا ڈھل بیجا ہے
پر جو تو ہے سو ایک رس ہی ہے
ذات تیری ہی ایک تھی اُس جا
تُو ہی تھا وہ گدڑیا برنداین
تُو ہی سولا ہے چھوڑ دے رہے ہے" (پیارا کرشن)
تیرا مظہر ہے نور کا ٹکڑا
نُور مو فور سا ہاتھ میں ہے ترے

خط نمبر ۶

میرے اپنا آپ

کیا ٹھیک لکھا ہے" ذرا اپنے شیشۂ دل میں تو جھانک لیا ہوتا"
درحقیقت یہی بات ہے۔ سچ پوچھو تو ظاہری خط و کتابت ایک زنگی
لیلا ہے۔ ہزاروں کوسوں پر بیٹھے ہوئے اصحاب کے دلوں کی کیفیت
ہاتھ پر آملے کی طرح سامنے نظر آ جاتی ہے۔

لے ع بہ خواب خود در آتا قبلۂ رُوحانیاں بینی
دل کے آئینے میں ہے تصویر یار ۔ جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

سے ۔ پیتم پتیاں تب لکھوں جے تم بسو بدیس
من میں تن میں جان میں واکو کیا سندیس

لے تو اپنی نیند میں آ یعنی اپنے اندر غرق کر تاکہ تو فرشتوں کا قبلہ (دیولوک) دیکھے ۔

سلہ بخوا خواہ تو ام جانان و میدانم کہ میدانی
کہ ہم نادیدہ میدانی و ہم ننوشتہ می خوانی

سلہ گرچہ دوریم بہ یاد تو قدح می نوشیم ٭ بُعد منزل نہ بود در سفر روحانی

خط نمبر ۲

ابھیاس کے متعلق

بالکل ایکانت میں بیٹھ کر منتر گائے جاؤ اور آئینۂ دل میں ایک ایک کر کے اُن سب اصحاب کو اُتارو جو آپسے کسی طرح کی عداوت رکھتے ہوں۔ یا تھوڑے بہت ناراض رہتے ہوں۔ اُن کو اپنے دل کی گہری تہ سے دُعائیں (اسیسیں) دو۔ اُنکا بھلا چاہو۔ اور از حد پریم سے اپنی عزیز ترین چیزیں اُن کی خدمت میں حاضر کر دینے کو آمادہ ہو جاؤ۔ اُن کے ساتھ "من تو شدم تو من شدی" کا ماجرا کرو۔ غصّے گلے بالکل معاف۔ روٹھے منائے گئے ٭

سلہ گر ز دستِ زلفِ مشکینت خطائے رفت رفت
ور ز ہندوئے شما برما جفائے رفت رفت (۱)

سلہ اے پیارے! میں تیرا خیرخواہ (شُبھ چنتک) ہُوں۔ اور میں یہ بھی جانتا ہُوں کہ تُو اِس (اِس بات) کو جانتا ہے۔ کیونکہ تو بغیر دیکھنے کے جان لیتا ہے اور بغیر لکھے کے پڑھ لیتا ہے (۲) اگرچہ ہم دُور ہیں لیکن تیری یاد میں (عشق کا) پیالہ پیتے ہیں۔ کیونکہ اِس سے رُوحانی سفر میں منزل کی دُوری معلوم نہیں ہوتی ہے ٭ سلہ میں تو ہُوا اور تُو میں ہُوا ٭
سلہ اگر تیری مشکین زلف (ایا) سے کوئی خطا ہُوئی تو درگزر کی گئی۔ اور اگر تیرے خال (تل) سے ہمارے اُوپر کوئی ظلم ہُوا تو اُسے درگزر کیا گیا ٭ (۲) اگر دل نے معشوق کے نخرے سے کچھ بوجھ اُٹھایا تو برداشت کیا گیا۔ عاشق و معشوق کے درمیان اگر کوئی ماجرا واقع ہُوا تو درگزر کیا گیا ٭

گرو دلے از غمزۂ دلدار بارے بُرد بُرد
درمیانِ جان و جاناں ماجرائے رفت رفت (۱)

ناخنوں سے ماس جدا نہیں ہو سکتا۔ گو اُوپر سے تُو دق کرتے ہوں۔ لیکن ہیں تو تمہارا خاص اپنا آپ ٭ وہ اس بات سے لاعلم ہیں تو کیا؟ آپ تو حقیقی بشندے سے بے خبر نہیں ٭ جیسے اپنے بچوں کو لوگ بلا کسی چشم صلہ کے پیار کرتے ہیں۔ ویسے ہی تم ہندوستان کی مٹی تک کو پیار کرنے بغیر رہ نہ سکو۔ ہر ایک کے عیوب وغیرہ کو اسی نگہ سے دیکھو جیسے اپنے چھوٹے بچوں کی کھیلوں کو دیکھتے ہو ٭ بندروں سے زیادہ تنگ کرنے والا بے سمجھ اور تکلیف رساں بھی کسی نے ہوتا ہے؟ لیکن محبت کے زور سے رام نے انکو اپنی سینا (فوج) بنا لیا پرانوں میں لکھا ہے۔ جو آدمی بھگواں سے دشمنی اور سخت عداوت کرنے کی راہ پر چلے تھے اُن کا نسبتاً بہت جلدی کلیاں ہُوا اور مکت ہوئے ٭ پیارے! بیشک وہ شخص اوتار ہی ہے۔ جو دشمنوں کو سب سے پہلے اپنا دعام (گھر بار وغیرہ) دینے کو حاضر کھڑا ہے ٭

پیارے! سچی پریت اور پریم (جس سے سب جگہ اپنا آپ ہی نظر پڑتا ہے) جب آتی ہے تو اندھے کو آنکھیں مل جانے کی طرح ہوتا ہے۔ دُنیا ہی اور ہو جاتی ہے۔ ہر طرف گلزار کھل جاتے ہیں۔ بہشت ہی بہشت ہو جاتا ہے ٭

۱؎ نیکی سدا کیا کر اُسکی بدی کے بدلے ٭ قتل عدو کے قابل شمشیر ہے تو یہ ہے

۲؎ مبارک باد اے دِل گشت بینا دیدۂ کورت ٭ نمایاں شد بہر سو صورت یار نکو سیرت

۲؎ اے دِل تجھ کو مبارک ہو کہ تیری اندھی آنکھ سوجاکھی (دیکھنے والی) ہو گئی۔ اب نیک صفت یار غار کی صورت ہر طرف ظاہر ہونے لگ پڑی ٭

جو شخص وطن تن اور من سے دلی تعلق توڑ بیٹھتا ہے۔ اور جیسے پہلے ایک خاص جسم کو سمجھتا تھا ویسے ہی اب ہر جسم کو بالکل (اپنا آپ) جانتا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ سب کے دلوں سے واقف ہونے کی شکتی کو پراپت ہوگا۔ روشن ضمیری کے لئے یہ ایک لازمی جزو ہے * پریم اور سرور میں "رس رتا" "ومگن متا" پھرنے والے کے دل و جان سے اس قسم کے گیت نکلتے رہتے ہیں۔ دفتر میں بازار میں گھر میں اور گلزار میں جادو بھری پریم دِرِسٹی والا زبانِ حال سے یہ گانا پھرتا ہے *

گیت

نہ دشمن ہے کوئی اپنا نہ ساجن ہی ہمارے ہیں
ہماری ذاتِ مطلق سے یہ ٹوٹے پر سب پسارے ہیں
نہ ہم ہیں دیہ من بدھی نہیں ہم جیو نہ ایشر
دلے اک "کلپنا" ہماری سے بنے یہ روپ سارے ہیں
ہماری ذات نورانی رہے اک حال پر دائم
کہ جس کی چمک سے چمکیں یہ مہر و مہ ستارے ہیں
ہر اک ہستی کی ہے ہستی ہماری ذات پر قائم
ہماری نظر پڑنے سے ہی نظر آتے نظارے ہیں
برنگ مختلف نام و شکل جو دیکھ مارے ہے
ہمارے طُور کے شعلہ سے اٹھتے یہ شرارے ہیں

سہ معشوق قد درختوں پہ بیلوں کا ہار ہے ۔ سنبلِ غلط ہے زلف کا پیچاں بہار ہے
واہ واہ سبجے سجائے ہیں کیسا خوش نگار ہے ۔ اشجار میں چمکتا ہے خوش آبشار ہے
آ دیکھ لے بہار کہ کیسی بہار ہے

اشجار سر ہلاتے ہیں کیا مست وار ہیں | ہر رنگ کے گلوں سے چمن لالہ زار ہیں
بھونرے جو گونجتے ہیں پڑے زرنگار ہیں | آنند سے بھری یہ صدا اونگ کار ہے

آ دیکھ لے بہار کہ کیسی بہار ہے

گنگا کے رُو صفا سے پھسلتی ہے نظر | لہروں پہ عکس مہر کا کیوں بیقرار ہے
وشنو کے شو کے گھر کا اساسہ یہ گنگ ہے | یاں موسمِ خزاں میں بھی فصلِ بہار ہے

آ دیکھ لے بہار کہ کیسی بہار ہے

Say peace to all. From me danger be
To aught that lives. In those that dwell on high,
In those that lowly creep. I am the Self of all,
All life both here and there do I renounce,
All heavens, earths and hells, all hopes & fears,
Thus cut thy bonds, Sannyasin bold! say,
Om tat sat, Om!

۱؎ سب کو میری طرف سے شانتی کہدو۔ مجھ سے کسی کو خواہ وہ اس دنیا کے ہوں یا (پرلوک) کے ہوں کسی قسم کا خطرہ نہیں اور نہ زمین کے کیڑے مکوڑوں کو ہی مجھ سے خطرہ ہے۔ میں سب کا اپنا آپ (آتما) ہوں۔ میں یہاں اور وہاں (لوک اور پرلوک) کی کل زندگی کو، سورگ نرک اور سنسار کی تمام اُمنگوں (امیدوں) اور اندیشوں (خطروں) کو بالکل ترک (تیاگ) کرتا ہوں۔ اے بہادر سنیاسی اسی طرح سے اپنے بندھنوں (قیدوں) کو تو کاٹ ڈال اور اوم تت ست کا ورد کر۔ (یا اوم تت ست کی مالا پھیر)

جس بات سے کبھی دل میں ملال یا اشانتی آوے اُس بات کی خواہش ہی مٹا دینا آنند کا ذریعہ ہے ❊

ع جب اوڑھنی بھیس لوئی ❊ تب کیا کرے گا کوئی

سیام تن۔ سیام من۔ سیام ہی ہمارو دھن۔ سیام بن کام کوئو کیسے بن آوے ہے ❊

ہری سنگ بیاہ رچو رنگ رنگنا (ٹیک)

آؤ رے بنا بیچو مورے انگنا کھولو رے پدھتی۔ دیکھو مورے لگنا ❊

ہری سنگ بیاہ۔ ہری سنگ سنگ نہ ہرتی سنگ منگنی۔ ہری سنگ گنگا ❊

خط نمبر ۸

آج صبح اندازاً دو بجے کے قریب اسپر گیات سمادھی کے کیلاش سے بادِ بہاری کا جھونکا آیا تھا۔ وہ مژدۂ روح فزا کی فارم میں کرشن کی مہر کے ساتھ گنگا جل سے لکھ کر روانہ کیا گیا۔ آج شام کے وقت رم جھم برشا ہو رہی تھی۔ رام کے شدّھ ستوگنی مندر کے وسط میں اگنی کنڈ کے گرد نارائن مدن موہن اور تُلا رام بیٹھے۔ معمول کے موافق اونچے سُر سے دل کی لَو سے آنسو بہاتے ہوئے یہ وید منتر باربار گا رہے تھے۔

तं त्वा भग प्रविशानि स्वाहा स मा भग प्रविश स्वाहा।

तस्मिन् सहस्र शाखे निभगाहं त्वयि मृजे स्वाहा॥

مطلب:۔ اوم! کاش! میں اپنے سروپ میں داخل ہو جانے دے سواہا! تو ہمارے روم روم میں داخل ہو جا! سواہا! تو کہ دینے والی

غیریت ہزاروں جوکھوں میں ڈالتی ہے۔ میں تیری ذات میں کل کل
نہاتا ہوں اور یہ میل دھو دھو کر اُتارتا ہوں! سوایا ۔
پھر "اوم" "اوم" کی دھنی پرم آنند کے لہجہ میں کچھ دیر جاری رہی۔
پھر خود بخود آنکھیں مچ گئیں۔ اور سب پرم ۃ میں لین۔ بہت دیر یہ شانتی
کا عالم رہا۔ ازاں بعد گیتا پڑھائی گئی (دکشر اور اکشر دونوں سے پرے
میں ہوں ۔ ادھیائے پندرھواں خاتمہ)
اس وقت سب اپنی اپنی کٹیا میں ہیں۔ رام ایکانت بیٹھا ہے۔
پورنماشی کی چاندنی چمک رہی ہے۔ یہاں سے بادلوں کے ٹکڑے سے
مکان کا باغیچہ اور سامنا پہاڑ نور میں نہائے ہوئے نظر آرہے ہیں
گنگا رانی کا میٹھا گانا کانوں میں پوتر بھر رہا ہے ۔ گنگا جی کیا
گا رہی ہے ۔

سہ جاگ موہن جاگ رے بل گئی
اٹھو جاگو کھاؤ ماکھن پچھیر ڈاروں رئی
رات بچاری گئی ساری بھور اب تو بھئی
جڑی پنچھی ہیں بلاوت کھیل آن سے سی

مطلب :۔ اے پیارے بھارت ورش (موہن کرشن۔ ہند) ! اب جاگو
اودیا (جہل) کی نیند بہت سوئے۔ میں صدقے! بلہار! اب بیٹھے ہو
جاؤ۔ ہشیار بنو۔ سنسار روپی گائے کا مکھن (ست سار۔ حقیقت) کھالو۔
اپنے اندر داخل کرلو۔ یا یوں کہو کہ شرتی (وید) روپی کام دھینو
(گئو) کا ماکھن یعنی مہاواکیہ (کلام عظیم) منہ میں ڈال لو۔ یہ شکتی
بھرا (تقویت بخش) سفید سفید میٹھا میٹھا ماکھن چکھ لو۔
ست حقیقت ۔ چت گیان ۔ آنند روپ

بڑا زور آجائے گا۔ طاقت بھر جائیگی ؀

گوبر دھن (سنسار کی مشکلات۔ عقدے) اٹھانا بائیں ہاتھ کا کرتب نہیں۔ چھلی انگلی کا کھیل ہو جائے گا۔ ہے دامودر کمر کی ڈوریوں رسیوں۔ (قیود مکانی و مانی نفسانی) کو توڑنا کچھ بات ہی نہ رہے گی۔ کالی ناگ کے تمام پھنوں (نفس امارہ یا من کی تمام برتیوں) کو پیر کے تلے کچلنا آسان ہو جائے گا۔ یہ ماکھن (ویدانت) سب پٹھوں کو مضبوط ہڈیوں کو لوہے کی طرح سخت اور چہرے کو روشن کر دینے والا ہے۔ پھیپھڑوں میں بل بھر دے گا۔ جادو بھری بانسری بجاتے بجاتے کبھی تھکنے ہی نہ پاؤ گے ؀

وہ دیکھو ننھا کرشن (ہند) جاگ پڑا۔ اوں اوں اوں۔ نہیں اوم! اوم!! اوم!!! ماں (ستوگن کا پرواہ گنگا) نے بسورتے ہوئے ہونٹوں کو ذرا سا ماکھن لگا دیا۔ (سوہم) منہ میں آ ہوتی پڑ گئی (شِو دہم) اونچ اونچ کرتے ہوئے ماکھن کھانے لگے (برہما سمی) ماتا کچھ دیر اپنے ہاتھ سے مکھن کھلا کر اپنے دھندے میں لگتی ہے۔ دہی بلونا (منتھنا) شروع کرتی ہے۔ رئی ڈالتی ہے۔ یعنی نئی صدی شروع ہوتی ہے۔ سنکلپ (خیال) کی رئی (مدھانی) پڑی ہے۔ کال (زمانہ) کا نیترا ہے۔ کبھی ادھر کھچ آتا ہے (دن) کبھی اُدھر کھچ جاتا ہے (رات) بلونا جاری ہو گیا۔ رڑ رڑ رڑ شروع ہو گئی ؀ اے ماتا! اب اس کرشن کو مکھن کی چاٹ لگ گئی ؀

ع۔ چھٹتی نہیں ہے ظالم منہ کو لگی ہوئی

"ماکھن بھوک (اہنگرہ اُپاسنا) گھنیری رہی میا! ماکھن بھوک

گمبھیری"! اے پرکرتی (دنیا)! یہ ماکھن چور تجھے کب چین سے بولنے دیگا؟ روئی توڑے گا اور نام رُوپ کی مٹکی (پردۂ اسماء و اشکال) پھوڑیگا
رات گزر چکی - پو پھٹنے لگی - تُور کا تڑکا ہے - چڑیاں کبوتر - مور وغیرہ تو سب جاگ پڑے - کرشن ابھی سویا ہی پڑا ہے - کچھ ہرج نہیں - چڑیاں کبوتر ہمیشہ پہلے ہی جاگا کرتے ہیں ؂

اے موہن (بھارت) یہ پنچھی گا گا کر تجھے جگایا چاہتے ہیں - کل کی طرح اب بھی تیرے ہاتھوں دانہ چاول - تل وغیرہ کھائیں گے - اے محبت بھرے بال گوپال! تیرے ساتھ کھیلنے کو یہ جانور جمع ہو رہے ہیں - تیری دل لگی کے سب سامان تیار ہیں - اُٹھ کھڑا ہو جا! چڑیاں چوں چوں کر رہی ہیں کوّے کائیں کائیں چھیڑ رہے ہیں - مور پیوں پیوں کوک رہے ہیں (کوئی کسی بیرونی ہنر کے پیچھے پڑا ہے کوئی کسی جسمانی شغل میں اڑا ہے - کوئی ظاہری سائنس میں اُلجھا ہے - یہ سب حواس (اندریہ) تک پہنچنے والی راگنیاں جاری ہیں)

ہے بھگون "بھارت"! یہ سب تیرے بیدار کرنے کے سامان ہیں نیند میں بھی عجب مزا تھا - پر اب تو خوب سو لئے - تازہ ہو چکے - مچلتے کیوں ہو؟ تم بھی گاؤ ؂

یہ دیکھو! تمہاری بانسری کون چرا لے گیا؟

نہیں نہیں تمہارے ہی پاس ہے ؂

آہا ہا ہا! وہ بھارت نے شورج کی طرح آنکھیں کھولیں لب خنداں پہ بانسری دھری - اور دل جگر میں سما جانے والا محو عالی نغمہ ہوا کے پردہ پر سوار ہو چاروں طرف گونجنے لگا - کُل گوکل (دنیا بھر)

میں پھیلنے لگا۔ آسمان کی خبر لانے لگا + سچ سچ سچ
اب چوں چوں۔ پیوں پیوں اور کائیں کائیں کس کو بھانے کی ہے +

خط نمبر ۹

خیال تو یہ تھا کہ۔

ننگے عمر بتائیں گے   آنند کی جھلک دکھائیں گے
روکھی روٹی کھائیں گے   مست پڑے رہ جائیں گے
سوکھے ٹکڑے کھائیں گے   "سوہم" "ہم سو" گائیں گے

لیکن میوے بیڑے پیچھا ہی نہیں چھوڑتے۔ ہر وقت خدمت میں حاضر کھڑے رہتے ہیں + ان تینوں شعروں کے دوسرے مصرعے تو سب ٹھیک لیکن پہلے غلط نکلے + جنگلوں میں بھی منگل ہی منگل دیکھے

ے آسن جمائے بیٹھے ہیں در سے نہ جائیں گے۔
مجنوں بنیں گے ہم تمھیں لیلیٰ بنائیں گے

ے کفن باندھے ہوئے سر پر ترے کوچے پہ آ بیٹھے
نہ اٹھیں گے رسوا تیرے اٹھالے جسکا جی چاہے

ے مبارک ہے یہ رسوائی۔ اب ہٹ دور ہو شہرت
ہزاروں طعنے اب ہم پہ لگالے جسکا جی چاہے

ے بیٹھے ہیں ترے در پہ تو کچھ کرکے اٹھیں گے
یا وصل ہی ہو جائیگی یا مرکے اٹھیں گے

گر ہمنے دل صنم کو دیا پھر کسی کو کیا   اسلام چھوڑ کفر لیا پھر کسی کو کیا
ہمنے تو اپنا آپ گریباں کیا ہے چاک   آپ ہی سیا سیا نہ سیا پھر کسی کو کیا

سلہ بناگہ آں شکر لب را لب شہدش بہ بگزیدم
کہ تا روز ابد نرود حلاوتش ز دندانم

ئے گر طبیبے را رسد زیں ساں جنوں * دفتر طب را فرو شوید بہ خوں

سلہ من بیخود و شیدائیم قلاشم و رسوائیم
ہرجائی و ہیچائیم ہذا جنون العاشقین

نوٹ۔ معشوق۔ لیلیٰ۔ برہم وِدّیا آہنگرہ اُپاسنا ہے۔ مبتدی لوگوں کے لئے ایسے اشعار بہت مفید ہوتے ہیں *

خط نمبر ۱۰

طالب۔ رسالۂ ہذا کے صفحہ (۳۰۱) پر بُدھی کو حسب ذیل اڈریس کیا گیا ہے

سلہ خود را دوش می گفتم کہ اے اکسیر دانائی
ہمت سے مغز ہشاری ہمت سے دیدہ بینائی
چہ گوئی در وجود آں۔کیست کیں شایستگی دارد
کہ تو با آبروئے خویش خاکِ پائے او سائی

سلہ میں نے اچانک اُس شیریں لب کے شہد جیسے میٹھے ہونٹوں کو چوما (کاٹا) تاکہ ہمیشہ کے لئے میرے دانتوں سے اُس کی مٹھاس نہ چلی جائے *

(۲) اگر حکیم اِس طرح کے (حقیقی) پاگل پن سے واقف ہو جائے تو حکمت کے کل دفتر کو خون سے دھو دیوے *

(۳) میں بے خود و عاشق ہوں۔ کنگال (مفلس) و بدنام ہوں۔ مکان و لامکان ہوں اور اسی طرح عاشقوں کا پاگل پن ہوں *

(۴) اسکے معنی صفحہ ۳۰۱ کے نوٹ میں دیکھئے اور اس غزل کا جواب اگلے شعر کے معنی میں ملاحظہ فرمایئے

مگر ودیا بدھی کی طرف سے کوئی جواب نہیں ہے۔

رام - بدھی کا جواب یوں ہے۔

سلہ بگفتا "نورِ من کز مہرِ او پیوستہ مے سوزم
چو رُخ بنمود جاں دربا ختم۔ اکنوں چہ فرمائی؟"

مطلب:- ساری رات شمع جلتی ہے۔ کس کے نور سے؟ آفتاب کے (کیونکہ تیل اور لکڑی وغیرہ میں آفتاب سے مستعار حرارت اور روشنی ہوتی ہے) (۲) جب تک سورج کو شمع نہیں دیکھتی گویا اُسکے ہجر میں جلتی ہے۔ اور مہرِ تاباں کے عشق میں جلنا ہی روشن ہونا ہے۔ لیکن طرفہ یہ کہ جس کے عشق میں جلتی تھی جب اُس کے درشن ہوتے ہیں تو خود نہیں رہتی۔ دیکھ لو سورج نکلے پیچھے بھی چراغ کبھی جلا کرتا ہے؟ اب بدھی روپی شمع یہ کہتی ہے کہ جس کی بابت تم پوچھتے ہو۔ اُسے دیکھنا تو مجھے نصیب نہیں ہوتا۔ میں بتاؤں کیا؟ اور تم پوچھتے کیا ہو۔ اور سوال کس سے کرتے ہو؟

سلہ من شمعِ جاں گدازم تو صبحِ دل کشائی۔ سوزم گرت نہ بینم میرم چو رُخ نمائی

سلہ اس (بدھی) نے کہا کہ میری روشنی جس سے کہ میں ہمیشہ جلتی ہوں (یعنی روشن ہوتی) جب وہ ظاہر ہوئی۔ تو میں نے اپنی جان (ہستی) کو اُس پر وار ڈالا اب تو کیا پوچھتا ہے۔

(۲) میں جان پگھلانے والی (یعنی اپنے آپ کو نثار کرنے والی) شمع ہوں اور تو دل کو کھلانے والی (یعنی دل کو خوش کرنے والی) صبح ہے۔ اگر میں تجھ کو نہ دیکھوں تو جلتی رہوں اور جب تو اپنی صورت دکھلائے تو میں مرجاؤں (یعنی صبح ہوتے ہی شمع بجھ جاتی ہے اس لئے میں تیرے رخ دکھانے پر فوراً مفقود ہوتی ہوں۔

نزدیکت ایں چنینم دُور آنچناں کہ گفتم[1] سے تاب وصل دارم نے طاقتِ جُدائی

علیپور سیداں ضلع سیالکوٹ۔ سائیں دین محمد جی کو یہ باتیں لکھدیا ÷

(۱) شسرگ ادھیاس اور سروپ ادھیاس کے متعلق گنگا ترنگ اور کیلاش کوک میں کافی تشریح مندرج ہو گئی ہے ÷

(۲) جب بھوک لگنا۔ سو جانا وغیرہ فعل علانیہ معلوم ہوتے ہیں تو کیونکر پرتیت ہو سکتا ہے کہ یہ است ہیں"؟ ÷

یہ افعال کس کو ست پرتیت ہوتے ہیں؟ بدھی کو ÷ آپ کون ہیں؟ کیا آپ بدھی ہیں؟ ہرگز نہیں ÷

جب تک بدھی کے ساتھ ایسا جوڑ رہتا ہے کہ گویا بدھی ہی میں ہوں تب تک سب اعمال و افعال کو حقیقی مانتا ہے۔ جیسے خواب میں جسم مثالی (خواب کا جسم) کو جب تک اپنا آپ مانتا ہے تب تک خواب کی جملہ کیفیتوں کو سچ مانتا ہے ÷ جو نہیں عالم خواب کے ذہنی اپنے جسم سے تعلق قطع کرتا ہے اور جاگ کر اپنے مقابلۃً حقیقی جسم کو دیکھتا ہے تو خواب کی حرکات و سکنات۔ افعال و اعمال کو بھی است پرتیت کرتا ہے ÷ بطریق "نفی و اثبات" اپنے اصلی سروپ میں جاگنے والا اور بدھی اور جسم سے تعلق قطع کرنے والا علانیہ سب اعمال کو است دیکھتا ہے۔ جنتوں کے سفتے رام پر ایسے آنے لگ پڑے ہیں کہ کئی حرکات جسم سے سرزد ہو جاتے ہیں۔ لیکن بالکل بیہوشی میں ÷ دنیا کا خواب ہونا پرتیکش پرتیت ہوتا ہے ÷

[1] میں اس طرح پر تیرے نزدیک ہوں اور اُس طرح پر جیسا کہ میں نے کہا میں تجھ سے دُور ہوں نہ میں تیری وصل کی طاقت رکھتی ہوں اور نہ جُدائی ہی کی طاقت ہے

ویدانت کا ایک سادھن نِشٹھا

(جلد ہذا کے صفحہ ۱۹۶ سے آگے)

परित्यजेयं त्रैलोक्यं राज्यं देवेषु वा पुनः।
यद्वाऽप्यधिकमेताभ्यां न तु सत्यं कथंचन॥
त्यजेच्च पृथिवी गन्धमापश्च रसमात्मनः।
ज्योतिस्तथा त्यजेद्रूपं वायुः स्पर्शगुणं त्यजेत्॥
प्रभां समुत्सृजेदर्को धूमकेतुस्तथोष्मताम्।
त्यजेच्छब्दं तथाकाशं सोमः शीतांशुतां त्यजेत्॥
विक्रमं वृत्रहा जह्याद् धर्मं जह्याच्च धर्मराट्।
न त्वहं सत्यमुत्स्रष्टुं व्यवसेयं कथंचन॥

(ارتھ) تینوں جہان کو ترک کرنا، بہشت کی حکمرانی چھوڑ دینا بلکہ اُن سے بھی کچھ بڑھ کر ہو تو اُسے نہ لینا منظور ہے لیکن سچائی سے جُدا ہونا گوارا نہیں کر سکوں گا"۔

"خواہ زمین اپنی خاصیت (بو) کو چھوڑ دے۔ پانی اپنی خاصیت (ذائقہ) کو چھوڑ دے۔ روشنی اپنی خاصیت (اظہارِ الوان) کو چھوڑ دے ہوا اپنے گن (لامسہ سے محسوس ہونا) کو چھوڑ دے۔ آفتاب اپنے جلال کو چھوڑ دے۔ آگ اپنی حرارت کو چھوڑ دے۔ آکاش اپنے دھرم (آواز) کو چھوڑ دے۔ چاند اپنی ٹھنڈک کو چھوڑ دے۔ ورتر کا قاتل (اندر)

اپنی حشمت کو ترک کر دے۔ یم راج (ملک الموت) عدل کو چھوڑ دے۔ لیکن میں سچائی کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا" یہ الفاظ بابا بھیشم جی کے ہیں (بھیشم پتامہ کا اِن پر عمل ہے میں بھی ان ہی دستورالعمل (motto) بناؤں گا جو ایک دفعہ میرے ذہن میں جچ جائے کہ یہ راست ہے۔ اُس پر ضرور چلوں گا خواہ ساری خدائی مخالف ہو۔ اب ایک دفعہ جان لیا ہے کہ غصہ نہیں کرنا چاہئے بس قطعی فیصلہ ہو گیا۔ کچھ ہی ہو مغلوب الغضب نہیں بنوں گا۔ نیز مہاتماؤں کی زبانی یہ بھی اکثر سُنا گیا ہے کہ "جو کچھ ہوتا ہے بھلے ہی کے لئے ہوتا ہے"۔ کیا یہ سچ ہے؟ میرا محدود تجربہ اِس بارے میں ابھی رائے زنی کے قابل نہیں۔ لیکن اُن کی بات پر کیوں اعتبار نہ کروں؟ سب بھلے ہی کی خاطر ہوتا ہے۔ نیچر کی خدمت گذاری پر کمر باندھی ہے دیوتاؤں نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ سدا میری بہتری میں کوشاں رہیں گے۔ اگر یہ حال ہے تو کسی امر کے متعلق میرا اُکتا جانا اور غم کھانا ایسا نادانی کا کام ہے جیسا ایک انجان بچے کا پولیس کے سپاہی کو دیکھ کر ڈرنا۔ پولیس کا سپاہی تو شہر کے لوگوں کی حفاظت اور خدمت کرنے کی ڈیوٹی (فرض) پر پھر رہا ہے۔ چوروں اوباشوں کو ہٹانے پر کمربستہ ہے۔ اِس سے ڈر کاہے کا؟ دنیا کے دُکھ بھی اور سکھ بھی مجھے ترقی کی معراج پر چڑھاتے ہیں۔ میں گھبراؤں کس لئے؟ جس کو میں بُرا سمجھتا ہوں وہ بھلا ہی ہے۔ تو غصہ کس بات کا؟
سے سرنوشتِ ما بدستِ خود نوشت ❊ خوش نویس است و نخواہد بد نوشت

سے ۵ ہماری سرنوشت (تقدیر) اُس نے (خدا نے) اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی ہے۔ وہ خوش نویس ہے بُرا نہیں لکھے گا۔

سنسار لیلا ماتر ہے۔خواب و خیال ہے۔تماشا گاہ ہے۔آتشبازی کے کھیل کی طرح۔آتشبازی کے ہاتھی گھوڑے سب کے سب جل جانے کے لئے بہار دکھاتے ہیں۔اگر ایسے ہاتھی کی سونڈ خوبصورت ہوگئی تو کیا اور ذرا خراب ہوگئی تو کیا اُسے تو دیکھتے ہی دیکھتے نابود ہو جانا ہے ایسی عارضی اشیا کے لئے کبیدہ خاطر اور تلخ کام ہونا کاہیکو ؟

Imperious Caesar, died and turned to clay,[1]
Might stop a hole to keep the wind away;
Oh, that the Earth that kept the world in awe
Should patch a hole to expel the winter's flaw[2]

(Shakespeare.)

ے آں قصر کہ بر چرخ ہمی زد پہلو ۔ بر درگہ او شہاں نہادندے رو
دیدیم کہ بر کنگرہ اش فاختۂ ۔ بنشستہ ہمی گفت کہ کوکو کوکو

[1] جلال و دبدبہ والا شاہنشاہ روم جو مرچکا اور خاک ہوچکا ہے ممکن ہے کہ ہوا کو دور رکھنے کے لئے (یا ہوا سے بچنے کے لئے) ایک سوراخ بند کردے۔ہائے وہ مٹی جو تمام دنیا کو خوف زدہ بنائے رکھتی تھی آج اُسے سردی کے زور کو روکنے (سردی کے جھکڑ سے بچنے) کے لئے سوراخ بند کرنے کی نوبت پڑے (مراد یہ کہ وہ شاہِ روم جو تمام دنیا کو اپنے دبدبہ و جلال سے ہلایا کرتا تھا۔آج قبر میں راکھ ہونے کے سبب ہوا کے جھکولوں سے یا اور بڑے اثروں سے نہیں بچ سکتا +

[2] وہ محل جو آسمان سے باتیں کرتا تھا اور جس کی درگاہ کی طرف بادشاہ متوجہ ہوتے تھے۔دیکھا کہ اُسکی منڈیر پر فاختہ بیٹھی ہوئی کوکو کہتی تھی۔(یعنی یہ آواز دیتی تھی کہ وہ محل نشین اب کہاں ہیں ؟)

سه چیست دنیا سر بسر پرسیدم از فرزانه گفت یا خواب است یا باد است یا افسانهٔ
کیست آنکس کو بروشیدا شود جاں میدہد گفت یا دیو است یا غول است یا دیوانهٔ

سه وائے نادانی کہ وقتِ مرگ یہ ثابت ہُوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

اگر سب کچھ خواب ہی ہے تو نفرت کیسے؟
ع گر یُوں ہُوا تو پھر کیا اور وُوں ہُوا تو پھر کیا ؎

سه چہ حاصل زانکہ در دُنیا ہماں زادن ہماں مُردن
دریں سنگم شرر آسا ہماں زادن ہماں مُردن[1]

اجل بر ہستیٔ ما خندہ دنداں نما دارد
دریں ابریم برق آسا ہماں زادن ہماں مردن[2]

نگہ تا واکنی بادِ اجل کشتی بگرداند
حبابِ موجِ ایں دریا ہماں زادن ہماں مُردن[3]

سه ایک عقلمند سے میں نے پُوچھا کہ دُنیا کیا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ یہ یا تو خواب ہے یا ہوا ہے یا کوئی ناٹک ہے۔ پھر میں نے پُوچھا کہ وہ شخص کون ہے جو ایسی دنیا پر عاشق ہوتا ہے اور فدا ہو جاتا ہے اُس نے جواب دیا کہ یا تو وہ دیو ہے یا شیطان ہے یا محض پاگل ہے۔ (۱) اس دنیا میں بار بار جینا اور بار بار مرنا اِس سے کیا فائدہ؟ اِس پتھر (جسم) میں ایک شرارے کی مانند ہُوں۔ جو بار بار پیدا ہوتا اور بار بار نابود ہو جاتا ہے
(۲) موت ہماری زندگی پر کھِل کھِلا کر ہنستی ہے۔ اِس ابر میں، ہم بجلی کی مانند ہیں جو کہ بار بار چمکتی ہے۔ یا بار بار غائب ہو جاتی ہے ؎
(۳) جب تک کہ تُو نظر کرنے لگا اُتنے عرصہ میں موت کی ہوا تیری کشتی اُلٹا دیگی اِس دریا کی لہر کا بلبلہ بار بار پیدا ہوتا اور بار بار مٹتا ہے ؎

مَیں حقیقت کو سدا سامنے رکھوں گا۔ اِس دارِ ناپائیدار کی اشیاء کو عالمِ خواب کے گُل اور خار سمجھوں گا ؎

"Not for life[1]
Which is but blade, and ear, and husk & grain
To the self-living, changeless sesamum: —
Not for this fleeting world — should holy men
Speak one word vainly."

सस्यमिव मर्त्यः पच्यते सस्यमिवाजायते पुनः

؎ کس کی شادی کس کا غم ہمہ اللہ ہو دم بہ دم

اِس قسم کے سوچ بچار کرتے کرتے یُدھشٹر نے اُن تمام موقعوں کو یاد کیا جہاں اُس کے تحمّل (شانتی) کے پیر پھسلا کرتے تھے۔ اور اپنے تئیں خوب سمجھایا کہ اے دل نادان! خبردار! اِس سے پہلے جو ہُوا سو ہُوا۔ آئندہ اپنے نازک وقتوں پر سنبھل کے چلنا۔ جب کوئی سخت شست کے کانٹی دے۔ کام بگاڑ دے۔ ہمارے برخلاف سازش کر رہا ہو۔ یا جب طبیعت

[1] یتنا بلہ زندگی سروپا دغیر متبدّل آتم روپی) کُل کے جو زندگی محض چھلکا پتا۔ گھاس پھوس اور اناج کے دانے کی مانند تجھ (کم حقیقت رکھتی ہے) نہ ایسی بے حقیقت زندگی کے لئے اور نہ اِس عارضی دنیا کے لئے پاک شخص (شدھ پُرش) ایک لفظ بھی فضول (لغو) بولتے ہیں (یعنی جو کچھ اُنھوں نے اِس دنیا کے بارہ میں فیصلہ پاکر اظہار فرمایا ہے وہ بجا و درست ہے) نرجلہ یش (فانی جسم) اناج کی طرح پکتا ہے (پک کر گرتا ہے یعنی پیدا ہو کر مرجاتا ہے) اور پھر اناج کی طرح ہی پیدا ہوتا ہے (یعنی انسان نباتات کی طرح پیدا ہوتا۔ مرتا اور پھر پیدا ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا فانی ہے) ؎

ناساز ہو۔ وغیرہ۔ ایسے ہی موقعوں کے لئے بُردباری اور تحمل درکار ہوتے ہیں۔ جب سب کام مرضی کے مطابق چل رہے ہوں۔ خوش رہنا بڑی بات نہیں ہے۔

سلہ مزن ز چیں برجبیں وقت نزولِ درد و غم اے دل
کہ عیب است از کریماں در بروئے میہماں بستن

سلہ نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا
نہ مارا آپ کو جو خاک ہو اکسیر بن جاتا اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا

سلہ سہل شیرے داں کہ صفہا بشکند شیر آنست آں کہ خود را بشکند

زاں بعد ایڈیٹر نے اکثر مرتبہ عمداً اپنے تئیں ایسے مقامات پر پہنچایا۔ جہاں وریو دکن وغیرہ نے اسے چھیڑا اور دُکھ دینا چاہا۔ لیکن ایڈیٹر نے ہر مرتبہ "کرو دھ مت کرو" کے عملی سبق کا تجربہ کامیابی کے ساتھ کیا۔ جب کرودھ بالکل تیاگا گیا تو طبیعت میں چین رہنے لگا۔ بشاشت اور خوشی نے رنگ جمایا گویا مفت میں خزانے ہاتھ آگئے۔ سب کام ہی خود بخود شد ھرنے لگے۔ تجربہ نے ایڈیٹر کو یہ ثابت کر دکھایا کہ تمام لوگوں کا یہ خیال کہ "غصہ کے بغیر بعض کام نہیں چل سکتے" محض غلط ہے۔

سلہ در خشک سالی آب گہر کم نمی شود بخلِ فلک بہ اہلِ قناعت چہ میکند

سلہ اے دل درد و غم کے آنے پر پیشانی پر بل مت ڈال۔ کیونکہ مہمان پر دروازہ بند کرنا سخی لوگوں کے لئے عیب گنا جاتا ہے۔

سلہ اس کو کمزور شیر سمجھ کہ جو (جانوروں کی) قطاروں کو چیر ڈالے۔ شیر وہ ہے کہ جو اپنے آپ کو (جزوی خودی کو) توڑ ڈالے۔

سلہ خشک سالی میں موتی کی چمک کم نہیں ہوتی ہے۔ آسمانی کنجوسی صابر لوگوں کا کیا بگاڑتی ہے۔

پیارے ناظرین! یدھشٹر بچارے سنے پڑھنے کے یہ معنی سمجھے ہوئے تھے جو اُوپر بیان ہوئے یعنی رات دن متواتر فکر و خوض کا جاری رکھنا حتیٰ کہ گورو سے سُنا ہُوا سبق عمل میں آجائے ﴿ جب ممتحن صاحب نے پیٹنا شروع کیا تو وہ اپنے خیال میں "کرودھ مت کرو" اس فقرے کا عملی امتحان دے رہا تھا۔ مست کھڑا تھا۔ اُس کا ہر مو سُنا رہا تھا کہ "کرودھ مت کرو" شانتی! شانتی!! لیکن ممتحن صاحب کے کان دنیاوی تفکرات کے شور و غل سے ایسے بہرے ہو رہے تھے کہ وہ کچھ دیر تک یہ سبق نہ سُن سکے ﴿ آخر سنتے کیونکر نہ؟ زبان حال بڑی زبردست ہے۔ ممتحن صاحب جب کوستے کوستے تھک گئے۔ تو یدھشٹر کے چہرہ کی طرف دیکھا تب ہوش آیا۔ یدھشٹر کی شانتی اُنکے دل میں فوراً داخل ہوگئی اور سمجھ گئے کہ "اوہو! یہ لڑکا تو ہمارا بھی اُستاد ہے۔ ہم کو سکھلا رہا ہے کہ پڑھنا کس کو کہتے ہیں۔ ہائے! ہائے!! اس کو اتنا فقرہ تو سچ مچ یاد ہے "کرودھ مت کرو" پر ہمیں تو دراصل یہ یاد نہیں۔ اس خیال کے ساتھ ہی گرو جی کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے بچے کو گود میں لیا۔ پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگے ﴿

اے جوانانِ زبانِ حال! یہ دیکھ تمھیں اپنی گندم نما جو فروش تعلیم پر رونا نہیں آتا ﴿

پرشنوتری

पशोः पशुः कोनकरोति धर्म्मं प्राधीतशास्त्रोपि नचात्मबोध

ترجمہ: سنسار میں پشوؤں میں پشو کون ہے؟ جو شاستر پڑھ کر دھرم نہیں کرتا۔ اور آتم گیان کو نہیں پراپت ہوتا" ﴿

यथा खरश्चन्दन भारवाही भारस्यवेत्तानतु चन्दनस्य ॥

ترجمہ :- "جیسے وہ گدھا جس پر چندن (صندل) لدا ہوا ہو بوجھ کو تو جانتا ہے لیکن خوشبودار چندن کو نہیں"۔ ویسے ہی عالم بے عمل وید کا پشو ہے وید پاٹھی کہلانے کا مستحق نہیں * اگر دماغ میں پوستے پھر لینے پر بزرگی موقوف ہو تو لائبریریاں (کتب خانے) یا پستک لے، رشیوں میں شمار کی جانی چاہئیں

वाग्वैखरी शब्दझरी शास्त्र व्याख्यान कौशलं वैदुष्यं
विदुषां तद्वत् भुक्तये न तु मुक्तये॥

مطلب:- "الفاظ کی چُستی اور کلام کی درستی تفسیر و تشریح کرنے میں زور وغیرہ یہ سب عالموں کی تفریح کی خاطر ہے۔ مکتی کا ذریعہ نہیں"*

سلہ علم چندانکہ بیشتر خوانی چوں عمل در تو نیست نادانی

ویدانت کا معاون طالبِ حق کے لئے سب سے زیادہ ضروری ستوگن کا غلبہ ہے یعنی دل کا ہر وقت بشاشت اور شانتی کے نور سے معمور رہنا۔ رنج و غصہ اور تعصب سے بھرا ہوا دل حق کا حظ ہرگز ہرگز نہیں اٹھا سکتا*

سلہ اورا بہ چشم پاک تواں دید چوں ہلال
ہر دیدہ جلوہ گاہِ آں ماہ پارہ نیست

یہ بالکل سچ ہے کہ کرودھ مرہ وغیرہ کی بیخ کنی کبھی نہیں ہو سکتی

سلہ خواہ تو علم بہت پڑھ جائے۔ اگر عمل میں نہیں ہے تو محض نادانی ہے*

سلہ اس کو پاک نگاہ سے ہلال کی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ ہر ایک آنکھ اس چاند کے ٹکڑے (مراد ذاتِ خاص) کی جلوہ گاہ نہیں ہے (یعنی ہر ایک آنکھ نہیں بلکہ صاف و پاک آنکھ ہی اس ذاتِ حق کو دیکھ سکتی ہے)*

جب تک کہ اگیان (جہل) دور نہ ہوسکے پر عصمت پاکبازی اور راستبازی گیان کا نتیجہ ہیں۔ معرفت کے نقش پا ہیں۔ اور یوں کہنا کہ شانتی کے آسنے پر گیان کی پراپتی (حصولِ معرفت) مبنی ہے۔ گویا جائے گھوڑے کو گاڑی کے آگے جوڑنے کے گاڑی کو گھوڑے کے آگے لگانا ہے۔ تاہم طالب کے لئے جذبات کو پیٹنے اور حواس کو قابو میں لانے کی کوشش رائگاں بھی نہیں جاتی۔ جیسے ایک درخت کے پتے اور ٹہنیاں کاٹ دینے سے اُس درخت کی بنیاد نہیں اُکھڑتی (البتہ درخت کی بیخ کنی ہو جانے کے بعد پتے وغیرہ سوکھ کر جھڑ جاتے ہیں) لیکن درخت کی شاخیں وغیرہ چھانٹ کر اُسے ہلکا کر دینے میں اتنا ضرور ہوگا کہ اُس کی جڑ پر آرہ آسانی سے پھر سکے گا۔ بیخ کنی میں ایک گونہ مدد مل جائے گی۔

ویسے ہی یہ لازم نہیں ہے کہ کام لوبھ حرص و غصہ پر قادر ہوتے ہی اگیان کی جڑ کٹ جائے (البتہ جہل کی بنیاد اکھڑ جانے کا پھل ہی فوراً ہوتا ہے کہ موہ اور غم کا لعدم ہو جاتے ہیں)۔

(ایشا واسیہ اُپنشد)
तत्र को मोहः कः शोक एकत्वमनुपश्यतः ॥
مطلب ۔ جانیو اپنا آپ جب سوک موہ ہے ناش
دُھند اندھیرا نس گئے کینو روی پرکاش

لیکن جو شخص رجوگن اور تموگن (شہوت اور غضب) روپی پتوں ٹہنیوں کو کاٹ چھانٹ کر شجرِ جہل کو ہلکا کر دیگا۔ اس کے لئے اگیان کی جڑ پر کلام عظیم (الترب وید مانڈوک) सर्वं ह्येतद् ब्रह्म (اپنشد) یہ سب کچھ برہم ہے) کا آرہ چلانا آسان ہو جائے گا۔

ना विरतो दुश्चरितान्नाशान्तो नासमाहितः

नाशान्तमानसोवापि प्रज्ञानेनैनमाप्नुयात् ॥ (کٹھ اپنشد)

"None compasseth
Its joy who is not wholly ceased from sin,
Who dwells not selfcontrolled, self-centred-calm,
Lord of himself! It is not gotten else. (Sir Edwin Arnold)

ترجمہ :- جیسے میلے کپڑے پر رنگ نہیں چڑھتا - یا جیسے گیلی لکڑی کا لاکھہ جتن کرنے سے بھی آگ نہیں لگتی - ویسے ہی جو شخص بیبیک ، بیراگ - شم - دم وغیرہ سادھن سمپن نہ ہو اُس کو آتم گیان کا رنگ چڑھنا مشکل ہے - سرور ذات کی آگ لگنی کٹھن ہے"

سے رفتم بہ طبیب و گفتم از دردِ نہاں گفتا کہ ز غیرِ دوست بربند زباں
گفتم کہ غذا گفت ہمیں خونِ جگر گفتم بہ پرہیز؟ گفت از ہر دو جہاں

سلہ اُس شانت چت (مست) مہاتما کی خوشی کا اندازہ (حد) کوئی ایسا آدمی ہرگز نہیں لگا سکتا جو خود پاپ رہت (بے لوث) نہ ہو یا جو اپنے آپ پر قابو پائے ہوئے نہ ہو اپنے آتما میں مقیم نہ ہو - اور نہ اپنے آپ کا مالک ہو (یعنے جو منش اشانت چت بڑے راستے سے نہ ہٹنے والے بد معاش - مضطرب دل والے اور چنچل من والے ہیں - وہ ہرگز اُس لاانتہا آنند کو (جو مست و آزاد عارف کامل کو نصیب ہوتا ہے) باطنی دیدہ نہیں پا سکتے) سلہ میں ایک حکیم کے پاس گیا اور باطنی (دلی) درد کا علاج پوچھا حکیم نے جواب دیا کہ اپنے دوست کے علاوہ زبان بند کر رکھ (یعنی اپنے یار غار آتم دیو کی چرچہ کے سوائے اور کسی طرح کی گفتگو بند رکھ (۲) پھر میں نے پوچھا کہ اس علاج میں غذا کیا چاہیئے؟ حکیم نے جوابدیا کہ یہی اپنے جگر کا خون - پھر میں نے پوچھا اس علاج میں پرہیز کس کا ہونا چاہیئے تو اُسنے جوابدیا کہ ہر دو جہان (لوک پرلوک) سے (یعنی ہر دو دنیا کی خواہشات و تمنّا سے) +

سے خوں خالص خود خور کہ شرابے بہ ازیں نیست
دنداں بہ جگر زن کہ کبابے بہ ازیں نیست (۱)
در کنز و ہدایا نتواں یافت خدا را
در مصحفِ دِل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست (۲)
سے اے بوالہوس مسوز کہ آں عشق آتش است
ما آں سمندریم کہ آتش حیاتِ ماست

ذیل کے اقتباس میں شاپن ہاور نے دکھایا ہے کہ سنوگن کی عام موجودگی میں گیان کا پرکاش ہونا محال ہے ÷

When the individual is distraught by cares or pleasantry, or tortured by the violence of

(۱) اپنا خالص خون پی کیونکہ اِس سے بہتر شراب نہیں ہے۔ اور اپنے ہی کلیجہ (جگر) کو دانتوں سے کاٹ کیونکہ اِس سے بہتر کباب نہیں ہے ÷

(۲) مقدس کتب و نصائح میں خدا نہیں پایا جا سکتا ہے۔ اپنے صاف (شدہ) دل کے قرآن میں اُسے دیکھ کیونکہ اِس سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے ÷

(۳) اے لالچی تو مت جل کیونکہ عشق آگ ہے۔ لیکن ہم وہ آگ کا کیڑا ہیں کہ جنکی زندگی ہی آگ پر مبنی ہے ÷

(۴) جب کسی پُرش (انسان) کا من فکروں یا ہنسی مخول (یا طعنوں) سے منتشر ہو جاتا ہے یا اپنی خواہشات و آرزوؤں کی زبردستی سے ستایا ہُوا ہوتا ہے تب اُس کے اندر کا خدا داد ملکہ (قدرت۔ ادراک یا شدھ آتما) مقید ہو جاتا ہے۔ اور آگے حرکت بھی نہیں کر سکتا۔ صرف اُسی وقت جبکہ فکر و خواہشیں شانت ہوتی ہیں (یا دُور ہو جاتی یا دبی ہوئی ہوتی ہیں) گرد و پیش (زندگی کی ہوا) اتنا صاف و کشادہ (بکثرت) ہوتا ہے کہ وہ خدا داد ذہن (قدرت ضمیری) اُس میں زندہ رہ سکتی ہے) اُسی وقت مادّہ (پرکرتی سیلا) کے بندھن کل کاٹے جاتے ہیں اور خالص شدھ آتما گیاتا (ساکشی و گیان سروپ ہُوا) محض رہ جاتا ہے ÷

his wishes and desires, the genius in him is enchained and can not move. It is only when cares and des are silent that the air is free enough for genius to live in it. It is then that the bonds of matter are cast aside of pure spirit, the pure, knowing subject remains

لے چو حسنِ تربیت گردد قریں با پاکئ گوہر
ز رشحہ آب خیزد دُر ز رشتِ خاک زاید زر (۱)

سرشتِ خاکِ کان یا آبِ نیساں گرچہ پاک آمد
ولے از فیضِ خورشید است کاں زر گردد ایں گوہر (۲)

چِلے رحمت برد دہقاں کہ در زیرِ زمیں تخمے
بریزد بیخ و یابد شاخ و گیرد برگ و آرد بر (۳)

لے (۱) جب تربیت کا حسن موتی کی صفائی کے نزدیک ہوتا ہے تو پانی کے چھڑکنے سے موتی پیدا ہوتا ہے اور خاک کی مٹی سے سونا پیدا ہوتا ہے (یعنی پاک طینت عارف کی صحبت سے جب طالب حق تربیت پاتا ہے تو عارف کامل کا ایک کلام بھی طالب کے قلب میں موتی بن جاتا ہے اور محض جسمانی ورزش سے اُس کا قلب سونے کی طرح مشدد و پاک ہو جاتا ہے) (۲) کان کی خاک کی سرشت یا نیسانی بادل (یعنی ماہ بھادوں یا کاتک میں برسنے والا بادل) کا پانی اگرچہ صاف ہوتا ہے لیکن سورج کے فیض سے وہ (کان) سونا ہو جاتی ہے اور یہ موتی (یعنی اگرچہ بادل کا پانی اور کان کی مٹی (طالبِ حق کی طرح) صاف و پاک ہوتے ہیں۔ مگر جیسے عارف کامل کی صحبت بنا طالب حق ذاتِ اصلی کو نہیں پاتا۔ ویسے ہی یہ ہر دو پاک اشیا بھی بغیر سورج کی برکت کے سونا و موتی نہیں ہو سکتے ؎

(۳) کسان زمین کے اندر تخم گراتے ہیں اگرچہ بہت تکلیف اُٹھاتا ہے تاکہ بیخ جڑ شاخ اور پھل کو حاصل کرے مگر بغیر سورج کی برکت کے یہ تمام محنت نتیجہ پھل ملنے سے بے سود ہو جاتی، ایسے ہی طالب حق کی کوشش بنا مرشدِ کامل کی مدد کے بے سود لا حاصل ہوتی ہے ؎

۱؎ سراپا صاف شو تا رُو بُرُو یا یابی
کہ پیشِ خوب رویاں آئینہ منظورمی گردد

ستوگن کی ضد کیا ہے؟ غصہ و رنج ۔ غصہ و رنج کی اصل (شتیقت سروپ) کیا ہے؟ خواہش وہ کیونکر؟ جیسے جب کوئی ندی یا نالہ نہایت تند و تیز چل رہا ہو اور رستے میں کسی بہت بڑے پتھر کے ساتھ ٹکرا لے تو ندی یا نالے کا پانی نہایت شور کے ساتھ جھٹ جھاگ جھاگ ہو جاتا ہے۔ ویسے ہی جب کسی دل میں خواہش کی ترو جوش و خروش کے ساتھ بہ رہی ہو اور ایک دم کوئی رُکاوٹ پیش آ جاوے تو وہ خواہشیں وقتاً رنج و غصہ میں تبدیل ہو جاتی ہیں غور سے دیکھو! مرضی کے مطابق کسی کام کا نہ ہونا ہی غم یا غصہ لاتا ہے۔ خواہش ہی غم یا غصہ کی اصل ہے ۔

جس پُرش کی خواہشیں سب دُور ہو گئی ہیں جس کے سنکلپ سب مِٹ گئے ہیں (یعنی گیان وان) اس نے غم و غصہ کی بنیاد اُکھاڑ دی ہے ۔

आप्नोति हवै सर्व्वान्कामानादिश्च भवति य एवं वेद
(الفرپ وید ماندوکیہ اُپنشد)

۱؎ سر سے پاؤں تک صاف بن۔ تاکہ تو یار غار کے سامنے جگہ حاصل کرے (یعنی ذاتِ اصلی کا دیدار کر سکے) کیونکہ خوبصورتوں کے سامنے شیشہء قبولِ خاطر ہوتا ہے (یعنی شُدّھ سروپ کے نزدیک شُدّھ و پاک دِل ہی ٹھہر سکتا ہے۔ یا ذاتِ حق کا دیدار شفاف آئینہء دل ہی کرا سکتا ہے) ۔

ترجمہ:- جو پُرش اِس (رمزِ حقیقت) کو سمجھتا ہے وُہ بلا شبہ سب مُرادوں کو پا لیتا ہے اور سب سے اوّل ہو جاتا ہے"۔

ज्ञात्वा देवं सर्वपाशापहानिः क्षीणैः क्लेशैर्जन्ममृत्यु प्रहाणिः।

(کرشن یجر وید- شویتا شوتر اُپنشد)

ترجمہ- جب نورِ علیٰ نُور کو جان لیا- تو زنجیر سب ٹوٹ گئے- دُکھ دُور ہو گئے اور مرنے جینے سے خلاصی ملی"۔

आपूर्यमाणमचलप्रतिष्ठं समुद्रमापः प्रविशन्ति यद्वत्।
तद्वत् कामा यं प्रविशन्ति सर्वे स शान्तिमाप्नोति न कामकामी॥

ترجمہ" جس سجن نے اپنی خواہشوں کو یُوں سمیٹ لیا ہے جیسے سمندر اپنی ندیوں کو اپنے بیچ میں داخل کر لیتا ہے- وہی شانتی (آنند) کو حاصل کرتا ہے دوسرا نہیں"۔

غصّہ و غم کو مغلوب کرنا اُسی کا کام ہے جس کی یہ نگاہ ہے۔

[1] چیست دنیا تا بہ آں آلودہ کردن دستِ خویش
بر سرِ خوانِ سلیماں کاسہ لیسیدن چراست

وہ عارف جو تمام دنیا کو اپنا آپ دیکھتا ہے- ہر فردِ بشر کو اپنا سروپ سمجھتا ہے- وہ کس سے ناراض ہو؟ اُس کے لئے ورکشیب را" کہاں؟ جب اپنی جیبھ اپنے دانتوں میں دب جاتی ہے تو دانتوں کو نکال ڈالنے کا کس کو خیال آتا ہے۔

सर्वाणि भूतान्यात्मन्येवानुपश्यति सर्वभूतेषु

[1] یہ دُنیا کیا ہے جس سے اپنا ہاتھ آلودہ کیا جائے؛ سلیمان کے دسترخوان پر پیالہ چاٹنا (دنیوی خواہشات کا پورا کرنا بھلا) کس کام کا؟

चात्मानं ततो न विजुगुप्सते ॥ (یجروید۔ایشاواسیہ اپنشد منتر ۶)

ترجمہ۔جو (سالک) تمام موجودات کو آتما میں دیکھتا ہے اور سب میں (سب کچھ) آتما کو جانتا ہے وہ پھر کس سے نفرت کرے"؟

سلہ عزیمتہا ہمی کردم کہ شیطاں بر طرف گردد

ز یک ہیتی و یک دانی حصارے کردہ ام پیدا

سلہ بابت زندہ کسے کہ گشت یار مردہ را کے درکشد اندر کنار

پر ہاں وہ نیک مرد جس کو گیان کی نعمت لازوال ابھی نصیب نہیں ہوئی۔ گو غم و غصّہ کے دُور کرنے میں ساعی ہے۔اُس کو بھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ اُس شخص کی کوششیں غم و غصّہ کو چھیننے میں تو ہمیشہ ناقابل ہی رہیں گی۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اگر کوششیں سچّی ہیں تو اُس شخص کو گیان کا ادھکاری بنادیں گی۔کوششوں کی (energy) طاقت ضائع تو ہو نہیں سکتی۔ بیک میں تبادل ہوتی جائیگی اور پھر گیان کے آنے پر رنج و غصّہ کہاں ٹھیر سکتا ہے؟ اگر نظرِ انصاف سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ غم و غصّہ کے باعث مزاج جادۂ اعتدال سے ویسے ہی پھر جاتا ہے جیسے عارضۂ تپ، چیچک یا اور کسی مرض کے سبب سے۔

پیارے جگیاسو! جب بخار یا کوئی مرضِ متعدی لاحق ہوتا ہے تو

سلہ میں بہت سے ارادے (سنکلپ) کرتا تھا کہ جن سے شیطان الگ ہو جائے۔ لیکن دیدارِ وحدت اور دانش یکتائی سے میں نے ایک قلعہ پیدا کرلیا ہے (جس کے اندر اب شیطان داخل ہی نہیں ہو سکتا (۲) جو شخص کہ زندہ معشوق کے ساتھ دوست (عاشق) ہو گیا وہ مردہ (معشوق) کو بھلا کب بغل میں لے گا (کھینچے گا)۔

Do any faces brighten,
To hear your footsteps on the stair,
To meet you, greet you, anywhere?
Are any happier today
Through words they have heard you say?
Life were not worth the living
If no one were the better
For having met you on the way,
And known the sunshine of your stay.

He[1] needs no other rosary
Whose thread of life is strung
With the beads of love and thought.

جمنا ندی کے کنارے پر سایہ دار درختوں کے بیچ میں کمال درجہ کی صاف اور ستھری ایک سادھو کی کٹیا تھی۔ جس میں کہیں شیر اور ہرن کے خوبصورت چرم (مرگ چھالا) بچھے تھے۔ کہیں درختوں اور کھونٹیوں پر جوگیا رنگ کے کپڑے لٹکے ہوئے مکان کو زیبائش دے رہے تھے ؛

اتفاقاً ایک مسافر قوم کا شودر اُس طرف آ نکلا۔ کٹیا کے ساتھ ندی پر ایک عمدہ پکا گھاٹ دیکھ کر اُس کے جی میں آئی کہ یہاں سنان

---

[1] اُس شخص کے لئے کسی اور مالا یا تسبیح کی ضرورت نہیں جس کی زندگی کا تاگا (تار) پریم اور بچار کے منکوں (دانوں) سے پرویا ہُوا ہے ؛

کریں۔ اسنان کرنے کے بعد شامت کے مارے کو یہ شوجھی کہ اپنے کپڑے بھی یہیں دھولوں۔ گھاٹ کے پتھر پر کپڑوں کو مار مار کر دھونے لگا

دوپہر کا وقت تھا سادھو جی کٹیا کے اندر آرام کر رہے تھے۔ چھپاک چھپ کی آواز سے چونک پڑے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ میلے کچیلے کپڑوں کی چھینٹوں سے اُن کے پوتر آسن اور گیروے کپڑے خراب ہو رہے ہیں۔ اور ناپاک بوندوں سے چوکا بگڑ رہا ہے۔ جھٹ پٹ باہر نکلے۔ تو شودر کپڑے دھوتا نظر پڑا۔ پھر جو کچھ اُس غریب پر بیتی کیا بتائیں۔ سادھو جی نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ مارے غصے کے سُرخ ہو کر ڈھاک کی ایک مضبوط لاٹھی اُٹھائی۔ اور پیچھے سے اُس بیچارے کے پیچھے آن کھڑے ہوئے۔ اِدھر وہ بے خبر پتھر پر کپڑا مارتے وقت جھکا۔ اُدھر اُس کی پیٹھ پر بجلی کی طرح ڈنڈا اکڑکا۔ بے اختیار چیخنے لگا۔ سونٹے کی ایک اور چوٹ پڑی۔ بیہوش ہو کر گر پڑا سادھو جی نے لاتوں سے گت بنائی شروع کی۔ پھر گالیوں کی بوچھاڑ سے خوب خبر لی۔ جب سب طرح تھک چکے تو آخر ہار کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر سستا کر ندی میں اسنان کرنے لگے۔ اتنے میں اُس شودر نے بھی ہوش سنبھالا۔ کٹیا سے کچھ دور نیچے ہٹ کر وہ بھی نہانے کے لئے یمنا میں کود پڑا۔ ایک سادھو جی کا غصّہ کسی قدر فرو ہو چکا تھا۔ بولے "ارے چنڈال اگرم گرم جسم کو پانی میں کیوں ڈال دیا؟ کیا تجھ کو بیماری کا ڈر نہیں؟ ایسے موقع پہ نہانے کی کیا پڑی تھی؟ ہم سمجھتے ہیں تم تو پہلے بھی ایک مرتبہ نہا چکے ہو۔ دوبارہ نہانے کی ضرورت کیا تھی؟"

شودر۔ تم بھی تو سویرے اشنان ضرور ہی کر چکے ہو گے۔ دوبارہ کیوں نہانے لگے ہو؟ ٭

سادھوجی:۔ ارے تُو ہماری ریس (نقل) کرنے لگا ہے؟ ہم تو تجھ چنڈال سے سپرش کر چکے اِس لئے سنان کرتے ہیں ٭

شودر:۔ بس میں بھی اِسی لئے نہاتا ہوں کہ چنڈالوں کے چنڈال کے ساتھ چھوہ چکا۔ نہا کر اپنے تئیں سیدھ کروں گا ٭

سادھوجی۔(آنکھیں دکھا کر) ایں ہمیں گالی بکتا ہے؟ چنڈالوں کا چنڈال کسکو کہا؟۔

شودر۔ (ہاتھ جوڑ کر) نہیں مہاراج! کرودھ چنڈالوں کا چنڈال ہے آپ کے پوتر شریر پر اُس کا آدیش ہو گیا تھا اور پھر آپکے ہاتھوں اور لاتوں کی راہ مجھ کو یہ چنڈال چھُوا۔ غصہ چنڈال ہے۔ مَیں نے آپ کو کچھ نہیں کہا۔ چھما کیجئے ٭

یہ سُنکر سادھوجی دل میں شرمندہ ہوئے۔ اور بچار کرنے لگے کہ کہتا تو سچ ہے۔ اِس موقع پر گیتا کا وہ شلوک یاد آگیا جس میں لکھا ہے کہ "جو شخص کسی ذی رُوح سے بھی عداوت نہیں رکھتا۔ ہر ایک سے بھی محبت ہی رکھتا ہے۔ اور عاجزوں پر رحم کرتا ہے جس میں "میں میرا" نفی ہو چکا ہے۔ جس کو سُکھ دُکھ مساوی ہیں۔ جس کو نقصان بھی پہنچایا جائے تو معاف کر دیتا ہے ایسا شخص میرا پیارا ہے"

بھگوت گیتا ادھیائے ۱۲ منتر ۱۳

अद्वेष्टा सर्वभूतानां मैत्रः करुण एव च।

निर्ममो निरहंकारः समदुःखसुखः क्षमी॥

¹ Who hateth naught
Of all which lives, living himself benign,
Compassionate, for arrogance exempt,
Exempt from love of self, unchangeable
By good or ill; patient, contented, firm.

¹ کرشن بھگوان کہتے ہیں۔ میں اُس پُرش سے پریم کرتا ہوں (یا وہ شخص مجھے پیارا ہے) جو تمام (زندہ مخلوقات) میں کسی سے نفرت نہیں کرتا۔ جو خود مجسّم مہربان (شفیق) ہے۔ رحیم (دیاوان) ہے۔ اہمان (نخوت و تکبر) سے بری ہے اپنی محبت (خود غرضی) سے رہت ہے۔ جس میں بُرائی بھلائی سے تبدیلی واقع نہیں ہوتی (جو ہر حالت میں غیر متبدّل مزاج کا ہے) جو صابر یا بُردبار ہے۔ سنتوشی یا قانع ہے۔ دُبدھا و شواش والا (اپنے اعتقاد میں پکّا) ہے جس کو اپنے اوپر قابو ہے۔ جو اپنے قول و قرار کا پکّا ہے۔ دل و جان سے میرا مستلاشی ہے ٭ اور جو اپنی زندگی کو مجھ پر ارپن (نثار) کئے ہوئے ہے ٭ (منتر ۱۳ - ۱۴)

ایسا منش (انسان) مجھے بے شک بہت پیارا ہے۔ جو منش اتر (اپنے ہم جنسوں) کو دُکھ کلیش نہیں دیتا اور نہ جسے وہ دُکھ دیتے ہیں۔ جو کرودھ سے رہت ہے۔ اور جو خوشی غم یا ڈر کے اثر کی رسائی سے بعید ہے ٭

(منتر ۱۵)

(ترجمہ بھگوت گیتا)

ادھیائے ۱۲ - منتر ۱۳ تا ۱۵)

In faith, mastering himself, true to his word,
Seeking Me heart and soul; vowed unto Me, —
That man I love! who troubleth not his kind,
And is not troubled by them; clear of wrath,
Living too high for gladness, grief, or fear,
That man I love!

چنڈال کو چھونا تو بیرونی بدن کو بگاڑتا ہے۔ لیکن غصہ سے چھو جانا رُوح (باطن کو) پلید کر دیتا ہے اور سوکھشم شریر (جسم لطیف) پر مستقل داغ لگا دیتا ہے۔ مگر حیرانی اس بات پر ہے کہ جس قدر پرہیز ہم لوگ ظاہری چنڈال سے کرتے ہیں۔ اس سے بہت زیادہ تپاک کے ساتھ غصہ کو اپنا تن من ارپن کرتے ہیں۔ اُسے اپنی گردن پر سوار کر لیتے ہیں۔ گیتا میں لکھا ہے۔

मया ततमिदं सर्वं जगदव्यक्तमूर्तिना [1] (بھگوت گیتا ادھیائے ۹ منتر ۴)

इदं ब्रह्मेदं क्षत्रमिमे लोका इमे देवा इमे वेदा इमानि भूतानीदं सर्वं यदयमात्मा॥ (برہدارنیک اپنشد)

ترجمہ۔ برہمن، کھشتری، عالمہائے گوناگوں، وید، ملائک، عناصر، اور سبھی کچھ ایک آتما ہی آتما ہے"۔

महद्देवानामसुरत्वमेकं (رگوید منڈل)

ترجمہ۔ دیوتاؤں کی شکتی کا ماخذ ایک ہی ہے"۔

---

[1] مجھ اویکت مورتی سے (یعنی مجھ نراکار سروپ سے) یہ سب جگت ویاپت پھیلا ہوا ہے (یعنی میں نے یہ کل جگت گھیرا ہوا ہے)۔

یعنی سب دنیا کے کار و بار مجھ (ایشور) ہی سے ظہور میں آ رہے ہیں

سے ازیں مصائب دوراں ملال و شاداں باش
کہ تیر دوست بہ پہلوئے دوست می آید

نیز پرانوں میں جابجا اس قسم کی روایتیں اور کہانیاں درج ہیں کہ فلاں راجہ کو پرندے کے روپ میں بھگوان نے درشن دیئے۔ فلاں شخص کو نارائن سکتے کی شکل میں نظر آیا۔ فلاں برہمن کو بھکاری (گدا) کی صورت میں ملا۔ وغیرہ +

ان حکایتوں سے بھی یہی سبق ملتا ہے کہ ہمیں ہر کہ و مہ میں پرماتما ہی کو دیکھنا چاہیئے +

گلہ آرام و خواب خلق جہاں را سبب تو ئی
زاں شد کنار دیدہ و دل تکیہ گاہ تو

سہ بہر جا بنگرم بالا و گر پست + نہ بینم در دو عالم جز یکے ہست
من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

اگر وہی تو ہے یا ویدانت کے محاورہ کے مطابق وہ میں ہی میں ہوں تو غصہ کس پر؟ خفگی کیسی؟

سے اس زمانے کی مصیبتوں سے مت رو اور خوش رہ کیونکہ دوست کا تیر دوست کے پہلو سے آتا ہے (یعنی زمانہ کا دکھ خدا کی طرف سے بھلائی کے لئے نازل ہوتا ہے)

گلہ جہان کی خلقت کی نیند و آرام کا سبب فقط تو ہی ہے اس وجہ سے دل و آنکھ تجھ پر بھروسا کرنے والے ہو گئے ہیں +

سہ نیچے اوپر جس جگہ میں دیکھتا ہوں دونوں دنیا (لوک و پرلوک) کے اندر میں سوائے ایک ہستی کے اور کچھ نہیں دیکھتا ہوں +

لله میں غیروں سے ہرگز نہیں روتا ہوں، کیونکہ میرے ساتھ جو کچھ کیا اُس دوست (یار غار) نے کیا

سے فریدا خالق خلق میں خالق بسے رب مانہ
مندا کس نوں آکھئے جان تجھ بن کوئی نانہ

لہ گفتم کہ غمزۂ تو بخونم نشانہ گفت ÷ اورا گناہ نیست کہ فرمودہ ایم ما ÷

کٹر کٹر دانا بھگوت کے اس کلام پاک کی عملی تردید کرتا ہے اور کفر کا دم بھرتا

مع ہرچہ از دوست میرسد نیکوست

سے وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم
کہ در طریقت ما کافری ست رنجیدن ÷

اندر پرستھہ میں جب راجسو یگیہ ہو چکا۔ اور سب مہمان وداع ہو رہے تھے۔ پانڈوں نے بڑی محبت سے دریودھن کو کچھ دن اور اپنے پاس ٹھیرا لیا۔ اور اس کی خوب خاطر تواضع کی۔ ایک دن مے داؤ کا بنایا ہوا عجیب و غریب محل اسے دکھانے لگے ÷ اس محل کے فرش میں ایک جگہ بیش بہا شفاف پتھر اور شیشے اس خوش اسلوبی سے جوڑے تھے کہ آب رواں معلوم ہوتا تھا۔ جگمگاتا ہوا دریا نظر آتا تھا۔ اس جھوٹ موٹ کی لہریں مارتے ہوئے پانی کو دیکھ دریودھن دھوکا کھا گیا اسے موجزن آب سمجھ تیر کر پار جانے کی خاطر کپڑے اتارنے لگا۔ یہ دیکھ بھیم سین اور دروپدی وغیرہ حاضرین نے زور سے قہقہہ لگایا ÷

لہ میں نے کہا کہ تیرے غمزے نے مجھکو خون میں بٹھایا (خون آلودہ کیا) اسنے جواب دیا کہ اس (غمزہ) کا قصور نہیں ہے۔ بلکہ ہم نے اس کو ایسا حکم دیا ہے ÷

مع جو کچھ کہ پیارے سے آتا ہے وہ ہمیشہ مفید و بہتر ہی ہے ÷

سے ہم وفاداری کرتے ہیں اور ملامت سہتے ہیں اور آنند رہتے ہیں کیونکہ ہمارے مت (مذہب) میں رنجیدہ ہونا کفر ہے ÷

پیارے طالب! یہ عالم مایا کا رچا ہوا (تعمیر کردہ شدہ) مکان ہے۔ تیری خوشنودیٔ مزاج کی خاطر الوانِ گوناگوں سے آراستہ و پیراستہ ہے اس میں سراب ایسے دھوکے والے خاص موقع بھی ہیں جنکو دیکھ تو گھبرا اٹھتا ہے کہ "ہائے میں ڈوبا! میں ڈوبا" اور مارے اضطراب کے ہاتھ پاؤں مارنے لگتا ہے۔ صبر و قرار کی عنان ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے۔ وسوسہ اور تذبذب کے بس میں آ جاتا ہے۔ چہرہ پر ہوائیاں چھٹنے لگتی ہیں۔ چاؤ۔ پیچ پیچ گرداب بلا میں پھنسا ہے۔

لیکن سے بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا

جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا۔

جب پردۂ لاعلمی دور ہوتا ہے تو پتہ لگتا ہے کہ کچھ بات ہی نہ تھی پانی تو تھا ہی نہیں۔ کپڑے خواہ مخواہ اتارے۔ ناحق فضیحت سہیڑی

میرے پیارے! خوب یاد رکھو کہ دنیا میں جتنی چیزیں بظاہر گھبرانے والی معلوم دیتی ہیں فی الحقیقت تیری فرحت اور خرمی کی خاطر دست قدرت نے تیار کی ہیں۔ الٹا ڈرنے سے کیا حاصل؟ تیری ہی نادانی تجھے چکر میں ڈالتی ہے ورنہ تجھے کوئی نیچا دکھانے والا نہیں۔ بہ کمال یقین رکھ کہ دنیا تیرے کسی دشمن کی بنائی ہوئی نہیں۔ بلکہ تیرے عزیزوں کے عزیز۔ تیرے ہی آتم دیو کا سارا ظہور ہے۔ دنیا کا کوئی سامان تجھے دراصل دکھ نہیں دے سکتا۔ بلکہ ہر سامان تیری تفریح طبع کا باعث ہے۔ دل کو پریم سے بھرو۔ من کو شدھ کرو اور دیکھو!

لہ دلبر دلربائے من سے کند از برائے من

لہ میرا دلربا معشوق میرے لئے نقش و نگار اور بناؤ سنگار رنگے طریق سے روز بروز کرتا ہے

نقش و نگار و رنگ و بو تازہ بتازہ نو بنو ؎
خنداں ترو بودن بہ از گنج و گہر بخشیدن است
تا لوائی برق بودن ابر نیسانی مباش

اعتراض:- مثل مشہور ہے "سیدھی لکڑی سب کوئی کاٹ لیتا ہے" پس تو آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم دھرم اتم کے صاف سیدھے ہو جائیں اگر ایسا کر دیں اور پالیسی (دیچ) کو بالکل چھوڑ دیں تو ہمیں دنیا میں رہنے ہی کون دیگا؟ ہمارا گذارہ ہی کیونکر ہوگا؟ زبردست لوگ ہمیں کھا نہ جائیں گے؟

ؔ ات سیدھے نہ ہوئیے کچھوک دنگ من مانہ
سیدھی لکڑی کاٹ لیں ٹیڑھی کاٹیں نانہ

جواب:- ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کیا یہ سچ ہے "ٹیڑھی کاٹیں نانہ"؟ ٹیڑھی لکڑی جوں کی توں رہنے دیجاتی ہے؟ اس کا کوئی استعمال نہیں کیا جاتا؟

بالکل غلط ہے۔ وقت پر سب کٹ جاتی ہیں۔ کیا سیدھی اور کیا ٹیڑھی صرف آگے پیچھے کا بھید ہے۔ کٹنے میں سب برابر ہیں ؎

ہاں اگر کچھ فرق ہے تو یہ ہے کہ ٹیڑھی لکڑی کاٹ کر عموماً جلائی جاتی ہے۔ ایندھن کے کام آتی ہے۔ اور سیدھی لکڑی کٹ کر جلائی نہیں جاتی بلکہ رنگ و روغن میں سج کر امیروں۔ بزرگوں۔ صاحبوں، شوقینوں نازنینوں کے مبارک ہاتھوں کا عصا بنتی ہے۔ یا اگر موٹی اور بھاری

ؔ ہنس مکھ رہنا موتیوں کا خزانہ بخشنے سے بہتر ہے جب تک کہ تو بجلی دینی خندہ رو بن سکتا ہے تو کہیا وانی (اسوج و بھادوں کا) بادل مت بن ؎

بھی ہو تو مندروں مکانوں میں شہتیر کا کام دیتی ہے۔ رکن دستگون) کا مرتبہ پاتی ہے وغیرہ۔ بہر صورت اپنی پہلی (درخت والی) حالت کی نسبت عروج اور ترقی پذیر ہوتی ہے حالانکہ ٹیڑھی کو تنزل اور تباہی نصیب ہوتی ہے ÷

یہی حال صاف دل پرشوں کا ہے۔ اگر ان کو بظاہر کوئی شخص کلہاڑے کی طرح کاٹنے اور نقصان پہنچانے بھی آئے گا۔ تو خوب یاد رہے کہ سبب الاسباب چیتن دیو انتریامی ان کو پہلی حالت سے کٹواکر بھی کسی نہایت اعلیٰ اور بلند رتبے تک پہنچائے گا ÷ وہ کلہاڑا روپ زبردست دشمن منہ تکتا ہی رہ جائے گا۔ اور یہ پاکیزہ طینت صاف باطن مہاشے ظاہر میں کٹ کر معراجِ عالی پر چڑھ جائیگا ÷

اے اہلِ دنیا! سنسار کے جھمیلوں اور جگت کے دھندوں میں پھنس کر اس اصولِ کلی کو بھول مت جاؤ کہ حقیقی طاقت اگر ہے تو صرف راستی اور پاکبازی اور ایمانداری میں ہے ÷

سلہ با صاف دل مجادلہ با خویش دشمنی است

سنگے زنی بر آئینہ بر خود ہمی زنی ÷

شانتی اور صفائی میں صرف وہ لوگ ڈر اور خطرہ تصور کرتے ہیں جنہوں نے کبھی اس بارے میں تجربہ نہیں کیا

عزیزو! اہلِ باطن سے دریافت کرو۔ صاف دلوں سے پوچھو تو واضح ہوگا کہ انکے عجیب و غریب تجربے نے امرِ ذیل کا حقہٗ پایۂ ثبوت کو پہنچایا ہے۔

سلہ صاف دل آدمی کے ساتھ لڑنا اپنے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔ شیشے پہ پتھر مارنا اپنے اوپر پتھر مارنا ہے ÷

(اگر ہمارا دل کینہ کدورت سے بالکل پاک و صاف ہو تو دنیا کی کوئی شے ہمیں ضرر نہیں پہنچا سکتی)

شانتی اور آنند بھرے ہوئے سچے مہاتماؤں کے قریب غضب مجسّم اصحاب بھی پانی پانی ہو جاتے ہیں۔ جنگل کے بھیڑیئے شیر وغیرہ انہیں دیکھ الفت زدہ ہو جاتے ہیں۔ سانپ بچھو وغیرہ اپنے موذی پن کو بھول جاتے ہیں۔ ~~ بر من از روشن دلی وضع جہاں ہموار شد

خار در پیراہنِ آتش گلستاں می شود

اگر کوئی شخص در اصل نیکی سے بھرپور نہ ہو اور گمان کر بیٹھا ہو کہ میں سراپا خیر ہوں۔ بالفاظِ دیگر زرِ خالص (سچا) نہو بلکہ ملمع ہو تو اس کو آتشِ امتحان سے ضرور نقصان پہنچے گا۔ مگر خالص سونا تو آگ میں اور بھی چمکے گا ؛

شیر جب شکار کو نکلتا ہے تو جنگل میں کھڑے ہو کر زور سے نعرہ مارتا ہے۔ نعرہ سنتے ہی ارد گرد کے گیدڑ ہرن وغیرہ چونک پڑتے ہیں اور مارے دہشت کے گھبرا کر خود بخود اپنے محفوظ مقاموں کو چھوڑ کر ادھر ادھر دوڑنے لگتے ہیں۔ ایسی حالت میں شیر کی نظر بہت آسانی سے ان پر پڑ جاتی ہے اور وہ شکار ہو جاتے ہیں۔ غریب جانوروں کے اپنی اپنی جھاڑیاں یا غاروں کو چھوڑنے کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ نعرہ سنتے ہی انکو گمان ہو جاتا ہے کہ "آؤ! ہم شیر سے پکڑے گئے! شیر ہمارے غار میں آ پہنچا۔ اور اپنی طرف

~~ صاف دلی کی وجہ سے دنیا کا رنگ ڈھنگ میرے آگے ایسے یکساں ہو گیا جیسے آگ کے کرتے (یعنی آگ کے شعلہ) میں کانٹا گلستان ہو جاتا ہے ؛

سے بچاؤ کی خاطر وہ باہر دوڑ جاتے ہیں۔ لیکن

[1] ع خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم ؂

وہ بچاؤ کی صورت ہی ہلاک ہو جانے کا باعث بنتی ہے ؂ ٹھیک یہی حال گھبرانے والے انسانوں کا ہوتا ہے۔ موہوم چنگال بلا سے بچنے کی خاطر طرح طرح کی تجویزوں میں وقت پڑے کھوتے ہیں اور اپنی اپنی رسائی پر فریفتہ ہوتے ہیں۔ لیکن

سہ اجل کو جو طبیب اور مرض کو اپنی دوا سمجھے
پڑیں پتھر سمجھ پر ایسی تم سمجھے تو کیا سمجھے

یہ تجویزیں ہی تباہی کے منہ میں ڈالتی ہیں ؂

[2] ترک کوشش دامن منزل بدست آوردن است
راہ خود را دور میسازی بہ کوشیدن چرا

[3] دور بینی کور دارد مرد را ؂ ہمچو خفتہ در مراد کور از سراہ

---

[1] جو کچھ کہ ہم نے سوچا تھا وہ خود غلط تھا ؂

[2] کوشش کا ترک کرنا منزل کا دامن حاصل کرنا ہے (یعنی طلب یار ہی بے چینی رکھتی ہے۔ جب یہ طلب یا خواہش وصل دور ہوتی ہے تب ہی اکتشاف یعنی وصل نصیب ہوتا ہے) تو اس کوشش (یا ڈھونڈنے کی خواہش) سے اپنے راستے کو الٹا کیوں دور کرتا ہے ؂

[3] دور اندیشی آدمی کو اندھا بنا دیتی ہے جیسے کہ مکان میں سویا ہوا مکان سے اندھا بے خبر ہوتا ہے ؂

[1] The worldling seeks pleasures fattening himself like caged fowl
But the real saint flies upto the sun like the wild crane,
The fowl in the coop has food but will soon be boiled in the pot,
No provisions are given to the wild cranes but the heavens of earth are his,

---

[2] ہرچہ در دُنیا ست بر آزادگاں آمد حرام ٭ خاطرِ جمع است در زیرِ فلک سامان ما

ایک رنگیلے مہاتما کو گنگا کے کنارے بیٹھا ہُوا دیکھا۔ ساتھ پانچ چھ آدمی اور تھے۔ اچانک گنگا کی لہروں نے ٹھنڈے ٹھنڈے جل سے سب کے کپڑے تر بتر کر دیئے۔ اور پانی کے تھپیڑوں نے باقی سب کو وہاں سے اُٹھا دیا۔ وہ لوگ کپڑوں کے بھیگ جانے اور جاڑا لگنے کے باعث بُڑ بڑانے لگے۔ آہ اوہ شروع کیا۔ لیکن وہ مہاتما ویسا کا ویسا اپنے پتھر پہ ڈٹا رہا۔ قرے سے شُکر کر رہا تھا۔ اور گا رہا تھا۔ "میری

---

[1] دنیا دار (یعنی دنیا میں دل لگانے والا پرش) دنیوی مزے اور خوشیاں ڈھونڈتا ہے اور قفس میں بند مُرغ کی طرح اپنے آپ کو موٹا تازہ کرتا رہتا ہے۔ لیکن سچا سنت مہاتما جنگلی سارس یا کلنگ کی طرح سورج کی روشنی اور بلندی تک پرواز کرتا ہے ٭ اُس پنجرے کے ڈھاپے یا کھانچے میں بند مرغ کو اگرچہ خوراک تو خوب ملتی رہتی ہے لیکن وہ جلد ہانڈی میں اُبالا جائیگا (برعکس اس کے) جنگلی سارس کو خوراک وغیرہ تو بیشک لوگوں سے نہیں ملتی۔ لیکن آسمان و زمین ہر دو کا وہ مالک ہے۔ جہاں چاہتا ہے آزادی سے گھومتا پھرتا ہے ٭

[2] جو کچھ کہ دنیا میں ہے وہ آزاد آدمیوں پر حرام ہے۔ آسمان کے نیچے ہمارا سامان دل جمعی (دل کی شانتی) ہے ٭

پیاری گنگا! میری جان گنگا!" وغیرہ ۃ

پیارے ناظرین ذرا غور تو کرو۔ جن کو آپ ہولناک حادثے اور خوفناک صدمے تصوّر کئے بیٹھے ہو وُہ فی الواقع "پیاری گنگا تمہاری جان گنگا" ہی کی رس بھری لہریں ہیں۔ اگر ہیں تو تمہارے عزیزترین آتم دیو ہی کی کرتوتیں ہیں۔ پرماتما ہی کا مظہر ہیں۔ شکوہ کیسا؟ سب کے سب ڈراؤنے اُمور اور جانگداز واقعات صورت و شکل تو حنظل کی رکھتے ہیں مگر بنے ہوئے مصری کے ہیں ۃ

مصری تُو نہی رچی رنگ روپیا مانڈ
کھان لگیو جب بھرم تج۔ سو سب کرڈی ناتھ

عالم خواب میں پُرش فی الحقیقت آپ ہی آپ تو ہوتا ہے۔ لیکن تماشا یہ ہے کہ اِدھر تو اپنی شانِ جزوی سے اپنے تئیں ایک فقیر یا امیر طالبعلم یا وزیر دیکھتا ہے۔ اُدھر اپنی ہی شانِ کُلی سے شیر بھیڑیا سفر ندیا وغیرہ پیدا کر لیتا ہے۔ جن کو اُس وقت کے فرضی اپنے آپ سے جُدا تصوّر کرتا ہے ۃ جاگی ہُوئی نگاہ سے دیکھیں تو خواب میں یہ جس کو اپنا تسلیم کرتا ہے وہ بھی اس کا خیال ہے۔ اور جن کو اپنے سے جُدا مان کر اُن سے ڈرتا ہے۔ جیبت زدہ ہو جاتا ہے وہ بھی اُسی کی مخلوق ہیں آپ ہی بھیڑ ہے اور آپ ہی بھیڑیا۔ آپ ہی پیر ہے اور آپ ہی کانٹا ٹھیک یہی حال عالم بیداری میں ہے ۃ

میرے ہی اپنا آپ طالب! جس کو تُو عالم بیداری سمجھے بیٹھا ہے ہے در اصل یہ بھی خواب۔ گو ذرا بڑے پیمانہ (سکیل) کا خواب ہے ۃ حقیقت کی رُو سے شخصیت (جیو) تیری مایا کی شان جزوی ہے

اور "سارا جہان" تیری ہی مایا کی شانِ کُلّی ہے۔ تیرے حسب حال
اشعار ذیل ہیں :-

؎ باغِ جہاں کے گُل ہیں۔ یا خار ہیں تو ہم ہیں
گر یار ہیں تو ہم ہیں اغیار ہیں تو ہم ہیں

دریائے معرفت کے دیکھا تو ہم ہیں ساحل
گر وار ہیں تو ہم ہیں اور پار ہیں تو ہم ہیں

وابستہ ہے ہمیں سے گر جبر ہے وگر قدر
مجبور ہیں تو ہم ہیں مختار ہیں تو ہم ہیں

میرا ہی حُسن جگ میں ہر چند موجزن ہے
تِس پر بھی تیرے تشنۂ دیدار ہیں تو ہم ہیں

اور جب یہی معاملہ ہے کہ جن سے سابقہ پڑے وہ تیرے ہی سروپ
ہیں۔ تیرا ہی ظہور ہیں۔

؎ پھیلا کے دامِ اُلفت گھرنے گھرانے ہم ہیں
گر صید ہیں تو ہم ہیں صیّاد ہیں تو ہم ہیں

اپنا ہی دیکھتے ہیں ہم بندوبست یارو
گر داد ہیں تو ہم ہیں بیداد ہیں تو ہم ہیں

پھر ترش روئی اور تند خوئی سے واسطہ ؟

؎ کچھ لاسکے نہ تھے کہ کھو گئے ہم ۔۔۔ تھے آپ ہی ایک سو گئے ہم
جُوں آئینہ جس پہ یاں نظر کی ۔۔۔ ساتھ اپنے دوچار ہو گئے ہم

رام کے پاس اس وقت ایک تصویر پڑی ہے اس میں ایک شکاری
تیر کمان ہاتھ میں لئے شست باندھے کھڑا ہے۔ سایہ دار درخت کے

نیچے ہرے ہرے لمبے گھاس میں سبز سبز پتیوں اور زرد رنگ کے نرم نرم جنگلی پھولوں کے درمیان ہرن کی چمکتی ہوئی آنکھ دیکھ کر اُس کا نشانہ کر رہا ہے۔ ہائے ظالم! آن کی آن میں بیچارے ہرن کو مارے گا۔

اے آہوئے رمیدۂ زندگانی! مت گھبرا۔ مت ذرہ پرواہ نہ کر۔ اے وحشئ خوابیدہ بخت! جاگ تو سہی۔ تو ہے کون؟ کیا تُو ہرن ہے نہیں۔ ہرن تو "تجھے ہرن کہنے والے" کے ذہن میں ہوگا۔ تو تو کاغذ ہے کاغذ۔ اور بحیثیت اپنی ذات کاغذ کے تُو ہی صیاد ہے۔ تو ہی تیر ہے۔ تو ہی ملک شوقار ہے۔ تجھے کس کا ڈر؟ کیسا خطرہ؟ کہاں کا اندوہ کاہے کا غم؟

سو بگڑے تب جب ہووے کچھ بگڑن والی شے
اکال اچھید ابھنگ کو کون شخص کا بھے
کون شخص کا تنے بدھی یہ جس نے پائی
کس کے ٹھونگ دلگیری نہیں کداچت آئی

اے حضرتِ انسان! حیران ہونا تیری شان سے بعید ہے۔ تُو اپنے جسم و اسم کی تہ پر نظر تو ڈال۔ اپنے حقیقی اپنے آپ کو تو جان۔ جس سے تو ڈرتا ہے وہ تو تو ہی ہے جس سے تو خوف کرتا ہے۔ تو ہی ہے اگر نظر ظاہر بیں سے تو مظلوم اور حقیر ہے تو از روئے باطن با ہمہ رعب و صَولت شاہنشاہِ عالیجاہ بھی تُو ہی ہے۔ اپنے ہی رعب و صولت سے سراسیمہ مت ہو۔ آگ اپنی گرمی سے خود نہیں گھبرایا کرتی سب تیرے ہی تجلیات ہیں۔ اُن سے مت ڈر۔ لا وھڑک ہو جا۔

हन्ता चेन्मन्यते हन्तुं हतश्चेन्मन्यते हतम्।
उभौ तौ न विजानीतो हन्ति न हन्यते॥ (کٹھ اپنشد ۱-۲-۱۹)

If he that slayeth thinks I slay; if he
Whom he doth slay, thinks I am slain, then both
Know not aright! That which was life in each
Can not be slain, nor slay!

नैनं छिन्दन्ति शस्त्राणि नैनं दहति पावकः।
न चैनं क्लेदयन्त्यापो न शोषयति मारुतः॥ (بھگوت گیتا ۲-۲۳)

I say to thee, weapons reach not the life;
Flame burns it not, waters cannot overwhelm,
Nor dry winds wither it.

اس تصویر میں صیاد نے جسے ہرن سمجھا ہے وہ تو خود ترلوکی ناتھ سیام سندر بھگوان کرشن چندر ہے ۔ یہ چمکنے والی ہرن کی آنکھ نہیں ۔ یہ تو کرشن پرماتما کے چرن کا پدم ہے ۔ یہ صید نہیں ۔ یہ تو ہر ایک کے مرغِ دل کو صید کرنے والا صیاد ۔ اجل کی خبر لینے والا بہ نفسِ نفیس پڑا بے پرواہ ڈٹے آرام میں ہے ۔ پیارے ! لوگ تجھے صید سمجھے ہیں تو

۱؎ اگر قاتل خیال کرتا ہے کہ "میں مارتا ہوں" یا اگر مقتول یہ وہم کرتا ہے کہ "میں مارا گیا ہوں" وہ ہر دو ٹھیک نہیں جانتے ۔ کیونکہ ان ہر دو میں جو اصل زندگی (ذاتِ حق) ہے وہ کسی نہ کسی کو مارتی ہے اور نہ کبھی ماری جا سکتی ہے ۔

۲؎ میں تجھ سے کہتا ہوں کہ اس آتم دیو (ذاتِ حق) کو نہ یہ ہتھیار کاٹ سکتے ہیں ۔ نہ اسے آگ جلا سکتی ہے ۔ نہ پانی بھگا (گلا) سکتا ہے اور نہ اسے ہوا ہی سکھا سکتی ہے ۔

کیا؟ کوئی تجھے برن کہتا ہے تو کیا؟ تجھے برہمن، کھتری، امیر یا فقیر تصوّر کرتے ہیں تو کیا؟ تُو تو اپنی ذات بابرکات میں خود کرشن پرماتما معبود ہر دو جہان ہر رنگ میں جلوہ فشاں ہے۔

(کٹھ اپنشد ۲۔۱۔۹)
यतश्चोदेति सूर्योऽस्तं यत्र च गच्छति।
तं देवाः सर्वेऽर्पितास्तदु नात्येति कश्चन। एतद्वै तत्॥

ترجمہ:۔"جس میں سے آفتاب طلوع ہوتا ہے اور جس میں غروب ہوتا ہے جس میں تمام ملائک داخل ہوئے۔ جس سے کوئی جُدا نہیں۔ یہ آتما وُہی ہے"۔

He is the unseen Spirit which informs
All subtle essences! He flames in fire,
He shines in Sun and Moon, Planets & stars
He bloweth with the winds, rolls with the waves,
He is Prajapati, That fills the worlds!

ے رام تو ہیں۔ تُو ہی کرشن ہیں۔ تو ہی دیون کو دیو
تو ہی برہما جگر کھتی توں۔ تُو ہی سیوک تو ہی سیو
تُو ہی سیوک تُو ہی سیو اندر تُو ہی شیش
تُو ہی ہو رہے سب رُوپ۔ کیہو سب میں پرویش

[1] وہ (ذات) نظر نہ آنے والی آتما ہے (یعنی گو دید بھانی سے برا ہے) جو تمام سوکشم (لطیف) تتووں میں پرویش کرتی ہے (یا رم رہی ہے) وہ آگ کے اندر شعلہ زن ہے سورج چاند سیاروں اور ستاروں میں وہ چمکتی ہے۔ ہواؤں کے ساتھ وُہ چلتی (بہتی) ہے۔ لہروں کے ساتھ موجزن ہوتی ہے۔ وہ ہی ذات پرجاپتی ہے جس سے یہ تمام سنسار بھرا ہُوا (دیاپت) ہے۔

کہے گردھر کوی رائے پُرش توہی توہی رام
توہی لچھمن، تُوہی بھرت ستر گھن سیتا رام

ع خدائی کہتا ہے جسکو عالم سو وہ بھی ہے اک خیال میرا
بدلنا صورت ہزار ڈھب سے ہر ایک دم میں ہے حال میرا
کہیں ہوں سورج کہیں ہوں ذرہ۔ کہیں ہوں دریا۔ کہیں ہوں قطرہ
وفور کثرت سے ہستی مجھکو ہوا ہے ملنا محال میرا
طلسم اسرار گنج مخفی کہوں نہ ہیتے کو اپنے کیونکر
عیاں ہوا حال ہر دو عالم ہوا جو ظاہر کمال میرا
حجاب خورشید ذات معنی ہوا ظہور نمود صورت
مٹا جو دنیا سے نام آدم ہوا ہے مجھکو وصال میرا

ل شنیده ام به صنم خانه از زبان صنم ÷ صنم پرست صنم هم صنم شکن همه اوست
لله ایمان عالم از رخ نورانی وییست ÷ کفر جہاں زطرهٔ زلف دوتائے دوست

معترض۔ (۱) تم کہتے ہو کہ آدمی مُردے کی طرح ہو جائے۔ بالکل جڑ ہوک آلسی کوئی کچھ کہدے۔ آپ کے سر ہی : ہلائے ÷ ایسا علم اخلاق سیکھنے سے تو سنکھیا کھا لینا ہی بہتر ہے ÷

(۲) اکثر اوقات ہمیں Decency (ڈیوٹی) مجبور کرتی ہے کہ ہم غرور خفگی ظاہر کریں۔ اگر تمھاری نصیحت مانی جائے تو ڈیوٹی Decency کے خیال Sense کو بھی بہ طاق رکھنا چاہیئے۔ اور بیعزت ہو کر دن کاٹنے چاہئیں

لہ میں نے بُت خانہ میں صنم کی زبان سے یہ سُنا ہے کہ بت پرست اور بت شکن سب وہی ہے۔ لله اُس کے نورانی چہرہ (پرکاش سروپ) کی وجہ سے جہان کا ایمان ہے۔ اور اُس کی زلف دوتا کے طرہ سے جہان کا کفر ہے ÷

(۳) ڈارون (Darwin) وغیرہ ایسے سائنس کے مشہور نکتہ رسوں کی تحقیقات سے یہ امر حیطۂ اعتراض سے باہر پہنچا دیا ہے کہ ترقئ دنیا struggle for existence (جہد برائے زندگی) اور survival of the fittest (بقائے لائق ترین) پر مبنی ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ نہ صرف جد و جہد بلکہ جنگ و جدال لازمی ہے Evolution (صعودِ عالم) کے لئے ٭ لیکن تمہارا مقولہ سائنس کی اس تیز رَو کے بھی مخالف چلنا چاہتا ہے۔ اُلٹی گنگا بہاتا ہے (اس سوال کا جواب صفحہ ۲۸ پر دیکھو)

رام:۔ (۱) ہم تو کہتے ہیں کہ ویدانت سنکھیا ہی کھلاتا ہے لیکن یہ وہ سنکھیا ہے جو پاپ رُوپی جذام (Leprosy of sin) کو دُور کر دے۔ یہ وہ زہر ہے جس کو کھانے والا شو (مُردہ) نہیں بلکہ شیو شنکر (نیل کنٹھ) بن جاتا ہے ٭ یہ وہ شستی ہے جس پر دنیا بھر کی ہستی قربان کر دی جائے۔ اگر کسی کو ویدانت چڑھتا اور آلس لانے والا (تکاہل آور) معلوم ہوتا ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ چیتن گھن (وفورِ نُور و سرور) رُوپی ویدانت کو اُس کی آنکھ کے ساتھ وہی نسبت ہے جو آفتاب جہانتاب کو چلنے والے نشاچروں کی آنکھ کے ساتھ ہُوا کرتی ہے یعنی اُن جانوروں کی بینائی کے ساتھ جو اندھیرے کے عادی ہیں ٭

سلہ ز نُورِ جلوہ ہم یکسر حجاب جلوہ ہست اینجا
نقابے نیست دریا را مگر طوفانِ عریانی

سلہ سراسر جلوہ نور کی زیادتی ہی یہاں نور کا حجاب ہے یعنی عریانی کے طوفان کے سوا دریا کو کوئی پردہ نہیں۔ (دریا کی لہروں کا اظہار ہی اُسکو ڈھک دیتا ہے جیسے سورج کا تیج دوپہر کے وقت سورج کو چھپا دیتا ہے) ٭

مانا کہ ویدانت کے گرنتھوں میں اِس قسم کے شلوک ہیں، جیسے

व्यापारे खिद्यते यस्तु निमेषोन्मेषयोरपि
(اشٹاوکرگیتا ۱۶-۴)
तस्यालस्य धुरीणस्य सुखं नान्यस्य कस्यचित्

ترجمہ:- جس کا دل کار و بار سے اِس قدر اُٹھا ہُوا ہے کہ اُس کے لئے آنکھ میچنے اور کھولنے کا فعل بھی ناگوار گزرتا ہے اُس (ظاہر سُست) عارف کو حقیقی سُرور حاصل ہے اور کسی کو بھی نہیں۔

وو کار و بار سے دِل اُٹھنے " سے مُراد شعر ذیل کی طرح موت نہیں ہے

لہ بقدرِ ہر سکوں راحت بود بنگر تفاوت را
دویدن۔ رفتن۔ استادن نشستن خفتن و مُردن

جس کتاب میں یہ شلوک بالا دیا ہے اُس پُستک میں ایک اور شلوک بھی دیا ہے۔ اُس پُستک میں ایک اور شلوک کار و بار سے دِل اُٹھنے کا مطلب واضح کر دیتا ہے۔

निर्ममो निरहंकारो न किंचिदिति निश्चितः।
अन्तर्गलितसर्वाशः कुर्वन्नापि करोति न॥ (اشٹاوکر گیتا ۱۸-۷)

ترجمہ:- جس پُرش نے اہنکار کو رفع کر دیا ہے (یعنی اِس پندار کو کہ "یہ مَیں ہُوں۔ یہ میرا ہے" دفع کر دیا ہے) جس کے دِل میں یہ یقین جم گیا ہے کہ جو کچھ دیکھنے سُننے میں آتا ہے صرف خیال ہی خیال ہے جس کے اندر تمام خواہشات دُور و کافور ہو چُکی ہیں)۔ وہ مرد ہے جو

لہ ہر سکون (ٹھہراؤ) کے موافق آرام ہوتا ہے۔ تو اُس فرق کو دیکھ۔ دوڑنا۔ چلنا کھڑا ہونا۔ بیٹھنا۔ سونا اور مرنا (اِن تمام حالتوں) کے درمیان جو عالم سکون طاری ہوتا ہے اُس کے فرق کا ملاحظہ کر۔

حقیقتاً کچھ بھی نہیں کرتا (گو ظاہر میں فعل کرتا بھی نظر آوے)

مزدور قلی بیچارہ دن بھر بازاروں میں پتھر کوٹتا ہے۔ یا اور کسی قسم کی محنت شاقہ جھیلتا ہے۔ اور مارے مشقت کے جسم کو پسینہ پسینہ کرکے اپنا گزارہ کرتا ہے۔ بڑا کام کرنے والا ہے۔ حاکم اعلیٰ نہ سڑک پر روڑی کوٹتا ہے۔ نہ مسافروں کا اسباب اٹھاتا ہے۔ نہ کھیت میں جاکر ہل چلاتا ہے۔ نہ کوئی اور جسمانی تکلیف برداشت کرتا ہے۔ صرف زبان ہلا چھوڑتا ہے۔ یہ بالکل نکما اور سست ہے۔

ناظرین! جیسے یہ دلیل پوچ ہے ویسے ہی ویدانت نشٹھ گیان وان کو اوروں کی طرح بات بات پر ہراساں اور پریشان ہوتے نہ دیکھ کر یا از سرتاپا جسم خموش و بیکار رہتے دیکھ کر یہ کہنا کہ ویدانت نکما اور سست کر دیتا ہے سراسر بے معنی ہے۔ جوں جوں رتبہ بلند ہوتا جاتا ہے اعضاء کثیف سے کام لینا کم ہوتا جاتا ہے۔ حاکم اعلیٰ مزدوروں کی طرح ہاتھ پاؤں نہیں ہلاتا۔ صرف زبان (عضو لطیف) ہلاتا ہے۔ لیکن اس کے احکام ہزاروں مزدوروں کو تک و تاز میں ڈال دیتے ہیں۔ اسی طرح سچا مہاتما ست سنکلپ دسمبریم کی جان۔ اور میگ سے بڑم سے بران۔ لارڈوں کا لارڈ) جس کے "خیال ہی" میں دنیا قائم ہے۔ تفکرات دنیوی کی بار برداری کرنا تو کجا۔ خواہ زبان بھی نہ ہلائے اشارہ بھی نہ کرے۔ لیکن اس کا ست سنکلپ (حکم باطنی) ہی سینکڑوں ہزاروں اعلیٰ حاکموں کے دلوں، زبانوں اور جسموں کو دوڑ دھوپ میں ڈال دیتا ہے۔ اب خواہ اسے "جڑ موگ سرسی" کہو۔ خواہ چیتن گھن۔ انرجی (Energy) کا منبع اور طاقت کا جوہر" کہو۔ پیارے معترض!

جا کر ایک دفعہ آدویت نشٹھ مہاتما کے درشن تو کرو۔ پھر دیکھتے ہیں۔ تمہارے اعتراض کہاں جاتے ہیں؟ یہ وُہ شخص ہے جس کی نورانی پیشانی پر ماہتاب کی طرح روشن حروف میں لکھا ہے " ہاں اس کا پوجن کرو!" وہی ~~~~ (معبود جہان)۔ (کین اُپنشد)

سے۵ منتم گئی ز عشق وے اے مفتیٔ زماں

معذور دارمت کہ تو اورا ندیدۂ

سے۵ دل ڈھیر بخاروں کے لگاتا ہے تفا ہیں

اُڑ جاتے ہیں خورشید سا جب منہ نظر آیا

(۲) کیا سچ مچ ڈیوٹی اس بات کی مقتضی ہُوا کرتی ہے کہ ہماری طبیعت درہم وبرہم ہو؟

جہاں تک رام کا خیال ہے ہرگز نہیں! البتہ یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب عورتیں یا مرد لڑ جھگڑ رہے ہوں۔ اور چاہے کسی فریق سے باعثِ غضب دریافت کیا جائے تو یہی جواب ملے گا کہ " مخالف فریق نے ایسا کیوں کیا؟ یا ویسا کیوں نہ کیا؟" جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ رنج و غصّہ کا سبب " اپنے نفس سے عیب کا صرزد ہو جانا" تو شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ ہاں! اگر دوسروں کی طرف سے ادائے فرائض میں کوتاہی واقع ہو تو جھٹ پٹ شعلۂ غضب بھڑک اُٹھتا ہے۔ پس کیسی ہنسی کی بات ہے کہ اپنی ڈیوٹی تو نہیں اوروں کی ڈیوٹی صاحبانِ تنک مزاج کو چاہِ رنج و محن میں ڈالے۔

سے۵ اے زمانہ کے قاضی! اُس کے (پرمیشور کے) عشق سے تو مجھکو منع کرتا ہے۔ جا میں تجھکو معاف کرتا ہوں۔ کیونکہ تو نے اُس (پرماتما) کو نہیں دیکھا ہے۔

لے برو بکارِ خود اے واعظ ایں چہ فریاد است
مرا فتاد دل از کف ترا چہ افتاد است

ے گر ہم نے دل صنم کو دیا پھر کسی کو کیا؟
اسلام چھوڑ کفر لیا پھر کسی کو کیا؟

ہم نے تو اپنا آپ گریباں کیا ہے چاک
آپ ہی سیا سیا نہ سیا پھر کسی کو کیا؟

"وہ نہیں صاحب بعض موقعوں پر اپنی ڈیوٹی بھی مجبور کرتی ہے کہ ہم بھنویں چڑھائیں۔ آنکھیں دکھائیں۔ اور دھمکی سے ڈرائیں" رام کا اس بیب یہ کہنا ہے کہ وہ شانتی سے کام لینا اور طبیعت پر قادر رہنا" کیا یہ خود تمہاری اعلیٰ ڈیوٹی (فرضِ اولیٰ) نہیں ہے؟ اگر لڑائی (امتحان) کے موقع پر ہتھیار سے کام نہ لیا تو اس کا فائدہ ہی کیا؟ اگر برآشفتہ اور برانگیختہ کرنے والے وقتوں پر شانتی کو نہ برتا تو اس سرشِٹھ دھرم (شانتی) کو برتنا ہی کس موقعہ پر ہے؟

آگے پیچھے تو ہر ایک آدمی شانت رہتا ہے۔ لیکن دھرماتما تو ہی ہے جو دل کو ہلا دینے والے موقعوں پر طبیعت کو قابو میں رکھے۔ رنج و غصہ کو دخل نہ پانے دے۔

ے ظفر آدمی اُس کو نہ جانیئے گا۔ وہ ہو کیسا ہی صاحبِ فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی۔ جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

جب کوئی سوشیل (ساماجک)، فانگی پولیٹیکل یا ریلیجس (مذہبی) ڈیوٹی

سلے جا اے واعظ اپنا کام کر یہ کیا شور ہے؟ میرا دل اپنے پیارے کے عشق میں ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ بھلا تیرا اس میں کیا گیا ہے؟

اس قسم کی پیش آ جائے جو آپ کو تنگ و ترش ہونے پر مجبور کرتی ہو تو یقیناً جان لو کہ اُسے ڈیوٹی (فرض) سمجھنا تمہاری غلطی ہے۔ اور تمہارے سماج (سوسائٹی) خاندان ریاست یا مذہب کا وہ جزو جو ایسی ڈیوٹی سے تعلق رکھتا ہے ضرور اصلاح طلب ہے۔ {وہ رسومات جو تمہارے کڑھنے اور پُرملال ہونے کا باعث ہوتی ہیں۔ وہ رسومات تمہارے لئے ناجائز ہیں۔ اُنکی پیروی کرنا تمہارا فرض نہیں ہے شیر بنو! اور ایسے جوئے کو بے دریغ سر سے اُتار دو۔ اس بات کی ذرا پروا نہ کرو کہ سالہا سال سے یہ رواج چلا آتا ہے۔}

معلّم لوگوں کا یورپ میں اور ایشیا میں کئی صدیوں تک یہ خیال رہا کہ از روئے ڈیوٹی (فرض) تعلیم بچّوں کے اندر گھسیڑنے کے لئے بلا تحاشہ اُن کا چمڑا اُدھیڑنا ضرور ہے "بید کو بچا رکھنا بچے کو بگاڑنا ہے"

"If you spare the rod, you spoil the child"

لیکن آج پُورے طور پر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایسا خیال بالکل خام تھا۔ بچّوں کو خواہ بوڑھوں کو اگر ہم فائدہ پہنچا سکتے ہیں تو غصّے سے نہیں۔ محبت ہی سے پہنچا سکتے ہیں۔ تعلّم و تعلیم کی قلمرو میں Sacrament of the rod (عہدِ تازیانہ) کی جگہ Sacrament of love (عہدِ محبت) لانے کی تجاویز ہو رہی ہیں۔ بچّوں کے واسطے Kindergarten (گلستانِ اطفال) کئی جگہ جاری ہو گیا۔ اور باقی مقاموں پر آہستہ آہستہ چل جائے گا۔

تاریخ شہادت دیتی ہے کہ طرح طرح کے رسومات اور رواج رُو سے

زمین پر باد بگولے کی طرح آتے رہتے ہیں۔ اور پھر دفع ہو جاتے ہیں
ایک دن تھا غلاموں کا رکھنا سب جگہ ضروری سمجھا جاتا تھا۔ اب اُسے
اوّل درجے کی رسم قبیح ہی نہیں بلکہ گناہ مان کر بند کیا گیا ہے۔
اسی طرح ستی ہونا۔ ٹھگی وغیرہ ایک وقت جائز تھے اب ناجائز ہیں۔ [۱]
پس

Our little systems have their day
Have their day and pass away
All are broken lights of Thee
And Thou, O Lord, art more than they

Tennyson.

تغیر پذیر اور ناپائدار دنیوی رسومات کے ماتحت ہو کر حقیقی ترقی کو روک
دینا۔ اور روح کو دھبّہ لگانا اپنی energies (طاقت) کو ضائع کرنا
ہے۔ اصلی برہم چریہ کو کھوتا ہے۔ اور منشا دیہ روپی چنتامنی سے کوے اڑانے
کا کام لینا ہے ÷

مویشیوں کے اکثر سوداگروں کے ہاں یہ دستور ہے کہ ایک بہت
موٹا اور لمبا رسا پھیلا کر اُسکے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر چھوٹی چھوٹی
رسّیاں پھندوں کی صورت میں گانٹھ دیتے ہیں۔ اور چھوٹی رسّی کا ایک
پھندا ایک چوپائے کے گلے میں۔ دوسرا دوسرے چوپائے کے گلے میں
ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اسی طرح کئی مویشی ایک ہی لمبے

---

[۱] ہمارے چھوٹے چھوٹے ناچیز نظام (مثل نظام فلکی) اپنے اپنے دن گذار کر
(یا اپنا دورہ و زمانہ ختم کرکے) گذر جاتے ہیں۔ یہ سب (اے ذاتِ حق) تیری ہی شکستہ
تجلیات ہیں۔ اور اے ایشور تو ان سب سے زیادہ (اعلیٰ) ہے ÷

رشتے کے ساتھ قابو میں رکھے جاتے ہیں۔ رگ وید کی ایتریہ ارنیکا میں لکھا ہے ؂

नस्य वाङ्तन्तिर्नामानि दामानि तदस्येदं वाचा तन्त्या नामभिर्दामभिः सर्वं सितं सर्वं ह्येदं नाम नीति। (دوسرا ادھیائے ۱۔۶۔۱)

مطلب:۔ (پران کے ہاتھ میں) کلام کا ایک لمبا رستا ہے۔ اور اسماء پھندے ہیں۔ پس کلام کے رستے اور اسماء کے پھندوں کے ساتھ یہ سب کچھ باندھا ہوا ہے۔ کیونکہ کل اشیاء نام ہی نام تو ہیں" ؂

جب کوئی شخص اپنا نام پکارا جاتا سنتا ہے تو جھٹ پٹ اُدھر کو کھینچا جاتا ہے۔ گویا گلے کے پھندے کے ذریعے گھسیٹا جا رہا ہے۔

؎ رشتۂ در گردنم انداخت دوست ؂ میکشد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

ایک اور شرتی میں آیا ہے ؂

अन्योऽसावन्योऽहमस्मीति न स वेद। यथा पशुरेव स देवानाम्॥ (برہدارنیک اپنشد۔ ادھیائے پہلا برہمن ۴۔ منتر ۱۰)

اسی کے موافق بھگوان شنکر نے کہا ہے ؂

अन्योऽसौ ब्रह्मान्योऽस्मीत्युपास्ते योऽन्य देवताम् न स वेद नरो ब्रह्म स देवानां यथा पशुः।

سلہ میری گردن میں دوست نے تعلق (سمبندھ) کی رسّی ڈالدی ہے۔ اب جو جگہ اُسکے دل پسند ہے مجھے وہاں لیجاتا ہے ؂

(۲) اب جو دیوتاؤں کی اس سمجھ سے اُپاسنا کرتا ہے کہ وہ دیوتا (اُپاسیہ) اَور ہے اور میں (اُپاسک) دوسرا (علیحدہ) ہوں۔ وہ مطلقاً کچھ نہیں جانتا۔ بلکہ وہ (اپاسک) دیوتاؤں (اُپاسیہ) کے پشو کی طرح ہے ؂

شرُت چھید۔ "میں اور ہُوں اور یہ اور ہے"۔ یہ خیال کر کے جو اور (اپنے سے جُدا) دیوتا کی اُپاسنا (دھیان) کرتا ہے وہ شخص برہم کو نہیں جانتا ہے۔ وہ دیوتاؤں کے لئے بالکل پشُو (چوپائے) کی مانند ہے"۔

جب تک آدم زاد بہت چھوٹا ہوتا ہے آزاد رہتا ہے۔ مست پھرتا ہے۔ دودھ کی دو ندیاں اُس کی خاطر جاری ہیں۔ بہشت میں بود و باش کرتا ہے۔ اِدھر گندم کا دانہ کھانا شروع کیا۔ ہرن کو ڈرانا سیکھا۔ تمیز کے درخت کا پھل چکھا۔ "یہ اور ہے میں اور ہُوں" کی پٹی پڑھی اُدھر جھٹ نام قوم وغیرہ کا پھندا گلے میں پڑا۔ طوقِ غلامی میں گرفتار ہُوا۔ چوپاؤں کی طرح قید میں پھنسا۔ بندھن پڑ گئے۔ اور ڈیوٹی گردن پر سوار ہوئی۔ جو ذرا دم نہیں لینے دیگی۔ دے چابک پر چابک جڑتی جائے گی۔

سندھیا پُوجا کے لئے وقت نہیں بچا کیا کریں دھندے نہیں چھوڑتے۔ ڈیوٹی بڑی زبردست ہے! آج نہانے کے لئے ٹائم (وقت) نہیں رہا۔ ڈیوٹی (فرض)!

دفتروں میں پنہاری کی طرح چکی رگڑتے آئے۔ گھر میں وہی دفتر کا کام موجود ہے۔ ست سنگ کی فرصت کہاں؟ ڈیوٹی (فرض) لڑکی یا لڑکے کا بیاہ ہے۔ اخراجات پُورے کرنے کو مکان گرو رکھنے کی فکر رات دن دامنگیر ہے۔ ڈیوٹی!

اے خوشامد فریب۔ دھوکا رشوت! تم ہی مجھے اپنی پناہ میں لو اور بے زری کی بے آبروئی سے بچاؤ! ڈیوٹی! تمنائے دولت و عزت کی چوٹیں سہتا رات دن گیند کی طرح لڑھکتا چلا جاتا ہے۔ اور اس کا

نام ڈیوی (فرض) رکھا ہُوا ہے ٭
ہائے حقیقی ڈیوٹی (فرض)! آہ تیرا نام لیکر طرح طرح کی بُرائیاں میرے پیاروں کا خون پی رہی ہیں۔
اے گنگا اُٹھو کہ نیند میں صدیاں گذر گیئں ٭
بچوں کے سر پہ تیز سی ندیاں گذر گیئں
کیا خوفناک خواب ہے پُر درد حال ہے
نیکی کی روح و جان پہ بدیاں گذر گیئں
میرے عزیزو! یہ دُنیوی ڈیوٹی (فرض) تم پر ایسی پڑی ہے جیسے صبح کے وقت بچوں پر گرم لحاف۔ اوّل تو گرم لحاف بچوں کی آنکھ کھلنے نہیں دیتا اگر وہ جاگ بھی پڑیں تو بوجھل ہونے کے باعث اُن کو اُٹھنے نہیں دیتا اور اُن کی آواز کو بھی بند muffled کر رکھتا ہے۔ ماں کے کان تک پہنچنے سے روکتا ہے ٭ پیارے! یہ میٹھی نیند کڑوے خواب لا رہی ہے۔ لحاف کو اگر اپنے آپ اُٹھا نہیں سکتے تو زور سے چلاؤ کسی نہ کسی طرح سے اپنا نالہ جگدمبا (ماں) برہم ودیا تک پہنچاؤ۔ تمہاری پیاری ماں (شری بھگوتی) اُٹھا کر تمہیں چھاتی سے لگائے گی اور امرت رُوپی (لذوتیت بخش) دودھ (گیان) پلائے گی ٭

اُس دیش کے باشندے! جہاں کی لڑکیاں (ساوتری) اپنی پاکبازی کے زور سے ملک الموت کے چنگال سے پُرش کو چھڑا کر لاتی تھیں۔ اور جہاں کے لڑکے (نچکیتا) خاص موت کے مُنہ سے خالص آب حیات نکال کر لاتے تھے۔ پیارے بھارت واسی! ذرا غور کر کے بتا کہ تو اپنے تئیں امر (موت پر فتح مند) پاتا ہے۔ کہ مرجانے والا۔

تیرے اندر وفورِ سُرور (آنند ہی آنند) ہر وقت جلوہ افروز رہتا ہے کہ غم و غصہ کی تاریکی چھائی رہتی ہے؟ تیرے اندر لاانتہا طاقت دکھائی نظر آتی ہے کہ سڑتی ہوئی کمزوری کی بُو آتی ہے؟ اگر تو فانی دکھیا اور کمزور ہے تو یہ پاپ کا نتیجہ ہے۔ کہ تُو برہم ہتیا کر رہا ہے بدھی (عقل و فکر) رُوپی گئو کو دُنیوی خواہشوں (قصائیوں) کے ہاتھ بیچ رہا ہے۔ ناپائدار تمناؤں کی غلامی کو ڈیوٹی (فرض اوسے) مان کر لہو ماس کے قید خانے میں نوکری ڈھو رہا ہے۔

ڈیوٹی کے لفظی معنے کیا ہیں؟ "وہ جو ہمیں کرنا چاہیئے۔ فرض" کیا فلاں شخص جو کہتا ہے وہ بجانا چاہیئے؟ یا فلاں دستور یا رسم جو حکم دے وہ بجا لانا چاہیئے؟ آخر کیا کرنا چاہیئے؟ اگر دولت کی چاہ ہے تو نوکری کرنی چاہیئے۔ اگر لوگوں کی ہوائی واہ واہ کی چاہ ہے تو شادی۔ مرنے پر قرض اٹھانا چاہیئے اگر تن آسانی کی چاہ ہے تو استری پتر کی محتاجی چاہیئے۔ جانِ من! "چاہیئے" کا پالان پیٹھ پر تب ہی پڑ سکتا ہے جبکہ خلق بنانے والی چاہ (ہوس) اندر رہتی ہے اس چاہ کو مٹانا چاہیئے

ہ سبکو دنیا کی ہوس خوار لئے پھرتی ہے ؛ کون پھرتا ہے یہ مردار لئے پھرتی ہے

ے چاہ چمیاری چوہڑی ات نیچن کی نیچ
تُو تاں پورن برہم ہیں جے چاہ نہ ہووے بیچ

تمام بیرونی فرائض تیری ہی چاہ پر قائم ہیں؟ یہ چاہ وہ زنِ فاحشہ ہے کہ بدنِ انسان کو اپنا اندام بنا کر کبھی کہیں بدفعل کراتی ہے کبھی کہیں۔ یہ چاہ ہی چاہِ ادبار میں گراتی ہے۔

اے عزیز! اگر تیری کوئی ڈیوٹی ہے۔ اگر تجھکو کچھ کرنا چاہیئے تو وہ یہ ہے کہ اِس "چاہیئے" سے پلّہ چھڑا۔ اِس چاہ کے دھبّہ کو مٹا۔ تجھے کچھ نہیں چاہیئے ÷ تیری قسم! تُو تو نپت ترپت (سیر کام) ہے۔ وہم میں پڑکر گدیہ گر اور مفلس کیوں بن رہا ہے؟ ÷ اگر تیرا کوئی فرض ہے تو یہ ہے کہ اپنے دبے ہوئے خزانے کو نکال۔ اور اپنی شاہنشاہی کو سنبھال۔ باقی تمام فرض صرف تیرے فرض کئے ہوئے فرض ہیں

سو چاہ گھٹی چنتا گئی منوُا بے پرواہ

جن کو کچھو نہ چاہیئے سو شاہن پتی شاہ

دُنیا کی آنکھ میں خواہ راجہ یا ستارۂ ہند بھی کہلا لو۔ لیکن جب تک خواہشوں کے میلے کچیلے پھٹے پرانے کپڑے تمھارے نہیں اُترے اور چنتا (تفکرات) کے سوکھے ٹکڑے تمھارے پیٹ میں اینچ ڈال رہے ہیں۔ جب تک تم نے سوراجیہ (سلطنتِ ذات) کو نہیں سنبھالا اور غلامِ نفس بنے ہوئے ہو۔ تب تک تم عزت دار کاہے کے؟ خواہش کو چھوڑنے سے یہ مُراد نہیں ہے کہ مُردے کی طرح بے حس و حرکت ہو جاؤ۔ بلکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ باغِ عالم میں بجائے ادنیٰ فردور بن کر زندگی بد مزا کرنے کے اپنی حقیقت شوکت و عظمت کے ساتھ سیر کرو۔ اِس طرح جو کام تمھارے جسم سے وقوع میں آئے گا لطافت سے بھرا ہُوا (gracefulness) ہوگا۔ سلطان ابرو کے اشارے سے کچھ کام کر سکتا ہے۔ پر ستے ہوئے غلام غریب سے تو کیا بن پڑتا ہے ÷

دُنیا کے اور سب مضمون تمھارے اختیاری (optional)

ہیں۔ اگر کوئی لازمی (Compulsory) مضمون ہے تو سب خواہشوں کو مٹانے والی برہم ودّیا کا حاصل کرنا ہے وہ اسے سہ چند مبارک (Thrice blessed) تیری ہی شان میں وید نے کہا ہے

पादोऽस्य विश्वा भूतानि त्रिपादस्यामृतं दिवि॥ (رگ وید منڈل ۱۰ سوکت ۹۰)

"دو تین حصہ اس کے بہشت (لازوال سُرور) میں ہیں اور صرف ایک حصہ دُنیا ہیں"۔ تو دنیا کے فکر میں کیوں کھپ رہا ہے؟

I searched through strange pathways & winding
For truths that should lead me to God;
But further away seemed the finding
With every new by-road I trod
I searched after wisdom and knowledge
They fled me, the fiercer I sought;
For teachers, text-books and college

۱؎ میں نے عجیب اور پیچیدہ راستوں سے اُن سچائیوں (صداقتوں یا حقیقی امور) کی تلاش کی جو مجھے خُدا تک پہنچا سکیں لیکن ہر نئی سڑک سے جس پر کہ میں چلا سچائی دُور ہی پائی۔ پھر میں نے دانائی اور علم کی جُستجو کی۔ مگر جتنی زیادہ تلاش کی اتنے ہی وہ مجھ سے دُور بھاگے۔ اور اُستادوں کتابوں اور درسگاہوں نے خیالات کو خلط ملط کر دیا۔ میں (تھک کر) بیٹھ گیا۔ اس طرح سے جب خاموشی کا عالم طاری تھا۔ اور اتفاقیہ اپنے اندر توجہ کی (اپنی ذات کی طرف مراجعت کی) تو اس باطنی نگاہ سے مجھے وہ سب کچھ مل گیا جسکی کہ میں تلاش میں تھا۔ اور میری ذات خاص (آتما) نے سب کو محیط کر (گھیر) لیا۔

Gave only confusion of the thought
I sat while the silence was speaking,
And chanced to look into my soul;
I found there all things I was seeking-
My spirit encompassed the whole.

यल्लाभान्नापरो लाभः यत्सुखान्नापरं सुखं।
यज्ज्ञानान्नापरं ज्ञानं तद्ब्रह्मेत्यवधारयेत॥

مطلب:- "ایک برہم سے بڑھکر کوئی چیز حاصل کرنے کے لائق نہیں ہے۔ اور ماسوا اس کے کوئی چیز آنند دینے کے لائق نہیں کوئی چیز جاننے لائق نہیں۔ کیونکہ جو برہم کو جانتا ہے وہ برہم ہی ہوتا ہے*

منڈک اُپنشد کے آغاز میں ہے۔

ॐ ब्रह्मा देवानां प्रथमः संबभूव विश्वस्य कर्ता भुवनस्य गोप्ता। स ब्रह्मविद्यां सर्वविद्याप्रतिष्ठामथर्वाय ज्येष्ठपुत्राय प्राह॥१॥

ترجمہ:- برہما دیوتاؤں میں سب سے اوّل تھا۔ دنیا کو پیدا کرنے والا اور عالم کو بچانے والا* اس نے اپنے سب سے بڑے بیٹے اتھرب کو برہم ودّیا دی۔ جس ودّیا پر تمام علوم قائم ہیں*

راجاؤں کے ہاں دستور چلا آتا ہے کہ سب سے بڑے بیٹے کو راج ملک دیتے ہیں۔ زمین دیتے ہیں زر و جواہرات دیتے ہیں۔ برہما کو اتھرب رشی کے تئیں ورثہ میں کیا دینے کی سُوجھی؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ برہما غریب ہوگا* ہائے برہما کو تو ساری زمین کا خالق و مالک لکھا ہے۔ اِندر وغیرہ تمام ملائک سے بزرگترین بتلایا ہے۔ وہ غریب کیونکر تھا؟

نہ تو برہما مفلس ہی تھا۔ اور نہ برہما کو کسی کا ڈر ہی تھا۔ اور نہ بابا برہما نادان ہی تھا۔ جس نے تمام کائنات کو پیدا کیا۔ وہ ہر شئے کی قدر و قیمت سے ضرور آگاہ تھا۔ ہر ایک چیز کی حقیقت سے ضرور واقف تھا۔ اسنے سمجھ بوجھ کر تمام موجودات میں سب سے زیادہ گراں بہا رتن اپنے لختِ جگر کو دیا۔ یعنی اس نے اپنی ساری جائداد (منقولہ و غیر منقولہ) کی کنجی یا کاغذات (برہم ودیا) اپنے وارثِ حقیقی کے حوالے کر کے اُسے اپنا تاج و تخت سونپا۔ اُسے اپنی بدوی (جگہ) دیکر اندر آدی ماتحت سلطانوں کا حکمراں بنایا۔

(کرشن یجروید) तांयो वेद। स वेद ब्रह्म। सर्वेऽस्मै देवा बलिमावहन्ति॥

ترجمہ:۔ "جو کوئی اُن کو جانتا ہے۔ سب دیوتا اُس شخص کو بلی دیتے ہیں۔ (بلج ادا کرتے ہیں)"۔

اے بسشٹھ۔ اتریہ۔ بھردواج۔ جیسے رشیوں کو اپنا نسب (گوتر) ملانے والو! اے رام کرشن۔ بدھ اور شنکر کے ملک میں رہنے والو! تم کل کے ناتجربہ کار بچوں کی نقل کرتے ہو۔ جنھوں نے آتک اُنتی (روحانی ترقی) کا ابھی منہ نہ دیکھا! اُتارو پیروں سے بوٹ اور سر سے ٹوپی! اور سر بازار ایندھن کا گٹھا اُٹھا کر آنسوؤں کی شبنم سے بھرے ہوئے آنکھوں کے دو پھول تحفہ لو۔ اور کسی وید داں عارفِ کامل کے چرنوں میں ڈنڈے کی طرح جا گرو۔ صرف اِسی میں تمھارا کلیان ہے۔ صرف اِسی طرح تمھارا بیڑا (بالا) اُتریگا۔ صرف اِسی طرح تمھارے دُکھوں کی رات کٹے گی۔ صرف اسیطرح تمھاری کھر (دلدر) دور ہوگی۔ صرف اسی طرح تمھارے پاپ چلیں گے صرف اسی میں تمھاری عزت و شان ہے۔

نظم

لہ آفتاب اند اوجِ عزّت رخ نہد بر خاکِ پاش
ہر کہ بر درویش نشیند گرود از درگاہِ ما
سے چوسے جنہاندے رترٹے کنت تنہاندے پاس
ڈھول تنہاندی ہے سلے نانک دی اُرداس
یہ بھی سچ ہے کہ بعض وقعہ ودیانت جب کسی جگہ میں گھر کر بیٹھتا ہے تو دُنیا
کے کام کا نہیں چھوڑتا۔ فرائضِ منصبی کو پھیکا بنا دیتا ہے۔ تعلقاتِ دنیوی
کو ڈھیلا کر دیتا ہے۔ گھر کا چھوڑتا ہے نہ گھاٹ کا (گو مالکو ملک لاٹ کا)
سے ڈھول جیسا دھن جاکو شولی سا سنسار شکھ
بھُومی جیسو بھاگ دیکھے۔ اُتنک سی پاری ہے
باپ جیسی پربھو تائی۔ شاپ جیسو سنمان
بڑائی بچھوّن جیسی۔ ناگنی سی ناری ہے
اگنی جیسا اِمدر لوک۔ بھمن جیسا بدھی لوک
کیرتی کلنک جیسی۔ سدھی سی ٹھگاری ہے
باسنا نہ کوئی واکی۔ ایسی متی سدا جاکی
بٹ نندر کہت تاکو بندنا ہماری ہے

واہ وا رسے موج فقیراں دی
کبھی چاویں چباویں چناچبینا کبھی لپٹ لیں رکھیراندی
کبھی توم اور ھیں شال دوشالا کبھی گدڑیا لیراندی

لہ سورج باوجود عزت کی بلندی کے اُس عارف کامل کے پاؤں پر اپنا رُخ (پیشانی) رکھتا ہے۔ (یعنی باوجود سب کا سرتاج ہونے کے سُورج اُس عارفِ کامل کے قدم چھوتا ہے) اور جو ادنیٰ ہوتے ہوئے بھی اُس (عارف) کے مقابل بیٹھتا ہے اُس سے کہو کہ ہماری درگاہ سے واپس لوٹ جائے (یعنی جو عارفِ کامل کے سامنے ادنیٰ ہوکر عاجزی سے نہیں جھکتا وہ مقبول بارگاہِ الٰہی نہیں ہو سکتا)۔

کبھی تو سوویں رنگ محل میں۔ کبھی گلی اہیراندی
سنگ تنگ کے ٹکڑے کھاندے چال چلن امیراندی

तमात्मानं विदित्वा ब्राह्मणाः पुत्रैषणायाश्च वित्तैषणायाश्च लोकैषणायाश्च व्युत्थायाथ भिक्षाचर्यं चरन्ति॥ (درجنی برہمن اُپنشد)

ترجمہ:- "جب برہمن لوگ اُس آتما کو جانتے ہیں تو اولاد کی آرزو۔ دولت کی آرزو سے بلند پرواز کر کے گدائے لاپرواکی زندگی بسر کرتے ہیں"۔

آنانکہ زیرِ سایۂ حضرت مقامِ شانست　　در دل چرا تخیلِ بالِ ہما کنند (۱)
شوریدگانِ حُسنِ جمال وجلالِ یار　　تسکینِ دِل بملک دو عالم کجا کُنند (۲)
دیوانگانِ بادیہ پیمائے عشقِ او　　ہفت آسمان چشم زدن زیرِ پا کنند (۳)
سلہ بگدائیٔ درت شاہیٔ عالم چہ کُنم　　تاج بخشانِ جہانند گدایانے چند
سلہ بر درِ میکدہ رندانِ قلندر باشند　　کہ ستانند و دہند افسرِ شاہنشاہی

سلہ (۱) جن لوگوں کا مقام تیری برکت کے تلے ہے (یعنی جو تیرے زیرِ سایہ ہیں) وہ اپنے دِل میں ہُما کے بازو کا یعنی (نیک بخت جانور کے سایہ کا) خیال کب کرتے ہیں ۔

(۲) یار (معشوقہ۔ دوستِ حقیقی) کے جلال و جمال کی خوبصورتی کے شیدا لوگ دونوں جہان کی ملکیت سے کب دِل کو تسکیں دے سکتے ہیں ۔

(۳) اُسکی محبت (دلبستگی) میں جنگل کے ناپنے والے دیوانے (یعنی جنگل میں پھرنے والے عاشق لوگ) ساتوں آسمانوں کو آنکھ کی ایک جھپک سے پامال کر دیتے ہیں ۔

سلہ تیرے دروازے کی فقیری پر جہان کی بادشاہت کو مَیں کیا کروں۔ کیونکہ جہان کو تاج بخشنے والے (تیرے دروازے کے) ایسے فقیر ہیں ۔

سلہ شرابخانے کے دروازے پر قلندر رند ہوتے ہیں (یعنی حقیقی عشق کا آبخورہ لینے والے مست فقیر ہوتے ہیں) جو کہ بادشاہی تاج (و تخت) کا لین دین کرتے ہیں ۔

यस्त्वात्मरतिरेव स्यादात्म तृप्तश्च मानवः।
आत्मन्येव च संतुष्टस्तस्य कार्यं न विद्यते॥ (بھگوت گیتا ۳-۱۷)

ترجمہ: جن کا آتما ہی سے عشق ہے۔ آتما ہی سے جن کی تشنگی دُور ہوتی ہے آتما ہی میں جنکو صبرو قرار ہے۔ اُن کے لئے کہاں کا کام اور کیسے دھندے

ع جس نیتی عشق نماز۔ وہ کیہ پڑھے پڑھاویگا

۱؎ ہر کہ صائب شود از بادۂ عرفاں سرمست
ہمچو خورشید دریں دائرہ تنہا گردد

۲؎ اِک من تھا سنگ گیا شیام کے کون بھجے جگدیش
اُودھو چی مَن نہ بھجے دنس بنیں۳

۳؎ بحریست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست | اینجا جز این کہ سر بسپارند چارہ نیست
۴؎ گر طبیبے را رسا زیں سان جنُوں | دفتر طب را فرو شوید بخون
۵؎ رہ رہ وے عشقا مار یائی | کہڑ کیس نوں پار اُتار یائی

بیدانت نوجوانوں کے سفید کپڑے اُتار کر لال کفنی پہناتا ہے۔ اُن کی عورتوں کی آنکھوں کے سُرمے کو گرم گرم آنسوؤں میں بہاتا ہے۔ اُن کے بڈھے والدین کو آٹھ آٹھ آنسو رُلاتا ہے۔

۱؎ اے صائب جو کوئی عرفان کی شراب سے مست ہو جاتا ہے وہ سورج کی طرح اِس دائرے میں اکیلا مست ہُوا پھرتا ہے۔

۳؎ عشق کا سمندر ایسا ہے کہ اس کا کوئی کنارہ (حد) نہیں یہاں عشق کے مقام میں سوائے اسکے کہ سر دیدیں اور کوئی علاج نہیں ہے۔

۴؎ اگر حکیم کو اس عشقی پاگل پن تک رسائی ہو جائے تو وہ حکمت کے دفتر کو خون سے دھووے۔

پنی سیتو میں کندی کتدی گُتی
پُینی پچھی پچھواڑے رہ گئی۔ ہتّھ میریوں تند ٹُٹی
سیاں و رہیاں پچھوں چھلڑی لاہی۔ کاگ مرینڈا جھُبی
سالُو سلاری سڑ گئے سارے۔ باہی رہی نہ جُھگی
بھلا ہویا میرا چرخہ ٹُٹڑا۔ جند عذابوں چھُٹی
گہنے گوائے ہوئی بے فکری۔ نکوں کنّوں تُپّی

مگر او چوگانِ ناپائدار لذات کے گیند! کششِ آفتابِ حقیقت کی کیفیت تجھے کیا معلوم! یہاں بُرے بھلے کا فتوے مت لگا۔

(۵) اے تُو اخارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست

حالِ شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

(۶) ترسم کہ صرفہ نبرد روزِ بازخواست نانِ حلالِ شیخ ز آبِ حرامِ ما

اُن کو کون بُرا کہہ سکتا ہے۔ جن کے لئے۔

(۷) شو جے نہیں دن رات تیرے دھیان میں پیارے

اپنی تو سحر ہے یہی اور شام یہی ہے

(۵) اے پیارے جب تیرے پاؤں میں ایک کانٹا نہیں ٹوٹا ہے (نہیں چُبھا ہے) تو تُو اُن شیر مردوں کا حال جو کہ مصیبت کی تلوار سر پر کھاتے ہیں کب جان سکتا ہے کہ کیا ہے؟

(۶) میں ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دِن شیخ کی حلال روٹی ہمارے حرام پانی (شراب) سے سبقت نہ لے جائے۔ (شاعر حافظ کی اِس شعر سے مراد یہ ہے کہ اہل طریقت یعنے شرعی لوگ۔ اہلِ حقیقت یعنی عاشقان صادق پہ سبقت نہ لے جائیں)

त्वमेव माता च पिता त्वमेव
त्वमेव बन्धुश्च सखा त्वमेव
त्वमेव विद्या द्रविणं त्वमेव
त्वमेव सर्वं मम देव देव

سلہ کشورِ دل بتو دادم کہ تُوئی حاکم او ∴ حاکم جز تو دریں کشور اگر ہست بگوُ

کیا اُن پر ادائے فرائض میں کوتاہی کا الزام لگ سکتا ہے جو دُنیا کی طرف سے ایک گونہ ع "ویلکم! مرگِ جوانی! واہ واہ!" کہتے ہوئے شربتِ جوانا مرگ پی گئے۔ وُہ عورت اور والدین اپنے "بخت و روزگار" سے اور کیا چاہتے ہیں۔ جن کا عزیز گیان اگنی میں سواہا ہو گیا ∴

यो वा एतामेवं वेदापहत्य पाप्मानमनन्ते स्वर्गे लोके ज्येये प्रतितिष्ठति प्रतितिष्ठति॥ (اُپنشد)

ترجمہ: "جس نے برہم کو پُورا پُورا جان لیا اُسکے تمام الزام اور گناہ جھڑ گئے۔ وہ لا انتہا نہایت مسرور اور بزرگ ترین ذات میں جم کر بیٹھتا ہے۔ جم کر بیٹھتا ہے" ∴

سلہ موحّد چو در پائے ریزی زرش ∴ چہ شمشیر ہندی نہی بر سرش

سلہ اے ایشور آپ میرے ماتا پتا، رشتہ دار، دوست ہو اور اے دیوؤں کے دیوا! آپ وِدیا، دھن اور میرے سب کچھ ہو ∴

سلہ دِل کی ولایت میں نے تجھکو سونپ دی۔ کیونکہ تُو ہی اُس کا حاکم ہے۔ اِس ولایت (دِل) میں تیرے سوائے اگر کوئی اور حاکم ہے تو بتلا ∴

سلہ عارفِ کامل کے پاؤں میں خواہ تُو سونا گرا دے اور خواہ تُو ہندی تلوار اُسکے سر پہ رکھے اُسکے نزدیک دونوں برابر ہیں۔ اُسکو کسی سے اُمّید و خوف نہیں ہے۔ توحید کی بنیاد صرف اِسپر موقوف ہے ∴

؎ امید و ہراس ش نہ باشد نہ کس   بر این است بُنیادِ توحید و بس

ویدانت اگر کسی کو دیوتی کی طرف سے لاپرواہ کرتا ہے تو زہے قسمت اور چاہیئے کیا؟ خاوند خود آن کر مارے محبت کے اگر عورت کے کپڑے اُتارتا ہے تو جاگے نصیب۔ خوابیدہ طالع بیدار ہُوئے۔ جنم لیا ہی اور کس خاطر تھا؟ وہ آنکھیں جو شمع رُوئے یار پر پروانہ نہیں بنیں۔ کوّے اُڑانے والی گھمانی کا گولہ کیوں نہ ہُوئیں۔ وُہ کان جو ذکرِ یار سے نہیں لگے ہُوئے۔ ڈھاک کا دونا کیوں نہ بنے ✦

؎ سو سنگت جل جائے کتھا نہیں رام کی
بن لاڑے کے برات بھلا کس کام کی؟

؎ وہ آنکھ کہ بے نم ہو وہ ہو کور تو بہتر
وُہ دِل کہ ہے بے درد وہ جل جائے تو اچھا

؎ جس عشق پر سر نہ دیا جُگ جُگ جیا تو کیا ہُوا
جس پریم رس چاکھیا نہیں امرت پیا تو کیا ہُوا

ہند کی رفاقت کا دم بھرنے والو! دیش کا بھار نہیں اُتریگا جبتک اپنے نورِ چشم لختِ جگر نوجوان کا گیان (آتشِ معرفت) کے کُنڈ میں نرمیدہ (قربانئِ انسان) نہ دیکھو گے ✦

तन्त्वा भग प्रविशानि स्वाहा। स मा भग प्रविश स्वाहा।
तस्मिन् सहस्र शाखे नि भगाऽहं त्वयि मृजे स्वाहा॥

تُو مجھ سے آ ملا مجھے اپنی ذات میں محو ہت دے۔ سواہا!
میرے اندر گھر کرلے۔ سواہا!
تیری مایا میں ہزار دل اُلجھن ہیں۔ میں تیری ذات میں غسل

کرتا ہوں۔ سوا ہا ! ! ! ۔

ویدانت کے ہاں تو یہ بات ہے نہیں کہ دُنیا میری بنی رہے۔ میں گچھڑے برابر اُڑاتا جاؤں۔ اور جب کبھی خلل واقع ہو تو پرارتھنا دعاء (prayer) مانگ کر خدا سے جھاڑنے بُہارنے یا کمرے سجانے کا کام لے لوں ؛ ویدانت کا خدا تو بڑا عالی و ارفع خدا ہے۔ غلام یا خدمتگار کا کام بھی نہیں کرنے کا۔ تمھاری خواہشوں کو پُورا کرنے کے لئے دلّال نہیں بننے کا۔ یہاں تو جب تک تمام خواہشیں اُٹھ نہ جائیں مہاراج درشن نہیں دینے کے۔ یا یُوں کہو کہ جب خدا کی شناخت ہوئی۔ خواہشوں واہشوں کی ایک دم صفائی ہوگئی ؛

ع ہر جا کہ سلطاں خیمہ زد غوغا نماند عام را[1]

آفتاب حقیقت کے سامنے دنیا تو ذرّہ کے برابر بھی نہیں رہ سکتی ویدانت کی وسعت ذراسی زمین نہیں ہے۔ اَدویت کا حدود اربعہ آرزوہائے جسمانی نہیں ؛

ع ہم خدا خواہی وہم دُنیائے دُوں ؛ ایں خیال است و محال است و جنوں[2]

एवात्मैवाऽधस्तादात्मोपरिष्टादात्मा पश्चादात्मा पुरस्तादात्मा दक्षिणत आत्मोत्तरत आत्मैवेदं सर्वमिति स वा एष एवं पश्यन्नेवं मन्वान एवं विजानन्नात्म रतिरात्म क्रीड आत्म मिथुन आत्मानन्दः स स्वराट् भवति ॥ (سام وید چھاندوگ اُپنشد)

[1] جس جگہ کہ بادشاہ خیمہ لگاتا ہے وہاں عوام کا شور و غل نہیں رہتا ؛

[2] اگر تُو خدا اور کبھی دُنیا کو کتنا چاہتا ہے تو یہ تیرا وہم ہے۔ ناممکن اور پاگل پن ہے ؛

ترجمہ۔ یقیناً آتما ہی نیچے ہے۔ آتما ہی اوپر ہے۔ آتما ہی پیچھے ہے۔ آتما ہی آگے ہے۔ آتما ہی جنوب ہے۔ آتما ہی شمال ہے۔ آتما ہی یہ سب کچھ ہے۔ وہ جو بھی دیکھتا ہے۔ یہی جانتا ہے۔ یہی سوچتا ہے۔ اس کا پیار ہے تو آتما ہے۔ اس کا کھیل ہے تو آتما ہے۔ اس کا ہم کنار ہے تو آتما۔ اس کا آرام جان ہے تو آتما۔ وہ ہی جلال ذات کو پاتا ہے۔

سہ بیٹھت رام ہی۔ اُٹھت رام ہی۔ بولت رام ہی۔ رام رہیو ہے
کھاوت رام ہی۔ پیوت رام ہی۔ دھام ہی رام ہی۔ رام گہیو ہے
جاگت رام ہی سووت رام ہی۔ جووت رام ہی۔ رام لہیو ہے
دیت ہو رام ہی۔ لیت ہو رام ہی۔ سُندر رام ہی رام رہیو ہے

سہ کریں ہم کس کی پوجا اور لگائیں کس کو چندن ہم
صنم ہم۔ دیر ہم۔ بتخانہ ہم۔ بُت ہم۔ برہمن ہم

سلہ گہہ از زلفت پریشانم۔ گہہ از روئے تو حیرانم
ہمیں کفرست و ایمانم۔ ہمیں لیل و نہارِ من

تیرا جن رام رسائن ماتا

سہ پریم رسائن جاکو اُپجیو چھوڑ نہ کت ہُوں جاتا
اُٹھت ہر ہر بیٹھت ہر ہر۔ ہر ہر بھوجن کھاتا
آٹھ سٹھ تیرتھ مجن کینے سادھو دُھوریں نہاتا
سپھل جنم ہر جن کا اُپجیو جن کینو سوت بدھاتا

ع تُرا گویم تُرا جویم تُرا دانم تُرا خوانم

سلہ کبھی میں تیری زلف (مایا) سے پریشان ہوتا ہوں۔ کبھی تیرا چہرہ (سروپ) دیکھ کر حیران ہوتا ہوں۔ یہی میرا کفر و ایمان ہے۔ اور یہی میری رات اور دن ہے

[1] ع ترا گویم ترا جویم ترا دانم ترا خوانم

[2] پرسند دوستاں کہ کجا میروی بگو　　مشتاق را چہ پرسی بر یار میروم

[3] یار گفتا کیستی گفتم دعا گوئے شما　　عزم کجا داری بگو؟ گفتم سر کوئے شما

[4] صباحِ عید کہ مردم بکار و بار روند　　بلاکشانِ محبت بکوئے یار روند

ع اپنی تو سحر ہے یہی اور شام یہی ہے

مہادیو نے بام دیو کو کہا ہے۔

अन्तर्योगं बहिर्योगं योविजानाति तत्वतः।

त्वया मया प्यसौ वन्द्यः शेषैर्वन्द्यस्तु किंपुनः॥

ترجمہ "جس نے اندر باہر ایک آتم دیو کو جانا۔ وہ تو اس قابل ہے کہ میں (شو) اور تو (پاربتی) بھی اُس کو بندنا (کورنشات) کریں۔ اوروں کا جائے پرستش ہونے میں تو شک ہی کیا رہا"؟ ✤

اوتاروں کے بارے میں پرانوں میں مذکور ہے۔ کہ جنھوں نے بھگوان سے دشمنی ظاہر کی۔ فساد و عناد کو برتا۔ اُن کا نہایت جلدی کلیان ہُوا۔ اُن کو

[1] تجھ کو کہتا ہُوں۔ تجھ کو ڈھونڈتا ہُوں۔ تجھکو جانتا ہُوں اور تجھکو ہی پڑھتا ہوں

[2] دوست پوچھتے ہیں کہ تو کہاں جاتا ہے۔ کہو۔ میں جواب دیتا ہُوں کہ مشتاق سے کیا پوچھتے ہو۔ ہم دوست (یارِ غار آتم سروپ) کے پاس جاتے ہیں ✤

[3] یار نے پوچھا کہ تُو کون ہے۔ میں نے جواب دیا کہ آپ کا ثناگو (تعریف کرنے والا) پھر پوچھا کہ تو کہاں کا ارادہ رکھتا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ آپکے کوچے کے دروازے کا ✤

[4] عید کی صبح کو جبکہ اور آدمی کاروبار میں لگتے ہیں تو مصیبت اُٹھانے والے یار کی گلی میں جاتے ہیں ✤

مہاراج نے سب سے پہلے مکتی پروان کی ۰

اے خرد!۔ وہ نارائن روپ مہاتما بھگوان کا اوتار ہی ہے جو اپنے وجود سے عداوت کینہ، حسد، بغض رکھنے والوں کا دل و جان سے بھلا چاہتا ہے۔ اُن کی خدمت میں اپنا پیارے سے پیارا دھن حاضر کرنے کو تیار ہے جس کے ہر ہر موسے پریم ٹپک رہا ہے جس کی آنکھوں سے آنند برس رہا ہے جس کے مستک پر شانتی کا چاند چمک رہا ہے ایسے مہاپرش کی طرف سے ویرانہ پہاڑ بنتے غنچے اور آندھی کی سی دشمنی کو چیلنج (challenge) کرتا ہے۔ اُسکے درشنوں ہی سے کرودھ کا پہاڑ اور رنج کی اندھیری کا نام باقی رہ جائے تو سہی۔ پتہ مل جائے تو کہنا ۰

سه عاشقانِ آفتاب از دلبرِ ما غافلند

اے نصیحت گو! خدا را رو ببیں و رو ببیں

برہم ودیا وہ جادو منتر ہے کہ کالی رنگت ٹھگنے قد اور ٹیڑھی ٹانگ میں اس کمال کا حسن و جمال بھر دیتی ہے جس سے دُنیا بھر کے خوبانِ مہ پارہ شمشاد بالا ہزار ہزار سال تک بانسری پر سانپوں کی طرح کھچے ہوئے جان دے دینے کو ایک گڈریئے (Divine Shepherd) کے دیش میں دوڑے جاتے ہیں ۰

اے گڈریا! سه تا دیدہ بخواب دیدہ رُویت

پیوستہ در آرزوئے خواب است

سه شوریدہ پرست ہمارے دلبر حقیقی بارت سے غافل ہیں۔ اے نصیحت کرنے والے خدا کے واسطے جا اور دیکھ۔ جا اور دیکھ۔

سه جب سے کہ آنکھ نے تیرا چہرہ خواب میں دیکھا ہے وہ ہمیشہ اُس خواب کی ... میں ہے ۰

सुरत वर्धनं शोक नाशनम् स्वरितवेणुना सुष्ठुचुम्बितम्।
इतर राग विस्मारणं नृणां वितर वीर नस्तेऽधरामृतम्॥

ہائے گول چندا میرے لال! تو گوبر میں (خواہشاتِ نفسانی) میں کیوں اٹھ ربر رہا ہے۔ یہ کھیل (لیلا) خوب نہیں۔ مکھن جیسا بدن تم نے میلا کیوں کر لیا؟ گوبر میں میں تو بچھو (دکھ) ہوتے ہیں۔ کہیں کاٹ کھائیں گے۔ پھر ہونٹ بسُور کر رونا شروع کروگے۔ تمھارا رونا تمھارا رام نہیں سہہ سکتا۔ میرے منّے! آؤ تمھیں نہلاؤں دُھلاؤں۔ دُودھ پلاؤں۔ تم گڈریئے تو نہیں تم تو دوارکا دیش (مالکِ بحر و بر) ہو وارثِ تخت و تاج ہو۔ چھوڑو گنوار پن ٭

ملہ سُرور و مسرّت کے بڑھانے والا شوک (فکر و غم) کے دُور کرنے والا (ناش کرنے والا) جس (مُرلی) سُر والی بانسری سے متّصف (شوبھت) اور دیگر لذاتِ دنیا کو بُھلا دینے والا (پیارے کرشن کا) گیان اُپدیش رُوپی اَمرت طالبانِ حق (لوگوں) کو مکتی رُوپی دان دینے کی طاقت رکھتا ہے ٭
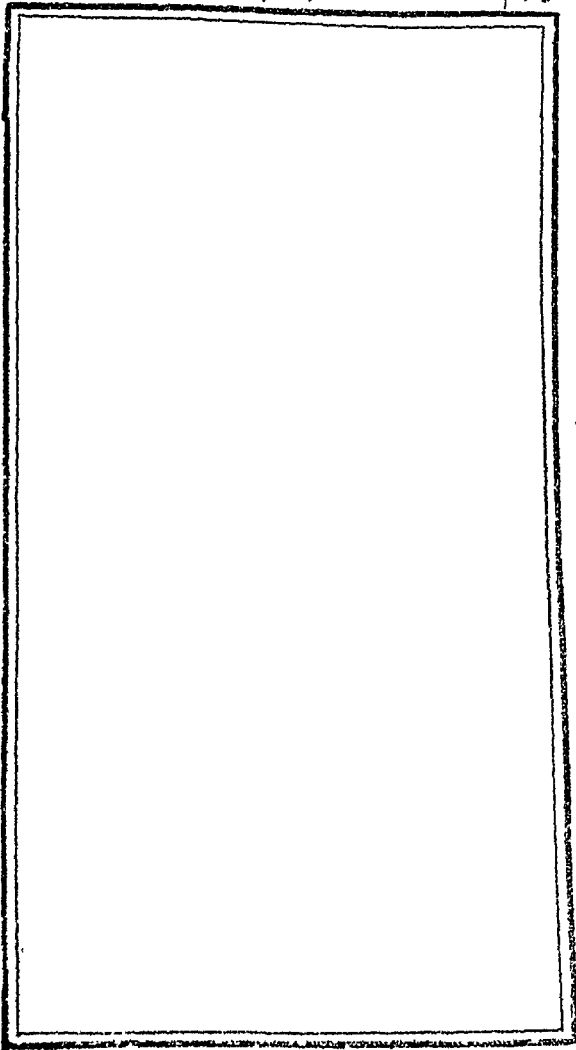
صلح کہ جنگ؟ گنگا ترنگ

(الف جلد اوّل نمبر ۷ تا ۱۲)

(۱) اب ہم اپنے پیارے کے تیسرے اعتراض کی طرف (جو صفحہ ۲۶۰ جلد ہذا میں آیا ہے) آتے ہیں کہ "ڈارونی مسئلہ ایو ولیوشن (صعودِ عالم) کے رُو سے شانتی اور صلح ناجائز ہے ۔ اور ترقی کی خاطر لاٹھی کے زور سے بھینس لے جانا لازمی ہے ۔ تمام حیوانات اور نباتات وغیرہ میں بھی یہی قانون جاری ہے ۔ جو اصول کہ نیچر (موجودات) کے دیگر محکمہ جات میں مروّج ہو اس سے انسان کا گریز کرنا ناروا ہے" ۔

رام :- ایو ولیوشن (ارتقاء) کے اسباب جو ڈارون اور اُس کے پیرو کار سائنس دانوں نے بتائے ہیں ۔ اگر وہ حیوانات وغیرہ کے لئے سچ ہوں تو بھی اے اشرف المخلوقات ! تجھے ہرگز زیبا نہیں ہے وحشی حیوانوں کی خدمت میں زانوئے سبق خواہی تہ کرنا ۔ اور اُن سے یہ اُپدیش سیکھنا کہ خود غرضی سے برانگیختہ ہو کر کمزوروں کا لہو پینا ہی پابندیٔ قانون ہے ۔ تیس مار خاں بن کر مُردہ دنیا کو تاشتا کرنا ہی نیکی ہے ۔ اور مُردار کھانے کھاتے آنکھیں میچنا ہی عبادت ہے ۔

پیارے! تم منتخب ہو چکے ہو (You have been selected)
تمہارے لئے لنگور اور چیتے کا زمانہ (Epoch) گزر چکا ہے۔ خونخوار
ناخنوں دانتوں اور سینگوں کا عہد بیت چکا ہے۔ پھاڑ کھانے یا دُم
ہلانے کا وقت نہیں رہا۔ تم اب **قیانوس** کی طرح آفتاب ماہتاب
اور سب ستاروں کو چھوٹی سی دُنیائے جسم کے گرد مت گھماؤ۔ خود غرضی
سے باز آؤ۔ بلکہ اس زمینِ جسم کو آفتاب حقیقت پر نثار کر دو۔ وار
کے پھینک دو ؂

اگر ترقی خونخواری ہی پر موقوف ہے تو انسانیت ایسی ترقی سے
باز آئی ہربرٹ سپنسر ایسے شہرہ آفاق ایولیوشن (ارتقار) کے
ایڈوکیٹ (حامی) نے بھی اپنے (Data of Ethics) میں اقرار کیا ہے
کہ گو غیر ذی عقل موجودات کے لئے خود غرضی اور جنگ و جدل ہی
ترقئ مدارج کا باعث رہیں گے۔ لیکن انسان کے واسطے ہمدردی خیر خواہی
اور قربانئ نفس (Self-denial) ہی پایۂ بلند دلانے والے
ہیں ؂ پروفیسر ہکسلی (نیچر سائنس) نے کس خوش بیانی کے ساتھ اپنے
(Evolution & Ethics) کے صفحہ ۸۱-۸۲ میں روشن کیا ہے کہ
اخلاقی خوبیاں اُن اصولوں کے مخالف ہیں۔ جو دنیا کے جد و جہد
برائے حیات میں کامیابی کا آلہ ہیں ؂ بجائے بے رحمانہ نفس پروری
اور خود نمائی کے علم اخلاق نفس کشی سکھاتا ہے ؂ سب رقیبوں اور
ہم سفروں کو دھکیل دینے یا پاؤں تلے روندنے کے بجائے ۔ علم
اخلاق سب کی خدمت کا حکم دیتا ہے ؂ نیکی اِس بات کی متقضی نہیں
کہ جو لائق ترین ہو صرف اسی کا ٹھکا بنیا جائے ؂

(Survival of the fittest) بلکہ اس بات کی مقتضی ہے کہ حتیٰ الامکان لائقوں کی تعداد بڑھانے میں کوشش کی جائے

The fitting of as many as possible to survive.

اخلاق کے یہاں (gladiatorial) کشتی باز مسئلہ حیات کی تردید ہے........ قانون اور اخلاقی تعلیم اس غرض پر مبنی ہیں کہ کُلّی یا جبلی میلانِ جنگ و جدل کو روکیں۔ وغیرہ"

نوٹ۔ اگر قانون اور علمِ اخلاق کُلّی میلان (یا Cosmical or) (Competitive Process) کو روکنے کے لئے ہیں۔ تو ویدانت اس میلان کی جڑ کاٹنے کے لئے ہے۔ اخلاق کا تو اتنا ہی فتویٰ ہے کہ (Love your neighbour as yourself) اپنے ہمسائے کو اپنے برابر محبت کرو۔ ویدانت کا یہ ڈھنڈورا ہے (He is your Self) وہ اپنے برابر تو کیا۔ وہ تم ہی ہو۔[2]

سے من ہمانم من ہمانم من ہماں ہر کجا چشمت فتد جز من مداں

بھگوان بُدھ (بودھا) اوتار نے ایک راجہ کو ہرن پکڑتے ہوئے دیکھا۔ ادھر معصوم مِرگ کی سہمی ہوئی صورت۔ اُدھر چمکتا ہوا تیر۔ بے پناہ نظر آنے کی دیر تھی کہ بھگوان بُدھ مارے درد حقیقی کے راجہ کے سامنے چت گر پڑے اور پھر۔ از حد روحانی گداز کے ساتھ راجہ سے عرض کی کہ آپ بیشک میرا جسم حوالۂ تیر کر دیجئے۔ لیکن اس متوالی آنکھوں والے آہو کو ایذا رسانی سے درگزر کیجئے۔ مجھے اپنے جسم سے محبت نہیں۔ لیکن اس

---

[1] جتنوں کو باقی رکھنا یا بچانا ممکن ہو اُن کو اُس کے لائق کیا جائے۔

[2] میں وہی ہوں میں وہی ہوں میں وہی ہوں۔ جس جگہ تیری آنکھ پڑے میرے سوا مت جان۔

غزال بیچارے کو زندگی بڑی پیاری ہے"۔

ناظرین! آپ خیال کر سکتے ہیں ایسے موقعہ پر راجہ صاحب کا پتھر دل اہلیا بن کر کہاں اُڑ گیا ہوگا۔ اِن سوز باطنی والے کلمات نے راجہ کے وحشت بھرے دل پر کس قیامت کا گھاؤ چلایا ہوگا۔ بدھ کی قربانیِٔ نفس (جاں نثاری) نے راجہ کے شکاری دل کو کس قدر صید کیا ہوگا! ہزارہا سال منقضی ہو گئے کہ وہ بدھ جو ہرن کی خاطر جان دینے کو تیار تھا۔ آج کروڑہا آدمیوں پر راج کر رہا ہے۔ وہ عیسیٰ جس کا مقولہ ہے کہ "وہ ایک گال پر کوئی طمانچہ مارے تو دوسرا گال اُسکے آگے کر دو" وہ عیسیٰ ملک کے ملک قبضے میں لے آیا۔

کیا ہندوؤں کو ایوولیوشن (पारिणाम) سے لاعلمی تھی؟

پروفیسر ہکسلے اقرار کرتا ہے۔

[1]

"To say nothing of Indian sages, to whom Evolution was a familiar notion ages before Saul of Tarsus was born."

شری راما نج آچاریہ نے کمال لیاقت کے ساتھ اِس اُصول کو ثابت کیا ہے۔ سانکھ کے کرتا نے بھی دُنیوی ایوولیوشن (ارتقاء) کو مفصل دکھایا

निमित्त अप्रयोजकं प्रकृतीनांवरन भेद स्तु ततः क्षेत्रिक वत ॥ (یوگ درشن)

[1] ہندوستان کے رشیوں کا تو کیا ذکر ہے جو طرسس کے باشندے پال کے پیدا ہونے سے مدتوں پہلے مسئلہ صعود و نزول سے بخوبی واقف تھے۔

ترجمہ:- جیو آتما میں ہر ایک شکتی پہلے ہی سے موجود ہے۔ ایک چیونٹی میں وہ تمام طاقتیں مخفی ہیں جو برہما میں عیاں ہیں۔ ندی زور سے سب جگہ ایک ہی جیسی بہتی جارہی ہے۔ جو کسان اپنے کھیت والا تختہ (منہ) ہٹائیگا اس کے کھیت میں پانی فوراً بھر آئیگا"۔ ہندؤں کے ہاں یہ اندرونی قوت (ندی) آیوولیوشن کا باعث تسلیم کی گئی ہے۔ اہلِ ہنود ایوولیوشن سے خوب واقف چلے آتے ہیں۔ لیکن اُنہوں نے جنگ و جدل کو ایوولیوشن کا باعث کہیں نہیں قرار دیا۔

بموجب شری رامانج اچاریہ ادنے مدارج میں آتما ایک نہایت گھٹے ہوئے تار کی مانند ہے (contracted spring) اور پھیلنا چاہتا ہے۔ کشادگی کے لئے جمع شدہ زور کی بدولت ایوولیوشن کا ہونا ضروری ہے۔ جو اسباب اس کے سنکوچ یعنے انقباض (contraction) کا باعث ہیں وہ گناہ (شر) ہیں۔ اور جو اس کے وکاش (توسیع و انبساط) میں مُعاوِن ہیں وہ نیکی (خیر) ہیں۔ اب یہ اندرونی قوتِ انبساط ایوولیوشن کا باعث ہے۔ اودیا (جہل) کی بدولت اس قوت کی جہاں مخالفت ہُوئی جد و جہد (struggle) (pain) ظاہر ہُوئے۔ جیسے گنگا کی تیز دھارا کو چٹان یا پتھر جہاں کے فراہم ہُوئے شور مچا اور طوفان بپا ہُوا (گوہانہ جھیل والا حادثہ شاید ابھی یاد ہوگا)۔

جمادات نباتات اور حیوانات میں باعتبارِ انسان جہل فطری ہے۔ اس واسطے جمادات نباتات اور حیوانات کے اندر والی قوتِ انبساط کو مزاحمت کا پیش آنا لازمی ہے اور جنگ و جدل یا جد و جہد کا ہونا پڑ ضرور ہے۔ لیکن یہ جنگ و جدل اُن کے صعود کا اصلی سبب نہیں

ہے بلکہ ایک گونہ مانع ہے۔ جیسے جہاں کہیں گاڑی کی حرکت شروع ہوگی۔ تحکیک درگڑن کا عمل ضرور ہوگا۔ لیکن یہ گڑ حرکت کی معاون نہیں ہے۔

آریہ لوگوں کے مطابق موجودات کے دیگر انواع کے مقابلہ میں انسان فطری جبل سے بہت کچھ آزاد ہے اور اسی لئے اپنے افعال و اعمال کا ذمہ دار اور جوابدہ گردانا جاتا ہے۔ جامۂ انسانی میں اندرونی قوت انبساط کی مزاحمت وہیں حد تک ہوگی۔ جہاں تک مدد حیوانی جبل کی بو باقی ہے۔ اور جنگ و جدل کا باعث تو ہوگی اودیا۔ لیکن ترقی اور صعود کا باعث قوتِ باطنی۔ پس یہ نتیجہ نکالنا کہ "ترقی و صعود کا ذریعہ مقابلہ اور لڑائی ہے" محض غلط ہے۔

تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ بھیڑوں اور بھیڑیوں کی لڑائی (The sheep among the wolves) میں جو صدیوں تک ختم نہیں ہوا کرتی آخرش فتح جب ہوگی صلح پسند اور جان نثار بھیڑوں کی ہوگی۔ دیکھ لو۔

بھیڑیوں کی نسل گم ہوتی جا رہی ہے۔ اور بھیڑوں کی کسقدر کثرت ہے۔ ایک دن وہ تھا کہ یونانیوں کے دل بادل لشکروں کی تگ و تاز سے زمین کانپتی تھی۔ آج فیلقوس اور سکندر کے ملک کی کہانی باقی رہ گئی ہے۔ ایک وہ دن تھا کہ سلطنت روما کا شاہین روئے زمین کے تقریباً ہر مقام پر لہراتا تھا۔ آج قیصروں (Caesars) کے تخت گاہوں پر مکڑیاں جالے تن رہی ہیں۔ ایک وہ دن تھا کہ افراسیاب فریدون اور کیقباؤس کی بیشمار فوجوں اور سپہ ستوران

سے پھن دھنت ہیں "زمیں شش شد و آسماں گشت ہشت" کا معاملہ ہو رہا تھا۔ آج ڈوبی مٹھی بھر رستم جی سہراب جی وغیرہ فارس سے جدا ہو کر ہندوستان میں گزارہ کر رہے ہیں۔ مغلوں کا چمکتا چاند بھی دو دن کی آب و تاب دکھا کر بالکل ماند ہو گیا۔ اور کئی شاہ زور سلطنتیں سمندر کی لہروں کی طرح پیدا ہو کر مٹ گئیں۔

ل پردہ داری میکند بر قصر قیصر عنکبوت

بوم نوبت می زند بر گنبد افراسیاب

لیکن وہ قوم جو یونانیوں کی روشنی کا منبع تھی۔ وہ قوم جو اس وقت موجود تھی جب سلطنت روما کا بنیادی پتھر (foundation stone) بھی قائم نہیں ہوا تھا۔ اور جبکہ زمانہ حال کی یوروپین طاقتوں کے آباء و اجداد جرمنی کے جنگلوں میں برہنہ تن پھرتے تھے۔ وہ قوم جس کے آغاز کا پتہ لگانے میں تاریخ کی آنکھیں چھلتی ہیں۔ وہ قوم اپنے ملک میں آج تک بیس کروڑ موجود ہے اور بڑھتی پھیلتی رہے گی۔ کیوں؟ کیونکہ اُن کا ہر ایک کلام "اوم آنند" سے شروع ہوتا ہے اور "شانتی! شانتی!! شانتی!!!" پر ختم ہوتا ہے۔ کیونکہ بجائے جنگ و جدل کے ویراگ اور تیاگ اُن کا ہتھیار ہے۔ کیونکہ بجائے اور ملکوں کو فتح کرنے کے اپنے آپ کو فتح کرنا اُن کا (ideal) معراج ہے۔ رحمتِ الٰہی اس قوم کے سر پر ہے اور رہیگی۔ یہی قوم ہے جو اسلام کو مسجدیں بنانے کے لئے چندہ دیتی ہے۔ اور عیسائیوں کو گرجے تیار

ل بادشاہِ روم کے محل پر مکڑی پردہ داری کرتی ہے (یعنی جالا تن کر اُسے ڈھانپ رہی ہے) اور اُلّو افراسیاب کے گنبد پر اب نوبت بجا رہا ہے (یعنی اب وہاں بجائے انسان کے اُلّو بول رہا ہے)

کرنے میں مدد دیتی ہے۔

دنیا میں ہر ملک اپنی خاص ڈیوٹی (فرض) کو لئے ہوئے ہے۔ ہند کو برہمن پن (Priests of Nature) کی ڈیوٹی ملی ہوئی ہے۔ کسی کو دنیا کی ہوس نے پریشان کیا ہے۔ کسی کو نفس نے حیران کیا ہے۔ ہندو تو وہی ہے جو صرف رام پر جان باختہ ہے۔ برہمن وہی ہے جو زبانِ حال سے یہ گا رہا ہے کہ۔

ہم ننگے عمر بتائیں گے	بھارت پر وارے جائیں گے
سوکھے چنے چبائیں گے	بھائیوں کو پار لنگھائیں گے
روکھی روٹی کھائیں گے	ست پڑے رہ جائیں گے
گالی طعنہ کھائیں گے	آنند کی جھلک دکھائیں گے
سولوں پر ننگے جائیں گے	پر ایکو برہم لکھائیں گے

لت خوردن از تمنائے دولت برائے چہ	خواری کشیدن از پئے عزت برائے چہ (۱)
گرچہ بدست بخل زمرداں وے بخیل	گر مالِ خود نداد عداوت برائے چہ (۲)

---

(۱) دولت کی ہوس میں دنیا کی لاتیں کھانا کس لئے۔ اور عزت کے لئے ذلت اٹھانا کس لئے
(۲) اگرچہ آدمیوں کے لئے کنجوسی بری ہے لیکن کنجوس نے اگر اپنا مال نہیں دیا تو اس سے دشمنی کس لئے ہو +
(۳) تو اہل دنیا کی بے مروتی کی شکایت کرتا ہے لیکن بتا کہ مروت کی امید تجھے ان سے کس لئے ہے (۴) اگر تیرا مطلب خوشی میں عمر گزار نے کا ہے تو اس مطلب سے پرے ہٹ (درگزر کر) یہ تمام تکلیف تو کس لئے اٹھاتا ہے (۵) اس دکان سے بھی الگ ہٹ جس کا کہ تو خریدار نہیں ہے رغبت کے اوپر بیہودہ لڑائی دنگا سے کیا فائدہ +

تا لی ز بے مروتئ اہل روزگار | اما بگو امید مروت برائے چہ (۴۹)
مطلب اگر گذشتن عمر است در خوشی | بگذر ز مطلب ایں ہمہ زحمت برائے چہ (۵۰)
بگذر ازاں دوکاں کہ خریدار نیستی | بیہودہ جنگ بر سر قیمت برائے چہ (۵۱)

یورپ والوں کو پہاڑوں کے طبقے اور پتھروں کی بناوٹ جانچنے دو اہل ہند تو شو شنکر اور شکتی ہی دیکھیں گے۔ کوئی دریاؤں کا طول عرض اور دہانہ ڈھونڈتا ہے۔ اہل ہند تو دریا کی روح و جان (گنگا) ہی سے باتیں کرینگے۔ کسی کے لئے ہوا (وایو) اور اگنی (آگ) عنصر ہوں کسی کے لئے مرکب سہی۔ ہندؤں کو تو پرم دیو ہی سوجھتا ہے۔ جس کا جی چاہے پھولوں کو کاٹ کاٹ کر پنکھڑیاں چبا جائے (Botany) جس کا جی چاہے اُن سے عورت کی سیج سجائے۔ ہندو تو انہیں پوجا کی خاطر عزیز رکھتے ہیں۔ اُن کو تو پیپل تلسی لگ گئے اور سانپ میں بھی دیوتا ہی درشن دیتا ہے۔ مچھلی اور کچھوا بھی اوتار (پرمیشور) ہیں۔ گنگا (دھوپ) اور بھوج پتر بھی پوتر ہے۔ کون چیز ہے جو آنند کند کی جلوہ گاہ (منظر) نہیں۔ سچا ہندو تو نارائن ہی میں رہنا سہتا اور بود و باش کرتا ہے۔ ہیئت داں یورپ! آپ کو ستاروں کا زمینیں نظر آنا مبارک ہو۔ اہل ہند تو وہاں نورنا اعلیٰ نور (The Light of lights) کو دیکھیں گے

۵ چق پڑھیا کل عالم دیکھے ٭ نہیں دیکھاں ابرو ماہی دا
مُن کس تھوں آپ چھپائی دا؟

فطرت (نیچر ایا) روپی ڈوپٹے پر وارے نیارے (والہ و مفتون) جاتے ہو۔ اسی پر بس مت کرو یہ مایا کا ڈوپٹہ اٹھا کر یار گلعذار

پر دل اور آنکھوں کو بھنورا بنا دو ۔

ملہ مرا در دل بغیر از دوست چیزے در نمی گنجد
بخلوت خانۂ سلطاں کسے دیگر نمی گنجد (۱)

درونِ قصرِ دل دارم یکے شاہے کہ گر گاہے
ز دل بیروں زند خیمہ بہ بحر و بر نمی گنجد (۲)

اہلِ مغرب! انسانی جسم کے لہو اور ہڈیوں سے ہاتھ بہت آلودہ کر لیے (اناٹمی Anatomy) اب اِس جسم میں جمال و جلال ذات کا مشاہدہ کرنا سیکھو! ۔

हंसः शुचिषद्वसुरन्तरिक्षसद्धोता वेदिषदतिथिर्दुरोणसत्। नृषद्वरसदृतसद्व्योमसदब्जा गोजा ऋतजा अद्रिजा ऋतम्बृहत॥

مطلب - آسمان کی طرف نگہ ڈالو - دلبر ہنس (سورج) بنکر جلوہ فگن ہے - آسمان اور زمین کے درمیان دیکھو پیارا واشو (ہوا) بنکر مستانہ چال چل رہا ہے زمین پر ہوتر (اگنی) کے بھیس میں جلا رہا ہے - وہی مہمان بنکر گھر میں آتا ہے - صورتِ آدم میں جمال دکھاتا ہے - روشنی میں وہی چمکتا ہے - ویوم (ایتھر ether) میں وہ ہے پانی میں (آبی جانوروں کے نام سے) پیدا ہوتا ہے زمین پر وہی (نباتات کی شکل میں) پیدا ہوتا ہے - قربانی میں تو وہی ظاہر ہوتا ہے

ملہ میرے دل میں دوست کے سوا اور کوئی چیز نہیں سماتی ہے بادشاہ کے خلوت خانے میں کوئی دوسرا آدمی نہیں جا سکتا ۔ (۲) دل کے مندر میں میں ایک ایسا بادشاہ رکھتا ہوں (یعنی میرے دل کے مندر میں ایک ایسا بادشاہ ہے) کہ اگر وہ کبھی دل سے باہر خیمہ گاڑے (یعنی اگر وہ کبھی دل سے باہر آ جائے) تو سمندر و خشکی میں نہ سما وے (نہ سما سکے گا) ۔

پہاڑوں پر وُہی (ندی نالوں کے لباس میں) تھکتا ہے۔ وہ حق ہے وہ اکبر ہے"۔

ے چنبہ میں چتر بھج۔ موتیے موہن لال
کیشوان میں کیشو، ارگٹے گردھاری ہے

گلاب میں گوپال لال۔ سوسنی میں سیام بھال
سیوتی میں سیتاپت۔ مرڈے مُراری ہے

نرگس میں نارائن وامودر واسودی ہیں
کیوڑے میں کرشن روپ سیام تن دھاری ہے

انت پھُول پھولن میں۔ بھبولیو انت رام
پھُول پھُول پات پات باسنا تمھاری ہے

اندریوں (حواس) سے برتر پوتر مکتی بھرے ستے آنند اور پوتر جیون کی بلندی (کیلاش) پر بچرنے والا (عنقائے قاف قدس) ہندو شبد شاستر (ویاکرن۔ گرامر) کیوں ہاتھ میں لیتا ہے؟ کیونکہ "پانینی" نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس کا مضمون (شبد) نجات (مکتی) کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ مہاتما پنڈت جوتش شاستر (نجوم) کو کس لئے مطالعہ کرتا ہے؟ صرف اس لئے کہ وید (یعنی روحانی ودیا کا ایک انگ (ممبر) ہے دھرماتما برہمن کو اوشدھی (جڑی بوٹی رس وغیرہ) کے بنا کرنے میں کیوں اُنس پیدا ہو جاتی ہے؟ کیونکہ اس نے سُنا ہے کہ بعض دوائیاں شاردھ ستوگن کو بڑھاتی ہیں۔ اور بدیں وجہ پرمیشور سے ملنے کا سامان ہیں۔ اہل منطق اپنے نیائے شاستر کو ہنود کے مرغوب طبع کبھی نہیں کر سکتے۔ اگر اپنے گیان (علم حقیقت) کو سنسار

سے نجات دینے والا نہ بیان کرتے ہ ساہتیہ (علم فصاحت و بلاغت)
میں دل چسپی ہونے کا صرف یہی سبب تھا کہ اس نے ساہتیہ
کو صرف دھرم ارتھہ۔ اور کام ہی کا سادھن نہیں ثابت کیا
بلکہ موکش دلانے والا بھی کہا ہے ؛
ہندؤں کی تقریباً تمام نظم دنیوی بکھیڑوں اور عشق مجازی
کا تو نام ہی نہیں جانتی۔ اگر عشق مجازی کو کہیں دخل دے بھی
دیا ہے تو پر پرمیشور کی بھگتی اور گیان اپنی جھلک دکھائے بنا نہیں
رہی۔ ہندی بھاشا کا ایک شاعر تعریف تو اپنی معشوقہ کی آنکھوں کی
کر رہا ہے لیکن بھگوان کے سارے اوتاروں کے نام بول گیا ہے۔

پچھہ سم کفر نقرات	اگرت در کچھ بھات
باؤں سے چلیں کو	نشچے کر ہیرے ہیں
سانت نہ نہاریں ہیا	پھاڑیں باراہ سم
اڈ ہین کو پرشرام	پھرت نہ پھیرے ہیں
نیکشن نرسنگھ کو جوں	بودھ ابلو کوسے کو
تاروے کو راگھو	یہ گوال چت میرے ہیں
موہو کیو موہن	کلنک بن نہ کلنک
دسوں اوتار کدھوں	پیاری ! نین تیرے ہیں

ہندو بلاغت تو بھگتی اور گیان کے سکرپہ ہو چکی ہے۔ عشق الٰہی[1]
اپنے سارے چمتکار دکھاتا ہے ؛

[1] Religion present in all its phases)

[1] مذہب اپنے ہر پیرایہ میں موجود ہے ؛

راگ ودیا کیوں پیاری لگنے لگی؟ کیونکہ ناردؔ یا گیہ ولکؔ - گورنگ وغیرہ منی لوگوں نے یہ شہادت دیدی کہ سام وید کے گاین میں کار آمد ہونے کے علاوہ ویسے بھی بھجن سنکیرتن من (نفس) کو قابو میں لانے کا آسان علاج ہو سکتا ہے۔ ہندوؤں کے ہاں ناچنے کی کچھ قدر نہیں۔ لیکن پریم کے زور سے رام کے آگے ناچنے والا بھی رام کی طرح پوجا جاتا ہے۔

ناچا جو چاہے تو ناچ رگھو ناتھ آگے

گایا جو چاہے تو گوبند گن گاؤ جی

بھاگنا جو چاہے تو بھاگ مند کاموں سے

آیا جو چاہے تو رام شرن آؤ جی

بدن کو موڑنا توڑنا۔ ہڈیوں کو خستہ کرنا۔ جسم کو تپانا۔ سانس کو سکھانا (یعنی ہٹھ یوگ کے آسن بندھ مدرا وغیرہ) منظور ہیں کیونکہ یہ سُن لیا ہے کہ اصلی مقام (حقیقی گھر) تک پہنچانے والی سیڑھی کا ہٹھ یوگ بھی ایک ڈنڈا ہے۔ مگر ہائے چاندی سونا جس کا نام سُن کر سادہ لوح لوگوں کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ جسکے واسطے گھروں میں کھٹ پٹ اور ملکوں میں کلاہل مچتا ہے۔ وہ چاندی سونا ہندوؤں کے ہاں حقیقی خوشی کا دینے والا ثابت نہیں ہوا۔ ودوان برہمنوں نے ثابت کر دیا کہ تیاگ تیاگ۔ بلا شک و شبہ تیاگ۔ آنند اور مکتی کا سادھن (ذریعہ) ہے۔ سولہ آنے کا روپیہ دھوکا کھا رہے ہوئے جاہلوں کو گو سولہ کلا کیت بھگوان سے بھی زیادہ تعظیم لائق ہو۔ لیکن دنیا کا سکہ پیسہ حقیقی سلطنت میں بیکار ہے۔ ملکہ غیر مروّج اور کھوٹے

سکّوں کا الہام ہے۔ ذیل کے شبد ایک سچے ہندو کے دِل کی حالت دکھاتے ہیں ؛

ـ۵ جیسے بھوکے پریت اناج ترکھا ونت جَل سیتی کاج
جیسے موڑھ کٹمب پرائن تیسے نامے پریت نارائن
نامے پریت نارائن لاگی سہج سُبھاؤ بھیو ویراگی
جیسے کامی کامنی پیاری ویسے نامے نام مُراری

بھوکے کو روٹی۔ پیاسے کو پانی۔ ماں کو بچہ۔ شہوت پرست کو عورت ویسی پیاری نہیں ہوتی۔ جیسے سچے ہندو کو سچی ذات (حقیقت) پیاری ہوتی ہے ؛

ـ۵ یار ڑے دا ساؤں۔ ستھر چنگیرا۔ بھٹ وے کھیڑیاں وا رہنا
سول صُراحی۔ خنجر پیالہ بنگ کسایاں دے سہنا

اگر کُنج ماتکدہ میں یار حقیقی نہیں بھولتا تو وہ منظور ہے لیکن وہ ایوانِ شاہی نامنظور جو پیارے کو یاد سے بسار دیتا ہے ؛ لہو نکالنے والے نوکدار کانٹے شراب کی صُراحی کی طرح عزیز ہیں۔ اور خنجر پیالہ کے برابر پیارا ہے۔ قصابوں کے کلہاڑے۔ سر پر بہنے قبول ہیں بشرطیکہ معشوق کی دُوری نہ ہو ؛

ایسے عالی نگاہ اہلِ ہنر کے پاس سونے چاندی کی بھلا کیا پوچھ؟ سونے چاندی کے کام کو ادنٰی نہ سمجھتے تو اور کیا ؟ سناروں کو شودر پیشہ مانا گیا ؛ جنگلوں میں برہنہ تن رہ کر اور پھل پھول کھا کر علوم روحانی میں سراپا زندگی بسر کرنے والے برہمنوں کو کپڑا اتنا یا لوہا لکڑی کاٹھ مٹی وغیرہ کے کار و بار بالکل فضول لاحاصل

اور بچوں کا کھیل کیونکر نہ معلوم ہوتے؟

चित्रं वट तरोर्मूले शिष्या वृद्धा गुरुर्युवा।
गुरोस्तु मौनं व्याख्यानं शिष्यास्तु छिन्न संशयाः॥

ترجمہ:- بڑ کے پیڑ تلے بڑی بڑی عمر والے طالبانِ حق جمع تھے۔ گورُو چھوٹی عمر کا تھا۔ طُرفہ یہ کہ گورُو نے زبان نہیں ہلائی پر سب کے شکوک رفع کر دیئے ۔ یہ کیسا بھید ہے؟

سہ معلم کیست عارف ۔ دامن صحرا دبستانش
سبق خاموشی و لرزاں دلم طفلِ سبق خوانش

اس پرم شانتی اور سچے آنند کے متلاشیوں حقیقی سُکھ کے ابھلاشیوں کو جسمانی اور نفسانی ضروریات سے تعلق صرف برائے نام ہی تھا۔ پس سوزی ، کھٹیار ۔ لوہار ، بڑھئی ، کمہار ۔ ان سب کو بھی شودر پیشہ کہا گیا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ عمارت وغیرہ کا کام اُن دنوں بہت بھدا ہوتا تھا۔ اس فن میں اُن لوگوں کے کمال کے ثبوت بکثرت موجود ہیں ۔ پر برہم ودیا کے ساتھ ان پیشہ وروں کا اتحادِ مستقیم (direct relation) کے باعث شودر ہی کی جماعت میں شمار کئے گئے ۔

اہلِ ہند ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو۔ تم کہاں آگرے۔ آج برہمنوں کے لڑکے دھرتی کمار، اینٹ چونا لکڑی - لوہا کی ودیا (انجینیرنگ) سیکھتے ہیں...

سلہ یہاں اُستاد کون ہے؟ عارف (برہم گیانی) اور جنگل کا دامن اُس کا مکتب ہے۔ اِس مکتب میں سبق کیا ہے؟ خاموشی اور میرا کانپتا ہُوا دِل اُس کے ہاں سبق پڑھنے والا لڑکا ہے ۔

کو اُس مسند پر جگہ دے رہے ہیں۔ جسکو برہم ودیا زینت بخشتی تھی۔ کوہ نور کو تاج سے اُتار کر اُسکی جگہ سنگریزہ رکھ رہے ہیں۔ کاش! تم اپنے سر کو آئینہ میں دیکھتے! ✤

اے یوروپین علوم و فنون کی بُو سے حواس باختہ ہو جانے والے میرے عزیزو! محققیں رام کہاں تک بتائے۔ تم خود ذرا ہوش میں آکر غور کرو تو پتہ لگے کہ یہ سب ریلیں۔ تاریں۔ توپیں۔ بندوقیں۔ دُخانی انجن۔ کارخانے وغیرہ جن کی حمد و ثنا میں تر زبان ہو رہے ہو۔ ایک اِنچ بھر بھی پچھلے لوگوں کی نسبت آج کل کے لوگوں کو زیادہ خوشی نہیں دے رہے۔ سب ظاہری ہُوہا۔ ہا ہُو د (vanity) ہی ہے۔

رام۔ یہ نہیں کہتا کہ پچھلے زمانہ کی بہلیوں اور یکّوں کو از سرِ نو رواج دو اور دُخانی اور برقی کلوں کو ہند میں قدم نہ رکھنے دو اُس کا یہ منشا ہے کہ اِن نَو وارد مہمانوں کو مناسب قدر و قیمت پر لو۔ وہ بات نہ ہو کہ گھوڑا خریدا تھا اپنی سواری کے لئے۔ اُلٹا ہم کو گرا کر پامال کرنے لگ پڑے۔ ریتی کے عوض پوتر ماتا (برہم ودیا) کو نہ بیچ دو۔ ایک (غیر ضروری) دل لگی کے کھیل میں اپنی رُوح و جان کو مت بازی ہار دو ✤ سکھ کے کھوج میں سُکھ کے ڈھیرے مت اُڑا دو۔ موسم برسات میں پپیہا پانی کی بُوند کے لئے بیقرار ہو کر اُوپر کو اُڑتا ہے۔ لیکن برستے مینہ میں پیاسا رہتا ہے۔ پانی کی تلاش ہی سے محروم رکھتی ہے۔ اِس برساتی جانور والا حال مت ہونے دو۔ ترچھے کی طرح یار کے منہ سے نکلتی اُڑانے اُڑاتے ہار

کو تھوڑے سے پہچان مت کرو ✤

حساب میں ایک کسر عام کے شمار کنندہ کو بڑھا دینے سے رقم کی قیمت بڑھ جاتی ہے لیکن اگر ساتھ ہی نسب نما بھی اُس نسبت سے بڑھ جائے تو قیمت وہی کی ویسی ہی رہتی ہے۔ مثلاً $\frac{3}{4}$ $\frac{12}{16}$ $\frac{15}{20}$ $\frac{75}{100}$ ✤ یہی حال مغربی فنون اور ایجادوں کا ہے۔ وہ شمار کنندہ (آرام و عیش کے سامان) کو بڑھانے کی فکر میں ہیں۔ اور اِس وسیلے سے "خوشی" کی رقم کو زیادہ کیا چاہتے ہیں ✤

$$\text{خوشی} = \frac{\text{سامانِ آرام}}{\text{مجموعۂ خواہشات (یا ترشنا)}}$$

اہل ہند! اُن کی تقلید تو کرنے لگے ہو مگر دیکھنا کہ شمار کنندہ کو بڑھاتے وقت نسب نما (مجموعۂ خواہشات) اُسی نسبت سے نہیں بلکہ اُس سے بھی زیادہ نسبت سے بڑھا جاتا ہے۔ جیسے آنند کی خاطر نشہ باز ادھر افیون یا شراب کے استعمال کو روز بروز بڑھاتا جاتا ہے۔ اُدھر نشہ کی ہوس (اشتہا ضرورت) بھی ویسی ہی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ جو لُطف شروع میں بہت تھوڑی مقدار سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ ذرا اب مقدار کثیر سے نہیں ملتا۔ عمر مفت میں برباد ہو جاتی ہے۔ افیون یا شراب کا محتاج خواہ مخواہ بننا پڑتا ہے ✤ کیوں بھی تو دیکھو شمار کنندہ کو کہاں تک بڑھا لوگے۔ عیش کے سامان کہاں تک جمع کروگے۔ ظاہری سامان لامحدود کبھی نہیں ہو سکتے ہمیشہ کسر کمی میں ہی رہتے گی ✤ اس رقم خوشی کو بڑھانے کے لئے ہندوؤں کا طریق یہ ہے کہ ترشنا کو جو بمنزلہ نسب نما کے ہے۔ کم کرنا شروع

کرو۔ ترشنا (ہوس) جوں جوں سمٹتی جائیگی۔ آنند بڑھتا جائیگا جب بالکل صفر ہو جائے گی تو شمار کنندہ خواہ کچھ ہو۔ خواہ نہ ہو کُل رقم لا انتہا ہو جائے گی۔ اور یہ ترشنا (سب تمام) صرف گیان ہی کی بدولت مٹ سکتی ہے اور کسی اُپاؤ سے نہیں ؛

ایک آدمی نے لیلیٰ مجنوں کا قصہ پڑھا۔ پڑھتے ہی مجنوں بننے کا شوق چرایا۔ اپنی بیوی کو جواب دیکر لیلیٰ کی ایک تصویر بنالی اور چھاتی سے لگائے پھرنا شروع کیا ؛ اب مجنوں والا عشق تو دِل میں تھا نہیں۔ البتہ مجنوں کا معشوق فوراً لے لیا۔ تُف ہے ایسے مجنون پر نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے ؛ آجکل کے اہل ہند! اگر تمکو انگریزوں کی نقل کرنا ہی منظور ہے تو میرے پیارو! اُن کا عشق (ہمت۔ استقلال۔ یکدلی) لے لو۔ اُن کا جنون اختیار کر لو۔ لیکن اُن کا معشوق سیاد لیلیٰ (دنیائے ناپائدار۔ لذاتِ دُوں) مت لو ؛ مجنوں اور فریفتہ بننا ہو تو اپنے گھر کی سراپا نور برہم ودیا (علم الٰہی) پر ہو۔ پھوکو سے مہ پارہ کو اُٹھا کر زالِ جہاں کی تصویر پر دیوانہ و شیدا ہونا تمہیں کلنک (داغ) لگائے گا ؛ ہاں اس زالِ دنیا کو رتی مادِ تمام (برہم ودیا) کے ایک ادنےٰ خادمہ بنالینے میں چنداں حرج نہیں ؛

؎ دین گنوایا دُنی سے دُنی نہ چلی ساتھ
پیر کلہاڑا ماریا مورکھ اپنے ہاتھ

स्व गृहे पायसं त्यक्त्वा भिक्षामटति दुर्मतिः

"اپنے گھر کی ملائی کو چھوڑ کر بھیک مانگنے احمق کے سوا اور کوئی نہیں جاتا ؛ تاریخ شہادت دیتی ہے کہ شکتی (طاقت) سے بھر دینے والی

برہم وِدیا کی ہندوؤں نے جب کبھی نا قدردانی کی رنگ پائی۔ بزرگئ ذات کو بھول کر ہندو لوگ جب کبھی خود غرضی اور حشمت کے نین میں پڑے عرصے

ابھی تک وقت ہے سنبھل، جاؤ! جسم کی کیچڑ سے نکل آؤ اپنی ذات پاک میں ڈیرے لگاؤ۔ शिवोऽहं शिवोऽहं (شوہنگ۔ شوہنگ) کے نعرے بلند ہونے دو اور آنند کے کیلاش پر پرنو ॐ (اوم) کا پھریرا لہرانے دو۔ ॐ ॐ ॐ ॐ ॐ ॐ ॐ

ہری سنگ بیاہ رچو رنگ رنگا

آو رے رسے بینا بیٹھو میرے انگنا   کھولو رسے پوتھی بچارو مورے لگنا

گاؤ رے سوہلے دیکھو شبھ لگنا   ہری سنگ لگن ہری سنگ سنگم نہ

بموجب اُدویت سدھانت (بھگوان شنکر) آتما میں ایوولیوشن یا انوولیوشن (صعود و نزول) نہیں ہو سکتا بلکہ صرف مایا میں ہوتا ہے۔

جیسے مکان کی چار دیواری سے پیدا شدہ تاریکی اُسی مکان کو چھپا دیتی ہے۔ جیسے سورج ہی کی تیز روشنی سورج کو دیکھنے نہیں دیتی جیسے دریا سے پیدا شدہ جھین (کف) دریا کو محجوب کر لیتی ہے۔ جیسے رسن ہی میں موہوم صورت مار رسن کو کھا لیتی ہے۔ ویسے ہی برہم میں (اظہار بالماہیت یا سروپ آوبھاس سے) موہوم مایا (اسماء و اشکال) برہم کو غائب کر دیتا ہے۔

سے۱   بجوم جلوہ ہم یکسر حجاب جلوہ ہست این جا
نقابے نیست دریا را مگر طوفان عریانی

سے۱ یہاں نور کی کثرت ہی نور کا حجاب ہے۔ دریا کو کوئی پردہ نہیں بلکہ ننگے پن کا طوفان۔

پھر جیسے آبِ دریا چھلن کے بُرقع ہی سے اپنی صدا بلند کرتا ہے۔ جیسے سُورج حجابِ ابر کو منوّر کر کے پردے کے بیچ میں سے اپنے حسن کی روشنی چمکتا ہے۔ جیسے چاند (اپنے گرہن) کے گھونگٹ میں سے رُخ پُرضیا دِکھاتا ہے۔ جیسے رسن مارِ موہُوم میں اپنا طُول اور موٹائی داخل کرتا ہے جیسے شمع (دیپ) پردۂ فانوس (چمنی) کے اندر سے آنکھیں لڑاتا ہے

(منسرگِل ادھیاس۔ اظہار بالنسبت)

ایسے ہی برہم مایا کے حجاب میں اپنا نُور داخل کرتا ہے۔ یعنی نام رُوپ سنسار (اسماء و اشکالِ دُنیا) میں بحیثیت ست چت آنند (ہستیٔ علم سُرور) موجود ہوتا ہے۔ جو چیز دُنیا میں نظر آتی ہے اُس کا اسم و شکل ہی تو ہیں اصل حقیقت ست چت آنند کی ہی ہے۔ ادویت سدھانت کے مُطابق ایوولیوشن اس مایا (تعینات) ہی میں ہے۔ آتما میں ترقی تنزل چہ معنی؟

مایا ظُلمتِ شب کی چادر چھا رہی ہے۔ ستارے جگمگا رہے ہیں۔ کسی کی مجال کیا کہ اِن کی تعداد کا اندازہ لگا سکے۔ بل بے کثرت! ایک ہی پلنگ پر ایک دُوسرے کی گردن میں باہیں ڈالے دولہا دُلہن آرام میں پڑے ہیں۔ لیکن دولہا تو ٹاؤن ہال لاہور میں امتحان کے پرچے لکھ رہا ہے۔ اور دُلہن اپنی دیورانی یا جٹھانی سے جگھڑا لاہنا کے لین دین میں مصروف ہے۔ ارے لو جنگ و جدال شروع ہو گیا!

چُپ رہ بی بی چُپ رہ۔ تیرا شوہر امتحان کا پرچہ لکھ رہا ہے۔ غُل بند کر اس کو ڈسٹرب مت کر (یعنی اُکا ہرج مت کر)۔ اتنے میں وُہ چونک پڑا نیند اُچاٹ ہو گئی۔ کیسا امتحان؟ کس کا

شاؤں ہاں؟ یہاں تو تاریکی ہے اور آپ ہے۔ کمرے کے باہر آکر دیکھا تو گھڑی کمرے کے تووے لگ رہے ہیں۔ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سُوجھتا۔ صبح کا پیش خیمہ ابھی نہیں نظر آتا۔ ارے زُہرہ تیرا سرود و رقص کیا ہُوا؟ تمہارے ہمدم و ہمساز ستارگان شادی کو بھول بیٹھے!

ڈولھا میاں نے نوکر کو آواز دی۔ جواب ندارد۔ پاس جاکر دیکھا تو خواب خرگوش کے خراٹے بھر رہا ہے۔ ہمارے نوجوان کی چھوٹی سی چھاتی میں طوفان بپا ہو گیا۔ طبیعت میں ایک فوری جوش پیدا ہو گیا چہرہ ڈراؤنی رات سے بھی زیادہ مہیب بن گیا۔ نوکر کو بُری طرح جگایا۔ اور کان کھینچ کر تاکید کی کہ آپ آنکھ نہ جھپکے۔ ہشیار رہے۔ رات بڑی ہولناک اور بھیانک ہے۔ سب طرح کا ڈر ہے وغیرہ ۔ اِدھر نوکر بیدار و بیزار ہُوا۔ اُدھر آقا صاحب پڑھنے کے کمرے (study) میں گئے لیمپ روشن کرکے (Bain's moral Science) (بین کا علم اخلاق) پڑھنے لگے۔ کوئی آدھا صفحہ پڑھا ہوگا کہ آنکھ لگ گئی۔ پَیر فرش پر۔ کر کرسی پر۔ اور سر کتاب کے اُوپر میز پر دھرے بیہوش پڑے ہیں ۔ اِن کو نیند کی گرم گود میں چھوڑو۔ اب باہر ٹھٹھرے ہوئے ملازم کی خبر لو۔ وہ بیچارا سخت جد و جہد میں پڑا ہے بلکہ جنگ و جدل میں لگا ہے ۔ کس سے لڑ رہا ہے؟ کیا چور گھر میں آگھسے نہیں خواب کے مقابلہ پر اڑا ہے نیند سے زور آزمائی کر رہا ہے۔ آنکھیں ملتا ہے۔ جمائیاں آتی ہیں۔ انگڑائیاں لیتا ہے۔ ہائے کب پَو پھٹے گی۔ تڑکا ہو گا۔ صبح مُنہ دکھلائے گی؟ بار بار آسمان کو تکتا ہے۔ رات کٹتی ہی نہیں۔ کبھی ٹہلنا شروع کرتا ہے۔

پھر مارے ٹھنڈک کے چارپائی کی پناہ لیتا ہے "ہاں! خوب سوجھی۔ گانا شروع کرو۔ وقت معلوم نہ دیگا" ساتوں سُر ملے ہوئے آواز سے گانے لگا

نیند تو ہے بیچونگی آلی ۔ جے کوئی گاہک ہوئے
آئے کتنے سوہنے پھر گئے ایتھا ۔ یَن بیرنا رہی سوئے
نیند تو ہے بیچونگی آلی
شور داہی پر مچھواب جو ملوگے ۔ راکھونگی نیں سموئے
نیند تو ہے بیچونگی آلی

گانے کی آواز سُن کر کمرے کے اندر بابو بھی جاگ پڑا اور پڑھنے لگا ۔ نوکر لہرا لہرا کر گا رہا ہے۔ اپنی دُھن میں مست ہو رہا ہے صبح اور شب کو بالکل بھول بیٹھا ہے ۔

خیر اُسے بھولنے دو۔ لیکن پیارے ناظرین ! ہم تو (ہنس) سورج بھگوان کی آمد آمد نہیں بسا سکتے۔ عزت بخش روشنی چپ چاپ اس لطافت کے ساتھ سورج سے زمین پر گر جاتی ہے۔ جیسے ایک بلند پرواز عقاب (ہنس) کا سفید پر جھڑا ہوا رہ رہ کر آہستہ آہستہ زمین سے آلگتا ہے۔ بر خلاف اس خیال کے جو Longfellow نے ذیل کے اشعار میں ظاہر کیا ہے۔

The day is done and the darkness
Falls from the wings of night,

ملہ دن ختم ہو گیا اور تاریکی رات کے بازوؤں سے اس طرح برستی (بھر رہی) یا گرنے لگی۔ جیسے کہ اُڑتے ہوئے عقاب پرندے کا پر نیچے گرتا ہے ۔

As a feather is wafted downward
From an eagle in his flight.

مرغانِ سحر خیز سے اپنے نورِ دل و دیدہ کے آنے کی خبر سُن کر فرطِ شادی کے باعث زمین کے آنسو (اوس) نکل پڑے ہیں۔ یا یوں کہو کہ پلس (سورج) کے علوفہ کی خاطر موتیوں کے تھال بھر کر عروسِ فطرت پیش کر رہی ہے ٭ یہ کُہر اور بُخاراتِ آبی ہیں کہ انتظارِ وصل میں زمین اپنے دِل کے بُخار نکال رہی ہے۔ لیکن یہ شکوے شکایتوں کے ڈھیر تو یار کا رُخ انور دیکھنے سے پہلے ہی رفع ہو جاتے ہیں ٭

ع دِل ڈھیر بُخاروں کے لگاتا ہے خفا میں
اُڑ جاتے ہیں خورشید سا جب رُو نظر آیا

سلہ گفتہ بُودم کہ چو آئی غمِ دل با تو بگویم
چہ بگویم کہ غم از دل برود چو تو آئی

سلہ عُمرے شدہ روزے بہ رُخت سیر ندیدیم
زیرا کہ تو مے آئی و من میروم از ہوش

ع کہنے دیتی نہیں کچھ مُنہ سے محبت تیری
لب پہ رہ جاتی ہے آ آ کے شکایت تیری
یاد سب کچھ ہیں مجھے ہجر کے صدمے ظالم
بھول جاتا ہوں مگر دیکھ کے صورت تیری

سلہ میں نے کہا تھا کہ جب تو آئے گا تو دل کا غم تجھ سے بیان کروں گا مگر کیا کروں کہ جب تو آتا ہے تو دل سے غم بھاگ جاتا ہے ٭
سلہ عمر گزر گئی لیکن ایک دن بھی تیرے چہرے کو دل بھر کر نہیں دیکھا۔ اس لیئے کہ جب تو آتا ہے تو میں بیہوش ہو جاتا ہوں ٭

شہسوار نورانی شعاعوں کے تیز سے ہاتھ میں لئے اپنے رخش زریں کو اُڑاتا چلا آتا ہے۔ یہ خبر پاتے ہی سیاہ تاریکی کے من چلے بہادروں نے اکٹھے ہو کر جان توڑ مقابلہ (desperate struggle) پر کمر باندھی سردی ساری رات کی سست زیادہ ہو گئی۔ نیند اور غفلت نے گو رات بھر کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی تھی۔ لیکن صبح کے وقت ٹھیک ستانی اِس جلد بازی سے شروع کی کہ دُنیا میں کوئی امیر بچنے نہ پایا۔ دُھند کے دَل بادل نے اندھیرے کی مدد (کمک) کو آکر بڑے گھمنڈ سے ڈیرے ڈال دیئے۔ اے لو! بادل بھی مارے ولولے کے پیشانی میں سلوٹیں ڈالے آ موجود ہوئے۔ آنکھیں دکھانے لگے۔ اور گرج گرج کر ڈرانے لگے۔ رات کے شروع میں کیا ہی من لُبھانی چاندنی چٹک رہی تھی۔ اب نہ در نہ تاریکی چھا رہی ہے۔

رم جھم رم جھم مینہا برسے آ رے بادل کارے

غفلت، اندھیرا اور دُھند وغیرہ کی فوجیں سورج کے اقبال کو غارت کرنے پر کیسی تُلی ہوئی ہیں! کیا سچ مچ سورج کے رتھ کو روک لیں گے؟ اگر ایسا ہو گیا تو دُنیا کا کیا حال ہوگا! کاش! سورج کی جے ہو! پیارے گھبراؤ نہیں۔ کہاں تو افسران ظلمت اور کہاں آفتاب۔ مقابلہ ہی کیا؟ ملکۂ شب (رات رانی) کے جنگی لاٹ لاکھ زور ماریں سورج کا بال بینکا نہیں کر سکتے چنا اُچھل اُچھل کر بھاڑ کو نہیں پھوڑ سکتا آفتاب اور چھپا رہے۔ خیال میں بھی نہیں آ سکتا۔

مہر تاباں اور مقابلہ سے اُس کا بگاڑ ہو بالکل لایعنی ہے۔

وہ دیکھنا! ابروں کے نہ در نہ خود کو کاٹ کر کفر کے زرہ بکتر کو

چیر کر اُس کی کرنوں کے خنجر زمین کی چھاتی کو شرح کرنے لگے۔ نصرت نصیب شاہنشاہ فلک جلوہ افروز ہُوا ۔

نئی روشنی والو! یاد رکھو۔ جہل کی کالی رات سیاہ کاری کا باعث[1] ہوتی ہے "Deeds of darkness are committed in the DARK" اور جب اِس کا انت آگتا ہے تو بلا کا جنگ و جدل کرواتی ہے۔ لیکن یہ جنگ و جدل نورِ درخشاں کے بڑھنے کی علت (cause سبب) ہرگز نہیں ہے۔ سورج نے تو نکلنا ہی نکلنا ہے رُک نہیں سکتا۔ مُطابق راماتج تمہارے اندر کے آفتاب (بینس آتما) نے شستنی کی سدِ راہ کو چیر پھاڑ اور غفلت کے پردوں کو چھن بھن کر کے بہر صُورت ظاہر ہونا ہی ہے۔ اِس جیو آتما کا بیحساب بھرا ہُوا زور۔ ایوو لیوشن (ارتقاء) کا باعث ہے ۔ اِس ذاتی جوہر کے سبب سے چیونٹی۔ بچھو۔ سانپ۔ بلی۔ بندر وغیرہ جسموں کی منزلوں کو طے کرتا ہُوا یہی جیو آتما جسمِ انسانی تک عروج پاتا ہے۔ اور یہی آتما اپنی ذاتی تجلی کی بدولت تاریکیٔ جہل کو کالعدم کر کے گیان وان کے رُوپ میں آفتاب کو یُوں خطاب کرتا ہے۔

पूषन्नेकर्षे यम सूर्य्य प्राजापत्य व्यूह रश्मीन् समूह
तेजो यत्ते रूपं कल्याणतमं तत्ते पश्यामि यो ऽ सावसौ
पुरुषः सो ऽ हमस्मि॥ (برہدارنیک اپنشد، منتر ۱۶)

مطلب:۔ اے پرورش کنندہ۔ یکتا۔ سالک۔ ماول۔ اے مخلوقات میں سب سے بڑے آفتاب! ہٹا دے اپنی شعاعوں کو۔ سنبھال لے اپنی روشنی

[1] تاریکی (جہالت) کے کام اندھیرے (جہالت) میں ہی کئے جاتے ہیں ۔

کو تاکہ میں تیری مبارک شکل دیکھوں تو سہی۔ (آہا!) جو تیری ذات ہے وُہی میں ہُوں" +

جو تُو ہے سو میں ہوں۔ جو میں ہُوں سو تُو ہے + بلکہ میں ہی میں ہُوں تو کہاں ہے؟

۵ خاکِ پستی سے اگر دامن ترا ہمدم نہیں یہ فضیلت کا نشاں اے بہرِ عظم نہیں
۲ہ تُو اپنی تجلی کا اگر محرم نہیں ہمسرِ یک ذرّۂ خاکِ درِ آدم نہیں

نورِ مسجودِ ملک زیبِ تماشا ہی رہا
تُو سدا منت پذیرِ صبحِ فردا ہی رہا

ایوولیوشن کے بارے میں بھگوان شنکر کا شری رامانج سے اتنا ہی اختلاف ہے جتنا کہ علم ہیئت میں heliocentric مرکز المہری (सूर्य केन्द्रक) اور Geocentric (مرکز الزمینی۔ भू केन्द्रक) کے درمیان ہے۔ جہاں تک بیوپار (کاروبار) کا تعلق ہے۔ بھگوان شنکر کے ہاں شری رامانج والی ساری ساری تشریح قائم رکھی گئی ہے۔ لیکن اصل حقیقت کو چھپا نہیں رکھا۔ اور بہت ہی خوب روشن ڈھنگ پر دکھایا ہے کہ جیسے آفتاب مُشکِ شب کو کافور کرتا۔ اُفق سے نصف النہار تک صعود کرتا اور بُرجوں میں عُروج کرتا معلوم دیتا ہے لیکن فی الواقع کبھی طلوع ہوتا ہے نہ غروب۔ نزدیک آتا ہے نہ دُور جاتا ہے۔ آتا ہے نہ جاتا ہے۔ سدا اپنے جلال میں یکساں مسرور رہتا ہے۔ ویسے ہی فی الحقیقت آتما کبھی گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔ جس میں ایوولیوشن ہے نہ انوولیوشن۔ عروج ہے نہ زوال ترقی ہے نہ تنزل۔ سدا ایک رس اپنی مہما میں مست پڑا ہے

گویا تاریکی کی صفوں کو توڑتا۔ اور سپاہِ جہل کو شکست دے کر روز پُرضیا (یعنی اپنا مبارک راج) چاروں طرف پھیلاتا معلوم دیتا ہے۔ لیکن یہ ایوولیوشن صرف مایا ہیں ہے۔ گھوم تو رہی ہے زمین اور حرکت منسوب کی جا رہی ہے آفتاب کو۔ اُٹھ تو رہا ہے رخِ جاناں کا نقاب لیکن عاشقِ حواس باختہ کے زعم میں دِلدار کا چہرہ بڑھ بڑھ اور پھیل رہا ہے دوڑ تو رہا ہے بادلوں کا حجاب۔ لیکن بچے اسے چاند کا چلنا سمجھ کر گھنٹوں پڑے گھورتے ہیں۔ وہ دیکھو چاند کس تیزگامی سے دوڑا جا رہا ہے (تالیاں بجاکر) آہا! وہ بادلوں سے نکل آیا! وہ بادلوں سے نکل آیا!!۔

ع　رخِ پُرضیا کے نظارے نے مجھے بیدِ مجنوں بنا دیا ؎
ترے صارقے صدقے میں نازنیں تو نے برقع مُنہ سے اُٹھا دیا

यथा चन्द्रिकाणां जले चंचलत्वं
तथा चंचलत्वं त्वापीह विष्णो। (دشنکر ستوتر)

مطلب: جیسے دراصل دریا کی موجیں تو کودتی پھاندتی دوڑتی بھاگتی چلی جاتی ہیں لیکن بادی النظر میں چاند ناچتا اُچھلتا منصور ہوتا ہے ویسے ہی ایوولیوشن صعود و عروج وغیرہ تو مایا میں ہیں لیکن غلطی سے آتما میں منصور ہوتے ہیں" ؎

پانی ہی میں بلبلے تیار ہوتے اور نیست ہوتے ہیں۔ ان کا نظر آنا اور رنگ دکھانا گو سب روشنی ہی روشنی ہے۔ لیکن پھر بھی روشنی اِن تبدیلات و تغیرات سے مبرا ہے ؎

لہ بُلبلہ کی طرح ہم تماشا دیکھنے آتے ہیں تاکہ سربلند کریں۔ دیکھیں اور پھر وہی پانی ہو جائیں ؎

چھیم۔ جاؤنا آؤنا نہیں اوستے
رجویں پدّاں دے چٹے چند چلدا
پچھلے دیہہ اندر یہ من پران آوک
بلّھا شاہ سنبھال خوشحال ہوئے

کوہاں وانگ ہمیش اڈول ہے جی
گئے بالکاں نوں ایہ بھول ہے جی
اوہ دیکھنے ہار اڈول سہے جی
ہین عارفاں دا ایہو بول ہے جی

آتما کے اسنگ (بے بدل غیر متغیر) ہونے کو سانکھ شاستر نے بھی بڑے زور سے قبول کیا ہے۔

असंगोऽयं पुरुष इति। (سانکھ درشن شروع سے سوتر ۱۵)

ترجمہ:۔ یہ پرش (آتما) بے تعلق ہے"۔

ش شبہہ ناہیں ذرا ایک ایں میں
ہنیں گیان اگیان دی ٹھوڑ ایتھے
چڑا ہیچ کے مانند ہے سبھی سوہا
بلّھا شاہ سنبھال جد مول دیکھیا
س بلّھا شاہ توں سروپ اچل جیٹھا

سدا اپنا آپ سروپ ہے جی
کہاں شور میں چپاتو اور دھوپ ہے جی!
کوڑ سوتن کا رنگ اور بہروپ ہے جی
جھوٹ ٹھگور میں وہی انوپ ہے جی
تیرے آگے پرکرت کا نرت ہے جی

آتما کے اسنگ ہونے اور صرف پرکرتی (فطرت) ہی کی ترقی و عروج پذیر ہونے کو پنڈت ایشور کرشن نے غضب کی شاعرانہ نازک خیالی کے ساتھ اپنے مستند گرنتھ (سانکھیہ تتو کارکا) میں دکھایا ہے۔

रङ्गस्य दर्शयित्वा निवर्त्तते नर्त्तकी यथा नृत्यात्।
पुरुषस्य तथात्मानं प्रकाश्य विनिवर्त्तते प्रकृतिः॥ (کارکا ۵۹)

مطلب:۔ بہروپئے (نٹ) لوگوں کا دستور ہے کہ بھیس بدل کر اہیروں کو دھوکا دیتے ہیں۔ لیکن تبدیل شدہ لباس و صورت کے نیچے یہ آرزو ان کے دل میں نہایت مضبوط ہوتی ہے کہ تماشا دکھاتے ہی جس طرح

بن پڑے اپنا اصلی رُوپ بھی کھول دیں۔ چنانچہ یہ دیکھ کر کہ اب پکا چل گیا۔ منتر کار گر ہُؤا۔ جھٹ سلام کرتے ہیں اور دُعا دیتے ہیں "وہ بڑے بڑے اقبال! اٹل پرتاپ! راج پاٹ قائم! گھوڑوں جوڑوں کی خیر! پیشیر بنائے رکھے! وغیرہ"۔ یہی حال پرکرتی (فطرت۔ نیچر) کا ہے۔ پُرش (ذاتِ انسان) کو دھوکا تو دیتی ہے۔ لیکن جی میں یہ ٹھانے ہے کہ اپنا آپ چُھپایا تو سہی۔ اب جوں توں کرکے دِکھا بھی دُوں۔ راز کھول بھی دُوں۔

ہاں سچ ہے چیونٹی بندر وغیرہ کے جسموں میں اگر پُرش نے نیچا دیکھا اور دُکھ پایا تو پرکرتی کی بدولت۔ انسانی جامہ پہنا تو پرکرتی کی بدولت۔ گیان وان (عارف) کہلایا تو پرکرتی کی بدولت۔ جب مقید اور ہیچ ہونے کے خیال کا کفر ٹوٹا اور یہ جان پڑا کہ مَیں مبرّا ہوں۔ پاک ہُوں۔ بے لوث ہُوں آزاد ہُوں[1]۔

असंगो ह्मसंगोऽ ह्मसंगोऽहं:पुन पुन:।

یہ بھی پرکرتی کی بدولت۔

اس گیان کے حاصل ہُوئے پرکرتی پُرش کو چھوڑ کر اپنی راہ لیتی ہے اور پُرش عین سُرور اپنی ذاتِ مطلق میں رہ جاتا ہے۔ یہی نجات (مُکتی) ہے۔ حاصلِ کلام یہ کہ پرکرتی سب کوتک دِکھا آپ ہی ہٹ جاتی ہے۔ کاش اِس پرکرتی پُرش کے ویوگ (جُدائی۔ طلاق) کی گھڑی جلدی نصیب ہو! یہ یوگ شاستر کی غرض ہے۔

لفظی ترجمہ کارکا مذکورۂ بالا کا:- جیسے کُنجی محفل میں جب

[1] میں لاتعلق ہُوں۔ آزاد ہُوں۔ میں حقیقتاً لاتعلق ہُوں۔

پورا پورا ناچ دکھا چکتی ہے تو خود ہی ہٹ جاتی ہے ویسے ہی پرکرتی جب اپنے تئیں پُرش کے آگے ظاہر کر دیتی ہے۔ تب آپ ہی چھوڑ جاتی ہے" ✣

ٹھگنی نارِ آستیں بنے کسی کے ساتھ جا رہی ہو تو فریب آمیز باتوں سے بہتیرا دل لبھانے کے جتن کرتی ہے۔ پر جب اُسے یہ خبر ہو جائے کہ انھیں میرے ٹھگنی ہونے کا پتہ لگ گیا ہے تو گدھے کے سینگ کی طرح مفقود ہو جاتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح پرکرتی (دُنیا) کی قلعی کھل جانے پر پُرش کی فوراً خلاصی ہو جاتی ہے ✣

اب نہیں معلوم ہمارے مہاتما پنڈت ایشور کرشن جی مہاراج کس طرح اس فاحشہ رنڈی (پرکرتی) کے کرشموں کی فیس لے کر اس کے وکیل بن بیٹھے۔ فرماتے ہیں۔

नाना विधै रुपायै रुपकारिण्य नुपकारिणः पुंसः।
गुणवत्य गुणस्य सतस्तस्यार्थ मपार्थकं चरति॥ (۶۰)

ترجمہ:۔ پرکرتی تو پُرش کی طرح طرح کی خدمات بجا لاتی ہے۔ لیکن اُس کے صلے میں پُرش کوئی مُروّت (اُپکار) نہیں کرتا ✣ پرکرتی گنوں والی (اوصاف والی) ہے پُرش نرگن (برتر از اوصاف) ہے۔ جبھی تو پرکرتی کی حمیدہ اوصافی دیکھو۔ احسان فراموش (پُرش) کے حق میں کیسی کوشاں اور سرگرم ہے" ✣

اِس مضمون کو ایک اور پنڈت جی مہاراج نے بے نظیر طریق سے ہندی نظم میں پرو دیا ہے۔ مگر رام کو تعجب آتا ہے کہ بزرگ پنڈتوں کے ہاں عورت کا کچھ ایسا راج کیونکر آ گیا کہ عورت (پرکرتی)

کے گیت گاتے تھکتے ہی نہیں، بات بات میں بھوجی کو پرودھان بنا دیا

بھجن

(لکھو یہ دولہا دلہن کیسے ٹھیک)

آئی سبے میں چتر بہاؤ کے کہوں لکھے نہیں ایسے
دُلہن آئی ہے سُگھر سہاون جوبن اُن ایسے
دُولہا یا ہی لکھت "چپ" کو ہٹوئے بیٹھو اچک جیسے
دُلہن آئی گن ونت چتر تیون ہاؤ بہاؤ ہو ویسے
دُولہا گن کی بات نہ جانے۔ پورو "گوبر گنیشے"
سبکی ایک دُلہن۔ بہو دلہا۔ پر سبرے ایک ایسے
دُلہن ہی بہو ناچت گاوت وے سب جیسے کے تیسے

رام۔ صرف اتنا پوچھتا ہے کہ مہاراج وکیل صاحب! "میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی" جب خود پرکرتی اپنا رقص و سرود، اپنی اٹکھیلیاں۔ اپنا سبھی کچھ پرش کی ایک نگاہ ناز کے عوض بیچ دینے پر راضی ہے تو آپ کون ہیں اس کی سفارش کرنے والے؟ سلطنت نہ بلائے وکیل بن کے آئے Unsolicited Solicitor بس ایک نگاہ غلط انداز! اور کچھ نہیں! اس پر تمام دنیا (پرکرتی) کے تن من دھن کا سودا ہو گیا ✽ (Bargain struck)

مست گشتم از دو چشم ساقیؔ پیمانہ نوش ✽
الفراق اے ننگ و ناموس الوداع اے عقل و ہوش

سلطنت میں پیالہ پلانے والے ساقی کی دونوں آنکھوں سے مست ہو گیا۔ اے ننگ و ناموس! پرے ہٹ اور اے عقل و ہوش دور ہو ✽

؎ یارب ایں چشم ست یا جادوست کز کیفیتش
ہمچو دریائے محیط ایں قطرہ ام آمد بجوش

؎ اِس جوگی دے نین کٹورے باجاں وانگن لیندے وڑے
رانجھا جوگی نے میں جوگیانی اُس دی خاطر بھرساں پانی

ہائے شرابِ نگاہ! چشمِ فتنہ انگیز! تونے غضب کیا! نہ صرف مارے مستی کے پرکرتی کو طرح طرح کے ناچ نچائے بلکہ تیری بدولت نزاکت کے پُتلے اور لطافت دہن پُرش کو پرکرتی کے دل جگر اور ہر سیر تُوتک قدم رنجہ فرمانا پڑا +

؎ کوٹھے سے نزاکت تو اُترنے نہیں دیتی
تم آنکھوں سے دل میں مرے کیونکر اُتر آئے

؎ کوٹھے توں چڑھ پائیا جھاتی دونیناں دی رمز پچھاتی

؎ وہاء گیانی جانی لُوں لُوں دے وچ
ہائے دھاو گیانی سوہنا لُوں لُوں دے وچ

یہ نظر بازی کیا بلا تھی۔ اِدھر پرکرتی میں تلملاہٹ ڈال دی۔ اُدھر پُرش بیچارا اپنے تیر نگاہ کے ساتھ ہی پرکرتی کے ہر رگ و ریشہ میں جا گرا۔ اِدھر دیدۂ سحر پُرفن کا نیزہ بیچاری پرکرتی کے جگر میں کُھبا اُدھر پُرش اُس کے قلب میں اسیر ہو گیا +

؎ ابروئے کہکشاں بھی نرالی کمند ہے
سیلے قید ہو اسیر جو دیکھوں اُدھر کو میں

؎ یارب یہ آنکھ ہے یا جادو ہے کہ اُس کی کیفیت سے یہ میرا قطرہ (آنکھ کا آنسو) احاطہ کرنے والے دریا کی مانند جوش میں آ گیا ہے +

ہستے قید تنہائی ہے

سے اپنا یہ دعویٰ نہیں دل میں کوئی تیرے سوا

اُن کا یہ الزام! اچھی قیدِ تنہائی ہوئی

اگر بھولا بھالا پُرش بیروت تھا تو بھی اُس کا دامن الزام سے بالکل پاک ہے۔ کیونکہ اُس نے اپنے لئے سزا پرکرتی کو آپ بنا دی ؛

سلہ زنداں میں جو زارہ بھیجا ہو اپنے دلِ تنگ میں جگہ دو

اے پرش یوسف! یہ کیسی قید ہے! زلیخا کا آئینہ دل قیدگاہ بنا ہے ؛

سلہ شاید مجز خیالت در دلِ من مجز یوسف سیر زنداں کہ دارد

سلہ یوسفِ گم گشتہ را بیروں مجوسئے در درون چاہِ دل یابی سُراغ

یہ عکسِ یار ہے جو زلیخائے پرکرتی کے اندر داخل ہو کر دنیا روپی قیامت ڈھاتا ہے۔ یہی عکس قطرۂ منی کی طرح پرکرتی کے بطن میں ٹھیر کر شکل موجودات میں پیدا ہوتا ہے ؛

گیان آئیے پیچھے پرکرتی کے کنول بند ہو جانے کو انوکھے ڈھنگ سے ذیل میں بیان کیا ہے

प्रकृतेः सुकुमारतरं न किञ्चिदस्तीति मे मतिर्भवति।
या दृष्टास्मीति पुनर्न दर्शनमुपैति पुरुषस्य॥ (کارکا ۶۱)

ترجمہ :۔ "میری رائے میں پرکرتی نہایت درجے کی حیا اور شرم والی ہے جب اُسے ذرا گمان گزرتا ہے کہ میں دیکھی گئی ہوں تو بس پھر پرش کے رُوبرو بھولے سے بھی نہیں آتی" ؛

سلہ تیرے خیال کے سوا میرے دل میں اور خیال نہیں آتا ہے یوسف کے سوائے قید خانے کا خیال اور کون رکھتا ہے ؛

سلہ گم شدہ یوسف کو باہر مت ڈھونڈ۔ دل کے کنوئیں (کے) میں اُس کا نشان پائے گا ؛

تشریح:- جیسے کوئی راجکماری راج محل کے جھروکے میں بیٹھی سنگار کر رہی ہو تو جہاں تک اُسے یہ خیال رہتا ہے کہ مجھے کوئی مرد نہیں دیکھ رہا اپنے بناؤ سنگار میں لگی رہتی ہے۔ جونہی اُسنے یہ سمجھا کہ مجھے پُرش نے دیکھ لیا ہے۔ جھٹ کھڑکی بند کی اور ایسی چھپت ہُوئی کہ پھر صُورت نہیں دکھاتی ۔ یہی حال پرکرتی کا ہے۔ جب یہ جان پڑا کہ میرا گیان (علم) ہو گیا ہے پھر نہیں رہتی۔ جونہی عارف نے اُسے یُوں خطاب کیا کہ :-

سلہ زالِ جہاں فشنو سخن عشوۂ ناز کم کن
دِل بتو نیست مُبتلا تن تلملا تلا تلا

وہیں زبانِ حال سے یہ صدا بلند کرتی ہوئی

سلہ کہ من نیستم آنچہ ہستی ہُوئی کہ من نیستم ہرچہ ہستی توئی
سلہ ہم اِسم توئی و ہم مسمّیٰ عاجز شدہ عقل زیں معمّا

پُرش میں فنا ہو جاتی ہے۔ ایک پُرش ہی پُرش رہ جاتا ہے ۔

سلہ جا سپُرم خود چوں مہرۂ شطرنج خالی میکنم
دشمن من میشود در خانۂ ما میہماں

سلہ اے جہان کی بڑھیا (یعنی دُنیا) بات سُن۔ نخرے فرے مت کر۔ میرا دِل تیرے میں مبتلا نہیں۔ تن تلملا تلا تلا (سارنگی کا سُر)

سلہ کہ میں نہیں ہُوں جو کچھ ہے تُو ہی ہے۔ کہ میں حقیقتاً کچھ نہیں تو ہی اصل میں ہے ۔ سلہ تُو ہی نام اور تُو ہی نام والا ہے عقل اِس رمز (پیچیدگی) سے عاجز ہوئی ہے ۔ سلہ شطرنج کے مہرے کی طرح جب میں اپنی جگہ خالی کرتا ہُوں تو میرا دشمن میرے گھر میں میہمان ہو جاتا ہے ۔

ے دکھایا پرکرتی نے ناچ پورا	جلے ہیں اُڑ گئی اُسے تجے رستم تجے
غلط گفتی۔ شکایت کی نہیں جاء	بَنی خود پُرش وہ۔ عدل وکرم ہے

नस्मान्न वद्ध यतेऽसौ न मुच्यते नापि संसरति कश्चिन्।
संसरति बध्यते मुच्यते च नानाश्रया प्रकृतिः॥ (کارکا-۶۲)

ترجمہ: "وہ پس پھنسا کوئی بھی شخص در اصل نہ تو مقید ہوتا ہے۔ نہ نجات پاتا ہے۔ نہ آوا گون کے ماتحت ہوتا ہے۔ پرکرتی ہی سب پُرشوں کے آگے پھنستی ہے۔ آزاد ہوتی ہے اور تناسخ میں گھرتی ہے" ؛

تشریح:۔ جیسے درحقیقت سپاہ ہارتی جیتتی اور لڑتی ہے لیکن کہا یہ جاتا ہے کہ بادشاہ ہارا جیتا اور لڑا۔ ویسے ہی گو کہا یوں جائے کہ پُرش (آتما) قیدِ حیات میں پھنسا۔ مُکت ہُوا یا آمد و شُد میں رہا تھا۔ بر فی الواقع پرکرتی پابند ہوتی ہے۔ رہائی پاتی ہے یا دُکھ سہتی ہے ؛ آتما ہرگز آلودہ دامن نہیں ہوتا ؛ جیسے ناریل کی "جل گھڑی" تو پانی میں بندھی رہتی ہے۔ تیرتی ہے۔ اور ڈوبتی ہے۔ پر اُس کے ڈوبتے وقت پٹتا گھڑیال ہے۔ گجر بجنے لگی ؛ ویسے پرکرتی (جسم وغیرہ) تو پرورش حبس اور چھٹکارا میں آتی ہے۔ لیکن نام پُرش کا ہوتا ہے ؛

مَر تو گیا جسم۔ نادان لوگ کہہ اُٹھے کہ فلاں پُرش مرگیا۔

"پُرش انیک ہیں" سانکھیہ والوں کی یہ غلط فہمی جتانے کے لئے رام کا صرف اتنا ہی سوال ہے۔ کہ ایکانت (تنہائی) کی بلندی پر چڑھ کر گیان کی دُور بین لگاکر ذرا بتاؤ توسہی وہ کبھی لا محدود بھی ایک سے زیادہ ہو سکتا ہے"؟

یہاں پر ایوولیوشن (ارتقاء) کے متعلق چند حروف اور لکھ

سینے واجب ہیں ؀

عزیز من! ٹنڈل ۔ کومٹے ۔ ہیلم ۔ ہولٹز (Tyndall Comte & Helm Holtz) کو پڑھتے پڑھتے ؀ پیارا سر آپ کا کچھ چکرایا ہوا سا معلوم ہوتا ہے ۔ تھکاوٹ کے آثار نمایاں ہیں ۔ آؤ تفریح کے لئے گنگا کنارے کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھائیں ۔ یہ کیسی صاف تخت کی مانند ٹیلا ہے ۔ اس پر تشریف رکھئے گا ؀ ہوا کیسی رہ رہ کر چل رہی ہے ....

انگریزی خوان (بیٹھ کر) مہاراج سائنس تو یہی جتاتا ہے کہ زور اور طاقت سے کام لیکر اپنے حقوق کو قائم رکھنا ۔ اپنی فضیلت کو بڑھائے جانا اور زندگی کا لطف اٹھانا ہمارا عین فرض ہے ایسا کرنے میں اگر کسی کو نقصان پہنچتا ہے تو وہ اپنی نادانی اور کمزوری کی سزا خود پا رہے ہیں ۔ ہمیں کیا؟

رام :۔ بھگوان! ایک بات میں تو ہندو شاستروں کا تمہارے سائنس کے ساتھ بالکل اتفاق ہے ۔ شاستر بھی حکم دیتے ہیں کہ اپنے حقوق کو قائم رکھنا اور اپنی فضیلت کو برقرار رکھنا انسان کا سب سے اعلےٰ اور سب سے اوّل فرض ہے ۔ دکھوں کا دور کرنا اور پرم آنند (راحت کلی) کا حاصل کرنا ہی برہم ودیا کی غرض ہے ۔ سانکھ درشن کے پہلے ہی سوتر نے تینوں طرح کے مصائب (تیرو فی جسمانی ۔ روحانی) کا استیصال (جڑ سے کاٹنا) آدمی کے لئے مقصد نہائی بیان کیا ہے

(سانکھ درشن) अथ त्रिविधदुःखात्यन्तनिवृत्तिरत्यन्तपुरुषार्थः ॥

ہندو شاستر بھی انسانی زندگی کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ بیدانت تو مرنے کے بعد مکتی یا نجات کا بھروسا نہیں کرتا۔ اس بارے میں خدا سے بھی اُدھار نہیں۔ نقدِ نجات اور سُرورِ مطلق ہاتھوں ہاتھ سوائے بغیر حق تعالیٰ کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اُپنشدیں درشنی ہنڈی سے بھی بڑھکر ہیں۔ مغربی سائنس اور برہم ودّیا یعنی علم الٰہی یکساں اغراض کو پُورا کرنے میں کہاں فرق کر جاتے ہیں۔

پنجاب کے دیہات میں دستور ہے کہ حجّام لوگ عام خدمتگار کا کام بھی دیتے ہیں۔ مدّت کا ذکر ہے کہ ایک گاؤں کے پٹواری نے اپنے نائی کو بلا کر سخت تاکیداً کہا کہ "بہت جلد کھانا کھا کر یہاں سے سات کوس پر میرے سمدھی کے گاؤں میں جاؤ۔ نہایت ضروری پیغام بھیجنا ہے"۔

نائی بیچارے کے تیزی جلدی سے ہاتھ پاؤں پھُول گئے۔ گھبرایا، گھبرایا اپنے گھر گیا۔ ایک باسی روٹی بیوی سے لیکر صافے و نہانے کا کپڑا، کے سینے میں باندھی۔ اس خیال سے کہ کہیں رستے میں کھاؤنگا اور جھٹ روانہ ہوا۔ گیا۔ گیا۔ جلدی جلدی قدم بڑھا رہا ہے۔ اپنے آقا کا حکم کس نیک دل کے ساتھ بجا لا رہا ہے۔ مگر اے بھولے! تو نے چلتے وقت پیغام تو پٹواری سے پُوچھا ہی نہیں۔ سمدھی کو جا کر کیا کہیگا؟

نائی کو اس بات کا خیال ہی نہیں آیا۔ وہ اپنی جلدی ہی کی دُھن میں مگن چلا جاتا ہے۔ جہاں جانا تھا، وہاں پہنچکر پٹواری کے سمدھی سے ملا۔ وہ شخص پیغام نہ پاکر بڑا حیران ہوا۔ نائی

کو دھمکایا یا سخت سُست کہا ہی چاہتا تھا کہ ایک حکمت سُوجھ پڑی۔ ذرا سے سکوت کے بعد بولا "اچھا! تُم پٹواری سے تو پیغام لے آئے۔ خوب کیا؟ اب ہمارا جواب بھی لے آؤ۔ مگر دیکھو! جتنی جلدی آئے ہو۔ اُتنی ہی جلدی واپس جاؤ شاباش!" ❖

نائی (جی میں خوش ہوکر) "میں حکم کے تابع ہوں۔ جناب!" ❖

پٹواری کے سمدھی نے ایک لکڑی کا شہتیر جس کو اٹھانا ہمت کا کام تھا دکھا کر نائی کو کہا کہ یہ چھوٹی شہتیری پٹواری کے پاس لے جاؤ اور اُن سے کہنا کہ "آپ کے پیغام کا یہ جواب لایا ہوں"

بچارے نائی نے سب کام محنت اور ایمانداری سے کئے۔ لیکن شروع ہی میں غلطی کر جانے کی یہ سزا ملی کہ شہتیر سر پر اٹھائے پسینہ پسینہ ہوئے قدم قدم پر دم لیتے ہانپتے کانپتے لوٹنا پڑا! ❖

سائنس نہایت تیز گامی سے زینۂ عروج پر گو آن گو آن (Go on, go on, on, on) آن! آن! کرتا چلا جاتا ہے۔ کیسے شوق سے قدم بڑھا رہا ہے! (On, Science, on) "ہاں شیرا! دَوڑے جا! چلا چل۔ چل چل! شاباش!

لیکن ہائے! جس کام کو جا رہا ہے اُس سے مِل کر تو آیا ہوتا! زمینوں تاروں توپوں بموں کو (جن میں حواس کی خوشیاں متصوّر ہیں) آنند گھن آتما کا سمدھی ٹھان کر اُن کی طرف رواں دواں ہے۔ لیکن کان کھول کر سُنتا رہے "اِن بیرونی اُلجھنوں اڑنگوں اور جھمیلوں میں تسکین اور آنند نہیں حاصل ہوگا۔ اور دیر میں خواہ سویر میں سوکا لڈ

(یعنی جھوٹی یا غیر حقیقی) تہذیت (so called civilization) کا شہتیر سر پہ اُٹھا کر بہ مُشکل تمام بارِ گراں کے نیچے اپنی ذات آتما کو مراجعت کرنی پڑیگی"

اَے روئے زمین کے نوجوانوں! خبردار! تمہارا پہلا فرض اپنی ذات کو پہچاننا ہے۔ جسم واسم کے طوق کو گردن سے اُتار ڈالو۔ اور باغ عالم میں حواس کے غلام بنے ہوئے بار برداری کے لئے بیگار میں آوارہ مت پھرو۔ اپنی ذات کو پہچان کر حقیقی شاہنشاہی کو سنبھال کر پتّے پتّے اور ذرّے ذرّے میں گلزار کا نظارہ دیکھتے ہوئے ذاتی آزادی میں مست سَیر کرو ۔ ویدانت تمہارے کاروبار میں گڑبڑ ڈالنی نہیں چاہتا۔ صرف تمہاری نگاہ کو بدلنا چاہتا ہے۔ دفترِ عالم تمہارے سامنے کھُلا ہے۔

GOD IS NO WHERE اس کو بجائے

"God is nowhere خدا کہیں نہیں ہے۔ دُنیا ہی دُنیا ہے" پڑھنے کے God is now here "خدا اب یہاں ہے جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تُو ہی تو ہے"

ئہ نمیگویم کہ از عالم جدا باش ※ بہر کارے کہ باشی با خدا باش

پڑھو ۔ ویدانت کی غرض تمہاری چوٹی مُونڈنے کی نہیں ہے۔ تمہارے باطن رنگ دنیا اُس کا کام (سمجھاؤ) ہے۔ ہاں اگر تمہارے اندر اتنا گوڑھا رنگ چڑھ جائے کہ اندر سے چھُوٹ کر باہر نکل آئے۔ یعنی بیراگ سے کپڑے بھی لال (گیروے) بنادے تو مُبارک ہو تم مُبارک ہو تم!

اَے پولیٹیکل اکانومی (علمِ سیاستِ مدن)! تمہارے اوسان خطا کیوں

ئہ میں نہیں کہتا ہوں کہ تو جہان سے الگ رہے (بلکہ یہ ہدایت کرتا ہوں) کہ جس کام میں تُو رہے خُدا کے ساتھ رہو (یعنی خُدا کا دھیان دل میں رکھ)

ہو رہے ہیں۔ گھبراؤ نہیں! ان ودیاوت نشٹھ سادھو لوگوں کا رہنا
"سرمایہ کا لاحاصل خرچ" (Unproductive expenditure of Capital)
نہیں ہے۔ لازوال سرمایۂ روحانی کا خزینۂ بے پایاں یہ سادھو لوگ ہیں
ان کے مبارک دم کی خاطر زمین باردار ہوتی ہے۔ ان کے امرت
بھرے نینوں کی خاطر تارے سورج چمکتے ہیں۔ انکے چرن کملوں پہ
دبے جانے کے لئے لکشمی (دولت دنیا کی دیوی) تڑپتی ہے۔ دنیوی
سرمایہ کے خیال میں مستغرق لوگو! کیا تم کو اُنکا وجود ناگوار گزرتا ہے
درُست۔ اور تو اور یہ فقیر پرمیشور سے بھی کبھی سوال نہیں کرتے
جسم رہے تو خیر۔ ورنہ بلا سے ابھی کٹ جائے۔ اُن کا دم لینا۔ اُن کا
چلنا پھرنا پرکرتی کے سر سَو سَو احسان کرنا ہے۔

بہشت بیکنٹھ کے سُکھوں کو کوّے کی بیٹ کی طرح ہیچ سمجھنے
والے یہ حوصلہ رکھتے ہیں کہ تم اُن کے سر پہ پھولوں کی بجائے راکھ
ڈال دو۔ وہ اس بھسم کو مستک پر دھارن کرکے پریم بھری نگاہ کے
ساتھ تمہارے دل کو شانتی سے بھر دینگے۔ اے پولیٹیکل ایکانمی
(علم سیاستِ مُدن) کے پڑھنے والے! کچھ خبر بھی ہے؟ یہ
بھگوے کپڑوں میں "اوم" کی دلکش صدا بلند کرتا ہوا مستانہ چال
کے ساتھ کوچے میں سے کون گزر گیا؟ پاس جاکے دیکھ۔ آنکھیں صاف
کہہ رہی ہیں کہ کل کائنات کا شاہنشاہ بھیس بدلے کاسۂ گدائی ہاتھ میں
لے کر سیر کر رہا ہے۔

لے ملنگ تنگ سے کھٹیرے کھانڈے چال چلن امیری میں
میرا من لگا فقیری میں

رانجھا جوگیڑا بن آیا

نہ رایہ چاکر چاک رکھیندا　　نہ ایس ذرہ شوق رہیندا

نہ مشتاق ہے دودھ دہیں دا　　نہ ایس بھوک پیاس کوڑے

کون آیا پہن لباس کوڑے

پیارے اہلِ ہند! اپنے بچوں کی تعلیم "ڈی او جی - ڈاگ - ڈاگ - معنی "کُتّا" سے شروع کرنے کی بجائے "جی او ڈی - گاڈ - گاڈ یعنی پرمیشور رُوپ عارفوں کے اُپدیش (اوم) سے شروع کراؤ:-

سے　از راستی است جائے الف درمیانِ "جان"

واو از کجی ہمیشہ بود درمیانِ "خون"

اگر ایسا نہیں کرسکے تو لڑکوں کو کالج میں داخل ہونے سے پہلے کسی عارفِ کامل کی صحبت میں پورے سال یا چند ماہ تک کے لئے چھوڑ دو اگر یہ بھی نہ ہو سکا تو اے یونیورسٹیوں کے ڈگری یافتہ نوجوانو! اے ولایت سے پڑھ کر آنے والو! روپے کی ملازمت اختیار کرنے سے پہلے آؤ! کسی برہم ودیا (علم الف) کے سچّے آچاریہ کی تلاش کرو۔ جو نہ صرف ویدانت کی تھیالوجی (Theology) یعنے کتب مباحثہ سے واقف ہو- بلکہ جو خود ویدانت (religion) مجسّم ہو جس کی ہر حرکت آنند رُوپ ہو، جس کے ہر سر مُو سے یہ گیت نکل رہا ہو

[illegible]

[illegible]

سلہ راستی کے سبب سے (لفظ) "جان" کے درمیان الف کا مقام ہے اور ٹیڑھا پن کی وجہ سے (حرف) واو ہمیشہ (لفظ) "خون" کے بیچ میں آتا ہے:

. . . .

वेदाहमेतम् पुरुषं महान्तमादित्यवर्णं तमसः परस्तात्।
तमेव विदित्वाति मृत्युमेति नान्यः पन्था विद्यतेऽयनाय॥ (یجر وید)

مطلب: سُنو! اے امرت (حیاتِ جاوداں) کی اولاد نُورانی مقاموں کے رہنے والوں! سنو! میں نے پایا ہے۔ میں نے پایا ہے۔ میں نے اُس لامحدود ذاتِ کبریا کو جانا ہے۔ جو تاریکی سے آفتاب کی طرح برتر ہے۔ اُسی کو جان کر انسان موت پر غالب آتا ہے۔ یہی ترکیب ہے نجات پانے کی اور کوئی راہ نہیں۔ اور کوئی راہ نہیں ۔

کیا ایسے برہم نِشٹھ عارف مُبارک بھارت میں نہیں ہیں؟ صرف اُنہیں کے لئے نہیں ہیں جنہیں سچی تلاش نہیں ۔ کبھی آپسے حقیقی زندگی کا دم پھونکنے والے، پرم ہنس کے اثرِ صُحبت سے تم ساری عُمر زر کے غُلام نہیں بنے رہو گے بلکہ ع "دولت غلام من شد و اقبال چاکرم"[1] کا معاملہ دیکھو گے ۔ زندگی کے بازار میں جس طرف جاؤ گے نغمۂ راحت (harmony) تمہیں ویلکم کرتا ہُوا ملیگا۔ جدھر نگاہ کو ڈالو گے۔ کامیابی مُصافحہ (شیک ہینڈز) کرنے کو حاضر ہو گی ۔ تمہارے سبزۂ نَو میدہ کے ساتھ ہونٹوں پر تبسّم شیریں ہمیشہ کے لیئے اُگ کر جمال دکھائیگا۔ اور پیشانی پر نُورِ معرفت سدا کے لیئے طلوع ہو کر جلال برسائے گا ۔

[2] ब्रह्मविद इव सोम्य ते मुखं भाति। (چھاندوگ)

---

[1] دولت میری غلام ہو گئی اور اقبال میرا نوکر ہو گیا ۔

[2] سے پیارے! تیرا چہرہ عارفِ کامل (برہم گیانی) کی طرح نظر آتا (منوّر ہو رہا) ہے

ہائے! میری جان سے بڑھ کر عزیزو! تمہیں کب پتہ لگے گا کہ

لہ ہر کمالے کہ ما سوائے حق است * درحقیقت زوال می دانم

ٹہ اگر تن را نباشد دِل منوّر زیرِ خاکش کن *

نباشد در شبستاں عزتے فانوسِ خالی را

موجودہ سلسلۂ تعلیم نے بیشک فائدہ پہنچایا ہے۔ لیکن اِس میں ترمیم اور اصلاح کی بہت ضرورت ہے * تمام مذہبوں کی جان۔ فلاسفی کا تاج۔ سائینسوں کا سائینس ویدانت ہی ایک علم ہے جو گرداب جہل و بلا میں ڈوبنے والوں کی دستگیری کر سکتا ہے * اوائل عمر میں جب کہ تختۂ دِل نہایت ہی تاثیر پذیر ہوتا ہے۔ اکثر غلطیاں جو طالب علموں کو مقوّی دوائی سمجھ کر پلائی جاتی ہیں۔ اُن کے خون میں فساد ڈال دیتی ہیں۔ اور اُن کی زندگی کو تلخ بنائے رکھتی ہیں * مثلاً درسی کتابوں کے اشعار ذیل :- ع تہ کہ جنبشِ نفس نگردد بسالہا معلوم *

ٹہ سگے را لقمۂ ہرگز فراموش	نگردد گر زنی صد نوبتش سنگ (۱)
وگر عمرے نوازی سفلۂ را	بکمتر چیزے آید با تو در جنگ (۲)

لہ جو کمال کہ خدا کے علاوہ ہے۔ میں اُس کو حقیقت میں زوال خیال کرتا ہوں *

ٹہ اگر کسی جسم کا دِل منوّر نہیں ہے تو اُس کو مٹی تلے دبا دے کیونکہ خالی فانوس کی شبستان (کمرے) میں کوئی عزت نہیں ہوتی ہے۔

تہ نفس (آہنکار) کا کمینہ پن برسوں نہیں معلوم ہوتا *

ٹہ کتا لقمہ کو ہرگز نہیں بھولتا ہے۔ خواہ سو دفعہ تو اُس کو پتھر مارے

ٹہ اور اگر تمام عمر تو کمینہ آدمی پر نوازش کرے تو وہ تھوڑی سی بات پر تیرے ساتھ لڑائی کے لئے آمادہ ہو جائے گا *

۱ بر تواضع ہائے دشمن تکیہ کردن ابلہی است
پائبوس سیل از پا افگند دیوار را

۲ ندانست آنکہ رحمت کرد بر مار ٭ کہ آن ظلم است بر فرزند آدم

۳ سنگین دل است آنکہ بظاہر ملائم است
پنہاں درون پنبہ نگر پنبہ دانہ را

ایسی نصیحتوں سے آدمی کا دل شک اور بدگمانی کا گھر بن جاتا ہے اور اُس کی آنکھوں میں ایسا مرض سما جاتا ہے کہ جدھر دیکھتا ہے عداوتِ مجسّم سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ حالانکہ در اصل اس کی اپنی بدگمانی اور وسوسے ہی ملاقات کرنے والوں کے تیرہ دل ہو جانے کا باعث ہوتے ہیں۔ ویدانت کا یہ فتوای ہے کہ "سفلہ۔ دشمن۔ سنگین دل۔ "خبیث"" کوئی ہے ہی نہیں۔ میری ذات پاک ہی تمام لباسوں میں ہر وقت جلوہ دکھاتی ہے ٭ اپنے آپ کا کوئی بُرا نہیں کرتا۔ پس میرا بُرا کرنے والا کون ہے؟ غیر تو کبھی رحل خیال میں بھی موجود نہیں ہُوا ٭
بدگمانی چھوڑ دو۔ غیر بینی کا کفر توڑ دو۔ جھوٹ سے مُنہ موڑ دو ٭
اگر اُوپر سے سنکھیا کی طرح کوئی شخص میرے پاس آیا ہے تو ضرور

---

۱ دشمن کی خاطر تواضع پر بھروسہ کرنا بیوقوفی ہے۔ کیونکہ نالہ (دریا) کی قدمبوسی دیوار کو گرا دیتی ہے ٭

۲ جس شخص نے کہ سانپ پر مہربانی کی اُس نے یہ نہیں جانا کہ نسلِ انسان پر (یہ مہربانی) ظلم ہے ٭

۳ جو کہ ظاہر میں نرم ہے۔ وہ اندر سے سخت دل ہے۔ روئی کے اندر بنولے کو چھپا ہُوا دیکھ ٭

کسی جذام کو دا ...ر کرے گا۔ اس زہر کی ضرورت ہی تھی ۔ اگر نشتر کے
ظاہری ڈھنگ میں بلاتا ہے تو ضرور رگ جنون کا فصد کھول کر میری
صحت کا باعث ہوگا۔ مبارک ہے۔ اگر کاٹنے والا استرا بن کر آیا ہے
تو ضرور میرا خط ...ہی بنائیگا۔ اچھا ہوا ۔ سب اجسام میرے ہیں میرے
اپنے آپ سے مجھ کو ضرر کا اندیشہ نہیں ۔ ظاہری اختلاف حقیقی
نہیں۔ صرف نمودی ہیں جیسے ہر شخص جانتا ہے کہ کبھی مجھ میں عالم
طفولیت تھا پھر عہدِ جوانی گذرا۔ آئندہ بڑھاپا بیت جائیگا۔ لیکن طفولیت
جوانی بڑھاپے وغیرہ کے باوجود میری ذات وہی ہے وہی رہی ہے
تبدّلات کے شاہد میری ذات میں کچھ فرق نہیں آیا ۔ یہ سب تغیّرات
زمانی صرف ظاہری تھے۔ حقیقی نہیں تھے ۔ ٹھیک اسی طرح تغیّرات
نفسانی (اشخاص کے باہمی اختلاف) بھی صرف ظاہری ظاہر میں ہوتے
ہیں۔ فی الحقیقت نہیں ۔

سائنس بتاتا ہے کہ سردی اور گرمی دونوں حرارت کے نام ہیں
صرف درجے کا فرق ہے۔ برف کو سرد کہتے ہیں۔ لیکن برف کی ٹھنڈ بھی
حرارت کا ایک درجہ ہے۔ بھاپ کو گرم کہتے ہیں وہ بھی حرارت کا ظہور
ہے۔ برف کی ٹھنڈ اگر حرارت ہی کا تماشا نہ ہوتی تو پگھلتی ہوئی برف کو
صفر سینٹی گریڈ سے بہت نیچے اُتار سکنا کچھ معنی نہ رکھتا ۔

اندھیرا اور اجالا بھی ایک ہی روشنی کے علیٰحدہ علیٰحدہ درجوں کے
نام رکھے گئے ہیں۔ رات کا موقع آدمی کے لئے اندھیرا ہے۔
لیکن بلّی، چیتا وغیرہ کے لئے اجالا ہے ۔

اسی طرح کمزوری اور طاقت بھی ایک ہی کیفیت کے درجوں کے نام

ہیں ۔ جہل اور علم بھی آپس میں متضاد نہیں ۔ پانچ برس کا لڑکا جاہل اور وہی بیس برس کی عمر میں ایم اے ہو کر فاضل کہلاتا ہے ۔ پھر یہی ایک لائب میٹر کے سامنے طفلِ مکتب رجاہل گنا جائے گا ۔ ویسے ہی دیانت دکھاتا ہے کہ اے اپنے تئیں بھلا کہنے والے ! جب بڑا آدمی نظر پڑے تو یقیناً جان کہ وہ تیرا ہی بچپن کا ننھا اور پیارا اپنا آپ ہے ۔ نفرت کیوں ؟ دس سال کو تیری حالت اور کی اور ہو جاتی ہے ۔ کیا تب اس وقت کے اپنے آپ کو "لغو بوالفضول" کہنا گوارا کریگا ؟ نہیں ۔ پس زینۂ ایوولیوشن (ارتقاء) کے علیٰحدہ علیٰحدہ مدارج پر چلنے والے اصحاب کو بُرا یا بھلا ہونے کا فتویٰ مت لگا ۔ اُن کی ذاتی وحدت (प्रत्यभिज्ञा) کو چشمِ جگر سے دیکھ کر محبت کا جام نوش کر ۔

بعض کا یہ خیال ہے کہ مخالفین کو ذلیل کرنا ہی اپنی عزت (honour, self-respect) کو قائم رکھتا ہے ۔ ایسے شخصوں کو دیانت یہ مشورہ دیتا ہے کہ "اس قسم کے خیال سے درگزرو ۔ ورنہ ذلت اٹھاؤ گے" ۔ بدلہ لینا ۔ سزا دینا اور کینہ پروری وہ گدھ ہے جو صاف بتا رہا ہے کہ تمہارے اندر جہل کا مُردہ سڑ رہا ہے ۔ بغیر مُردار کے غصہ کا گدھ کبھی آتا ہی نہیں ۔ خواب میں کسی نے گالی دی ۔ اُس کو اپنے سے جُدا مان کر انتقام لینے کے درپے ہونا صریحاً جتلا رہا ہے کہ تم خود خوابِ جہل میں سوئے پڑے ہو ۔ اور دنیا کے بس میں ہو ۔ پس خیالِ انتقام تو تمہاری حقیقی عزت کو خاک میں ملاتا ہے ۔

بعض لوگ اپنی چالاکی اور دھوکا دہی کی لیاقت پر نازاں ہوتے ہیں۔ ایلہ فریب ہونے کا کرتے۔ ٹیڑھی ترچھی چالبازی سے مطلب برآری کرنا بڑی [illegible] سمجھتے ہیں ÷ اُن کی قابلِ رحم حالت پر ترس کھا کر دیدانت یہ ٹل خبر سناتا ہے کہ دیر ہیں خواہ سویر میں تلخ تجربہ کے یہ مارے طمانچوں کے گالیں لال کر کے نابر کرتی انہیں یہ سبق ضرور پڑے گی کہ "دھوکا باز صرف اپنے تئیں دھوکا دے سکتا ہے۔ انجام کار عیاّر کو دھوکا دینا محض ناممکن ہے" آگ شائد حرارت کو کبھی چھوڑ بھی دے۔ لیکن فریب خود فریب باز کو بے شیکے رہنا ہرگز نہیں چھوڑ سکتا ÷

عملی دوئیت باز (بعنی کار یا کوئی اور پاپ کرنے والا) اپنے کردار سے قانونِ وحدت کو توڑتا ہے۔ آفتاب حقیقت (ادویت) کی آنکھوں میں نون ڈالا چاہتا ہے ÷ ایسے کے لئے کہیں پناہ نہیں۔ قانونِ وحدت کو توڑنا گناہ ہے ÷ اور کثرت میں وحدت (unity in plurality) دیکھنا پھر آہستہ آہستہ خیالِ کثرت کا مطلقاً نفی کر دینا انسانی زندگی کا معیارِ اعلیٰ ہے ÷ جیسے عام آدمی کو پتھر گائے بھینس نظر آتے ہیں اُسی زور سے عین سرور ذاتِ واحد کا کُل میں انوبھو کرنا زندہ جاوید ہونا ہے ÷

شام کے وقت باغ کے کونے سے پورن پریم بھرے لہجے میں اس بھجن کے گانے کی آواز آ رہی ہے:۔

میں اپنے رام کو رجھاؤں
جنگل جاؤں نہ برجھ نہ چھیڑوں نہ کوئی ڈر ستاؤں

پات پات میں ہے انباشی واہی میں درس کراؤں

میں اپنے رام کو رجھاؤں

اَوشد کھاؤں نہ بوٹی لاؤں نہ کوئی بید بلاؤں

پُورن بید سلے انباشی تاہیں تو نبض دکھاؤں

میں اپنے رام کو رجھاؤں وغیرہ وغیرہ

گانے والا کون ہے؟ بھگت کبیر۔

ایک (نوجوان (رام داس) دل میں کھب جانے والا گانا سُن کر بیراگ سے بھر آیا۔ آبدیدہ ہوکر کبیر جی کے چرنوں پر سر رکھدیا۔ اور ہاتھ جوڑ کر التماس کی کہ "آپ سب شکتی رکھتے ہیں۔ مجھے بھی بھگوان کے درشن کراؤ"۔ کبیر جی رام داس کے سچے بھگتی بھاؤ کو دیکھ کر انکار نہ کر سکے۔ کچھ تامل کے بعد پرسوں درشن کرانے کا وعدہ لیا۔ اور تیاری کے لیے سامان بہم پہنچانے کی بابت رام داس کو خوب سمجھا بجھا دیا۔

دوسرے دن رام داس نے خوشی خوشی اپنی جائداد فروخت کر کے اُسکے چاول کھانڈ گھی میدا دودھ وغیرہ خرید لئے۔ روزِ مقررہ کو نہایت نفیس بھوجن تیار کیے گئے اور سادھو لوگ مدعو کیے گئے۔

ادھر طرح طرح کے لذیذ کھانے تیار پڑے ہیں۔ اُدھر مہاتما لوگ مل کر اپنے بھجن پاٹھ میں لگے ہیں۔ رام داس نہایت درجے کی پریم و بھگتی کے ساتھ ایکانت میں پوجا کر رہا ہے۔ اس اُمید پر کہ ابھی بھگوان کے درشن ہوتے ہیں کہ ہوئے۔

رام داس کو درشن ہوئے پیچھے سب مہاتما ضیافت میں شریک

ہونگے۔ سب لوگ چشم انتظار پھاڑ پھاڑ کر مبارک ساعت کے دھیان میں ہیں ؛

لو دو پہر ڈھل گئی رام داس کو درشن ابھی نہیں ہوئے ؛

سہ پہر ہو گئی۔ درشن نہین نصیب ہوئے ؛

چند نوجوان سادھو جنوں کی انتڑیاں پرمیشور کو کچھ کا کچھ کہنے لگیں کہ ہائے ہمارے شکم اور طعامہائے لذیذ کے درمیان حد فاصل (partition) کیوں بنا ہے! بعض پر مایوسی چھا گئی۔ بعض کبیر کو الزام دینے لگے۔ بعض رام داس کو مخبوط الحواس تصور کرنے لگے کہ کس بات پر بوجھ پڑا ؛ چند پریمی اس آنند بھرے خیال سے بغلیں بجاتے تھے کہ شاید رام داس کے پیروں کی بدولت ہم کو بھی درشن نصیب ہوں۔ الغرض اُمید و انتظار میں ہر ایک کا

ع چوں گوش روزہ دار بر اللہ اکبر است ؛ کا سا معاملہ ہو رہا تھا۔

اِن لوگوں کو تو اپنے اپنے خیالات میں محو چھوڑیئے۔ اُدھر بھوجن طعام وغیرہ کی خبر لیجیئے۔ پوتر رسوئی (چوکا) میں یہ کیا گھمسان مچا ہے۔ اس جگہ یہ بھینس کدھر سے آ گئی ؟

کھیر کے برتن اوندھے پڑے ہیں۔ کڑاہوں مین حلوے کو بھینس کا منہ لگا ہوا ہے۔ مال پوڑے سب چھوٹے ہیں۔ دال وال کے دیگچے پھوٹ ہیں۔ بھینس نے سینگوں سے چولہے بھی توڑ دیئے ہیں۔ سارے ستھاں کو جا بجا کھروں سے خراب کر دیا ہے ؛

جگہ جگہ گوبر کر دیا ہے

اب بھینس تھوتھنی اُٹھا کر اُڑانے لگی ؛

خلافِ اُمید کھانا پکانے کے کمرے سے یہ آواز سُن کر سب سادھو چونک پڑے ۔ دن بھر کی بھوک کے باعث آشفتہ خاطر تو پہلے ہی ہو رہے تھے ۔ کھانے والے پر صاف چوکا اور سب اُمیدوں کے سر پانی پھرتا دیکھ اُن کے غیظ و غضب کی آگ درجۂ اتم تک بھڑک اُٹھی۔ تموگُن کی ترقّی ناگفتہ بہ ۔

اُدھر سے رام داس بھی دیوانہ وار ہاتھ میں لٹھ لئے آگیا ۔ سادھوؤں نے بھینس کو گھیر رکھا اور رام داس نے بھینس کی بھگت سنوارنی شروع کی ۔ مار مار کر سب کھایا پیا نکال دیا.........

کوئی کبیر جی پر پھبتیاں گھڑ رہا تھا ۔ کوئی صلواتیں سُنا رہا تھا ۔ کوئی تیز و تُرش فقرے چُست کر رہا تھا ۔

بھینس زخمی ہو کر خون آلودہ بدن لئے لنگڑاتی لنگڑاتی دردناک آواز سے فریاد کرتی مُشکل سے اپنی جان بچا کر باغ کے اُس کونے کی طرف آنکلی جہاں کبیر ٹھہرا ہُوا تھا ۔ پیچھے پیچھے رام داس اور سادھو لوگ بھی کبیر جی کی خُوب خبر لینے کو اُسی طرف آرہے تھے ۔ آکر کیا دیکھتے ہیں کہ مارے ہمدردی کے بھگت کبیر بھینس کے گلے لپٹ کر زارو قطار رو رہا ہے :۔ "ہے بھگون ! ہائے ! آپ کو آج وہ چوٹیں آئیں جو راون سے لڑتے وقت بھی نہیں آئی تھیں ۔ ہائے ! آپ کو آج وہ کچھ سہنا پڑا جو کنس کے مقابلے کے وقت بھی نہیں سہنا پڑا تھا ۔ ہائے ! آپ کو آج..............

کبیر بھگت کے سوز و گداز نے کُل سامعین کی حالت یکایک بدل دی ۔ جیسے آگ کے ساتھ جو چیز چھوُ جاتی ہے آگ ہو جاتی ہے ۔ ویسے

اِس موقع پر کبیر کے اثر سے رام داس وغیرہ کے قلوب ایسے مصفّا ہو گئے کہ عین سرورِ ذاتِ واحد کے ماسوا کچھ نہ رہا۔ غیریت ایک دم مٹ گئی پردہ دوئی اُٹھ گیا۔ ہر جگہ ہر شئے میں ایک ہی آتما پایا۔

س
من ایسو نرمل بھیو جیسے گنگا نیر
پیچھے پیچھے ہر پھرے کہت کبیر کبیر

رنج و الم خواہشاتِ نفسانی۔ آرزو ہائے جسمانی کافور ہو گئے۔ بجائے ایک جسم اپنا ہونے کے تمام ابدانِ خاص اپنا آپ نظر آنے لگے اور یہ خاص اپنا آپ آرام کائنات خود رام ہی تھا۔ عجب درشن ہیں کہ درشن کرنے والا اور درشن دینے والا دو نہیں رہتے۔ خود تماشا و خود تماشائی۔ حیرت ہے۔ ہر (پرمیشور) کا یہی درشن ہے کہ ہر (چرند پرند۔ انسان۔ کائنات سب) میں ہی ہُوں۔

اے عالمِ ظاہری! کیا تو باغِ عالم کے انگوروں کے پتے گننے بیج ماپنے۔ رس تولنے اور چاقو سے اجزا کاٹتے ہیں (Botanists) عالمِ نباتات دانوں کی طرح عمر کھو دے گا۔ اِن گوناگوں انگوروں میں آب انگور کا قطرہ ایک دفعہ تو چکھ۔ پھر بات لگ ہی جائیگی۔

س
نگاہِ یار جس دن سے نگاہوں میں سمائی ہے
مری آنکھوں میں کانٹا سا کھٹکتا کُل زمانہ ہے

یہ شوخ دختِ رز منہ کو لگی ہوئی تجھے اپنے محبوب سراپا ناز کے برقع و نقاب کو پھاڑنے کی ہمت دیگی۔ اِسی مبارک شراب نے پرم ہنس رام کرشن کو بھنگیوں (خاکروبوں) کی جھونپڑی میں جگدمبا (مادر گیتی) کالی کے درشن کرائے اپنے سر کے لمبے بالوں سے جھونپڑی کا

.... صاف کرنے لگے ۔ اسی شراب وحدت کی ترنگ میں مہا پربھو چیتن گورنگ نے اپنے جسم کو مادرِ گیتی پایا۔ اور ماتا کے مارے جو سامنے آیا اُس کو جھٹ گود میں اُٹھایا۔ ہائے! ہائے رسے اُلفت مادری اگائے کی طرح اپنے بچوں کو چاٹنے لگے ۔

اے چھڑے تک رہ جانے والے سائنس! دُور ہو! میری آنکھوں کے سامنے سے۔ اے فلاسفی کی اوٹ! دفع ہو جا میرے آگے سے۔ دیکھوں تو سہی یہ نیائے (منطق) اور ویا کرن کا پروفیسر (چیتن) کہاں بھاگا جاتا ہے۔ اے لو! کرشن کے گلے جا لپٹا اور پریم سے زار وقطار رو رہا ہے ۔

کرشن کے! یہ کرشن کہاں ہے ؟ یہ تو ایک نامی بدمعاش کلال خانہ سے شراب پی کر جا رہا تھا ۔

اے اپنے اندر بدمعاش رکھنے والی عیب بیں دویت درشٹی! اوّل پن کو ہٹا۔ اُپنشد کے ہسپتال میں آنکھیں بنوا۔ پھر تو اس معاملے میں رائے زنی کے قابل ہوگی۔ فی الحال اپنے بدمعاش کی حالت دیکھ! وہ اپنے ہر ایک انداز سے ہر ایک قول و فعل سے صاف بول رہا ہے کہ "میں کرشن ہوں"۔ اُس کا بدمعاش پن جبھی تک تھا جب تک چیتن کی حق بین نگاہ اُس پر نہیں پڑی تھی۔ مسیح حقیقی نے ایک ہی نظارے میں جذام گناہ کو نابود کر دیا۔ اناتھ پاپی سے ترلوکی ناتھ کرشن بنا دیا ۔

سے قربان نگاہ تو شوم بازنگاہ ہے

لہ قربان نگاہِ تو شوم بازنگاہ ہے

प्रवाहैरश्रूणां नवजलदकोटी इव दृशौ
दधानं प्रेमद्रोपरमपद कोटोः प्रहसनम्।
वमन्तं माधुर्य्यैरमृत निधिकोटिवनुच्छटाभिस्तं
वन्दे हरिमदृ इसन्यास कपटम्॥

مطلب:۔ وہ جس کی آنکھیں ابر بہاری کی طرح لگاتار پانی برسا رہی ہیں۔ جس کے پریم کا اظہار لوگوں کے دلوں میں بہشت و رضوان سے نفرت پیدا کرا رہا ہے۔ خوبی اور شیریں ادائی کے باعث جس کے بدن سے آبحیات کا سمندر نکل رہا ہے۔ یہ کوئی اور نہیں ہے۔ آہا ہا! سنیاس کے لباس میں پرمیشور ہی ہے۔ جے! جے!! جے!!! ٭

وہ دیکھنا۔ اس جنگل میں یہ خراب خستہ جھونپڑی کس نے بنا رکھی ہے۔ آؤ۔ دیکھیں تو سہی!

اجی۔ جانے بھی دو۔ یہ تو کسی بُھت ریخ جاتی کی ہے۔ اندر چلے گئے تو پھر نہانا پڑیگا۔ تم بھی تو کس بات کے پیچھے پڑے ہو۔ اب چھوڑ دو بھی! ٭ خیر رام کے مارے باندھے جھونپڑی میں گھستے ہیں ٭

"ایں! یہ کون؟" دم بخود رہ جاتے ہیں ـــ

ناظرین! سمجھے؟ اس جھونپڑی میں کون بیٹھا ہے۔ پہچانتے ہو کہ نہیں؟ کون ہندو یا مسلمان ہے جس نے دسہرے کے دنوں "بول راجہ رامچندر جی کی جے" نہیں سُنی ہوگی اور پُر تکلف سجاوٹ والی پالکی میں سوار مہاراج کے درشن نہیں کئے ہونگے؟ وہی راجہ رامچندر اب اس پھٹی پُرانی چٹائی پر معہ سیتا جی بیٹھے ہیں ٭ کیا اُداس ہیں؟

اُداس کیسے؟ از حد بشاش ہیں ٭

چٹائی سے نیچے زمین پر ایک ادنےٰ قوم کی بھیلنی (شبری) بیٹھی ہے اُس سے گھل گھل کے کیسی باتیں کر رہے ہیں * بھیلنی بیروں کی بہار میں جنگل سے بیر چُن کر لائی تھی۔ اُسنے سب کو چکھ چکھ کر میٹھے الگ رکھ دیئے تھے اور باقی کھا گئی تھی۔ وہ بھیلنی کے چکھے ہوئے اِس وقت شوق سے ہوئے میٹھے بیر ہاتھ بڑھا کر میٹھی میٹھی زبان سے مانگ رہے ہیں *

مریادا پرشوتم راجہ رام چندر کی یہ حالت دیکھ کر بھی ہند میں سمپردائی جھگڑے اور تعصب کی بُو باقی رہ جائے گی ؟

بھیلنی کا ٹوٹا پھوٹا مکان دیکھ کر طبیعت شاید دق ہو گئی ہو گی آؤ اب دِلّی کی سیر کرائیں۔ برہمنوں راجاؤں مہاراجوں کی شان دکھائیں *۔ یگیہ کی دھوم دھام میں کہیں ساتھ نہ چھوڑ دینا *

آہا! یہ کیا ؟ یہ پیر کن نازک انگلیوں نے پکڑ لیے ؟ یہ چرن کون دھونے لگا ؟ ناظرین ! کچھ پتا لگا ؟ روئے زمین کے شاہنشاہِ ذوالاقتدار اِدھر جس کے چرنوں کی خاک حاصل کرنے کو ویسے ہی تڑپتے تھے جیسا کہ اُدھر مہ جبینانِ سیمیں ساق اُس کے لب شیریں کے بوسے کے لیے۔ وہی کرشن جسکی بانسری کا طفلانہ زمزمہ ! اِدھر عاشق مزاجوں کے دلوں میں ویسی ہی چٹکیاں بھرتا ہے جیسا کہ اُدھر اُس کی گیتا اہلِ خرد کو گُدگُداتی ہے۔ وہی شری کرشن چندر ہر رکھہ و مہ کے دلی اُمنگ سے پانو دھونے کی ڈیوٹی (فرض) اختیار کئے ہوئے ہے اُسی سے پیر پکڑے گئے * کرشن کی محبت کا جب یہ حال ہے تو اہلِ ہند! تمھارا کیا فرض ہے ؟ تمھیں بتاؤ *

پدرم روضۂ رضواں بدو گندم بفروخت ۔ ناخلف باشم اگر من بجوے نفروشم

سوال:- کیوں مہاراج جب تک ویدانت کے رنگ نہیں چڑھے تھے تو بالکل سادہ لباس پہنتے تھے۔ اب تیاگ ویراگ کی وِدیا آنے پر سرتاپا ریشمی پوشاکیں زیب تن ہونے لگیں! اور دیکھو۔ درزی دو رضائیاں کیسی زرق برق لایا ہے۔ ایک چمکیلے سبز ریشم کی ہے دوسری نہایت خوبصورت سرخ ریشم کی ۔

عورت ستی ہوتے وقت پورا شرنگار لگاتی ہے۔ آنکھوں میں سرمہ ہونٹوں پر سرخیٔ پان۔ گلے میں ہار۔ غرض سب طرح زیورات سے آراستہ پیراستہ ہوتی ہے۔ پر اس تیاری کے کیا معنی؟ بس ابھی ابھی آگ میں کودیگی۔

مہاشئے! اس مہاراج کی سجاوٹ بناوٹ تو ستی کا شرنگار ہے ابھی ...... ایک شخص ثابت کر دیتا ہے کہ "رضائی کی لاگت مبلغ ساٹھ روپیہ کے قریب جو دی گئی تو بالکل غضب کیا۔ اصلی لاگت مشکل سے ۲۵ کے قریب ہونی چاہیئے۔ درزی اور بزاز کھا گئے مہاراج (آبدیدہ ہو کر) "ہائے بالکل ہیچ روپیہ کی خاطر تیس یا ساٹھ یا سو روپیہ کی خاطر میں دیدۂ حق بیں کو جان بوجھ کر پھوڑ لوں؟ پرمیشور کو الزام لگاؤں۔ اپنے آپ سے بدگماں ہو جاؤں! قانون محبت کو توڑ دوں؟ کیسا روپیہ! کہاں کا درزی؟ اوم اوم اوم ...... بلا کے سوز و گداز کے ساتھ یہ کلمے نکلے تھے! ناصح کانپ اٹھا۔ پانی پانی ہو گیا۔ اس نورانی شعلے نور دلوسے دبا ؤ نے خود بخود بزاز اور درزی کے دلوں میں

ل میرے باپ نے باغ بہشت گیہوں کے دو دانوں کے عوض بیچ دیا۔ میں اصل کا نہیں ہوں۔ دیتے نا خلف ہونگا اگر اسے ایک جو کے بدلے نہ بیچوں۔

داخل ہو کر انہیں جگا دیا۔ دونوں نے آکر اپنے آپ قصوروں کا اقرار کیا۔ اور تائب ہوئے ٭

کیا جو چیز پرمارتھ (Theory- بحث) میں درست اُترے وہ بیوہار (practice- عمل) میں کبھی دھوکا دے سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ بحث میں درست اور عمل میں ناجائز۔ کھانے کو اور دکھانے کو اور۔ منطق اس کی تردید کرتا ہے ٭

وُہ سائنس جو ایک ہی چپت سے دوئیت باد کا (جو خدا کو ہم سے علیحدہ بتاتا ہے) مُنہ پھیر دیتا ہے۔ دانت باہر نکال دیتا ہے۔ وُہ سائنس جو ہیبت ناک پہاڑ کی طرح سلسلہ غیریّت پر ٹوٹ کر اُسے چینی کے برتنوں کی طرح چکنا چور کر دیتا ہے۔ وُہ سائنس ادوئیت سِدّھانت (مسئلہ وحدت) کے دروازے کی خاکروبی کرتا ہے۔ نیز ویدوں کا ہر صفحہ اس اَدوئیت کے جلال کا مظہر ہے۔ یہ اَدوئیت (ایکتا) کا اصول پرمارتھ کی بلند سطح پر بالکل سچ ہے۔ نہیں سچائی بذاتِ خود ہے۔ اور یہی اَدوئیت سِدّھانت بیوہار کی سطح پر نرنتر پریم بن کر منعکس ہوتا ہے۔ عملی زندگی میں اُلفت حقیقی کے نام میں ظاہر ہوتا ہے۔ کاروبار کے بازار میں محبّتِ یکساں کا جامہ پہن کر اُترتا ہے ٭ پس یہ اَدوئیت سِدّھانت جو پرمارتھ میں عین روشنی ہے۔ بیوہار میں عین محبت بنا ہُوا ہمیں کیونکر دھوکا دے سکتا ہے؟

بھیڑیا سانپ بچھو وغیرہ جن کو موذی جانور مانا گیا ہے۔ اگر ہمارے دل میں انتہا درجے کا پریم ہوگا تو کیا یہ ہمیں نہ کاٹینگے؟ ہاں! نہیں کاٹینگے ٭

अहिंसा प्रतिष्ठायां तत्सन्निधौ वैर त्यागः। (یوگ درشن)

"اہنسا (نفئ ایذا رسانی) کے مضبوط طور پر قائم ہو جانے سے اُس پاس بھی عداوت نہیں بھڑک سکتی" ٭

لہ یکے دیدم از عرصۂ رودبار
کہ پیش آمدم بر پلنگے سوار (۱)
چناں ہول زاں حال بر من نشست
کہ ترسیدنم پائے رفتن ببست (۲)
تبسم کناں دست بر لب گرفت
کہ سعدی مدار آنچہ دیدی شگفت (۳)
تو ہم گردن از حکم داور (حق) مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ (۴)
چرا اہل دعوے بدیں نگروند
کہ ابدال در آب و آتش روند (۵)

سراپا فیض درگا ماتا ببر شیر کی پُشت پر کیوں پالان نہ ڈالے گی ؟ ٭ ستوگُن کے پُتلے وِشنو کی خاطر اژدہائے پیچاں نرم بستر کا کام دیتا ہے اور اپنے زہریلے پھنوں کو اُس روئے خنداں کی چھتری بناتا ہے۔ تُرش و تُند سانپ منبعِ خیر (بر داتا) شوجی کے زیور (بھوشن) بنے ہوئے ہیں۔ اور محبت سے دیال بھوشن کے گرد لپٹ کر شانتی کی تاثیر کو تصدیق (certify) کر رہے ہیں ٭

لہ (۱) رودبار کے میدان میں میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ چیتے پر سوار ہو کر میرے پاس آیا ٭ (۲) اُس حالت کو دیکھ کر مجھ پر ایسا خوف چھایا کہ ڈر نے میرے چلنے کا پاؤں بند کر دیا ٭ (۳) اُس نے مسکراتے ہوئے ہونٹ پر ہاتھ رکھا (یعنی تعجب کرنے لگا) کہ اے سعدی! جو کچھ تو نے دیکھا اس کا تعجب مت کر ٭
(۴) خدا کے حکم سے تو گردن مت پھیر تاکہ تیرے حکم سے کوئی گردن نہ پھیرے۔
(۵) جو لوگ (ایسی باتوں کے وقوع میں نہ آنیکا) دعویٰ کرتے ہیں وہ کیوں نہیں دیکھتے کہ ابدال پانی اور آگ میں چلے جاتے ہیں ٭

انگریزی خواں جسکو گنگا کی شلا پر بٹھایا تھا گھڑی دیکھ کر)
تھینک یو! تھینک یو!! (آپ کا مشکور ہوں) آپنے بڑی عنایت کی! آپکے
کیسے سبز باغ دکھائے۔ لیکن مجھے تو ٹھنڈی ہوا میں بیٹھے بیٹھے زکام
تک چلا ہے معاف کیجئے گا۔ اجازت مانگتا ہوں ؛

رام۔ اچھا! تشریف لیجائیے گا ؛

انگریزی خواں اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔

رام۔ گنگا میں اُس کے عکس کی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہیں :۔ ذرا ٹھہرے
ٹھہرے ادھر گنگا میں جھانکنا۔ یہ آپکا قریبی رشتہ دار (relation)
شکل و شباہت میں تو بالکل آپکے ایسا ہے۔ لیکن یہ کیا؟ گھڑی
اس نے کوٹ کی دائیں جانب لٹکا رکھی ہے۔ حالانکہ جنٹلمین کو آپ کی
طرح بائیں پہلو پر رکھنی چاہیئے۔ اور دیکھو! آپکے اور اس کے پاؤں تو
اکٹھے ہیں لیکن آپکا قدم اوپر کو چڑھ رہا ہے اور اُس کا قد نیچے کو دراز ہو رہا
ہے۔ یہ انٹی پوڈیز (antipodes) ایسے نزدیک کیونکر آ گئے ؛

یہ کہہ کر رام استادہ ہوا۔ اور باہیں کرتے کرتے دونوں گنگا
کے کنارے ٹہلنے لگتے ہیں۔

رام :۔ آپ با اختیار ہیں۔ یہ سایہ بے اختیار۔ آپ ذی عقل۔ یہ غیر ذی عقل

عکس گل میں ہے رنگ بے گل کا ولیکن بو نہیں۔

گنگا ہی جو ماننے (منتہاین) دیکھا ہے۔ وہ ہر ایک بات میں اُلٹا ہی
ہے۔ اس کا دایاں بایاں ہے اور بایاں دایاں ہے۔ اُس کے پیر اُوپر
کو ہیں اور سر نیچے کو۔ لہروں پر سارا بدن بیقرار اور مضطرب ہے۔ پھر
جب ہم اسکے عکس کے پاؤں سے اُوپر کو چڑھ کر دیکھا تو اصلی بابو

صاحب کے پاؤں پاسئے ✣ پھر تو دایاں دایاں ہی تھا- اور بایاں بایاں ہی سر اوپر ہی کو تھا- اور بدن بھی لرزاں و مضطر نہیں تھا- چنگے بھلے (निष्काम) حقیقی انسان سے سابقہ پڑا ✣

اب دیکھئے جمادات نباتات اور حیوانات مایا (پرکرتی) روپی ندی کے مدارج و منازل ہیں- بموجب قانونِ قدرت ان میں پُرش چیتن کا پرتی بمب (پرتو) معکوس اور سرنگون پڑنا ہی چاہیئے- صعود کی خاطر (یعنی اوپر آنے کے لئے) سر کو نیچے اور پیر کو اوپر رکھنا پڑیگا- مشوش اور مضطرب سایۂ عروج و بلندی کو صرف یوں ہی پا سکتا ہے کہ پس و پیش شدہ صورت اور زیر و زبر شدہ طریق سے جد و جہد کرے ✣ پس برخلاف شانتی اور پریم والے رنگ ڈھنگ و طرح وضع کے جو اصلی پُرش چیتن کی بحالی (restoration) کے واسطے ضروری ہے- نباتات اور حیوانات میں اُلٹا طریق (جنگ و جدل) ہی ذریعۂ صعود قرار پاتا ہے ✣

اگیانی جیو کے جسم میں حقیقی پُرش (چیتن) کے پیر اور سایۂ معکوس کے پیر آ ملتے ہیں- اب انسان کی ذاتی شان کی بحالی یعنی ترقی و صعود کا وسیلہ وہ نہیں رہے گا- جو اجسام حیوانات وغیرہ میں معکوس سایہ کی ترقی کا تھا- جنگ و جدل انسانی جامہ میں آکر اسکو اوپر نہیں چڑھائے گا- بلکہ بندروں لنگوروں اور بھیڑیوں وغیرہ کا ہم پلہ و رفیق بنائیگا ✣ منشا دیہ میں آکر اس پُرش کو شانتی پریم اور صلح کا طریق برت کر اپنا اصلی سروپ (حقیقی اپنا آپ) بحال کر لینا زیب دیتا ہے- اپنے سچے سر کو سنبھال لینا ہی لازم آتا ہے ✣ مضطرب عکس سے الگ ہو جانا ہی واجب ہے- مایا کی لہروں سے آزاد ہوکر

موجزن ہونا ہی ضروری ہے۔ وہم سے خلاصی پانا ہی لابد ہے۔
اگیان کی غلامی سے رہائی پانا ہی مناسب ہے ؛
اب دیکھئے مسئلہ احدیت (ادوئت سدھانت) کے بعض محققین کی
رو سے اودیا (فطرت۔ پرکرتی) میں چیتن (قادرِ مطلق) کے پرتی
بمب (عکس) کا نام جیو (روح) ہے۔ یہ اودیا (فطرت۔ نیچر)
وکشیپ (اضطرار) شکتی والی ہے۔ یعنی آبِ رواں کی طرح حرکت پذیر
ہے۔ بڑ کے بیج کی طرح تغیر صعودی کی امکان رکھتی ہے۔ چیتن کے
شعاع کو رحم میں لیکر زنِ باردار کی طرح یا سیراب زمین کی طرح
پھلنے پھولنے کی قوت رکھتی ہے۔
عہ طرح رنگ آمیزی در فصلِ خزان انداختہ

گھن سشپتی یہ اودیا (پرکرتی) بے حس جمادات کی اشکال میں گاڑھی
خوابِ گراں (گھن سشپتی) کے خراٹے لے رہی ہے۔ گھوڑے بیچ
کے نیندِ غفلت میں پڑی ہے ؛ اس عالم میں خیالِ نفس و مکان و
زمان (دیش۔ کال۔ وستو) بیج میں درخت کی مانند دائرہ عدم کی گود
میں ہے ؛ تموگن کے پردۂ سیاہ نے آئینۂ نیچر کو مکدر کیا ہوا ہے۔
اس لئے پرش (چیتن) کے نور کو ظاہر کرنے کی قابلیت نہیں۔
رنگا رنگ بزم آرائیوں میں سے کوئی بھی بالفعل موجود نہیں ؛

سشپتی نباتات کے روپ میں پرکرتی نے کروٹ بدلا۔ گلے میں
باہیں ڈالے ہوئے (معانقہ) پرش کو ذرا محسوس کیا۔ لیکن خوابِ
غفلت نہیں ہٹی۔ البتہ گھن سشپتی قدرے نرم سشپتی ہو گئی ؛
دیس کال وستو (نفس و مکان و زمان) نے آغوش میں۔

عہ خدا نے فصلِ خزاں سے فصلِ بہار (یعنی رنگا میزی) کی بنیاد ڈالی ہے ؛

مدہوشی سے ذرا سر نکالا۔ دیکھئے۔ یہ پودے (Tropics) منطقۂ حارہ میں اُگتے ہیں۔ کِشتِ زعفران اور تُلسی خزان کے موسم میں رنگ لائیگی۔ گیندا موسم بہار میں نہیں پھُولیگا۔ لاجونتی (sensitive plant) آدمی کا ہاتھ لگنے سے شرم کے مارے مُرجھا جائیگی۔ دیودار اونچے پہاڑوں پر ملیگا۔ دھان (چاول) برسات کی پیداوار ہے۔ وغیرہ ؀ آئینۂ نیچر کا سخت سیاہ آورن (چھائیاں) اب دُھندلے (smoky) رنگ سے بدل گیا ہے۔ سبز پوشاک پہن کر پرکرتی نکلی ہے۔ کیا کنایتاً یہ کہہ رہی ہے۔ کہ میں نے پُرش کو قبول کیا؟

سُوپن حیوانات کے پوستین میں پرکرتی پر سُوپن اَوستھا (عالمِ مثال) ہے۔ خواب کا سا سب کار و بار۔ ہر ایک چیز غیر متعین (hazy dizzy) کُل سِلسلہ پریشان۔ جُملہ اشیاء کے باہمی تعلقات سُست رشتے سبھی ڈھیلے۔ اِس حالت کی صُورِ علیہ سب کی سب غیر قارہ۔ غیر ثابتہ اور بے ترتیب ہوتی ہیں ؀ دیش کال وستو کتمِ غیب سے برآمد ہوئے ہیں لیکن ابھی ننّھی ننّھی جانیں ہیں۔ کمزور پودوں کے ایسے ہیں۔ ہر طرف ڈھل سکتے ہیں۔ موڑ موڑ کے قابو میں ہیں۔ عجب طرح کے تغیر پذیر ہیں :-

خواب (۱) "وہ انار کلی میں گھوڑی پر سوار جا رہے ہیں۔ یہ جموں آگیا اُتر کر دیوان خانے میں داخل ہوئے۔ گھوڑی بھی ساتھ ہے لیکن نہیں۔ وہ تو اب ایک قبول صُورت آدمی بن گئی" ؀

خواب میں فضاء بھی نرلے ہی ڈھنگ کا ہوتا ہے ؀

یہ ہے دیش اور وستو پرچھید کی کیفیت ؀

(۲) خواب میں عرصۂ دراز گزر گیا۔ جاگ کر دیکھا تو بہت ہی قلیل وقت تھا۔ اِس بارے میں آشنک لوگوں کو "یوگ باسشٹ" میں راجہ کون کی کتھا یا ایسی کئی دیگر روایتوں کا حوالہ دیدینا کافی ہے معقول عہدوں پر مامور بابو لوگ از سرِ نو امتحان گاہوں میں سپرنٹنڈنٹوں کی زیرِ نگرانی قلم دوڑاتے ہیں۔ باہر سے کوئی آواز چار یا پانچ سیکنڈ تک آتا رہا۔ خواب میں ایک لمبی چوڑی واردات تیار ہو گئی جس نے اِس آواز کو نہایت موزوں موقع وضع کر دیا۔

خواب میں کئی مرتبہ خوب پرواز کیا۔ کیا پرندوں کے جنم والی عادت پھر عود کر آئی؟ بہر حال عالمِ مثال کے "وقت" کا سبت

(۳) خواب کا لطف بڑے مزے کا ہوتا ہے۔ عقل ہماری مرضی کے موافق ہوتی ہے۔ ریاضی کے نہایت مشکل سوالات کئی دفعہ خواب میں حل ہو گئے۔ مگر اُٹھ کر دیکھا تو حل میں غلطی پائی خواب میں پھڑکتی ہوئی غزلیں لکھیں۔ لیکن جاگنے پر معلوم ہوا کہ شعروں میں سکتہ پڑتا ہے۔ خیالات بھدے ہیں۔ الغرض عالمِ بیداری کا "حیوانِ ناطق" (انسان) عالمِ خواب میں عجیب ڈھل مل مزاج رکھتا ہے۔

اے جاگنے والے! غور سے دیکھ۔ عالمِ شہادت (بیداری) کا عالمِ مثال (خواب) کے ساتھ کیا رشتہ ہے۔ نیند کیسی اشد لازمی ہے رسّی سے بندھی ہوئی بلبل اِدھر اُدھر جھپٹ کر، اُچھل کود کر دوڑ پھاند کر آخر اپنی نشستگاہ (کھونٹی) پر آ بیٹھتی ہے۔ ویسے

ہی عالم بیداری میں من اور حواس رونق دیکھتے ہیں۔ چہل پہل کے مزے لوٹتے ہیں۔ پر آخر تھک ہار کر اپنے قیامگاہِ خواب میں آن آرام کرتے ہیں ٭

यदा वै पुरुषः स्वपिति प्राणं तर्हि वागप्येति प्राणं चक्षुः प्राणं मनः प्राणं श्रोत्रं स यदा प्रबुध्यते प्राणादेवाधि पुन जीयन्ते॥ (شت پتھ براہمن)

ترجمہ:- جب آدمی سوتا ہے تکلم (بانی) پران میں محو ہو جاتی ہے باصرہ پران میں۔ من پران میں۔ سامعہ پران میں۔ اور جب وہ جاگتا ہے تو پران ہی سے یہ سب پیدا ہو آتے ہیں ٭

نگہ ہر جا رود آخر بہ مژگاں باز میگردد
کہ آزادی گرفتاری است مرغِ رشتہ برپا را

بیشک خواب سے بیداری ویسے ہی نمودار ہوتی ہے جیسے صبح میں سے دوپہر ظاہر ہو آتی ہے جیسے ننھے پودے میں سے ایک بہت بڑے پھیلاؤ کا درخت (gigantic tree) دیکھو جی! عہدِ طفولیت بھی ایک زمانۂ خواب ہی تو ہوتا ہے۔ جس میں شباب کا عالم بیداری بتدریج ظہور پکڑتا ہے ٭ عالم شہادت (جاگرت) کی بنیاد تجربہ کے ارکانِ ثلاثہ دیش کال وستو کو بخوبی ملاحظہ فرماؤ۔ اور پھر ان کا عالم خواب کے دیش کال وستو سے مقابلہ کرکے بتاؤ کہ جاگرت کی مضبوط اور سخت کڑیاں (زمان مکان برہان) عالم خواب کے نرم نرم ڈھیلے ڈھالے دیش کال وستو سے وہی رشتہ و تعلق رکھتی ہیں کہ نہیں جو جوانی کو بچپن سے ہوتا ہے ٭

(۱) نگاہ جس جگہ بھی جاتی ہے۔ آخر کار وہ پلکوں کی طرف لوٹ آتی ہے۔ کیونکہ پاؤں سے بندھے ہوئے مرغ کے لئے آزادی بھی گرفتاری ہے ٭

یہاں پر سب پہلوؤں کو لیکر مفصّل ثبوت سے اس معاملہ کو زیادہ طُول دینا مناسب نہیں۔ اس وقت اتنا ہی کافی ہوگا۔ کہ ایک عام اطلاعنامہ دُنیا کو نازل کیا جائے بدین مضمون کہ ہر فرد بشر کو لازم ہے۔ ایکانت کے صدر مقام میں اپنے تئیں پہنچا کر ہمہ تن شوق ہو کر سُنے وہاں دل کا ڈھول پیٹ کر انہد کا نقارہ بجا کر پرکاش یہ اعلان (manifesto) دے رہا ہے کہ گھن شُشپتی کے پہاڑوں پر متھیا اگیان (اوِدیا۔ مایا۔ جہل) رُوپی برف کی ساکن منجمد چیتن (آتما) کی تیز کرنوں سے خود بخود پگھل کر عالمِ خواب کے چھوٹے چھوٹے نالوں کے ایسے نالے بنتی ہوئی عالمِ بیداری میں بھاری دریا ہو کر بہنے لگتی ہے ؛

तम आसीत् तमसा गूढ मग्रेऽप्रकेतं सलिलं सर्वमाइदं।
तुच्छ्येनाभ्वपिहितं यदासीत् तपसस्तन्महिनाजायतैकं॥

(رِگ وید۔ منڈل ۱۰۔ سُوکت ۱۲۹)

ترجمہ :- وہ (جگت کے ظہور سے) پہلے اندھیرے سے ڈھکا ہوا اندھیرا تھا۔ یہ سب کچھ غیر متعین بے نشان سیّال کی ایسی (مانند) حالت میں پڑا تھا۔ یہ جو کچھ پھیلا ہوا ہے اُس وقت ہیچ (عدم ؟) کے لباس میں تھا (پھر) وہ واحد ہیُولےٰ تپ (گرمی) کی تیز طاقت سے وجود میں آیا ؛

پس دُنیا کے بڑے بڑے نام دلفریب صُورتیں اور پیچ و تاب میں ڈالنے والی بُوقلمُو اشیاء اس ایک ہی گھن شُشپتی کا پسارا ہیں۔ ظلماتِ جہل کا شگوفہ ہیں۔ اوِدیا (اویاکرت) کی گھٹا ٹوپ گھُپ اندھیری رات میں فرضی بھُوت پریت ہیں۔ یہ سب کثرتِ وہم و گمان

ہے۔ دُراوُتی غیریّت صرف خواب وخیال ہے۔ جذبات اور اُن کے مطلوب دھوکا ہیں۔ بڑا بھُوا سوپن ہیں ؛ اے انسان! تیری ذات اس اوِدّیا (جہل) اور اس کی ایوولیوشن (ارتقاء) سے برتر ہے۔ جب یہ اوِدّیا گھن شُشِپتی کے پہاڑ (کارن شریر) پر ساکن جھیل کی صُورت ہیں کائی (آورن۔ یوُر) سے ڈھکی ہوتی ہے۔ تیرا نوُر ویسا ہی درخشاں ہوتا ہے جیسا کہ اس صُورت میں جبکہ صاف شفّاف پہاڑی نالوں کی طرح عالمِ خواب میں بہتی ہے۔ یا جیسا کہ اس صورت میں جبکہ یہ زور آور دھارا بنکر عالمِ بیداری میں کلکلاتی ہوئی ندّی کی بہار دکھاتی ہے ؛

اے مہرِ تاباں پُرش! تو اوِدّیا کی ندّی میں ڈانواں ڈول عکس اپنے تیئں مت مان۔ مانا کہ لکھوکھا امواج پر تیرا پرتو پڑ رہا ہے۔ پر بیقرار لہروں کے باعث اپنے تیئں ٹکڑے ٹکڑے سمجھ بیٹھنا یعنی چہ؟ ہائے جانِ من!

؎ قتل بے شمشیر تم تو ہو گئے ؛ آئینہ دِکھلا دیا دو ہو گئے

بھلا اننت تو بتلاؤ "وہ کہ تم ہو کہ نہیں ہو"؟ ہائے۔ میں صدقے! دشمنوں کو "نہیں" "نہیں" کہنے والے کی زبان پر پھپھولے پڑیں!۔ تم ہو۔ ضرور ہو۔ اگر اوِدّیا کے دم میں آکر تمہارے منہ سے بہکی بہکی باتیں نکلنے لگ پڑیں اور تم بول اٹھو کہ "میں نیست ہوں۔ عادم محض ہوں میں نہیں ہوں وغیرہ" تو تمہارے ایسا کہنے ہی سے تمہاری ہستی اظہر من الشمس ہے۔ "میں سویا ہوا ہوں" کہنے سے صاف پایا جاتا ہے کہ متکلم جاگتا ہے ؛ ذرا خیال تو کر دیکھو کہ "میں نہیں ہوں"

اِس خیال کی روشنی دیتے ہوا (الاؤ) کا شک) تمھارا اپنا آپ جُوں کا تُوں قائم بالذات رہے گا۔ پس اگر تمھارا اپنا آپ "ہے" اور نہیں کی نہیں سہ سکتا تو تم ضرور سدا سلامت ہو۔ آکار سورج ہی ہو۔ عکس کسی طرح نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ عکس تو سپنا ہے جھوٹ ہے وہم و گمان ہے ۔

سلہ اے آنکہ تو خدارا جوئی ہر جا ۔ چہ تو خدا نئی؟ خدائی بہ خدا

سلہ Some thousand thousand times or more
Unto myself I witness bore;
Gladly gives Nature all her store, She
Knows not kernels knows not shell
For she is all in one.
But thou,

سلہ (۱) اے شخص کہ تو ہر جگہ خدا کو ڈھونڈتا ہے۔ کیا تو خود خدا نہیں ہے؟ خدا کی قسم تو خدا ہے ۔

سلہ (۲) ہزاروں بلکہ لاکھوں مرتبہ میں نے اپنے اندر [illegible] (اپنے آپ کی بابت گواہی دی) کہ قدرت (پرکرتی) خوشی سے (اپنے مالک انسان کو) اپنا سارا سرمایہ دیتی (حوالہ کرتی) ہے۔ وہ باہر کے چھلکے اور اندر کے گودے میں کوئی امتیاز نہیں کرتی۔ کیونکہ وہ سب ایک میں ہے (یعنی چونکہ وہ سب [illegible] سب روپ اور ہر ایک میں مکمل ہے۔ اسلیئے وہ باہر کے نام روپ اور اندر کے آتما وغیرہ کا امتیاز نہیں کرتی) لیکن تو اے انسان اپنے گریباں میں منہ ڈالکر دیکھ (اپنے آپ کا اچھی طرح سے ملاحظہ کر) کہ تو خود آیا اندر کا گودا (مغز اصلی ذات تمام) ہے یا باہر کا چھلکا (تمام اسما و اشکال) ہے۔ (دیکھئے)

Examine thou thine own self well
Whether thou art kernel or art shell.
(Goe...)

نمک حرامی (treason) بادشاہ کو گالی دینا اور الزام لگانا بڑا جرم مانا گیا ہے تو کیا شاہِ شاہاں سلطان السلاطین۔ اپنی ذاتِ پاک خاص خدا کو کلنک لگانا پاپ نہوگا؟

سلہ حق دانم و حق گویم و در راہِ اناالحق
منصور صفت سر بسر دار فروشم

توبہ کرو بندہ بننے سے! نہ اپنے تئیں فانی اور محدود مانو۔ نہ جسم کے جیلخانہ میں سزا بھگتو۔

دائرۂ کائنات میں جمادات و نباتات کے طبقوں سے گزر کر پرکرتی کا حیوانی جامہ اوڑھنا گویا عالم مثال (خواب) پر نزول کرنا ہے۔یوروپین لوگوں کا اختیار ہے اسے صعود ہی سے نامزد کردیں اس موقع پر دلیش۔کال وستو کا جالا دماغ میں تننا شروع ہوتا ہے اور فطرت میں صفائی آتے آتے یہاں تک نوبت آجاتی ہے کہ جرمن لمپ پر چینی کی ہنڈیا (globe) کے ایسا نیم شفاف پن (translucency) نکل آتا ہے۔ اور پُرش کا پرکاش (نور) رہ رہ کر کچھ ظاہر ہونے لگتا ہے۔کچھ رکا رہتا ہے۔

سلہ مخفی نہیں ہے چہرۂ جاناں نقاب میں: مہتاب آگیا ہے حجابِ سحاب میں

سلہ میں حق جانتا ہوں اور حق کہتا ہوں اور اناالحق کے راستے میں منصور کی طرح پھانسی کے اوپر اپنا سر بیچتا ہوں۔

سے چشم نیم باز عجب خوابِ ناز ہے ٭ فتنہ تو سو رہا ہے درِ فتنہ باز ہے
سانولی سکھی (کرشن) باریک ساڑھی پہن کر آ جاتی ہے اور گھونگٹ کی
آڑ میں سے آنکھیں مار مار عقل و فکر کو گول مال کرنا شروع کرتی
ہے۔ پر یہ بھی کوئی بات ہے بھلا؟
سے بہر رنگے کہ خواہی جامہ میپوش ٭ کہ من آں قدِ موزوں می شناسم
سے کیوں اوہلے ہو بہہ جھاکیدا ٭ ایہہ پردہ کس نوں راکھیدا
جاگرت چلیئے استقبال کی تیاری کیجئے۔ وہ حضرت الشان تشریف فرما
ہوئے۔ ویلکم! ویلکم!! پرکرتی اب کھری خاصی جاگی ہوئی ہے ٭ دیش
کال وستو بیضۂ امکان کو پھوڑ چکے۔ اور جدھر دیکھو اُدھر ہی بازو
پھیلائے اُڑ رہے ہیں ٭ پرکرتی کے مادے میں صفائی کا یہ عالم
ہے کہ اب اسے چینی کی ہنڈیا سے نہیں بلکہ بالکل شفاف شیشے کی چمنی
سے نسبت دے سکتے ہیں۔ پُرش کا نور صاف صاف جھلک رہا ہے۔ کیا
پردہ بالکل ٹوٹ گیا۔ پُرش عریاں ہے؟ گمان تو ایسا ہی ہوتا ہے۔
بھلا دیکھیں تو سہی۔ اسے لو! عشق (پریم) کے پروانہ نے پُرش
روپی شمع کا رُخ کیا اس کی دانست میں کوئی سدِ راہ نہیں جان باز
کس پرتی سے آ رہا ہے۔ وائے قسمت! چمنی سے ٹکریں مار مار کر
رہ گیا سے خاک بر جانِ ہوا داریئے فانوس فتاد
کہ ازو شمع جُدا سوزد و پروانہ جُدا

سلہ جس رنگ میں تو چاہے کپڑے پہن۔ میں تو تُو ہی تیرا موزوں قد پہچانتا ہوں
(۲) فانوس کی خیر خواہی پر خاک پڑے کہ اس کی وجہ سے شمع الگ جلتی ہے
اور پروانہ الگ جلتا ہے ٭

پُرش ابھی پرکرتی کی چار دیواری میں گھرا ہے۔ آزاد نہیں ہُوا۔ آزاد تو جب ہو جب عشق (ادویت) کا پروانہ اُس کے ساتھ یکجاں ہو سکے۔ ابھی تو ما و منی کی دیوار عشق کو روکے کھڑی ہے ؎

عالمہائے خواب گراں (جمادات و نباتات) خواب (حیوان) اور بیداری (انسان) کو پرکرتی کی کثافت کے درجوں کی رو سے علی الترتیب تموگن رجوگن اور ستوگن والا بیان کیا گیا ہے۔ اور ہانڈی چمنی وغیرہ کے ہیئت مادہ کی مثال دی گئی ہے۔ پر یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ عالم خواب (حیوان) اور عالم بیداری (انسان) میں پُرش رُوپی شمع کے واسطے پرکرتی صورتاً بھی ہانڈی اور چمنی کی سی رکھتی ہے اور نہ یہ خیال کرنا کہ عالم خواب (حیوان) اور عالم بیداری (انسان) میں پرکرتی خالص رجوگن اور خالص ستوگن سے موصوف ہوتی ہے۔ بلکہ ہر حالت میں تینوں حالتیں برتتی ہیں ؎ جہاں نطق اور کلام کی دال نہیں گلتی وہاں استعارہ سے تھوڑا بہت کام نکل سکتا ہے۔ زبان استعارہ (metaphorical languages) میں پرکرتی کی ہیئت مادہ خواہ کثیف (تم رج والی) رہے خواہ چمنی کی مانند لطیف (ستوگن والی) لیکن پرکرتی کی صورت اور ترکیب (crystallization) بطور ہمیشہ ایک مثلثی منشور (prism) کی سی رہتی ہے۔ جس کے تین پہلو تو ست رج اور تم ہیں۔ اور دونوں سرے نام اور رُوپ ؎ جیسے آفتاب کی روشنی منشور مثلثی سے نکلکر طرح طرح کے الوان دکھاتی ہے۔ ویسے ست چت آنند پُرش کا نور (جمال و جلال) اودّیا کے منشور میں سے نکل کر گوناگوں اور بوقلموں ہو

ہو جاتا ہے۔ کثرت سے رنگ جاتا ہے۔ دُنیا بن کر نظر آتا ہے۔

لہ مغربی آنچہ عالمش خوانند ✣ عکس رُخسارِ تست در مرآة

ع تیرے رُوپ انُوپ کے پیارے ہیں سب ین چمکارے

پیارے!

سہ کہیں گل بن کے ہو خنداں کہیں ہو بُلبُل نالاں
جھلکتا ہے یہاں سب میں ترا رنگِ طرح داری
تری صورت کو جب دیکھا ہُوا حیران آئینہ
غرض کی گلشنِ ہستی میں تُو نے خوب گلکاری

بیداری میں یہ منشور بہت صاف شفاف ہوتا ہے۔ اِس لئے سارے رنگ (دیش کال وستو وغیرہ) نہایت شوخ اور تیز دکھائی پڑتے ہیں خواب میں یہ منشور دُھندلا سا ہوتا ہے۔ مقابلۃً کثیف ہوتا ہے نُور باہر نکلتا تو ہے لیکن رنگ (دیش کال وستو) مبہم اور پتلے پتلے ہوتے ہیں ✣ خوابِ گراں (سُشپتی) میں منشور بالکل سیاہ اور کثیف ہوتا ہے۔ اِس لئے کوئی رنگ باہر نہیں آتا۔ دُنیا نہیں بنتی ✣

روشنی صاف شفاف اشیاء پر پڑ کر نہ صرف (۱) دار پار ہو جایا کرتی ہے جیسے لمپ کی چمنی یا منشور پر (اس کا نام انحراف روشنی ہے refraction ہے بلکہ (۲) اکثر موقعوں پر شیشے کے پار نہیں جاتی اور مڑ کر شفاف شے کے پیچھے ہی رُخ رہتی ہے جیسے آرسی میں یا پانی میں منقلبین کے عکس کی مانند (اس کا نام انعکاس reflection ہے) منعکس چہرہ دکھائی تو پانی یا آئینہ کے بیچ میں دیتا ہے لیکن

لہ اے مغربی! جسکو دنیا کہتے ہیں وہ شیشے میں محض تیرے چہرہ کا عکس ہے

وہ نور فی الحقیقت رہتا پانی یا شیشہ کے باہر ہی باہر ہے۔ اس کی توجیہ ہر ایک ریاضی داں بتا سکتا ہے ٭ وہ عکس جو پانی یا شیشہ کے بیچ میں دکھائی پڑتا ہے۔ حقیقی نہیں ہوتا۔ اس لئے ریاضی دانوں کی اصطلاح میں عکس غیر حقیقی یا ورچوال امیج (virtual image) کہلاتا ہے ٭ (نیز روشنی اشیاء میں جذب بھی ہو جایا کرتی ہے۔ جس کے باعث آرسی پانی وغیرہ خود نظر آتے ہیں ٭ کسی دفعہ یہ تینوں عمل اکٹھے ظہور میں آتے مشاہدہ کئے جاتے ہیں

(اودیا) نام روپ کا بیچ خود نظر آتا ہے۔ یہاں تو پرش (پرشوتم) کا پرکاش مایا سے ہو کر بھاس رہا ہے ٭

خواب میں اشیاء کا نظر آنا اور بیداری میں دنیا کا محسوس ہونا یہ پرش کا پرکاش مایا کے منشور میں سے گزر جانے (refraction) کے باعث سے ہے ٭ شبد سپرش روپ رس گندھ الوان گوناگوں کیا ہیں؟ فقط پرشوتم کے نور کا ظہور مایا کے تیز یا منشور میں سے وار پار گزرا ہوا ٭ یہ منشور بے شمار ہیں یعنی ابدان (انسان) کثیر التعداد ہیں۔ لیکن پرشوتم (سورج) ایک ہی ہے۔ ہر فرد بشر کے ضمیر (دل انتہ کرن) سے اس ایک ہی پرشوتم کا پرکاش نکل کر طرح طرح کی بہار بنا رہا ہے ٭

اب آیئے۔ پرکاش کے انعکاس {reflection (یعنی بجائے پار ہو جانے کے پیچھے ہی مڑ پڑنے)} کی کیفیت دیکھئے کہ یہ حادثہ (phenomenon) صرف عوارض انسانی میں دکھا دینا کافی ہوگا ٭ دیکھنا۔ سننا۔ سونگھنا۔ چھونا۔ بولنا۔ کھانا پینا۔ چلنا پھرنا۔ لینا دینا۔ وغیرہ یہ عمل

ظہور میں آتے وقت (اِس سوال کے جواب میں کہ ان کا مصدر کون ہے؟ ایک "میں" کا خیال (ego) حواس اور جسم میں تمکین جھلک مارتا ہے "میں صاحبِ جسم۔ صاحبِ حواس"۔ یہ کر رہا ہوں۔ یہ بھوگ رہا ہوں۔ چلتا ہوں۔ گاتا ہوں۔ روتا ہوں۔ وغیرہ۔ وہ کام فلاں شخص نے کیا وہ فعل کسی اور سے سرزد ہوا۔ یہ عمل کسی تیسرے آدمی سے ظہور میں آیا۔ "میں" علیحدہ ہوں۔ یہ اور ہیں۔ میں اور ہوں وغیرہ۔ اِس قسم کا پابندِ جسم و جان جو "میں" (کا خیال) ہے۔ یہ اہنکار روپ "میں" ویدانت والوں کے ہاں "چد آبھاس" کہلاتا ہے۔ یعنی چیتن (ذاتِ مطلق) کا ضمیر (انتہ کرن) میں غیر حقیقی (virtual) عکس اسی کا نام "جیو" بھی لکھا ہے۔

اب دیکھئے افعال و حرکات مختلفہ تو کیا عالمِ جبروت (سشپتی) میں کیا عالمِ ملکوت (سوپن) میں اور کیا ناسُوت (جاگرت) میں صرف پُرشوتم کے حضور تین گنوں والی پرکرتی (اودیا) کے ایر پھیر ردّ و بدل اور ناچ کود کے سبب ظہور میں آرہے ہیں۔ لیکن "میں کرتا ہوں۔ میں بھوگتا ہوں۔ میں میں میں" اس دعوی کا باز "میں" کے گلے پر چھری۔ یہ "میں" کا خیال خواہ مخواہ دامنگیر ہوئے جاتا ہے۔ اس "میں" (اہنکار) کے جال میں پھنسے ہوئے اصحاب! اگر تم (چد آبھاس) ہی سب کچھ کرنے والے ہو تو سشپتی (خوابِ گراں) کو اپنے اوپر کیوں غالب آنے دیتے ہو۔ یہ حالت تو تمہارے "میں" کی ہڈی کو ایک طرح اُڑا ہی دیتی ہے۔ اس وقت تو کرتا بھوگتا "میں" کا سراغ نہیں ملتا۔

اَے محدود "میں" ذرا دیکھ تو سہی۔ نہ تو نیند ہی تیرے بس میں ہے اور نہ بیداری ⁂ دورانِ خون۔ ہاضمہ۔ پھیپھڑوں۔ رگوں۔ ہڈیوں۔ وغیرہ کی پرورش بھی اِس محدود خیالِ خودی کے کب اختیار میں ہے؟ جسم میں ہر وقت معرکۂ کارزار جو گرم رہتا ہے اے خودی! تجھے اُسکا پتہ ہی کیا؟ اے چد آبھاس! اگر جسم تیرا ہے تو اسے مرنے ہی کیوں دیتا ہے۔ بلکہ بیماری کے سبب ہی کیوں کشمکش و پیچ میں پڑ جاتا ہے؟

اُف! تمھارہ پرکرتی (اودیا) کے داؤ میں آکر پری شیشے میں اُتر آئی۔ نہیں اندر خود خدائی کو چھوڑ کر خودی میں آگرا۔ جیو اور بندہ کہلایا۔ اے آتم دیو اندر! تمہیں اپنا حقیقی راج پاٹ سلامت رہے ⁂ قیدی جیو بندہ بنتا کیا مطلب؟ تم عکس تو نہیں ہو؟

ل بیا بر آسمانِ دِل چو خورشید | ز کوکب پاک کن لوح و سما را (۱)
سلیمانا! بیار انگشتری را | مطیع و بندہ کن دیو و پری را (۲)

سوال:۔ یہ تو مان لیا کہ جسم آتما نہیں ہے۔ پر کیا آتما کرتا، بھوگتا نہیں ہے۔ اور آتما خواہش۔ نفرت۔ آرام۔ تکلیف۔ حرکت (یا کوشش) اور علم اِن چھ نشانوں والا نہیں ہے؟

इच्छा द्वेष प्रयत्न सुख दुःख ज्ञानान्यात्मनो लिंगमिति (نیائے درشن شاستر)
اور کیا آتما جنم مرن میں بھی نہیں آتا؟ ⁂

ل دل کے آسمان پر سورج کی طرح آ۔ تختۂ دل اور ہردیہ آکاش (دل صنوبری) کو ستاروں سے صاف کر (یعنی گیان کے زور سے شک و شبہ کو مٹا دے)
(۲) اے سلیمان اپنی انگوٹھی لا اور دیو اور پری کو تابعدار بنا ⁂

رام :- سوکشم شریر ہر پران مے۔منومے۔بگیان مئے کوش) کے گن کرم سُبھاؤ کو آتما میں آروپ کرنے سے جیوپن آتا ہے جیسے ستھول شریر آتما نہیں ہے۔ویسے سوکشم شریر (پران مئے کوش۔منو مئے کوش بگیان مئے کوش) بھی آتما نہیں۔اتنی بات تو آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہے کہ جسم کثیف میں نہیں۔لیکن وہ جسم لطیف میں نہیں" اسکو سمجھنے میں کچھ زیادہ غور و خوض درکار ہے۔

یہ بھگوے رنگ کی ریشمی الفی پڑی ہے۔اس کے پاس بلّور کا ٹکڑا دھرا ہے :- بلّور بھگوا نظر آتا ہے :- (۱) پر کیا یہ بلّور سچ مچ بھگوا ہے۔؟ نہیں :- آپ نے کیونکر جانا کہ بلّور بھگوا نہیں ؟ بلور کو بھگوی الفی (کفنی) سے جھٹ پٹ علیحدہ کر دیا۔تو بلّور کا بھگوا رنگ جاتا رہا۔ جس سے فوراً معلوم ہو گیا کہ بلّور کا رنگ صرف اُپادھی کے باعث سے بھگوا تھا :- (۲) کیا الفی بھگوی ہے ؟ ہاں یہ تو ہے۔

جانِ من! الفی بھی بھگوی نہیں۔الفی کے اجزائے ریشم کے پاس بھگوے رنگ کے اجزا ویسے ہی جُدا پڑے ہیں جیسے بلّور کے پاس الفی الگ پڑی تھی۔دھو دینے سے یہ رنگ اُتر بھی سکتا ہے۔یعنی ذرا محنت سے رنگ کے بھگوے اجزا کو ریشم سے ویسے ہی علیحدہ کر کے دکھا سکتے ہیں جیسے الفی کو بلّور سے جُدا کر کے دکھایا تھا۔ذرا اور غور سے دیکھو تو رنگ۔رونگ سب سورج ہی کی مایا ہیں :- ظاہری بھگوے بلّور کا فی الحقیقت رنگین نہ ہونا تو آسانی سے سمجھ میں آ گیا تھا۔لیکن ظاہرًا بھگوی الفی کا بھی رنگین نہ ہونا ذرا دیر سے اور مشکل کے ساتھ ذہن میں بیٹھا :- ٹھیک اُسی طرح جسم کثیف کا آتما نہ ہوتا تو جھٹ

پٹ سمجھ میں آجاتا ہے۔لیکن جسم لطیف کا آتما نہ ہونا عام آدمی کی فی الفور سمجھ میں نہیں آتا۔اس کا باعث یہی ہے کہ قلب کو بیراگ کے پانی سے دھوکر دُوئی کی میل اُتارنا لوگ گوارا نہیں کرتے ؛

اعتراض:۔ آپ کی رُو سے تو بیداری خواب میں نمودار ہوتی ہے۔لیکن ہم روز دیکھتے ہیں کہ خواب اُنھیں اُمور کے متعلق ہوتے ہیں جن سے بیداری میں سروکار رہتا ہے۔جیسے چمار کو کبھی یہ خواب نہیں آتا کہ میں گنگا کنارے سندھیا کر رہا ہوں۔ہندوستان کے آٹھ برس کے بچے کو کبھی یہ خواب نہیں آتا کہ میں سینٹ پیٹرز برگ کے بازار میں سیر کر رہا ہوں ؛

رام:۔ بعض علماء کے نزدیک اول تو یہ بات بھی آجتک کامل طور پر پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی کہ خواب ہمیشہ جاگرت کے پس و پیش شدہ واقعات گذشتہ سے بنتے ہیں۔ {کیونکہ خواب مستقبل کے متعلق سچ بھی نکلا کرتے ہیں۔نیز آدم زاد کئی دفعہ خواب دیکھتا ہے کہ میں پرواز کر رہا ہوں۔آسمان میں اُڑ رہا ہوں وغیرہ } خیر اس بات کو اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ خواب کا مضمون ہمیشہ حوادثِ ماضی کے ہیر پھیر پر مبنی ہوتا ہے تو پھر بھی اِس سے مذکورۂ بالا مسئلۂ ویدانت پر کوئی حرف نہیں آ سکتا۔بیج ہمیشہ درخت سے پیدا ہوتا ہے بیج والا پھل درخت ہی کو لگتا ہے۔لیکن اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ درخت بیج سے پیدا ہوتا ہے۔سارا درخت بیج میں سمایا ہوتا ہے ویسے ہی مان لیا کہ خواب میں بیداری کے سنسکار ہوتے ہیں۔لیکن باوجود اِن کے بیج سے درخت کی طرح خواب سے بیداری کا پھل آنا بجا ہی رہتا

ہے۔ جب جسم کثیف مر جاتا ہے۔ تو عالمِ خواب والا جسم لطیف بیج کی طرح
کارن شریر (یا اودیا) کی زمین پر آتما روپی سورج کی روشنی میں از سرِ نو
اُگ آتا ہے۔ یعنی ایک نیا جسم کثیف دھارن کر لیتا ہے۔ جیسے دوسرے
جنم کے وقت سوکشم شریر استھول شریر کی پیدائش کا باعث ہوتا ہے۔
ویسے ہی چھوٹے سکیل (scale پیمانہ) پر ہر روز خواب کا سوکشم
شریر جاگرت کے استھول سے مقدم ہوتا ہے +

بعض لوگ سُوپن اوسشپتی کو جاگرت کی تکان کا نتیجہ مانتے ہیں
اُن کو صرف یہ یاد کرا دینا ہے کہ اگر خواب تھکاوٹ سے آتی ہے تو جاگرت
بھی خواب کی تھکاوٹ ہی سے آتی ہے۔ سوتے سوتے تھک جاتے ہو تو
جاگ آ جاتی ہے +

سب مذاہب کے دعوے درست

عالمِ بیداری کے بعد خواب کا عالم ہمیشہ آیا کرتا ہے
خواب سے پھر بیداری نمودار ہُوا کرتی ہے۔ گویا موت سے
پھر احیاء (resurrection) ہُوا کرتا ہے۔ عالمِ خواب کے مضمون
اکثر وہی ہوتے ہیں جو دن بھر توجہ کو کھینچتے رہے ہوں۔ یعنی جو خیالات
عالمِ جاگرت میں جسمِ لطیف کو مصروف و مشغول رکھتے رہتے ہوں۔ عموماً
وہی عالمِ خواب میں ظہور پکڑا کرتے ہیں + جو عمل ہر روز وقوع میں
آتا نظر آتا ہے وہی بڑے سکیل (پیمانہ) پر مرنے کے بعد لاحق ہوتا ہے
ایک سچا اور پکا زاہد جو پنجاہ سالہ زندگی کے تمام دن بھر میں بچپن
سے لیکر بڑھاپے تک پانچ وقت نماز پڑھتا رہا۔ اس یقین کے ساتھ کہ
"جب موت کی رات پڑے گی مجھے بہشتِ بریں نصیب ہوگا حور و غلمان
ہم آغوش ہونگے۔ آبِ کوثر پینے کو۔ باغاتِ عالی سیر کو۔ قصور نفیس

رہنے کو ملیں گے" بیشک موت کی رات پڑنے پر ایسے مومن کے جسم لطیف کو یہ سب چیزیں ملنی چاہئیں ۔

جو شخص تمام عمر کے جاگتے روز میں منارزوں میں ہاتھ جوڑ جوڑ کر اور ماتھے رگڑ رگڑ کر یہ کہتے (بلبلین) پکاتا رہا ہے کہ مجھ سے راس لیلا اور شری کرشن پرماتما کے درشن کبھی نہ چھوٹیں۔ ایسے بشواشی بھگت کو رویئہ دراز میں (بعد مرگ) ضرور گئو لوک ملیگا ۔

جو شخص ہر اتوار اور بدھ وار کو گرجا میں صدقِ دل سے دعا مانگتا رہا ہے۔ ہر صبح و ہر شام دو زانو بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر سر جھکا کر اور ہاتھ اٹھا کر نماز ادا کرتا رہا ہے۔ اور مرتے وقت اپنے منجی (شفاعت کنندہ) کے دھیان میں جسم کثیف چھوڑتا ہے۔ وہ کیوں وقت انتقال خدا کے داہنے ہاتھ کو حضرت عیسیٰ کے زیر سایہ منتقل نہ ہوگا ؟ ۔

جو شخص ساری عمر شکت شِلا پر لٹو رہیگا۔ وہ خوابِ مرگ میں شکت شلا ضرور گھڑ لیگا اور اس کو نسحگاہ بنائے گا ۔

جس کے دل میں خوب بیج گیا ہؤا ہے کہ میں گنہگار۔ نیچ۔ پاپی ہوں۔ دوزخ کے لائق ہوں وہ خواہ مخواہ خوابِ دوزخ کا مستحق ہے۔

سوال :۔ تم نے سب مذاہب کے منازلِ مقصود کو صرف خواب و خیال ہی بنا دیا۔ اُنکی تضحیک کر رہے ہو ۔

رام :۔ نہیں پیارے! رام کے تو سب اپنا آپ ہیں۔ وہ کسی سے لگاوٹ کی بات کبھی نہیں کرتا۔ مگر کسی خوف و خطر سے جھک کر راستی کو چھپانا بھی وہ نہیں جانتا ۔ سرگ۔ بہشت۔ جہنم وغیرہ بھوگتے وقت ویسے ہی سچ اور حقیقی معلوم ہونگے جیسے اس وقت زمین سچ اور

حقیقی نظر آ رہی ہے ؛ خواب آتے وقت کسی کو خواب کبھی جھوٹ بھی معلوم ہوا ہے ؟

مذاہب کو آپس میں جنگ و جدل کی کچھ ضرورت نہیں کہ ہمارا سُورگ سچا ہے اور تمہارا بہشت جھوٹا ہے وغیرہ ؛ جیسے ایک ہی کمرے میں لیٹے ہوئے دس آدمیوں کے لئے دس علیحدہ علیحدہ دنیائیں موجود ہوتی ہیں۔ ایک دوسرے میں داخل نہیں کرتیں۔ نہ باہم مزاحم ہوتی ہیں ویسے ہی عیسائیوں کو اپنا جنت معہود۔ مسلمانوں کو اپنی اُمید کے موافق بہشت و رضوان۔ سچے ہمیوں اور بشواسی بھگتوں کو گئو لوک اور بیکنٹھ کا آنند دو میں عاصی گنہگار پاپی اپرادھی [1] کے خیال میں مستغرق صاحبوں کو دوزخ یا نرک بلا کھٹکے بلا روک ٹوک مبارک ہوگا۔ جب اپنے اپنے دوزخ یا بہشت کے مزے لے چکیں گے تو پھر resurrection (دوبارہ جاگنا) ہوگا ؛ اپنے اپنے افعال و اعمال کے مطابق عالم کثیف میں نیا جنم ہوگا ؛ اگر سچ پوچھئے تو دوزخ و بہشت بھی تمہارا ایک کرشمہ ہے۔ اور یہ دنیائے کثیف بھی تمہارا ایک عشوہ ہے۔ رندانِ جامِ وحدت تو روضۂ رضوان کو جحیم سوزاں کو زمین گرداں کو تین نوالے کر کے آپ ہی آپ رہ جاتے ہیں ؛

سے دوزخ بد را بہشت مر نیکاں را جاناں ما را و جانِ ما جاناں را (۱)

سے نہ حرفِ شکوہ میخوانم نہ وصل از ہجر میدانم

دلِ بے آرزو افسانہ و افسوں چہ میداند (۲)

---

(۱) دوزخ بروں کے لئے ہے اور بہشت نیکوں کے لئے۔ معشوق ہمارے لئے اور ہماری جان معشوق کے لئے ہے (۲) نہ تو میں کوئی شکایت کی بات کہتا ہوں نہ وصل و ہجر میں تمیز کرتا ہوں۔ بے خواہش دل منتر جنتر (ٹونا) بھلا کیا جانتا ہے ؛

لہ زبان بلبلاں آنانکہ میدانند میدانند
کہ زاغِ شوم وحشی نالۂ موزوں چہ میداند (۲)
طپیدن ہا چہ میداند دلِ افسردۂ زاہد
ادائے کاوشِ نشتر رگِ مجنوں چہ میداند (۳)
فلاطوں علّتِ بیتابیِ مجنوں چہ میداند
تو ایں حکمت ز لیلیٰ پرس افلاطوں چہ میداند (۴)
تغافل ہائے یوسف با زلیخا دیدم و گفتم
کہ طفلِ ناز پرور لذتِ شبخوں چہ میداند (۵)
گرامی خم نشینی دیگر است و خم کشی دیگر
تو اسرارِ خم از من پرس افلاطوں چہ میداند (۶)

آواگون: لاہور کے ایک آدمی کو خواب آرہا ہے کہ وہ ہیں گنگا کنارے

لہ بلبلوں کی زبان جو شخص کہ جانتے ہیں وہی سمجھتے ہیں۔ اور بدبخت کوا (بلبل کا) موزوں نالہ بھلا کیا جانتا ہے۔

(۳) پرہیزگار کا بجھا ہوا دل تڑپنے کو بھلا کیا جانتا ہے (یعنی نہیں جانتا) نشتر کے چبھنے کی ادا بے خون رگ بھلا کیا جانتی ہے؟

(۴) افلاطون مجنون کی بیتابی کا سبب بھلا کیا جانتا ہے۔ اِس حکمت کو تو لیلیٰ سے پوچھ افلاطون بھلا کیا جانتا ہے؟

(۵) میں نے یوسف کی لاپرواہیاں زلیخا کے ساتھ دیکھیں اور کہا کہ نازپرور لڑکا شب خون کا مزا کیا جان سکتا ہے۔

(۶) اے گرامی مٹکے میں بیٹھنا اور ہے اور شراب پینا اور (یعنی عشق کا نام لینا اور ہے اور عشق کرنا اور ہے) تو مٹکے (عشق) کا حال مجھ سے پوچھ۔ افلاطون بھلا کیا جانتا ہے؟

باغ میں لیٹا ہُوں، شمیم کی لپٹوں سے دماغ معطر ہو رہا ہے۔ بادِ بہاری کے جھونکے غنچۂ دل کو شگفتہ کر رہے ہیں۔ ستارہ طنبورہ کے ساتھ ربابی لوگ معرفت کے بھجن گا رہے ہیں۔ گنگا دُھنی کے ساتھ ملا جُلا اُن کا شبد نہایت ہی فرحت ناک اثر کر رہا ہے۔ عجب سماں بندھ رہا ہے۔ اس آنند میں اُس کی آنکھ لگ چلی ہے۔ گلابی نیند میں چشمِ نیم باز سے رام کے درشن ہو رہے ہیں۔ لو اب میٹھی نیند آئی بالکل سو گیا۔ یہ خواب در خواب ہے۔ پھر جاگ پڑا۔ سامنے وُہی رام ہے وہی باغ ہے۔ وُہی گنگا۔ وہی راگ رنگ۔ اتنے میں عورت نے آکر شانہ ہلایا۔ کیا دیکھتا ہے کہ لاہور میں اپنی حویلی کے ایک کمرے میں بستر پر سویا پڑا تھا۔

خواب در خواب میں اُس کے خیال کی شانِ کُلّی (objective) جو گنگا باغ راگ رنگ اور رام کے روپ میں نمودار تھی قائم رہی۔ اِلّا اُس کے خیال کی شانِ جزوی (subjective) جس کی بدولت وہ ایک فرد بشر بنا ہُوا تھا۔ لین (محو) ہو گئی۔ خواب میں جاگ پڑنے پر یہ شانِ جزوی پھر ظاہر ہُوئی۔ تو شانِ کُلّی (یعنی گنگا۔ رام۔ باغ وغیرہ) کو جوں کا توں پایا۔ اور جب عورت نے شانہ ہلایا تو شانِ جزوی (subjective) و شانِ کُلّی (objective) دونوں خواب و خیال ہو گئیں۔

اسی طرح جاگرت اوستھا میں یہ پہاڑ ستارے دریا وغیرہ تمہارے خیال کی شانِ کُلّی ہیں۔ اور یہ میں ایک انسان ہُوں تمہارے خیال کی شانِ جزوی ہے۔ جب اگیانی پُرش مرتا ہے تو اس کے خیال کی شانِ کُلّی (مُول اوِدّیا) قائم رہتی ہے۔ لیکن شانِ جزوی (تُول اودیا)

زمین ہو جاتی ہے۔ اس لئے پھر جہاں جنم لیتا ہے وہی زمین وہی آسمان وہی عناصر خمسہ موجود پاتا ہے۔ تناسخ کے چکر میں لگا رہتا ہے لیکن گیان وان وہ ہے۔ جس کو شرتی بھگوتی نے

तद्वैतत् एतद्वैतत् "یہی وُہ ہے یہی وہ ہے" کہتے کہتے شانہ ہلا کر جگا دیا ہے۔ اُس کے لئے جُزوی (ٹُول اودّیا) اور کُلّی (مُول اودّیا) دونوں خواب و خیال ہوگئیں۔ یہ "میرا جسم اور ہے اور یہ دنیا اور ہے" دونوں ہی ریل کی طرح اُڑ گئے۔ نہیں نہیں شاخِ خرگوش ہو گئے ایسا مہاتما مکت ہے۔

جس کے اندر سراپا نُور अहं ब्रह्मास्मि "من خدایم" کی اگنی ہر وقت مشتعل ہے۔ اس اگنی کنڈ پر سِدھ آسن جمائے اچل (مضبوط) براجمان ہے۔ اندر سے کوئی غیریت کا خیال (بچھڑنا سنکلپ) اُٹھتا ہے تو جھٹ اس اگنی کی آہوتی کر دیتا ہے۔ باہر سے من رُوپی گھوڑے (اشو) کو چاروں طرف کھُلا چھوڑ دیا ہے۔ اس گھوڑے کے پیچھے اپنے سپہ سالار (وِبیک Discrimination) کو بھیجدیا ہے جہاں جہاں سے گھوڑا گزرتا جائے وہ علاقہ مفتوح ہوتا جائیگا۔ اگر کوئی اس گھوڑے کو باندھ رکھے {یعنی کسی چیز پر دِل آ جائے} تو اسکو तत्त्वमसि "آں منم" کے تیروں سے چت کیا جائے گا۔ جہاں جہاں من (گھوڑا) پھرا وہاں وہاں اپنا آپ دکھیا۔ راجہ ہو یا ڈنڈی ہو مرد ہو یا رنڈی ہو ہر ایک کا آتما ہر ایک کا عزیز ترین اپنا آپ ہو گئے رفتہ رفتہ تمام دُنیا کو فتح کر لیا۔ کوئی چیز غیر نہ رہنے پائی۔ سب اپنے ہو گئے "سب میرے۔ سب میرے۔ اور میں سب کا" یہ معاملہ ہو گیا۔

مجھ سے کچھ بھی جُدا نہ رہا۔ آرزوئیں خود بخود سب مٹ گئیں۔

یत्र यत्र मनो याति तत्र तत्र समाधयः। ؎۱

؎۲ ز فرش تا بہ فلک ہر کجا کہ می نگرم

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست (۲)

اِس طرح ملک گیری اور عالمگیری کرتے کرتے۔ جب سپہ سالار اور گھوڑا تھک کر گھر آئے تو अहं ब्रह्मास्मि کی اگنی سے ذرا نہ جلنے والے پُرس نے اپنے اِس لاثانی گھوڑے کو اُدھ آنند کے ساتھ بلی (قربانی) دینے کے لئے کاٹنا شروع کیا۔ اور من رُوپی گھوڑے کا الگ الگ اُسی گیان اگنی میں سواہا ہوتا گیا۔ ایسا یگیہ کرنے سے دُنیا کے راجے تو کیا تمام دیوتا۔ اندر برہما وغیرہ بھی قابو میں آ گئے۔ یہ سَتَم کا اشومیدہ یگیہ تھا۔

सर्वभूतेषु चात्मानं सर्वभूतानि चात्मनि।

समं पश्यन्नात्मयाजी स्वराज्यमधिगच्छति॥ (منوسمرتی)

ترجمہ:۔ سب میں اپنے آپ کو دیکھنے والا اور اپنے آپ کو سب میں پانے والا ایسا حق بیں جو آتم یگیہ میں لگا ہے۔ شاہنشاہیئے ذات کا تاج و افسر حاصل کرتا ہے"۔

سو سِکّے بیشر چوڑا پائی دا ۔ کتّے چوڑا شان ہنڈائی دا۔

؎۱۔ جہاں جہاں من جاتا ہے وہاں وہاں سمادھی لگتی جاتی ہے۔

؎۲۔ زمین سے آسمان تک جہاں میں دیکھتا ہوں (تیری قدرت کا) کرشمہ میرے دل کے دامن کو کھینچتا ہے (یعنی تمام دُنیا میری توجہ کو کھینچکر یہ سبق دیتی ہے) کہ اُس پیارے دل بر کا مقام یہیں ہے۔

رکتے ماتھے تِلک لگائی دا
کیا واہ وا رنگ وٹائی دا
برِندا بن میں گئو چراویں
مکّے وا بن حاجی آویں
کیا واہ وا رنگ وٹائی دا
منصور تُسّاں وَل آیا ہے
میرا پیر نہ بابل جایا ہے؟
ہُن کِس تھیں آپ چھپائی دا
بلّھا شوہ ہُن سہی سجھاتے ہو
رکتے آتے ہو رکتے جاتے ہو

رکتے سانوں بھی بھُل جائی دا
پر کس تھیں آپ چھپائی دا
لنکا چڑھ کے ناد بجاویں
آپے ڈھوں ڈھوں ڈھول بجاوین
پر کس تھیں آپ چھپائی دا
تُسّاں سُولی پکڑ چڑھایا ہے
تُسیں خون دیو میرے بھائی دا
کِس کلوں رنگ وٹائی دا
ہر صُورت نال پچھاتے ہو
ہُن میتھوں بھُل نہ جائی دا

ہُن کِس تھیں آپ چھپائی دا

جگت کے ست دیکھنے والے عزیزو! جب ترازو (عقل و حواس) سے تم دُنیا کی اشیا کو تولتے ہو۔ وہ ترازو پرماتما کو نہیں تول سکتا۔ اِس جنسِ گراں کو تولتے وقت یہ ٹوٹ پڑتا ہے ؛ عارف کے کلام پر حال وقال سے ایمان لاؤ۔ پُورا پُورا یقین کرو ؛ ہیئت داں نے شاستر چکشو (نگاہِ علم) سے جب یہ کہہ دیا کہ زمین گھومتی ہے تو بچّوں کو خواہ گھومتی ہوئی دکھائی نہ بھی دے۔ پھر بھی اُن کا یہی پڑھنا پڑھانا مناسب ہے۔ کہ "زمین متحرک ہی ہے"۔ جب زیادہ تعلیم پائیں گے خود بخود پُورے پُورے ثبوت کے قائل ہو جائیں گے ؛ غلطی کا رواج دنیا کسی صُورت سے دُرست نہیں ؛

معترض :- ہے رام! یہ تم کیا غضب کرتے ہو کہ سینکڑے عیسے پیرکش

نظر آتے سنسار کو کہتے ہو کر متھّا ہے ؛ جگت کے بیاہ شادی۔ کارد بار جواہ۔ رنگ ڈھنگ وغیرہ سب کے سر پر کھڑے ہو کر "رام رام ست ہے۔ ہر کا نام ست ہے" یہ شنکھ پُور دیتے ہو۔ اگر جگت نہیں تو سامنے نظر ہی کیوں آتا ہے ؟

رام۔ سُراب کو دیکھ کر انجان آدمی کہا کرتے ہیں کہ اگر یہ پانی نہیں ہے تو نظر ہی کیوں آتا ہے ؟ کہیں رسّی پڑی ہُوئی تھی۔ ایک آدمی کو اندھیرے میں وہم کے باعث سانپ کا گمان ہُوا وُہ کہتا ہے کہ اگر سانپ نہیں تو سامنے نظر ہی کیوں آتا ہے ؟ عارف کا یہ جواب ہے کہ پیارے ! سانپ تجھ کو اِس لئے نظر آتا ہے کہ رسّی تُجھ کو نظر نہیں آ رہی ؛ ویسے "جگت نہیں تو سامنے نظر ہی کیوں آتا ہے ؟" جواب یہ ہے "کیونکہ پرماتما ہے پر تم کو نظر نہیں آتا" ؛ جب پرماتما نظر آئے گا جگت خود نہ رہے گا ؛ گو وہم زدہ کو سانپ ہی دکھائی دے اور رسّی نظر نہ آئے فی الواقع تو سانپ کبھی ہُوا ہی نہیں ؛ ویسے پیارے ! گو اس وقت تجھے جگت دکھائی دے۔ پر فی الحقیقت تو ایک برہم ہی برہم جُوں کا تُوں بلا تغیّر و تبدّل ذاتی اپنے جلال میں جلوہ گر ہے ؛

ہندوؤں کے جتنے فرقے جگت کو ست مانتے ہیں۔ اُن سے اوّل تو یہ سوال ہے کہ بتاؤ کسی امر میں اندھے کی گواہی زیادہ قابلِ اعتبار ہوتی ہے کہ بینا کی ؟ ؛

سوال دوم :۔ آنند سروپ تک پہنچ اندھے کی طرح ہوتا ہے کہ حقیقی بینا ہوتا ہے ؟ پھر یہ پوچھنا ہے ؛ **سوال سوم** کہ اگر

مکت پُرش حقیقی بینا ہوتا ہے تو اس کی گواہی بیشک زیادہ قابلِ اعتبار ہوگی کہ نہیں ؟

اب دیکھئے بموجب **سانکھ شاستر** مکت پرش کے لئے کیولیتہ میں جگت کہاں ؟

بموجب **یوگ شاستر** مکت پرش کے لئے **اسمپر گیات سماودھی** میں جگت کہاں ؟

بموجب **نیائے شاستر** مکت پرش کے لئے "**اپ ورگ**" میں جگت کہاں ؟

بموجب **ویشیشک شاستر** مکت پُرش کے لئے "**نہ شریس**" میں جگت کہاں ؟

پس جب آنکھیں بن جانے پر یعنی مکتی اوستھا میں جگت نہیں رہتا تو بس متھیا ہی ہے ۔

ایک لڑکے کو کسی نے آئینہ دکھا کر یُوں کہا کہ اس میں "کاکا" (ننھا ۔ کیگا) رہتا ہے ۔ جب بچے نے شیشے میں نظر کی تو فوراً لڑکا دکھائی دیا ۔ جب شیشا ہاتھ سے چھوڑ دیا تو کاکا (ننھا) کہیں نہ پایا ۔ دل میں شُبہ گذرا کہ اِس چھوٹے سے آئینہ میں لڑکا کیونکر آ سکتا ہے شاید دھوکا ہی ہوا ہو ۔ پھر دیکھا تو آئینہ میں چہرہ نظر آیا ۔ اب تو یقینِ کامل ہو گیا کہ اس میں ضرور لڑکا رہتا ہی ہے ۔

کسی پڑھے لکھے رشتہ دار نے آکر بتایا کہ مرآت میں کوئی لڑکا سچ مچ نہیں رہتا ۔ یہ صرف تمھارا گمان ہے ۔ تب تو وہ لڑکا بڑے ناز اور فخر کے ساتھ زور سے کہنے لگا (شیشے میں جھانک کر)

پڑی تو۔ سامنے نظر آرہا ہے۔ بے شک نہیں؟ پرتیکش! تم کیسے کہتے ہو نہیں "ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے"؟ خوانده رشتہ وار نے عزیز لڑکے کو یوں سمجھایا:—

پیارے! جب تم دیکھتے ہو تو شیشہ میں لڑکا نمودار ہو جاتا ہے۔ تم اِدھر کہتے ہو "یہ دیکھو شیشے میں لڑکا" اُدھر وہ شیشے میں پڑ جاتا ہے۔ شیشے میں لڑکا دکھانا ہی جس میں لڑکا ڈال دیتا ہے۔ تم شیشے میں مت جھانکو اور لڑکا دکھاؤ تو سہی ؛

ویسے ہی اُن لوگوں سے جو ہر دم قال اور حال سے کوکتے رہتے ہیں کہ "دُنیا دُنیا دُنیا بالکل ست ہے۔ پرتیکش!" رام بڑے پیار سے یہ پوچھتا ہے۔ کہ عزیزو! تم اپنے خیال کو متوجہ مت کرو اور دُنیا کا ایک ذرّہ ہی کہیں دکھا دو ؛

تمہارا ہاتھ سے اشارہ کرکے فخر کے ساتھ یہ کہنا کہ "وہ دیکھو سامنے نظر آرہی ہے" یہ (عمل) ہی دُنیا کو نمودار کر رہا ہے ؛ تمہارا دکھانا اور دیکھنا ہی دُنیا پیدا کرنا ہے۔ تمہارے کُن سے سب کچھ ظہور میں آتا ہے ؛

جب تم کسی دقیق معاملے کی چھان بین میں مستغرق ہوتے ہو تو گو آنکھیں کھُلی ہوں۔ سامنے سے خواہ کیا کچھ گزر جائے دکھائی نہیں دیتا ؛ کان بند نہ ہوں۔ پر شور و غل سُنائی نہیں دیتا ؛ وجہ یہی کہ تم نے توجہ مبذول نہیں فرمائی۔ تمہاری طرف سے دو لم جنبش نہیں ارشاد ہوا ؛ اگر اشکال اور آواز تم سے علیٰحدہ کچھ حقیقت رکھتے ہوں تو آنکھیں جو کھُلی تھیں اور کان بھی کھُلے تھے دکھائی کیوں

نہ دیئے؟ شنائی کیوں نہ دیئے؟

بعض معترض صاحب جب سوتے ہیں تو آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔ کان تو سب کے کھلے رہتے ہی ہیں۔ پر سامنے کی دیوار۔ چھت۔ درخت وغیرہ کھلی آنکھوں کو نظر نہیں آتے۔ ساتھ سانپ لیٹ جاؤ۔ معلوم نہیں پڑتا۔ نقارے بج رہے ہوں شنائی نہیں دیتے۔ وجہ یہی کہ اے معترض! سب کی ہستی تیری ذات پر قائم ہے۔ تیری کرن کی محتاج ہے۔

بچپن میں آنکھیں۔ کان اور سب حواس کھلے ہوتے ہیں لیکن چھت۔ دیوار۔ گھر۔ باغ۔ مرد۔ عورت۔ چرندہ۔ پرندہ وغیرہ (نام روپ) اسماء و اشکال کچھ نہیں ہوتے۔ خوشبو اور بدبو کچھ نہیں۔ اگر یہ اشیاء دانندہ (ساکشی) سے علیحدہ وجود رکھتی ہوں۔ تو بچے پر بھی اپنی موجودگی ظاہر کر دیتیں۔ پر نہیں۔ ہمارا دانندہ (جاننے والا) بننا۔ اور ان کا موجود ہونا لازم و ملزوم ہیں۔ تمہاری دریشٹی پیدا ہوتی ہے درشٹی ہی میں سرشٹی ہے۔ عالم و معلوم کبھی جدا نہیں۔

معترض (پتھر کو انگوٹھے سے دبا کر) اسے دیکھو۔ شلا کیسی سخت ہے کیا میں نے اسے سخت بنایا؟

جواب:۔ ہاں! تم خود اسے انگوٹھے سے زور کے ساتھ دبانے میں اپنی توجہ (خیال) کا زور مار رہے ہو اور کہتے ہو سخت پن مجھ سے باہر ہے

سوال:۔ ہم میڈیکل کالج میں اناٹومی (علم تشریح الابدان) پڑھتے ہیں تو کیا جسمِ انسان میں ہڈیوں پٹھوں وغیرہ کی ساخت ہم بنا آتے ہیں؟ وہ تو پہلے ہی موجود ہوتی ہے۔

جواب:۔ (۱) جسم انسان تمھارا ہے۔ کسی غیر کا تو نہیں؟ اِس جسم میں ہڈیوں پٹھوں رگوں۔ نسوں اور دماغ کی ساخت تم سے سرزد ہوئی ہے۔ کوئی غیر دخل دینے والا تھا؟ تُو ہی تم ہر ایک جسم میں ہڈیوں پٹھوں۔ رگوں۔ نسوں اور دماغ کی ساخت کے مُوجب ہو۔ جب لاش کو چیر پھاڑ کر کالج میں تجربہ اور مُشاہدہ کرتے ہو تو اپنے ہی لگائے ہوئے باغ کو آپ دیکھتے ہو۔ اپنے ہی مکان کا خود امتحان کرتے ہو۔

(۲) خیر اس بات کو جانے دیجئے۔ غور کر کے بتاؤ کہ لہُو کا ہر ایک قطرہ۔ اور جسم کی بوٹی بوٹی ہڈی کا ریزہ ریزہ چمڑے کا ٹکڑہ ٹکڑہ تمھارے خیال اور توجہ سے نکلتے ہیں کہ مُردہ لاش سے؟

ایک آدمی کے ہاتھ میں لالٹین (lantern) تھی۔ وہ جہاں جاتا تھا اُجالا ہی اُجالا کر دیتا تھا۔ آن کر کہنے لگا کہ سڑک پر تو رنگا رنگ کی مِینا کاری ہو رہی ہے۔ وہ ویسے ہی پیارے! جب تم عِلم نباتات وغیرہ پڑھتے ہو تو سب پودوں اور پھولوں میں رونق تمھاری لالٹین سے آ جاتی ہے۔ تمھاری ہی روشنی رنگ رُوپ چوکور گول ہو کر دکھائی دیتی ہے۔ کیلکس (کاسہ) نظر آیا تو تمھارا خیال تھا۔ کورولا (دلو زیچ) نکلا تو تمھاری لالٹین سے سٹیمن دکھائی دیا تو تمھارا ہی نُور تھا۔ سٹائل اور پولن (زرگل) کو مشاہدہ کرتے وقت تم نے اپنی روشنی ذرا آگے بڑھا دی۔ سارا پھول تمھارا خیال تھا۔ جزو تم تھے۔ کُل تم تھے۔

چمن میں سرو کہتے ہیں تمھارے سایۂ قد کو ۔ فلک پر چاند رکھا نام عکسِ روئے تاباں کا

اس امر واقعی (stern reality, patent fact) کو بھول جانا اپنے آپ سے بے خبر ہو کر بیرونی اشیا کا محتاج ہونا پڑتا ہے؟

س:- تو کیا ازل، ابد، مہا پرلے بھی میں بنا آیا ہوں۔ میں محدود جیو کیا کر سکتا ہوں؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

ج:- عالم خواب میں خواب کا ماضی اور مستقبل تمہارے ذہن میں ہوتا ہے کہ باہر سے کسی اور طاقت کے ماتحت ہوتا ہے؟ خواب میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ اس کے آبا و اجداد ہفتاد پشت تک مثلاً تم بتانے جاؤ گے۔ لیکن وہ سب تمہارے خیال میں موجود ہیں اسی طرح جو کچھ نظر آتا ہے۔ یہ تمہارا خیال ہے۔ مع اس کے ماضی و استقبال کے۔

عالم خواب کی اشیاء اسی وقت پیدا ہو کر نظر آنے لگتی ہیں پر خواب دیکھنے والے کو معلوم ایسی ہوتی ہیں کہ میری پیدایش سے پہلے کی ہیں حالانکہ وہ اسی وقت پیدا ہوتی ہیں۔ پر مغالطہ سے ایسا سمجھا جاتا ہے کہ پہلے پیدا ہوئی تھیں۔ ٹھیک اس طور پر عالم بیداری کے سامان اور ان کا علم بھی دونوں ایک ہی وقت پیدا ہوتے ہیں۔ اِلّا اودّیا کے زور سے ان اشیاء کی نسبت یہ خیال بھی ساتھ ہی پیدا ہو جاتا ہے کہ ان اشیاء کو قرار ہے۔ یعنی یہ خیال کہ یہ چیزیں وہ ہی ہیں جو پہلے دیکھی تھیں یہ نقشہ ہندوستان سکول کے کمرے میں لٹکا کر طلبا دیکھ رہے ہیں۔

"ہمالیہ آشرم شمال میں ہے۔ شرنگیری دکن میں واقع ہے۔ جگن ناتھ مشرق میں ہے۔ دوارکا مغرب میں۔ گنگا خلیج بنگال میں گرتی ہے"

سندھ بحیرۂ عرب میں وغیرہ"؛ پیارے طلباء! کہیں انسپکٹر صاحب کے سہم کے مارے اس امر کو بھول نہ جانا کہ نقشہ پر کے کاشی ہردوار رامیشور وغیرہ صرف تمہارے ذہن میں مفروض ہیں۔ اور نہ صرف یہ مقامات تختۂ کاغذ پر فرض کئے ہوئے ہیں بلکہ اُنکے ارتباط فاصلے۔ شمال۔ جنوب مشرق۔ مغرب۔ طولِ بلد۔ عرض بلد خشکی تری وغیرہ بھی نقشہ میں خیالی ہیں؛ ناظرین! ٹھیک اسی طور پر عالمِ بیداری کا نقشہ کھولتے ہی نہ صرف اشیاء گوناگوں تمہاری مایا سے پیدا ہو آتی ہیں بلکہ اُن کے ارتباط مثلاً "مقدم و مؤخر ہونا" علّت و معلول ہونا" "نیا یا پرانا ہونا" "نزدیک یا دُور ہونا" بھی ساتھ کے ساتھ ہی نمودار ہوتے ہیں؛ "یہ پانسو برس کا بڑ کا درخت ہے"! اس میں نہ صرف بڑ تمہاری دید سے پیدا ہوتا ہے بلکہ اُسکے پانسو یا سات سو برس بھی معاً خیال سے ابھرتے ہیں؛ اِس طور پر نہ صرف دُنیا تمہارا خیال مانز ہے بلکہ دُنیا کا ابتدا (آدی۔ ازل) بھی تمہاری کلپنا ہے؛ نہیں! نہیں! دُنیا (جگت) تو انادی ہے۔ اس کا ابتدا تو کوئی ہوگا ہی نہیں۔ بیشک دُنیا انادی ہے؛ پیارے! خواب کی نگاہ کو کبھی عالمِ خواب آغاز والا بھی معلوم ہوگا ہے؟ خواب دیکھتے وقت عالمِ خواب ہمیشہ انادی ہوتا ہے؛ گیان کی حقیقی بیداری آنے تک جگت بعینہٖ خواب کی طرح انادی معلوم ہوتا ہے اور کیوں نہو؟ جگت خواب ہی تو ہے؛

لہ عشق چوں سائباں بصحرا زد؛ از ازل تا ابد کشید طناب

لہ جب عشق نے اپنا ڈیرہ جنگل میں لگایا تو اُسنے ازل سے ابد تک رسی تانی

ایک کاغذ پر دریا کی تصویر ہے۔ اردگرد نہایت خوبصورت سرسبز کنارے ہیں۔ بیچ میں کشتی چل رہی ہے۔ کشتی میں راجہ صاحب سوار ہیں۔ راگ سُن رہے ہیں۔ چھوٹا کنور راجہ صاحب کے پہلو میں کھیل رہا ہے۔ اب دیکھئے۔ کنور صاحب کے والد شریف تو مہاراج ہیں۔ لیکن کیا کنور اور کیا مہاراج۔ کیا کشتی اور کیا دریا۔ سب کا والد (پیدا کنندہ) مصوّر کا ذہن ہے۔ اسی طرح دُنیا کا بابا تو آدمی منُو یا آدم ہی سہی۔ لیکن پیارے! خلقت اور اُس کے بابا آدم کی اصل سب تصویر کا بابا تُو ہے۔ کشتیٔ دُنیا تیرے ذہن میں ہے۔ اور ناخدائے کشتی یعنی خُدا تیرے کُن سے ظہور میں آتا ہے

میں نے مانا دہر کو حق نے کیا پیدا و لے

میں وہ خالق ہُوں مری کُن سے خُدا پیدا ہُوا

पिताहमस्य जगतो माता धाता पितामहः।[1]

वेद्यं पवित्रमोङ्कार ऋक् साम यजुरेव च ॥ (بھگوت گیتا۔۱۷-۹)

I am – of all this boundless Universe –

The Father, Mother, Ancestor, & Guard;

The end of Learning! That which purifies

In lustral water! I am Om! I am

---

[1] (۱) میں اِس تمام جہان کا پِتا ماتا داتا (جدِ امجد یعنی بزرگ) اور محافظ ہوں۔ اور علم وفضل کا انجام ہُوں۔ یا جاننے کے قابل اور شُدّھ (پوتر) کرنے والا جو "اوم" (پرنو) ہے وہ میں ہُوں۔ ایسے ہی رگ سام اور یجروید میں ہُوں (یا ایسے ہی رچائیں۔ ویدک گیت اور یجس منتر تمام میں ہُوں) بھگوت گیتا ادھیائے ۹ شلوک ۱۷)

Rig-Veda, Sāma-Veda, Yajur-Veda;
(Sir Edwin Arnold)

मनो दृश्यमिदं द्वैतं यत्किञ्चित् सचराचरम्। (گوڑ پاد)
मनसो ह्यमनीभावे द्वैतं नैवोपलभ्यते॥

ترجمہ:- "یہ سب قائم و متحرک غیریت جبھی تک ہے۔ جب تک مَن دیکھنے والا بنا ہے۔ مَن کے ساکت ہوتے ہی غیریت کی بُو باقی نہیں رہتی"۔

अनेन जीवेनात्मनाऽनुप्रविश्य नामरूपे
व्याकरवाणीति॥ (سام وید چھاندوگیہ اپنشد)

ترجمہ:- ان اجسام میں داخل ہو کر بحیثیت جیوآتما مختلف اسماء و اشکال کو ظہور دوں

زبردست اعتراض Tennyson نے ایک جگہ لکھا ہے
I am a part of all that I have met.

"یعنی جو کچھ میں نے دیکھا یا سُنا میں خود اُس کا ایک رُکنِ اعلیٰ تھا"

البتہ یہ مقولہ تو قابلِ تسلیم ہے کیونکہ کوئی چیز محسوس نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہم اُس کی موجودگی میں ایک **جزوِ عظیم** (یعنی دانندہ) نہ بنیں۔ لیکن تمہارا یہ کہنا کہ جو نظر آتا ہے۔ کُل "میں ہی میں ہوں" یقین کا دامن توڑتا ہے۔ دیکھئے! اشیاء کے نظر آنے میں نہ صرف تمہارا دیکھنا لازمی ہے۔ بلکہ تمہارے جسم سے باہر کسی ہستی کا موجود ہونا بھی اشد ضروری ہے۔ اگر سامنے کچھ نہ ہوگا تو تمہیں پتھر، دریا، مکان وغیرہ کبھی نظر نہ آئیں گے۔

اگر تمہاری طاقتِ شنوائی پر کوئی باہر سے اثر ڈالنے والی قوت موجود

نہ ہوگی تو لاکھ کان کھول کھول کر دھیان پڑے دھرو کچھ سنائی نہیں دینے کا۔ اگر تمہارا ہی خیال سب کچھ ہے تو پانی کا تصور جمانے سے پیاس کیوں نہیں بجھا لیا کرتے ؟

قانونِ قدرت ہے کہ جب کہیں کسی قسم کا (action) ایکشن عملِ فاعلی ہوتا ہے تو معہذا عملِ انفعالی (یا reaction) ری ایکشن۔ جوابی عمل) بھی ساتھ ضرور ہوتا ہے۔ جب تم پتھر کو دباتے ہو تو اُدھر آپ کی اُنگلی بھی اُتنی ہی دبتی ہے ۔ گھوڑا گاڑی کو چلاتا ہے۔ گاڑی گھوڑے کے اعضا و اعصاب کو ہلاتی اور ماندہ کر دیتی ہے۔ جھٹ تھکا دیتی ہے۔ رگڑ سے جب آگ نکلتی ہے تو دیا سلائی ڈبیا کی ریگ پر عمل کرتی ہے۔ ڈبیا کی ریگ دیا سلائی پر ویسا ہی جواب عمل کرتی ہے ۔ ایک ہاتھ سے تالی بھی نہیں بجا کرتی کرسی تمہارے جسم پر عمل کر رہی ہے۔ گرنے سے روک رہی ہے بباعثِ دباؤ تم کرسی پر جواب عمل کر رہے ہو۔ اُسے کمزور اور ڈھیلا بنا رہے ہو ۔

گر حُسن نہیں عشق بھی پیدا نہیں ہوتا
بلبل گُلِ تصویر پہ شیدا نہیں ہوتا

الوانِ گوناگوں کے نظر آنے میں بھی ایکشن (عمل) اور ری ایکشن (جوابِ عمل) دونوں کا ہونا ضروری ہے۔ اگر کان آنکھ ناک وغیرہ پر باہر سے کچھ اثر نہ پڑے تو بھی کچھ محسوس نہ ہوگا اور اگر اندرونی طاقت عمل نہ کرے تو بھی اشیاء یوں ظلموں تاریکئے عدم میں رہیں گی ۔ جیسے اُدھر ڈبیا کی ریگ اور اُدھر دیا سلائی کے مصالحے کی رگڑ سے

آگ نمودار ہو آئی - ویسے ہی یہ سرو کا بوٹا بہ حیثیت سرو باہر اور اندر سے عمل اور جوابِ عمل کی بدولت موجود ہو آتا ہے ؛

راہم :- آپ کے وہاں میں گلاب دیکھ راہم قطع کلام کرتا ہے - نہیں آپ کے کلام کو پورا کرتا ہے - سُنئیے :- معدن قوت یا چشمۂ انرجی (حرکت) کو "چیتن" نام دیا گیا ہے ؛

عید کا چاند بہ حیثیت چاند تب (نمودار) پر نکیش ہوتا ہے - جب میرا خیال وہاں لڑتا ہے - لیکن خیال لڑنے سے پیشتر بجائے چاند کچھ نہ کچھ ضرور تھا جس نے بصارت پر عمل یا اثر کیا ؛

کیا یہ چاند تھا ؟ ہرگز نہیں - چاند تو خیال لڑنے کے پیچھے ظہور میں آیا - خیال لڑنے سے پیشتر اس کی ہستی کی بابت صرف اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ منبع تاثیر ہے - پس اس کو چیتن کہنا بجا ہے (باعثِ عید تو چیتن ہی ہے)؛

اسی طرح مندر بہ حیثیت مندر تب موجود ہوتا ہے - جب تمہاری طرف سے جوابِ عمل (reaction) غور کی صورت میں سرزد ہوتا ہے - ورنہ دراصل پہلے چیتن ہی چیتن ہے ؛

کیرتن (نغمہ) بہ حیثیت کیرتن کب پیدا ہوا ؟ جب تم نے خیال کا دم پھونکا - کیا پہلے نیست تھا ؟ نہیں - عمل کنندہ چیتن ہی چیتن تھا ؛

گل وریحان بہ حیثیت گل وریحان کب نمودار ہوئے ؟ جب تم نے سونگھا ورنہ فی الحقیقت چیتن ہی چیتن تھا ؛

سیب و انگور خوش ذائقہ کب تھے ؟ جب تم نے توجہ مبذول فرمائی - ورنہ چیتن ہی چیتن ہے

ریشم اس قدر نرم اور صاف کیسے ہوا ؟ تمہارے سپرش

(چھونے) کے باعث۔ ورنہ چیتن ہی چیتن ہے ؏

سوال:۔ مانا کہ ہمارے توجہ دینے کے بعد چاند یا گنگا نظر آئی (آئے) لیکن ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ چاند یا گنگا پہلے ہی سے موجود نہ تھے ؏

جواب:۔ پدارتھ (شئے) بہ حیثیت پدارتھ تب موجود ہوا جب باہر سے چیتن کے عمل کا تمہارے اندر سے (غور و توجہ کی شکل میں) جواب ملا۔ جیسے شیشہ میں عکس صرف تب ہویدا ہوا جب شیشہ میں منہ دیکھا گیا ؏ شیشے میں منہ دیکھنے سے پہلے تمہیں کوئی اختیار نہیں کہ شیشہ میں رخسار کی موجودگی کو فرض کرلو ؏

پنجاب کے ایک گاؤں کے باہر رات کے وقت دیہاتی لڑکوں میں کھیلتے کھیلتے شرط بدی کہ جو کوئی لڑکا اس وقت قبرستان میں جاکر ایک کھونٹی گاڑ آئے اُس کی بہادری مانیں گے ؏ ایک بنیئے کا لڑکا شیخی کے مارے تیار ہوگیا اور قبرستان کی طرف چلا۔ چلا تو سہی۔ پر مارے سہم کے جان منہ میں آرہی تھی ؏ دِل دھڑک رہا تھا۔ پہلے تو قبروں کے کتبوں کو اندھیرے میں دیکھ کر ڈرا۔ جنگل کی سنسناہٹ سے سراسیمہ ہوا۔ جب لکڑی کو پتھر سے ٹھونکنے لگا تو تذبذب اور دہشت نے حواس باختہ کر دیئے تھے۔ اُس کی دھوتی (تہ بند) کا دامن کھونٹی کی نوک سے اڑ گیا۔ کھونٹی کو ٹھونکتے ٹھونکتے دھوتی بھی زمین میں دھنستی گئی۔ جب کمال تعجیل سے واپس جانے کو اُٹھا تو کپڑے کو سخت کھینچ آئی۔ وہم سے ڈراؤنی صورتیں تو پہلے ہی آنکھوں کے سامنے پھر رہی تھیں۔ کپڑا پکڑا گیا۔ دیکھ کر بے اختیار چیخیں مارنے لگا۔ سخت چلّانے

. . . . بھُو . . . .

بھُو . . . .
ہی نکلا تھا کہ بے ہوش ہوکر گر پڑا ٭ یہ بھُوت باہر سے آیا کہ
اندر سے ؟

اے غریب! بھُوت کا مالک وشو شنکر تُو ہی ہے۔ یہ تیری
آنکھ سے پیدا ہُوا۔ تیرے اشارے سے موجود ہُوا ہے۔ پکڑا بھی
کسی غیر نے نہیں پکڑا۔ تُو نے خود زمین میں گاڑا ہے۔ خود کردہ
کرتُوت پر واویلا چہ معنی؟ یہی حال اُن لوگوں کا ہے جو جہل
کی شبِ یلدا میں محسوسات کی قبروں پر شیخی (vanity) کے
ارے کھونٹی گاڑنا چاہتے ہیں۔ اندر سے قافیہ تنگ ہو رہا ہے۔
اوسان خطا ہو رہے ہیں۔ پیش و پنج میں پڑے ہیں۔ پر باہر سے
چوٹ پر چوٹ لگائے جاتے ہیں۔ میوہ (جسمانی الفت) اور کام (شہوت) کی کھونٹی گاڑے
جاتے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی نہیں کہ ایسا کرنے سے اپنی حقیقی عزت کو
مٹی میں ملا رہے ہیں۔ اور اپنے تئیں خود گرفتار کر رہے ہیں۔ پتوں
کی کھڑکھڑاہٹ سے ہُوا کی سرسراہٹ سے دم میں دم نہیں رہنے پاتا
گاہ و بیگاہ چونک پڑتے ہیں۔ صدہائے ظلم! وائے ستم! مارے
گئے لوٹے گئے!" اور محسوسات کے قبرستان سے مراجعت کرتے
وقت (یعنی بوقتِ نزع) تو گویا سخت گھبیٹ اور رگڑے سے دکھ
پاتے ہیں ٭

اے وارثانِ نورِ معرفت! تم اپنے ہی وہم کے بکھیل سے
مت گھبرائے جاؤ ٭ تمھیں کوئی کھینچنے والا نہیں ٭ یہ پنج بھوت
(عناصر) تمھارے بنائے ہوئے ہیں۔ جبکہ اور خود رفع کر دو۔

تمہارے کھونٹی گاڑنے گاڑنے بھوت نمودار ہوتا گیا۔ پہلے کوئی بھوت نہ تھا ✤

سوال:۔ جب ہم نے دیکھا تو چاند یا گنگا نظر آئے۔ اب کیا ہم **انومان** سے نہیں کہہ سکتے کہ وہاں پہلے بھی چاند اور گنگا ہی موجود تھے؟

جواب:۔ انومان یہاں کیونکر چل سکتا ہے۔ ویاپتی (راس اوسط Middle Term) کہاں سے لاؤ گے؟ اور اہرن (مثال) کیسے پیدا کرو گے؟ جو شے ہے وہ ہی چیتن ہے۔ تمہارے دیکھنے سے شے (پدارتھ) بنی سب ✤

سوال:۔ آپ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ یہ دیوار میرے خیال (جواب عمل) کی بدولت پیدا ہوئی۔ اور صرف دِیہ پدیہ (درشٹی سرشٹی) ہی ہے؟ میں اس کو ہاتھ سے محسوس کر سکتا ہوں۔ اسے تھپکار کر آواز سن سکتا ہوں۔ جیبھ سے چاٹ سکتا ہوں۔ سونگھ سکتا ہوں ✤

جواب:۔ آنکھ کی راہ تمہاری بِرتی (عمل) دیوار کا رُوپ بنتی ہے۔ بحیثیت لامسہ تمہاری بِرتی (خیال) نرم یا سخت پن ہو آتی ہے سامعہ کی شکل میں تمہاری بِرتی (غور) دیوار کا آواز بن نکلتی ہے شامہ کی حالت میں تمہاری توجہ ہی بُو محسوس ہوتی ہے۔ اسی طرح ذائقہ بحیثیت ذائقہ باہر سے نہیں آتا ✤

سوال:۔ اگر ہمارے خیال سے سب ظہور میں آتا ہے تو ہم یہاں چاند دیکھ رہے ہیں۔ ہمارے کہنے سے وہاں سورج کیوں نہیں دکھائی دے دیتا؟ ✤ جس کو آج ہم نے کالج دیکھا ہے وہ کل

دکھائی دے دیتا ؟ یہ جس کو آج ہم نے کالج دیکھا ہے وُہ کل گنگا کیوں نہیں نظر آتا ؟ ؛

جواب :- (۱) یہی تو آپ کہتے ہیں نہ کہ "جس مقام پر چاند نظر آتا ہے اُس مقام پر سُورج کیوں دکھائی نہیں دیتا ؟"

اس قضیہ یا جُملہ (Proposition) کو ذرا اینے لائیز (analyze تحلیل) کیجئے۔ آپ کے اِس جُملہ سے یہ صاف پایا جاتا ہے۔ کہ "مقام" (مکان۔ دیش space) ہمارے خیال سے باہر کوئی شئے ہے۔ مکان کو آپ نے جُدا قرطاس ایسا تسلیم کیا ہے جس پر خیال کی تصویریں ہمارے ذہن سے نکل سکتی ہیں ؛

اسی طرح "جو آج کالج ہے وہ کل گنگا کیوں نہیں ہو جاتا ؟" اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے ٹائم (آج یا کل وغیرہ) کو ہمارے اختیار سے باہر تسلیم کیا ہے۔ اور صرف صُورِ متصوّرہ کا ہمارے خیال میں ہونا مانا ہے ؛

پس یہ سوال آنجناب ظاہر کر رہا ہے کہ آپ نے ویدانت کے دعوے کو سمجھا ہی نہیں۔ ویدانت تو یہ بتاتا ہے کہ نہ صرف چاند و سُورج اور کالج گنگا میرے ذہن سے برآمد ہوتے ہیں۔ بلکہ خود دیش اور کال بھی میری دِیا پار یار ہیں ؛

اپنی طرف سے تو آپ نے ویدانت کا دعوےٰ (پر از تبلیغ preposterous) سمجھ کر سوال کیا تھا۔ لیکن اس سوال سے آپ کی غلط فہمی ٹپکتی ہے :- یہ غلط فہمی نہیں کہ آپ نے جو ویدانت کے دعوےٰ کا اسٹیمیٹ (تخمینہ) لگایا وہ اصلی دعوےٰ سے

ہی کم ہے۔ اور اسی غلط فہمی پر مبنی آپ کا سوال ہے + اگر ویدانت کا دعوائے حقیقت میں ویسا ہی محدود (ویش کال کے جیل خانہ کے اندر باختیار ہونے کا) ہو جیسا کہ آپ کے ظن میں آیا ہے۔ تب تو آپکا سوال چل سکتا ہے۔ لیکن اِس سلطنتِ حقیقت میں تو چون و چرا کو دخل نہیں +

ویدانت یہ اُپدیش (انرکٹ) نہیں کرتا کہ سرب شکتی مان کا ارتھ (معنی) کرے وُہ بندہ مقیدِ زمان و مکان جو دیگر ہمجنسوں غلامانِ مکان و زمان) پرمیٹ (mate) کا اختیار ہو + میں تو وُہ قادرِ مطلق لا محدود پاک خدا ہوں کہ نہ صرف چاند سورج گنگا کالج قرۃالعین میں پیدا کرتا ہوں بلکہ اِن کا آو انت دیگر اجسام اور اُن کے باہمی تعلقات۔ نیز یہ سب سوالات و جوابات۔ کُل مکان زمان۔ چون و چنان مَیں ہی میں ہوں۔ تعجب و حیرت مجسّم یہ سب دُنیا میرا معجزہ ہے +

اِس رمز کو نہ سمجھنے کی وجہ عموماً یہ ہوتی ہے کہ لفظ "میں" کا مفہوم اصلی عام لوگوں کی سمجھ میں جھٹ پٹ نہیں آتا۔ بار بار اِس لفظ "میں" کے معنوں میں گڑبڑ کر جاتے ہیں "میں" کا ارتھ جوتی اور پگڑی کے درمیان واقع نہیں ہے "میں" کی وسعت ساڑھے تین ہاتھ نہیں "میں کا حدودِ اربعہ لا انتہا ہے۔ جیسے سوپنا میں اِس "میں" کے اندر اِدھر ایک بندہ فقیر یا امیر بن جاتا ہے (ویشٹھی) اُدھر ملک و صحرا کوہ و دریا موجود ہو جاتا ہے (سمشٹھی)۔ وَیسے جاگرت میں اِس ایک "میں" کے اندر اِدھر

(subject) ایک شخص پن (individual) ظاہر ہو آتا ہے اُدھر تمام دنیا نمودار ہو آتی ہے (object) اِدھر ویش کال دستو (Forms of thought) ایک مرد بشر (subject) کے اندر (دماغ میں) اُگ پڑتے ہیں۔ اُدھر دنیا بھر میں موجود ہو آتے ہیں ؎

خواب میں اگر آپ شیر سے مغلوب ہو جاتے ہو تو کیا شیر آپ کا خیال خواب نہیں تھا؟ ادھر مغلوب جسم آپ کا خیال تھا۔ اُدھر غالب شیر آپ کا خواب تھا۔ حقیقتاً آپ کے اپنے آپ میں سب کونک مفروض ہے۔ جاگو اپنے آپ میں۔ تم ہی سرب شکتی مان شُدھ چیتن خالقِ مکین و مکان ہو ؎

سوال:۔ بات بات میں آپ تو ایک خواب کی مثال ٹھونس دیتے ہیں یورو پین فلاسفر تو اس کو پسند نہیں کرتے ؎

جواب:۔ اچھا! ہم خواب کا ذکر نہ لایا کرینگے۔ آپ اور آپ کے گورو یوروپین پنڈت عالم خواب میں ہر روز بلا ناغہ مارے مارے پھرنا بند کر دیں ؎

بڑے تعجب کی بات ہے۔ آٹھ نو بجے تک تو ہر روز خواب میں جھوٹ کو سچ مان کر کہیں کے کہیں حیران و سرگرداں فٹ بال کی گیند کی طرح لڑھکتے پھرتے ہیں۔ اور دس بجے جاگ کر پھر دوسرے خواب (دنیا) کے چکر میں ایسے پھنستے ہیں کہ ظاہری محسوسات (empirical phenomena) کی بھول بھلیاں میں مبتلا ہو کر ایک امر واقعی stern reality, solid fact کا نام لینا

بھی گوارا نہیں کر سکتے۔ خواب میں اگر معلوم ہو جائے کہ یہ خواب ہے تو وہ خواب نہیں رہتا۔ جاگ آجاتی ہے۔ عام ہندو یورپین لوگ اور انکے چیلے چانٹے بعض ہندو اگر محسوسات کے خواب و خیال ہونیکا ذکر سن کر ہنس دیتے ہیں تو اس کے یہ معنے ہیں کہ ان کو جاگنا بُرا معلوم دیتا ہے۔ خواب کا خرگوش سینہ میں سوا دیتے ہیں۔ رات سے خاص اُنس رکھتے ہیں اور اندھیرے میں چلنا پھرنا پسند کرتے ہیں ÷ آدھی دُنیا پہ ہر وقت رات رہتی ہے اور آدھی دُنیا پر دن۔ بالفاظ دیگر آدھی دُنیا پہ ہر وقت خواب (سوپن) میں رہتی ہے۔ اور سوپن اور سشپتی کی سلطنت عالمگیر ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔ بڑے آشچریہ کی بات ہے کہ یورپ والوں نے آتما کی حقیقت بیان کرتے وقت سوپن اور سشپتی کو کسی شمار و قطار میں نہیں لیا اور ناقص hypothetical data (دنیا بنیاد) پر اپنے فلسفہ کو چلانا چاہا ہے۔ خرائط سوال کو ادھورا رکھکر عقدۂ حقیقت کو حل کیا چاہتے ہیں۔ جاگرت کے جسم کثیف و پرتکیش سنسار میں اہل مغرب کا تک و تاز بیشک ایک لحاظ سے قابلِ تعریف ہے۔ لیکن اسکے سنسار اور جسم لطیف میں انکی تحقیقات کو بہت کم دخل ہے۔ تجارب روحانی اور مکاشفات کا دریا انکو معلوم کا انکے اس پتہ نہیں لہٰذا ÷ پیغمبر مذہب (Prophet) یورپ میں ابھی تک ایک بھی نہیں پیدا ہوا۔ دُنیا کے پیغمبران مذاہب سب کے سب ایشیا سے نکلے ہیں ÷ ہاں ہمہ خاص اوقات پر سچ تو ہر ایک کی زبان سے نکل ہی جاتا ہے۔ شیکسپیئر Shakespeare کہتا ہے ÷ We are such stuff as dreams are made of.

سوال - ہم اس بات سے زیادہ خواہش مند ہوتے ہیں جب سے [illegible]

ٹینی سن (Tennysons) لکھتا ہے۔

Dreams[1] are true while they last, and do we not live in dreams?

سوال:۔ دیش کال وستو تو قائم قارہ اور ثابتہ ہیں۔ دیگر اشیا تبدیل ہوتی ہیں۔ یہ تبدیل نہیں ہوتے۔ باقی سب چیزیں دیش کال وستو کے ذریعے بیان کی جاتی ہیں۔ سب بیوہار (داد وستد) وغیرہ کا مدار انہیں پر ہے۔ آپ دیش کال وستو کو دیگر اشیا کے زمرہ میں کیوں گردانتے ہیں؟

جواب:۔ آپ یہ بتلایئے تمہارے دیش کال وستو کا قیام قرار اور اثبات خواب اور سشپتی میں کہاں جاتا ہے؟ جاگرت کے تجربہ کو راست تسلیم کرتے ہو۔ پر کیا سشپتی تمہاری ویسی ہی بلکہ جاگرت سے بھی بڑھ کر زبردست حالت نہیں ہے؟ سشپتی کا تم پر حق نہیں ہے؟ جتنی دیر جاگرت رہتی ہے تقریباً اتنی ہی دیر سشپتی کا راج رہتا ہے بچپن کا زمانہ تو سارے کا سارا ایک لمبی سشپتی ہوتا ہے۔ موت کے بعد بہت دیر سشپتی کا عہد رہتا ہے۔ اس سشپتی کے تجربہ کو کسی شمار قطار میں نہ لانا انصاف کا خون کرنا ہے۔ سشپتی تمہاری مشکیں کس کر ہاتھ پاؤں باندھ کر یہ سبق روز پڑھاتی ہے کہ دیش کال وستو حقیقی نہیں۔ حقیقی نہیں۔ صرف نمودی ہیں۔ نمودی

[1] خواب سچے یا حقیقی ہوتے ہیں جب تک کہ وہ رہتے ہیں (یعنی جب تک خواب کی حالت طاری رہتی ہے وہ خواب سچا حقیقی معلوم دیتا ہے) اور کیا ہم خود خواب میں نہیں رہتے؟

پول نگاہیو جگت کا سشپتی وستھا ماتھ
نام روپ سنسار کی جاتھ گنا دہ یہی ناتھ

اگر سُوپن اور سشپتی کے تجربہ کو آپ جاگ کر کہہ دیتے ہو کہ یہ جھوٹ ہے۔ تو جاگرت کے تجربہ کو بھی جھوٹ قرار دینا لازم ہے۔ کیونکہ سُوپن اور سشپتی کے اعتبار سے یہ بھی اُڑ جاتا ہے۔ جاگرت کی دُنیا اگر سچی ہوتی تو عالم سشپتی میں بھی بر قرار رہتی۔ کیونکہ "حق تو وُہ ہے جو سدا ایک رس دائم و قائم رہے"

एक रूपेण ह्यवस्थितो योऽर्थः स परमार्थः" (شنکر شاریرک بھاشیہ ۲-۱-۱۱)

یہ جو آپ نے کہا کہ دیگر اشیا کے مقابلہ میں دیش کال وستو قائم قارہ اور ثابتہ ہیں * اسی سے تو کینٹ (Kant) نے ثابت کیا ہے کہ دیش کال وستو محض ذہنی ہیں * ہاں اگر بیوہار میں ان کو بمقابلہ دیگر اعیان کے قائم قارہ اور ثابتہ تسلیم کیا جائے تو سنیئے کہ ہندسہ بالجبر (Analytical Geometry) میں تمام نقاط کُل خطوط جملہ سطوح اور سب اجسام کے مقامات (محددین Coordinates) مفروضہ محوروں کے لحاظ سے قایم اور مقرر ہوتے ہیں۔ سب مسئلے اور سوالات انہیں محوروں پر مبنی ہوتے ہیں۔ سب عقدے انہیں محوروں کی بدولت حل ہوتے ہیں۔ جملہ عملہائے ریاضیہ انہیں محوروں پر موقوف ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ تو سہی۔ لیکن بورڈ پر ڈسٹر (جھاڑن تولیا) پھیرا تو وہ "جیتے گئے سوہنی اوستے" "مہینوال" مزیدار اشکال ہندسیہ عجیبہ و غریبہ خطوط منحنی (curves) مزاشہائے مخروطی (Conic Sections) قطعیہ (Catenary) لوگارثمی۔ خطِ منحنی۔

لٹ دی لٹ involutes, evolutes (خطوطِ پیچاں) (spirals) یہ سب کے سب محوروں کو اپنے ساتھ ہی لے مرے ۔ جہاں کشتی ڈوبی کھینے کے اوزار چپّو بانس وغیرہ بھی ساتھ ہی غرقاب ۔

جان من تیرے سیام سندر سروپ کے بورڈ پر اودیا کی کھریا مٹی سے انیک پرکار کی شکلیں صورتیں (دُنیا) کھچی پُچی ہیں ۔ کئی سوالات حل ہو رہے ہیں ۔ کئی مجہول لا ع ی جمع ہیں ۔ بیشمار معروفوں (Known quantities) کی بھرمار ہے ۔ آخر حل کرتے کرتے ریاضی کی رُوح رواں نے ثابت کر دیا ہے کہ

لا (ٹائیم) = ا

ع (کال) = ا

ی (وستُو) = ا

ہاں ! ٹھیک ہے بالکل درست ہے ۔ دیش کال وستُو کی تمیز مجھ देशकालानवच्छिन्न (پاک از تقسیم مکان و زمان) اور सर्व विक्रिया शून्य (مُبرّا از ردّ و بدل) میں کہاں ؟

सत्यमित्येतावदिदं सर्वं मिदं सर्वमासि

رگ وید کی شرتی کا فرمان ہے "اِس کلام سے سچ کہا جاتا ہے جو کچھ کہ یہ سب ہے یہ سب تُو ہے" ۔ اب خوشی سے بغلیں بجاؤ ۔ آنند کرو بورڈ کو صاف کرو ۔ اور محوروں کو بھی ساتھ ہی مٹا دو ۔ چلو ۔ پاس ! پاس ہو گئے ۔ مبارک ہو ! گو پاس تو پہلے ہی تھے ۔ دوری کا تو نام و نشان ہی نہ تھا ۔

نظم

۵۱ (۱) یکہ عمرے در پئے او میدویدم سُو بسُو
ناگہانش یافتم با دل نشستہ رُو برُو (۱)
آخرالامر شش بدیدم معتکف در کوئے دل
گرچہ بسیارے دویدم در پئے او کُو بکُو (۲)
دل گرفت آرام چوں۔ آرام دل در برگرفت
جان چوں جاناں را بدید آسودہ گشت از جستجو (۳)
اے کہ عمرے آرزوئے وصل او بودت چرا
از پئے آں آرزو نگذشتی از ہر آرزو (۴)
تا بکے سرچشمۂ خود را بگِل انباشتن
جوئے خود را پاک کن تا آید آب آبجو (۵)

۵۱ (۱) میں جو ساری عمر اُس کے پیچھے ہر طرف دوڑتا تھا میں نے یکایک اُسکو اپنے دل میں سامنے بیٹھا ہوا پایا ÷
(۲) آخرکار میں نے اُسکو دل کے گوشہ میں معتکف (گوشہ نشین) دیکھا اگرچہ میں اُسکی خاطر کوچہ بکوچہ بہتیرا بھاگا ÷
(۳) جب میرے دل نے دلبر کو پہلو میں پالیا تو اُس کو آرام مل گیا اور جان نے جب جاناں (اپنے پیارے) کو دیکھا تو جستجو سے رہائی پائی۔
(۴) اے طالب (جگیاسو) تجھے جو ساری عمر اس کے وصل کی آرزو تھی تو تو نے اُس آرزو کے پورا کرنے کے لئے کیوں نہ ہر ایک آرزو کو چھوڑ دیا ÷
(۵) تو کب تک اپنے چشمہ کے منہ کو کیچڑ سے بند کرتا رہیگا (پاٹتا رہے گا) اپنی نہر کو صاف کر {یعنے اپنے قلب (انتہ کرن) کو صاف کر} تاکہ (حقیقی) ندی کا پانی اُس میں آئے ÷

آبِ حیوان در درُوں داری برائے قطرۂ
ریختہ در پیشِ ہر ناداں و دانا آبِ رُو (۶)

مطربِ آں مجلسی دف را مزن ہر جا گرو
طالبِ آں بادۂ بشکن صراحی و سبو (۷)

ناظرِ آں منظری بردار از عالم نظر
عاشقِ آں شاہدی بردوز چشم از غیرِ او (۸)

نیست بے او ہیچ تا بے رُوئے از وَے بر متاب
بے وَیت چوں نیست آبے دست را از وَے مشو (۹)

ٹھوکر کھا کھا ٹھاکر ہو تھا ٭ ٹھاکر ہی کر مانہ
ہی کر بھجا تُنّدا مُڑدا ٭ ٹھاکر اِکسے تھانہ

سطر (۶) آبِ حیات تیرے اندر ہے اور پھر تو اُس کے ایک قطرہ کے لئے ہر ایک عقلمند اور بیوقوف کے سامنے اپنی بے عزتی کر رہا ہے ٭

(۷) اگر تو اُس (حقیقی) مجلس کا مطرب (گانے والا۔ یعنی اگر تو حقیقی راز کی خبر دینے والا) ہے تو دف کو ہر ایک جگہ گروی مت رکھ (یعنی ہر ایک جگہ اُس رازِ حقیقی کا شور مت ڈال) اگر تو اُس (حقیقی۔ نجانند روپی) شراب کا طالب ہے تو (دنیوی شراب کا) صراحی و مٹکا توڑ ڈال ٭

(۸) اگر تو اُس منظر (قابلِ دید اوستھا یا حالتِ انکشاف) کا دیکھنے والا ہے تو دُنیا کی طرف سے منہ پھیرے۔ اگر تو اُس (اصلی) شاہد (ساکشی بھگوان) کا عاشق ہے تو جو کچھ اُس کے سوائے ہے اُس کی طرف سے آنکھ سی لے (بند کر لے)

(۹) اُسکے بغیر کوئی چیز شانتی نہیں ہو سکتی۔ اس کی طرف سے منہ مت پھیر۔ چونکہ اُسکے بغیر تیرے لئے کوئی نمود (ندی یا چمک) نہیں اس لئے اُس سے ہاتھ مت دھو (یعنی علیحدہ مت ہو)

ٹھور ٹھور وِچ ٹھہریا ٹھاکر ÷ ٹھاکر باہر ناتہ
ٹھگ ٹھیک ٹھاکر ہی ٹھاکر ÷ ٹھاکر ہی جہاں تانہ
ٹھاکر رام نچاوے ناچے ÷ ہر جاندا جاں بانہ

(÷)

مان۔ مان۔ مان کہیا مان لے میرا ÷
جان۔ جان۔ جان رُوپ جان لے تیرا ÷
جانے بنا سرُوپ۔ غم نہ جاویگا کبھی ÷
کہتے ہیں بید بار بار بات یہ سبھی ÷
نینن کے نین جو ہے سو بینن کے بین ہے ÷
جس کے بغیر شریر میں نہ پلک چین ہے ÷
اے پیاری جان! جان تُو بھوبوں کا بھوپ ہے ÷
ناچت ہے پرکرتی سدا مجرا انوپ ہے ÷

معترض:۔ ابھی ابھی آپ نے تسلیم کر لیا تھا کہ ایکشن (عمل) اور ری ایکشن (عکسِ عمل) دونو سے دُنیا نمودار ہوتی ہے۔ اس سے تو صاف دُوئیت باد پیدا ہوتا ہے۔ اب آپ نتیجۂ لازمی سے گریز کرتے ہو۔ ایکتا (وحدت) ہی کی بات کو دبائے جاتے ہو ÷

رام:۔ ہاں ہاں وُہ ذِکر ختم نہیں ہونے پایا تھا کہ آپ نے اور سوال پیش کر دیئے ÷ نیز سہ

تم تو کہتے ہو رہے پاسِ ادب لیکن یہاں ÷ حرفِ مطلب کا زبان پر بار بار آنے کو ہے

خیر۔ اب ایکشن اور ری ایکشن کی کیفیت سنو÷

ایکشن اور ری ایکشن ہمیشہ مساوی اور متقابل

(equal and opposite) ہوتے ہیں - بلکہ ایک ہی ہوتے ہیں
علم جز تقیق کے اکثر سوالات میں ایک پہلو سے جسے ایکشن گنا جاتا
ہے اُسی کو دوسرے پہلو سے ری ایکشن بھی شمار کیا جاتا ہے
ایک ہی حادثہ یا فعل باعتبار ایک جسم کے ایکشن کہلاتا ہے - اور
باعتبار دوسرے جسم کے ری ایکشن نام پاتا ہے - ایکشن (عمل فاعلی)
اور ری ایکشن (فعل انفعالی) والے اجسام ہم جنس ہی ہوتے
ہیں ؛ اب دُنیا جو ایکشن اور ری ایکشن کا پھل مانی گئی ہے اور
ایکشن باہر سے چیتن کی جانب سے تسلیم کیا گیا ہے - اور ری ایکشن
اندر (subject) کی طرف سے ؛ یہاں پر یہ لازم آتا ہے کہ
ایکشن کا منبع جو چیتن ہے - تو ری ایکشن کا چشمہ بھی چیتن ہی
ہونا چاہیئے ؛

{ موٹی مثال : سنسکرت تقریر کرنے والا اگر سنسکرت دان ہے
تو اُس تقریر کو سمجھنے والا بھی ضرور سنسکرت دان ہونا چاہیئے -

ے کند ہم جنس با ہم جنس پرواز ؛ کبوتر با کبوتر کاز با کاز }
باہر (ماوائے ایکشن) اگر چیتن ہی چیتن ہے تو اندر (ماوائے
ری ایکشن بھی چیتن ہی چیتن ہونا چاہیئے ؛

سے نہ آسمان و نہ مہ آفتاب و خلد بریں
نہ انجم و نہ ملائک نہ کس عیاں نہ نہاں (۱)

سلہ نہ آسمان ہے نہ چاند ہے نہ سورج اور نہ بہشت اعلیٰ ہے - نہ وہ تارا
ہے نہ فرشتہ - نہ کوئی ظاہر ہے نہ پوشیدہ ؛

۱۵ نہ دوزخ و بہشت و نہ مُلک نے ملوک

و لے یکے ست کہ در جُملہ ظاہر ہست و نہاں (۲)

دو کون اوست و لے بوالعجب کمال است ایں

نہ عقل داند و نے وہم نے خرد نہ بیاں (۳)

چگونہ عقل بردپے کمال حسرتِ اوست

نہ ظاہر ست و نہ باطن نہ آشکار نہاں (۴)

معترض:۔ خیر اتنا تو مان لیا کہ اندر بھی چیتن ہے اور باہر بھی چیتن ہے ۔ لیکن ادویت اس سے بھی سدّھ نہیں ہوتا ❊ گو در حقیقت میں چیتن ہی ایکشن کا باعث ہے ۔ اور چیتن ہی ری ایکشن کا اور اس باہمی عمل سے دُنیا نمودار ہوتی ہے ۔ لیکن چیتن پھر بھی دو رہتے ہیں ۔ ایک اندر والا اور دوسرا باہر والا ❊

رام: سب چیتن دو نہیں ۔

جب کسی کو قطب تارا دکھانا ہوتا ہے تو شمال کی جانب اُس کا مُنہ کر کے کہا کرتے ہیں ۔ وہ دیکھ سات رشی (مجموعۂ انجم

---

۱۵ نہ تو دوزخ ہے نہ بہشت ۔ نہ ملکیت ہے نہ مملوک ۔ لیکن وہ ایک ہے جو سب میں ظاہر اور پوشیدہ ہے ❊

(۳) دونوں جہان وہی ہے ۔ لیکن تعجب و کمال یہی ہے کہ نہ اُسکو عقل جانتی ہے نہ سمجھ اور طاقتِ بیان ❊

(۴) عقل اُس (ذات) کا کھوج کیسے لگا سکتی ہے (یعنے ہرگز نہیں لگا سکتی) اس لئے اُس کو اس بات کی نہایت حسرت ہے کہ وہ (ذات) نہ ظاہر ہے نہ باطن ہے اور نہ عیاں ہے نہ نہاں ہے ❊

جو اہلِ مغرب کے ہاں (Bear) ہے۔ یہ سپت رشی پہلے دکھا دینے سے دھرُو (قطب) کا پتہ لگنا آسان ہو جاتا ہے۔ ویسے "اندر چیتن" اور باہر چیتن" یہ ظاہری دویت (اثنینیت) صرف اس لئے دکھائی گئی ہے کہ وحدت (دھرُو، قطب) کا ٹھیک ٹھیک پتہ آسانی سے لگ جائے۔

(۱) الفاظ "اندر" اور "باہر" باعتبار انتہ کرن (بدھی - من - intellect & understanding) کی حدِ فاصل (partition) سے بولے گئے تھے لیکن آتم گیان کے پرکاش سے من (انتہ کرن) کی حقیقت دیکھی جائے تو یہ حدِ فاصل (پردہ) ایسے معدوم ہے جیسے اندھیرے کو چراغ سے دیکھا جائے تو مفقود ہوتا ہے۔ حقیقت میں حدِ فاصل (line of demarcation) ہی کوئی نہیں۔ تو باہر اور اندر کیسا۔ "باہر کا چیتن" اور "اندر کا چیتن" یہ دو کیونکر ہو سکتی ہے؟

اس معاملہ کو پُران کی ایک کتھا خوب واضح کرتی ہے۔ بھسماسُر دیت کو شوجی (کارن شریر کے پرکاشک) نے یہ بر (boon) دان دیا کہ وہ "جس پر تو ہاتھ دھریگا وہ فنا ہو جائیگا"۔ یہ قدرت پاتے ہی بھسماسُر نے اپنے محسن پر طاقت آزمائی کرنی چاہی۔ یعنی شوجی پر ہاتھ صاف کرنے کی سوجھی۔

سلہ (۱) کس نیاموخت علمِ تیر از من ۔ کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد۔

سلہ کسی ایسے آدمی نے مجھ سے تیر اندازی کا علم نہیں سیکھا کہ جس نے مجھکو انجام کار نشانہ نہ بنایا ہو۔

شو جی آگے آگے دوڑنے لگا۔ اور بھسماسُر ہاتھ بڑھائے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ شو شنکر بھگوان وہ پکڑا گیا۔ وہ جل کر راکھ ہُوا۔ وہ قابو آگیا وہ بھسم ہُوا۔ نہیں نہیں بچ نکلا۔ بھسماسُر کس ناپاک نگاہ سے شنکر کی مایا کا لالچ کر رہا ہے۔ کیا سچ مچ شو جی کو فنا کرے گا؟

آہا کیا رُوح افزا سرود سنائی دیا! نغمۂ جاں بخش کدھر سے آیا؟ وُہ دیکھو۔ پاکیزگی مجسم سراپا نور سرتاج دلبراں نازنین زہرہ جبین رشک قمر "من موہنی" کس انداز دلربائی سے رقص کناں ہے {یہ موہنی اوتار، بھگوان وِشنو (ستوگُن کے پرکاشک) نے شو جی کی جان بچانے کے لئے دھارا ہے} بھسماسُر (تن) موہنی کی دلفریب پاکیزگی پر آنکھ ڈالتے ہی از خود رفتہ ہو گیا۔ موہنی نے اُس دَیت کے ناپاک دل سے دویت (دوئی) کو ایسا دھو دیا اور اُس کے ہر سر مُو میں ایسا حیرت انگیز نزول کیا کہ بھسماسُر گویا موہنی کی عکسی تصویر بن گیا۔ موہنی ناچتے ناچتے ہاتھ پاؤں کو جس طرح حرکت دیتی تھی اُسی کی نقل بھسماسُر کرنے لگا۔ موہنی نے اپنے دونوں ہاتھوں کو نصف دائرہ بناتے ہلایا۔ بھسماسُر نے بھی ایسا ہی کیا۔ موہنی نے ایک بازو سے خوبصورت قوس بنائی۔ بھسماسُر نے بھی ایسا ہی کیا۔ رفتہ رفتہ موہنی نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا۔ بیخودی کے ترنگ میں بھسماسُر نے بھی اپنے سر پر ہاتھ دھرا۔ اہو! جھٹ بھسم۔ فیصلہ۔

اِس درِشٹانت کا وارِشٹانت (یعنی مثالِ مذکورۂ بالا کی تعبیر) یہ ہے:۔ تم سے کارن شریر (اگیان) پر آتما رُوپی آفتاب کی نگاہِ عنایت پڑی۔ تو جیسے خورشید کی تمازت (تیج) سے برف پگھل پڑتی ہے

ویسے ہی شِو (آتما) کی کرپا درشٹی کی بدولت کارن شریر سے من (سوکشم شریر) رُوپی بھسماسُر پیدا ہُوا ۔ اب فی الحقیقت تو سارے شِو ہی شِو ہے ۔ آتما ہی آتما ہے ۔ لیکن من (بھسماسُر) کو آتما ہی کی بدولت یہ طاقت (ستّا) حاصل ہے کہ جہاں ہاتھ ڈالے راکھ بناوے ۔ تمھاری آنکھ کے سامنے کیا ہے ؟ آتما (شو) من (بھسماسُر) نے وہاں سایہ ڈالا تو درخت نظر آنے لگا ۔ آتما (شو) بھسم ہوگیا؟ نہیں بھاگ گیا ۔ دائیں جانب کیا ہے ؟ آتما (شو) من (بھسماسُر) نے سایہ ڈالا ۔ دیوار نظر آنے لگی ۔ آتما (شو) گم ۔ لیکن آتما (شو) مرا کسی صورت سے نہیں ۔ کیونکہ درخت اور دیوار کے نام رُوپ میں بھی ست چت آنند رُوپ سے جھلک مار رہا ہے ۔ تمھارے سر کی جانب کیا ہے ؟ آتما (شو) ۔ من (بھسماسُر) نے سایہ ڈالا ۔ چاند نظر آنے لگا آتما غائب ۔ بازار سیر کو جاؤ ۔ چاروں طرف کیا ہے ؟ آتما ہی آتما ۔ لیکن من (بھسماسُر) ہاتھ پھیرتا جاتا ہے ۔ مردہ میٹر ہی میٹر (مادہ نام رُوپ) دکھائی پڑتا ہے ۔ آتما مفقود ۔

بچپن سے لیکر بڑھاپے تک خواہ عالمِ خواب میں خواہ عالمِ بیداری میں جو کچھ دیکھا سُنایا کیا کرایا محض آتما ہی آتما ہے لیکن من (بھسماسُر) نے آتما نہ دیکھا ۔

سنسکرت جوتش شاستر والوں کے ہاں ایک سورج علیحدہ علیحدہ بُرج میں علیحدہ علیحدہ نام پاتا ہے ۔ ویسے ہی ایک آتما جو بلحاظ (اگیان ستھیتی) کارن شریر پر تجلی نشان ہونے کے شِو کہلاتا ہے باعتبار جاگرت اوستھا پر نور افگن ہونے کے وِشنو موسوم

ہوتا ہے۔ من بھساسُر کا خاتمہ کرنے کے لئے جاگرت اوستھا (عالمِ بیداری) میں ستوگن کی کثرت کے وقت ہی آتما (شیو) موہنی اوتار سے تتھۂ یدوانی سنانا شروع کرتا ہے۔ یعنی شُرتی (اُپنشد) رُوپی موہنی اوتار من (بھساسُر) کو بیخود بناتی ہے۔ اپنے ساتھ ساتھ ناچ نچاتی ہے۔ کئی قسم کے ابتدائی کلاموں سے بہلاتی بہلاتی آخر میں سر پہ ہاتھ دھرتی ہے یعنے तत् त्वमसि। अहंब्रह्मास्मि। [1] خدائید۔ [2] خدائید۔ اس موقع پر بھساسُر بھی اپنے سر پہ ہاتھ دھرتا ہے۔ अहं ब्रह्मास्मि "مَن خدائم، مَن خدائم مَن خدا" یہ برھما کار برتی من بھساسُر کا ناش کرتی ہے اور شو ہی شو اک شو ہی شو باقی رہ جاتا ہے۔

ٹوٹی گرنتھی اودیا ناشی	ٹھاکر ست رام اَوناشی،
نے مجھ میں گیو رہے باقی	واسدیو سوہم کر تھاکی

Then shall I be free
When I shall cease to be. [3]

(۲) اندر اور باہر ایک ہی چیتن ہونے کا عام فہم ثبوت:۔ ایک شخص (ا) کی گردن پر کھُجلاہٹ ہوئی۔ اب اُسی شخص کا ہاتھ تو عین مناسب مقام پر حسبِ ضرورت کھجلائے گا۔ غیر شخص (ب) ٹھیک طور پر درست موقع پر کبھی نہیں کھجلا سکتا۔ البتہ پہلے شخص (ا) کے بتلانے اور جتلانے سے دُوسرا آدمی (ب) اگر کسی قدر سُود مند ہو سکے پر خود بخود کوئی مدد نہیں

---

(۱) میں برہم ہوں (۲) تو وہ (حق) ہے۔
(۳) خدا کی قسم کہ تم خدا ہو۔ خدا کی قسم کہ تم خدا ہو۔
(۴) جب اہنکار میرا معدوم ہو گا (اور ہو گا) تب آزاد ہونگا۔

کر سکتا۔ لیکن شخص اوّل (ا) کی فہمایش سے معاون ہونا تو یہی معنی رکھتا ہے کہ وُہ شخص (ا) خود اپنی اعانت کر رہا ہے۔ شخص ثانی (ب) تو ایک گونہ اُس (ا) کے اوزار یا ہاتھ کا کام دے رہا ہے ٭

پس جیسے گردن (یعنی حاجت محسُوس کرنے والا اور ہاتھ (یعنی حاجت رفع کرنے والا) اِن دونوں کا اڈھشتان چیتن (تکیہ گاہ و پشت پناہ) ایک ہی ہے (خواہ انسان سویا پڑا ہو۔ اِدھر مند پر مکھی بیٹھتی ہے اُدھر ہاتھ خود بخود اُسے اُڑانے کے لئے اُٹھ آتا ہے) ویسے ہی اے عزیز! وُہ ستّا (چیتن) جو (تیرے) اِس ایک جسم کے اندر حکمران ہے وہی سورج چاند وغیرہ تمام کائنات کی مالک ہے ٭ ساری رات تم نیند بھر سو لیتے ہو۔ اُدھر صبح کے وقت تمھارے اِس جسم کے اندر نور کی حاجت (کمچھا) محسُوس ہوتی ہے اِدھر اِس کمچھا (ضرورت) کو دُور کرنے کے لئے آفتاب ہاتھ کی طرح جھٹ آموجود ہوتا ہے۔ عزیز من! شک و شبہ دِل سے مٹادو۔ جس تمھارے حقیقی اپنے آپ کا کمچھا (حاجت) محسُوس کرنے والا یہ جسم ہے۔ اُس ہی تمھارے حقیقی اپنے آپ کا سُورج رُوپی کمچھا سے والا ہاتھ ہے۔ **مغربی**

سلہ (۱) آں ماہ مشتری بیازار آمدہ	خود را ز دستِ خویش خریدار آمدہ (۱)
محبوب گشتہ است محبِ جمالِ خویش	مطلوبِ خویش راست طلبگار آمدہ (۲)

سلہ وُہ پیارا (معشوقہ) خود بازار میں خریدار ہو کر آیا ہُوا ہے۔ اور اپنے ہاتھ سے اپنی ہی خریداری کر رہا ہے (۲) اپنے ہی حسن کا عاشق وہ (پریمی ہی) خود ہو گیا ہے۔ اور اپنے مطلوب کا خود ہی طلبگار بن رہا ہے ٭

اے زدہ حلقہ دوش بہ دلِ یارِ معنوی گفتم کہ کیست ؟ گفت کہ در باز کُن توئی (۲)

نقاش گشتہ نقش و نگار است بیگماں مانی نہاں شدہ است درین نقشِ معنوی (۴)

اے دوس آن صنم بیگانہ وش بگزشت از من چوں پری

کردم سلامش لیکن او دادہ جوابِ سرسری (۱)

گفتم چرا بیگانۂ ؟ گفتا کہ تو دیوانۂ

من کیستم تو کیستی در خود چرا می ہنگری (۲)

تو اوّلی و آخری تو باطنی و ظاہری

تو قاصدی و مقصدی تو ناظری و منظری (۳)

کوّے کی دونوں آنکھوں میں ایک ہی مردمک ہوتی ہے۔ بائیں آنکھ سے دیکھتا ہے تو مردم چشم ادھر پھیر لیتا ہے۔ دائیں آنکھ سے دیکھتے وقت اُدھر پھیر لیتا ہے۔ تم ہی سورج روپی دائیں آنکھ میں نور

ے (۳) میرے دفا دوست (یارِ غار) نے کل رات کو دل کے دروازے پر کنڈی کھڑکھڑائی۔ میں نے پوچھا کہ کون ہے ؟ اُسنے جواب دیا کہ دروازہ کھول۔ تو ہی ہے۔

(۴) نقاش (ایشور) ہی بیشک یہ نقش و نگار ہوگیا ہے۔ اور اس معنوی نقش میں اصلی مصوّر (مانی) خود چھپا ہوا ہے ؛

ے (۱) کل رات وہ پیارا غیروں (بیگانوں) کی طرح میرے پاس سے پری کی مانند گزر گیا۔ میں نے اُس کو سلام کیا لیکن اُس نے سرسری (معمولی) جواب دیا ؛

(۲) میں نے کہا کہ تو بیگانہ (غیر) کیوں بن گیا ؟ اُسنے جواب دیا کہ تو پاگل ہوگیا ہے۔ میں کون ہوں کون ہے یہ اپنے اندر کیوں نہیں دیکھتا ہے ؟

(۳) تو ہی تو اوّل ہے تو ہی آخر ہے۔ تو ہی ظاہر و باطن ہے۔ تو ہی قاصد و مقصد ہے اور تو ہی دیکھنے والا اور قابلِ نظارہ ہے ؛

انگن ہو۔ جسم ہی انسان رُوپی بائیں آنکھ میں تماشا ئے حیرت ہو ؀
ڈائی نے مو (dynamo) سے جو شکتی بجلی ہے۔ وہی دائرہ پورا کر کے
اُس میں واپس آتی ہے۔ اِدھر لڑکا جنم لیتا ہے۔ اُدھر لڑکی جنم لیتی
ہے۔ مردوں اور عورتوں کی تعداد بہ حیثیت مجموعی برابر رہتی ہے۔ جن
ملکوں میں انتہا کی سردی پڑتی ہے اُن ممالک کے جانوروں کے بدن
گرم پشم دار ہوتے ہیں۔ گویا لحاف توشک ساتھ ہی لیکر پیدا ہوتے ہیں ؀
دُنیا کے ہر ایک حادثے کا اپنے عوارض کے عین موزوں ہونا
The fittest thing in the fittest place} جس کا نام
خواہ غلط ہو خواہ درست ڈیزائن (design) رکھا گیا ہے صاف ثابت کرتا
ہے کہ بجلی اور آتما رُوپی تمام کائنات میں ایک ہی چیتن ہے ؀
حوادث پر (phenomena) میں وہی چیتن جلوہ افروز ہوتا ہے
جو اُن کے عوارض (circumstances) ہیں ؀ سب
ایک ہی ایک کا ظہور ہے۔ وہ جو تیرا حقیقی اپنا آپ ہے وہی تمام کائنات
کا آتما ہے ؀ جو سانحہ غیر موزوں معلوم دیتا ہے۔ جو وقوعہ ناشنا سب
خیال میں آتا ہے۔ جو حادثہ نازیبا سمجھا جاتا ہے۔ وہ صرف سائنس
کا کافی علم نہ ہونے کے باعث سے ہے۔ حوادث کی تہ سے
بیخبر ہوتے کے سبب سے ہے۔ واقفیت کی کوتاہی کی وجہ سے ہے
ورنہ اے عزیز! ہر وقوعہ۔ ہر حادثہ۔ ہر سانحہ۔ ہر امر۔ ہر برگ
ہر انجم سانوں سُریلا ہوا گیت الاپ الاپ کر سُنا رہا ہے کہ ذاتِ کُل
میری ہی ذات ہے۔ کُل کی رُوح میری ہی رُوح ہے۔ سب کا آتما
میرا ہی آتما ہے۔ ایک سا ایک ہے ؀

There is not the smallest orb which thou behold'st
But in his motion like an angel sings,
Still quivering to the young-eyed cherubins.
(Merchant of Venice)

جانِ من! یہ ایک چھوٹا سا جسم ہے۔ اس کو تم کہتے ہو "میرا ہے"۔ اگر تجھے اس کے اعضاو اعصاب و جوارح کی پوری پوری حقیقت معلوم ہے تو بھی تیرا ہے۔ اور اگر تو نے کالج میں اسقدر تعلیم نہیں پائی کہ رگوں پٹھوں وغیرہ کی تمام حرکات و سکنات سے کماحقہ علم حاصل کر لیا ہو۔ اس لاعلمی کے باوجود بھی جسم تیرا ہے۔ اس میں تجھے کچھ شبہ نہیں۔ ویسے ہی تمام جہان خواہ تمہیں اس کے ہر ایک کنج و صحرا کا علم ہو تمہارا ہے۔ اور خواہ تمہیں ایک گاؤں کی بھی پوری پوری واقفیت نہ ہو تس پر بھی تمہارا ہے۔ تمہارے شاہنشاہِ عالم ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔

نیست غیر از ہستئ تو در جہاں موجود ہیچ[2]
خواہ در انکار کوش و خواہ در اقرار باش

اگر تجھے رُخِ انور اپنا نظر نہیں آتا تو بھی تیرا ہے۔ اور اگر آرسی میں نظر آجائے تو بھی تیرا ہے۔ خواب میں اگر مرغوب و دلکش حوادث و عوارض جمع ہیں۔ تو تیرا خیال ہیں۔ اور اگر سخت ہیبت ناک بھیانک ڈراؤنی صورتیں موجود ہیں تو تیری کرتوت ہیں۔ ویسے ہی دنیا میں خواہ

[1] چھوٹے سے چھوٹا کُرہ بھی جو تو دیکھتا ہے ایسا نہیں ہے کہ اپنی حرکت میں فرشتے کی طرح نہ گاتا ہو اور ابھی تک ایک روشن آنکھ (تیز نگاہ) والے فرشتہ کی مانند تھرتھرا یا دیا تیر لگاتا) نہ ہو۔ [2] تیری ہستی کے سوائے جہاں میں کچھ موجود نہیں ہے۔ خواہ تو اس امر کا انکار کر اور خواہ اقرار کر۔

دل پسند دلربائیں ہوں، خواہ بہینیں اور آفتیں ہوں، سب تیری ہی بنائی ہوئی ہیں ؛

Joy! Joy! I triumph now; no more I know
Myself as simply me. I burn with love.
The centre is within me; and its wonder
Lies as a circle everywhere about me,
Joy! Joy! no mortal thought can fathom me.
I am the merchant and the pearl at once
Lo! time and space lie crouching at my feet
Joy! Joy! when I would revel in a rapture
I plunge into myself and all things know.

لہ آنند! آنند!! اہٹرے بھرے، میں نے اب فتح پائی ہے۔ اب میں اپنے آپ کو محض ایک جزو ہی "میں" (اہنکار) نہیں سمجھتا۔ میرے اندر اب پریم (محبت یا عشق) کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ مرکزِ کل میرے اندر ہے۔ اور اسکا کرشمہ مانند دائرے کے ہر جگہ میرے گرد واقع ہے۔ آنند آنند!! اب کوئی فانی (انسانی) خیال (وچار) میری تہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ میں ہر دو سوداگر (جوہری) اور جوہر ایک ساتھ ہی ہوں۔ دیکھو زمان و مکان میرے قدموں میں گر رہے ہیں ؛

آنند! آنند!! اب جب میں عالمِ وجد (محویت) میں مسرور ہونا چاہتا ہوں تو جھٹ اپنے اندر غوطہ لگاتا ہوں (یعنی اپنی ہستی کو اپنے اندر گم کرتا ہوں) اور ہر چیز کو جان لیتا ہوں (یعنی سربگیہ ہو جاتا ہوں) ؛

لہ (۱) گفتمش خواہم کہ بینم مر ترا اے نازنیں
گفت گر خواہی مرا بینی بروخود را بہ بیں (۱)

گفتمش با تو نشستن آرزو دارم بسے
گفت گر باشد ترا ایں آرزو باخود نشیں (۲)

گفتمش کاں نقش گوئے بر مثالِ نقشِ تو
گفت ظاہر شد بہ نقشِ خویشتن نقش آفریں (۳)

گفتمش گوئے کہ آدم جمع کُل عالم است
گفت جمعِ عالم است وجمعِ رب العلمین (۴)

گفتمش ہم من تو ام ہم جملہ تو خندید و گفت
بر تو و بر دیدنت بادا ہزاراں آفریں (۵)

لہ (۱) میں نے اُس (یار) کو کہا کہ میں اے پیارے تجھکو دیکھنا چاہتا ہوں۔ اُسنے جواب دیا کہ اگر تو میرے دیکھنے کی آرزو رکھتا ہے تو جا۔ اپنے آپ کو دیکھ ۔ (جو تیری اصل ذات ہے۔ وُہی میں ہوں)

(۲) میں نے اُسکو کہا کہ اے پیارے! میں تیرے پاس بیٹھنے کی بہت خواہش رکھتا ہوں۔ اُسنے کہا کہ اگر تجھے یہ خواہش ہے تو جا۔ اپنے ساتھ بیٹھ رہیں وہیں ہی ہوں)

(۳) میں نے اُسکو کہا کہ اے پیارے! تُو ایسا نقش بتا کہ جو تیرے نقش (صورت) کی مانند ہو اُس نے جواب دیا کہ میرے اپنے نقش (اسماء و اشکال) سے اصلی نقاش آپ ظاہر ہوا ہے۔

(۴) میں نے اُسکو کہا کہ کیا تو یہ کہتا ہے کہ آدمی کُل جہان کا مجموعہ ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ جہاں کا مجموعہ تو کیا بلکہ جہانوں کے مالک (سب لوگوں کے مالک ایشور پرماتما) کا بھی مجموعہ ہو (یعنی خدا کی ذات و صفات کا بھنڈار بھی یہ آدمی ہے)۔ (۵) میں نے اُسکو کہا کہ پھر میں بھی تو ہوں اور سب کچھ بھی تو ہے۔ تسپر وہ ہنسا اور بولا کہ تیرے پر لعد تیرے ایسے دیکھنے پر ہزار ہزار شاباش

اگر یہ جسم خوبصورت ہے تو اُسے دیکھ دیکھ تُو پرسنّ ہوتا ہے خوشی سے کھِل جاتا ہے۔ اگر یہ کالا ہے تو اے کرشن! تُو اس سیاہ فام ہی کو "میرا" ہونے کے باعث خوبصورت قرار دیتا ہے۔

؎ کالا ہرنا جنگل چرنا اوہ بھی چھل بل خوب کرے
کالا ہستی رہے فوجن میں فوجن کا سنگار کرے
کالا بادر لرجے گرجے جہاں پڑے تہاں چھل کرے
کالا کھانڈا رہے میاں میں جہاں پڑے دو ٹوک کرے
کالی ڈھال مرد کے کندھے جہاں لڑے تہاں اوٹ کرے
کالا ناگ باپنی کا راجہ جس کا کاٹا تُرت مرے
کالا ڈول کنوئیں کے اندر جس کا پانی شانت کرے
کالی بھینس بجر کا ہتّو۔ دُودھ شکتی بل ادہک کرے
کالا توا رسوئی بھیتر کھاکر روٹی خلق جیے
کالی کوکل کوک کے ہوکے جس کا شبد تن من ہرے
کالا ہے تیرے نین سُرمہ تو کالے کا نام دھرے؟
کالا ہے ترے نین تارا تو کالے کا نام دھرے؟
کالے تیرے بال سانپ سے تو کالے کا نام دھرے؟

؎ گوری ری تم گور مگوری	بات کرے گورو گیاں کی چیری
دانت دامنی چمک دمک ہیں	نین سپنے جانو آم کی کیری
دِناکَاں بجلی کما کرے رادھا	کنول گھونگٹ مکھ دیکھن دے ری

جاناں ؎ ہو لباسِ بشری میں بجزا نورِ خُدا
سُنتے بھی ہو کچھ؟ عارف تمہیں کیا کہتے ہیں؟

ہم سے کھل جاؤ بوقتِ بھجن بھگتی ایک دِن
ورنہ ہم چھیڑ نیگے رکھ کر عذرِ مستی ایک دِن
نقاب رُوئے شیریں سے دُور کرو۔ ضِد اب چھوڑو۔ بہت اِنکار اچھّا نہیں۔ مان جاؤ۔ تمام کائنات کا آتما تم ہی ہو۔ تم ہی نے

مسدّس

تال پٹڑ ہنس

کہیں کیواں ستارہ ہو کے اپنا نُور چمکایا
زحل میں جا کہیں چمکا کہیں مریخ میں آیا
کہیں سُورج ہو کیا کیا تیز جلوہ آپ دِکھلایا
کہیں ہو چاند چمکا اور کہیں خود بن گیا سایا

تُو ہی باطن میں پنہاں ہے تُو ظاہر ہر مکاں پر ہے
تُو منیوں کے منوں میں ہے تو رِندوں کی زباں پر ہے

ترا ہی حکم ہے اِندر جو برساتا ہے یہ پانی
ہَوا اٹکھیلیاں کرتی ہے تیرے زیرِ نگرانی
تجلّی آتشِ سوزاں میں تیری ہی ہے نُورانی
پڑا پھرتا ہے مارا مارا ڈر سے مرگِ جیوانی

تُو ہی باطن میں پنہاں ہے تُو ظاہر ہر مکاں پر ہے
تُو منیوں کے منوں میں ہے تو رِندوں کی زباں پر ہے

تُو ہی آنکھوں میں نُورِ مردمک ہو آپ چمکا ہے
تُو ہی ہو عقل کا جوہر سروں میں سب کے دمکا ہے
تیرے ہی نُور کا جلسہ ہے قطرہ میں جو نَم کا ہے

تو رونق ہر چمن کی ہے تو دِلبر جام جم کا ہے

توہی باطن میں پنہاں ہے۔ توظاہر ہر مکاں پر ہے۔
تو مُنیوں کے منوں میں ہے تو مستوں کی زُباں پر ہے

کہیں طاؤس زریں بال بن کر رقص کرتا ہے
دکھاکر ناچ اپنا مورنی پر آپ مرتا ہے
کہیں ہو فاختہ کُوکُو کی سی آواز کرتا ہے
کہیں بُلبُل ہے خود ہے باغباں پھر اس سے ڈرتا ہے

توہی باطن میں پنہاں ہے تو ظاہر ہر مکاں پر ہے
تو مُنیوں کے منوں میں ہے تو رِندوں کی زُباں پر ہے

کہیں شاہیں بنا شہپر۔ کہیں شکرہ ہے مستانہ
شکاری آپ بنتا ہے۔ کہیں ہے آپ اور دانہ
لٹک سے چال چلتا ہے کہیں معشوق جانانہ
صنم تو۔ برہمن۔ ناقوس تو۔ خود تو ہے بُتخانہ

توہی باطن میں۔ پنہاں ہے تو ظاہر ہر مکاں پہ ہے
تو مُنیوں کے منوں میں ہے تو رِندوں کی زُباں پہ ہے

توہی یاقوت میں روشن توہی پکھراج اور دُر میں
توہی لعل بدخشاں میں توہی ہے خود سُمندر میں
توہی کہسار ہو دریا میں توہی دیوار میں دَر میں
توہی صحرا میں آبادی میں۔ تیرا نور نیّر میں

توہی باطن میں۔ پنہاں ہے تو ظاہر ہر مکان پر ہے
تو مُنیوں کے منوں میں ہے تو رِندوں کی زُباں پر ہے
مذہبی تعویشتی

پیارے! تمہارا کیا حق ہے اپنے تئیں ایک جسم کی انانیت میں پڑا گلانے کا؟ تمہیں کب بجا ہے خود کشی کرنا؟ تمام کون و مکان تمہارا ہی جسم ہے۔ تم ہی ہو۔ جدھر نگاہ ڈالو تمہاری ہی شان ہے۔ اگر دُنیا بڑھی (کالی) ہے تو تم ہو۔ اگر بجلی (گوری) ہے تو تم ہو۔ سب تمہارا ہی جلال ہے۔ خواہ کوئی تارے گن سکے۔ خواہ کوئی سر کے بال بھی نہ گن سکے۔ لیکن ہو سب تم ہی تم۔ یہ بھی تم اور وُہ بھی تم۔ خواہ کہیں ایسی کل ایجاد ہو جائے جس سے سُورج تک رسائی ممکن ہو۔ خواہ آنکھ کے تارے کو بھی دیکھنا نصیب نہ ہو سکے۔ لیکن ہو سب تم ہی تم۔ یہ بھی تم اور وُہ بھی تم۔ خواہ تم کو ہر برگ و گُل کی ساخت سے پُوری پُوری آگاہی ہو جائے۔ خواہ تم کو کُل اندام انسان کا بھی پتہ نہ لگے۔ لیکن ہو سب تم ہی تم۔

بعض دل (heart) کو سُلطان الحواس قرار دیتے تھے۔ بعض دماغ کو شاہنشاہی کا لقب دیتے ہیں۔ نیز بعض آسمان کو گھومتا مانتے تھے۔ بعض زمین کو گرداں ثابت کر بیٹھے۔ لیکن خواہ یُوں ہو خواہ وُوں ہو۔ عقل اِدھر چکر کھاتی ہوئی جائے۔ خواہ اُدھر گھبراتی ہُوئی پھرے (بچپن اور شیفتگی میں) کچھ تمیز و فکر نہ ہو۔ یا (جاگرت میں) زمین و آسمان کے قلابے ملائے جائیں۔ تمہاری ذاتِ پاک سدا ایک رس بیچوں و بے چرا بے زوال۔ بے بدل۔ غیر متغیر۔ برتراز اوصاف

Spirit, Infinite, Eternal, Unchangeable in its Being,

لے آتما اپنی ذات میں لامحدود۔ دائم۔ غیر متغیر۔ عین علم۔ عین طاقت۔ عین پوترتا (پاکیزگی) عین انصاف۔ عین نیکی و سچائی (حق) ہے۔

Wisdom, Power, Holiness, Justice, Goodness & Truth

ہے ؎ خواہ پھرتا ہے فلک اور خواہ پھرتی ہے زمیں
دخل میری ذات میں ہرگز تغیّر کو نہیں ؛

اگر سائنس میں کوئی نئی بات دریافت ہوئی ہے تو وہ تیرے ہی روئے تاباں کے کسی خال کا پتہ لگا ہے۔ تیری ہی شانِ آشکارا ہوئی ہے۔ تیرا ہی جمال ہویدا ہُوا ہے ؛

حکماء کے فرقے زمانۂ گزشتہ میں ایک دوسرے سے شرطیں باندھ باندھ کر مسئلہ وحدت کو ثابت کرتے رہے۔ اور زمانۂ مستقبل میں فلاسفر لوگ وحدت کو ثابت کرتے کرتے پاگل ہو ہو جائیں گے فلاسفی کے ہزاروں دور ہوچکے اور لاکھوں آئیں گے۔ رسُومات کے سینکڑوں طبقے دب چکے اور آئندہ بیسیوں اپنے اپنے موقع پر سرسبز ہوکر آئے دن پتھر کے کوئلوں کی کانیں بن جائیں گے ؛ بیشمار سلطنتیں روئے زمین پر ہوگئیں اور کروڑوں اپنے اپنے وقت پر بہار دکھاکر پھر تباہ ہوجائیں گی ؛ پیچھے عقل کے طوطے اُڑتے آئے اور آگے کو ہوش اُڑتے رہیں گے ؛ خواہ فلاسفی اسکو ثابت کرنے میں کامیاب ہو سکے خواہ بیہوش ہوکر گر پڑے۔ لیکن ایک امرِ حق مطلق بے ردّو بدل عینِ علم و عینِ سُرور میری ذاتِ پاک جوں کی توں چلی آئی ہے اور رہیگی ؛

^۱ مدّتے شُد کہ میرسد از غیب	لحظہ لحظہ بگوشِ ہوش خطاب
کہ جزاو نیست در سرائے وجُود	بہ حقیقت کسے دگر موجود

^۱ مدّت ہوئی کہ غیب سے ہر لحظہ ہوش کے کان (انتہ کرن) میں یہ آواز سنائی دیتی رہتی ہے کہ اُس کے سوائے اِس ہستی کی سرائے میں دراصل اور کوئی موجود نہیں ہے ؛

س سما سب سے سر بھاروُ کوئی نہ دِسیی خالی ہے
اُڈسے ائست لو راج جہاں دا سو بھی رسن خاکی ہے
کال کلاتے بچت نہ کوئی برہما وِشنو پنا کی ہے
اِک آنند راسی اج ابناسی ہم رہ جانا باقی ہے

اَلحقُّ وُجُودٌ مُطلَقٌ وَمَا سِوَاہُ خَیَالٌ مُزخرفٌ بَاطِلٌ[1]

اگر کریہ النظر زبُوں پیشانی تُرش رُو سیاہ فام شخص ہے تو وُہ تمہارا ہی اپنا آپ ہے۔ اِس امر سے گریز نہیں۔ پس نفرت کیسی؟ اور اگر پری پیکر زُہرہ تمثال زینتِ کائنات سرمایۂ ناز حُور وَش ہے تو تمہارا ہی اپنا آپ ہے۔ وُہ خود تُم ہی ہو۔ تُم ہی ہو۔ تُم ہی ہو۔ پس عشق کس سے؟ موہ کیوں؟ تمہارے حواسِ خمسہ جو اُسے الگ دِکھاتے ہیں۔ سراسر دروغ گو ہیں۔ اِن کا اعتبار مت کرو۔ تُم سب اجسام کی زندگی ہو۔ کُل تُم ہو۔ کُل تُم ہو ؎

Space & Time! now I see it is true, what I guessed at.
What I guessed when I loafed on the grass,
What I guess'd while I lay alone in my bed,
And again as I walk'd the beach under
the paling stars of the morning[2]

---

(۱) حق تعالیٰ ایک وجُودِ مُطلق ہے اِس کے ماسوا خیال کرنا محض مُزخرف و باطل ہے۔

(۲) او مکان و زماں! جو کچھ مَیں نے قیاس کیا تھا اُسے اب مَیں سچ نکلا دیکھتا ہُوں۔ یعنی جو قیاس کہ گھاس پر پھرتے ہُوئے یا اکیلے اپنے بستر پر لیٹے ہُوئے یا صبح کے وقت غائب ہوتے ہُوئے (مدّھم پڑتے ہُوئے) ستاروں کے تلے ساحل پر ہوا خوری کرتے

. . . .

Where the panther walks to and fro on a limb over head, where the buck turns furiously on the hunter,
Where the rattle-snake suns his flabby length on a rock, where the otter is feeding on fish,
Over the growing sugar, over the yellow flowered cotton plant, over the rice in its low moist field

. . . .

Scaling mountains, pulling myself cautiously up, holding on by low scragged limbs,

---

ہوئے میں نے (اپنے دل میں) کہے تھے وہ سب کے سب سچ نکلے (اُترے)

. . . .

جہاں کہ چیتا اپنے سر پر کے اعضا کے سہارے (یعنی سر کے بل) اِدھر اُدھر ہوا خوری کرتا ہے۔ جہاں بارہ سنگھی (یا خرگوش وبیئ‌ا) تندی سے شکاری پر اُلٹا حملہ کرتا ہے جہاں جھنکار سے مارنے والا سانپ ایک چٹان پر دھوپ میں لیٹتا ہے جہاں اُودبلاؤ (لُدّر) مچھلیوں کو گڑپ کر رہا ہے (یا مچھلیوں پر اپنی زندگی بسر کر رہا ہے)۔ اُگتے ہوئے گنّے پر زرد پھول والی روئی کے پودے پر نشیبی و مرطوب دھان کے کھیتوں میں

. . . .

پہاڑوں پر احتیاط سے اپنے چھوٹے و دُبلے بازوؤں (ہاتھوں) سے پکڑ پکڑ کر چڑھتے ہوئے جہاں بٹیر جنگلوں و کھیتوں کے بیچ میں سیٹی بجاتا ہے۔ جہاں چشمہ (نالہ) پورا نے

Where the quail is whistling betwixt the woods and the wheat-lot..
Where the brook puts out the roots of the old tree and flows to the meadow,
Under Niagra, the cataract falling like a veil over my countenance,
At the festivals, with blackguard gibes, ironical license, bull dances, drinking, laughter,

---

درخت کی جڑوں کو اُکھاڑتا ہے اور مرغزاروں کی طرف بہتا ہے۔ جہاں نیاگرا کے تلے آبشار اِس طرح گرتا ہے جیسے میرے چہرے پر نقاب۔ اُن میلوں میں جہاں بدمعاش (شُہدے) طعنے مارتے ہیں۔ جہاں پھبتیاں و طنز آمیز بولیاں کھُلے طور پر اُڑتی ہیں۔ جہاں سانڈوں کا ناچ ہوتا ہے۔ جام کا دَور چلتا ہے۔ ہنسی مذاق ہوتا ہے سیب چھیلتے ہوئے لوگ اُن تمام سُرخ پھلوں کا بوسہ چاہتے ہیں جو مجھے ملتے ہیں ؂

....

جہاں ایک قبرستان کے محراب دار دروازے میں (مُردہ) لاش والی گاڑیاں داخل ہوتی ہیں۔ جہاں تیراکوں اور غوطہ خوروں کے نہانے کے چھینٹوں سے دوپہر ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ جمناسٹک یا ورزش کی جگہ میں سے، پردہ دار کُشادہ کمرے میں سے، دفتر یا پبلک ہال میں سے دیسی اور پردیسی نئے اور پُرانے ہر دو سے خوش ہوتے ہوئے ؂

. . . .

اُنہی سے پھر کو بادلوں کی طرف اُوپر مُنہ کرتے۔ کبھی کوچے کے نیچے (جنوب کی طرف) اور کبھی سمندر کے کنارے کنارے آوارہ پھرتے ہوئے۔ میرے دائیں اور بائیں بازو دو دوستوں کے

At apple-peelings wanting kisses for all the red
fruits I find,

Where the burial coaches enter the arched gates
of a cemetery
Where the splash of swimmers & divers cools the warm
noon,
Through the gymnasium, through the curtain'd
saloon, through the office or public hall
Pleas'd with the native, and pleas'd with the
foreign, pleased with the new and old,

Wandering the same afternoon, with my face turn'd
up to the clouds, or down a lane or along the beach,
My right & left arms round the sides of two friends
and I in the middle.

پہلوؤں کے گرد (یعنی دوستوں کو اپنے پہلوؤں سے لئے ہوئے) اور میں اُن کے بیچ میں
ہو کر۔ ہسپتال میں تپ زدہ مریض کی چار پائی کے پاس لیمونیڈ پہنچاتے ہوئے۔

ساتوں سیّاروں۔ چوڑے حلقے میں سے اور اسّی ہزار میلوں کے قطر میں سے تیر کرتے
ہوئے دُمدار شہابوں کے ساتھ جو یاقوتوں کی طرح آگ کے گولے پھینکتے ہیں تیز جاتے ہوئے
اُس ہلال (نئے چاند) جیسے بچے کو لیجاتے ہوئے جو اپنی ماں کو پُورا پُورا اپنے ساتھ پیٹ میں لئے ہوئے

By the cot in the hospital reaching lemonade to a feverish patient.

Speeding amid the seven satellites & the broad ring,
and the diameter of eighty thousand miles,
Speeding with tail'd meteors, throwing fire balls
like the rest,
Carrying the crescent child that carries its own
full mother in its belly,
Storming, enjoying, planning, loving, cautioning,
Backing and filling, appearing and disappearing
I tread day and nights such roads,
I fly those flights of a fluid & swallowing soul,
My course runs below the soundings of plummets
(Walt Whitman)

ہوتا ہے۔ غل شور مچاتے ہوئے۔ خوشی مناتے ہوئے۔ تجاویز کرتے ہوئے۔ عشق کرتے ہوئے۔ احتیاط کرتے ہوئے۔ آشکار(سمارا) دیتے ہوئے۔ لبریز(جمع) کرتے ہوئے۔ ظاہر اور غائب ہوتے ہوئے میں رات دن ایسے راستوں میں چلتا ہوں (یا ایسے راستے طے کرتا ہوں)۔ میں ایک سیال اور معبد(دبی ہوئی) روح کی اُڑان اُڑتا ہوں (یعنی جیسے ایک سیال فوراً گرمی سے اُڑجاتا ہے اور اُڑتا نظر نہیں آتا ہے۔ جیسے ایک مقید روح تن سے بروقت مرگ اُڑ جاتی ہے مگر اُڑتی نظر نہیں آتی۔ ایسے ہی میں بھی اُڑتا پھرتا ہوں) میرا راستہ پلمٹ (زمین کی کشش جانچنے کا آلہ) کی آوازوں سے بھی تلے جاتا ہے (یعنی میرے چلنے کا راستہ اتنا دور اور گہرا ہے کہ کوئی تھاہ ہی نہیں لگا سکتا اور نہ کوئی آلہ پتا سکتا ہے)۔ (والٹ وہٹمین)

لہ تجلی ہاست حق را در نقابِ ذاتِ انسانی
شہودِ غیب گر خواہی وجوبِ اینجاست امکانی (۱)

حجابِ جلوہ ہم یکسر ہجومِ جلوہ ہست ایں جا
نقابے نیست دریا را مگر طوفانِ عُریانی (۲)

کمالِ خود شناسی شُد دلیلِ قدرتِ عارف
تو گر این رمز بشناسی تو نیز اے بیخبر آنی (۳)

چمن را شوخیٔ از نازت ـ فلک ہا پردۂ سازت
دو عالم محو اندازت بہ فہم اے قطرہ نادانی (۴)

سوال سर्वं खल्विदं ब्रह्म ۲ع

لہ (۱) انسانی ذات کے پردے میں انوارِ الٰہی پوشیدہ ہیں۔ اگر تو اُس غیب کی شہادت چاہتا ہے (یعنی اگر تو اُس پوشیدہ ذات کا ظہور کرنا چاہتا ہے) تو یہاں ہی اُس کا ظہور (انکشاف) ہونا ممکن ہے ؛

(۲) یہاں جلوہ کا ہجوم ہی جلوہ کا پردہ بنا ہُوا ہے (یعنی نُور کی زیادتی نے ہی منبع نُور کو چُھپا رکھا ہے) جیسے دریا کو کوئی پردہ چُھپائے ہُوئے نہیں۔ سوائے اُس کی عُریانی کے طوفان کے ؛

(۳) عارفِ (گیانی) کی طاقت دلیل اُس کی خود شناسی (اُس کے ننگا ہونے) کا کمال ہے۔ تُو اگر اِس بھید کو جان لے تو اے غافل! تو بھی وُہی ہو جائے ؛

(۴) باغ کو شوخی تیرے ہی ناز کی وجہ سے ہے۔ اور آسمان تیرے ہی باجے کے پردے ہیں۔ اَے نادانی کے قطرے! (اے بھولے پُرش!) تو سمجھ کر دونوں جہان تیرے ہی انداز پر لٹو ہو گئے ہیں (ریاضت کئے ہیں) ؛

۲ع یہ تمام (نام رُوپ) کائنات برہم (ذاتِ حق) ہی ہے ؛

ترجمہ:- ؎۱ ہر چہ آید در نظر از خیر و شر ÷ جملہ ذاتِ حق بُوَد اے بے خبر !

"بَن بَن پربتسے بار بر ہم"

ایک ہی چیتن ہر ایک شئے میں بلا کم و کاست جوں کا توُں موجود ہے ÷

؎۲ بہ نام آں کہ او نامے ندارد ÷ بہر نامے کہ خوانی سر بر آرد ÷

ان کی تشریح مختصراً ذرا کر دو

جواب:- پہلے مجمل طور پر بیان ہو چکا ہے کہ

तदन्तरस्य सर्वस्य तदु सर्वस्यास्य बाह्यतः।। (ایشاواسیہ اُپنشد ۵:)

یعنی ایک ہی چیتن (آتما) سب کے اندر ہے اور وُہی چیتن سب کے باہر ہے ÷ اور یہ چیتن میرا حقیقی اپنا آپ ہے ÷ جیسے سوپن میں ایک ہی پرش اُدھر اشیاء (object) بن جاتا ہے۔ اور اِدھر دیکھنے والا (subject) بن جاتا ہے۔ تو ویسے جاگرت میں بھی یہی چیتن اُدھر مطلع ایکشن (عمل) بن کر آتا ہے اور اِدھر رِی ایکشن (جوابِ عمل) بنتا ہے۔ یہی چیتن ایکشن اور ری ایکشن کے ذریعہ انواع و اقسام کے اسماء و اشکال میں جلوہ دِکھاتا ہے اِس ایک ہی چیتن کے ظاہر میں دویت پن (اثنینیت) پر دُنیا کا تماشا منحصر ہے ÷ ایک ہاتھ اِدھر سے آیا ایک اُدھر سے آیا۔ تالی بجی۔ لیکن دونوں ہاتھ ایک ہی پرش کے تھے ÷ ویسے ہر دو

؎۱ اے بیخبر جو کچھ بھلائی اور بُرائی نظر آتی ہے وُہ تمام ذاتِ حق ہے ÷

؎۲ باوجود اِس کے کہ وُہ کوئی نام نہیں رکھتا۔ پھر بھی جس نام سے تو اُس کو بُلائے (پکارے) تو وُہ سر نکالتا ہے (ظاہر ہو جاتا ہے)۔

جانب چیتن ایک ہی ہے ÷
گنگا کی ایک لہر اِدھر سے آئی دوسری اُدھر سے آئی۔ دونو کے ٹکرانے سے پھین (جھاگ، بُلبُلے وغیرہ پیدا ہو گئے۔ لیکن ہر دو لہریں ایک ہی گنگا کی ہیں۔ ویسے دُنیا رُوپی پھین بُلبُلے نظر آنے میں ایکشن (عمل) اور ری ایکشن (جوابی عمل) رُوپی لہروں کا مصدر ایک ہی چیتن ہے ÷

مایا

شام

گنگا کی ٹھنڈی چھاتی سے آتی ہے خوش ہوا
ہے بھینے بھینے باغ کا سانس اِس میں رل رہا

گنگا کے روم روم میں رچنے لگا وہ بحر
آیا جوار زور کا لہروں پہ لے کے لہر

دیکھو تو کیسے شوق سے آتے جہاز ہیں
مارے خوشی کے سیٹی بجاتے جہاز ہیں

شادی زمین کی الیوا فلاک سے ہوئی ہوئی
وہ سائبانِ تنات ہے جب ہی تنی ہوئی

دُلہا کے سر پہ تاروں کا سہرا کھلا کھلا
دُلہن کے برقی جل نے چراغاں کھلا دیا
بجلی کی روشنی

مقام (ایڈن گارڈن کلکتہ)

ہے کیا سُہانا باغ میں میدانِ دلکُشا

اور حاشیہ ہے بنچوں کا سبزہ پہ واہ واہ
مجمع ہجوم لوگوں کا بھر کر لگا ہے یہ
میدان آدمی سے لبالب بھرا ہے یہ
بنچوں پہ بعض بیٹھے ہیں۔ اکثر ہیں خوش کھڑے
بانکے جوان باغ میں ہیں ہیں ٹہلتے پڑے
میداں کے پار سڑک پہ ہے بگھیوں کی بھیڑ
گھوڑوں کی سرکشی ہے لگا موٹی وے پھیڑ
شوقین کلکتہ کے ہیں موجود سب یہاں
ہر رنگ ڈھنگ وضع کے ملتے ہیں اب یہاں

کام

ہم سب کو دیکھتے ہیں۔ یہ دیکھتے کہاں ؟
آنکھیں تنی ہوئی ہیں۔ یہ کیا پیر کیا جواں
مرکز ہے سب نگاہوں کا اُجلا چبوترا
خوش بینڈ باجہ گوروں کا جس میں ہے بج رہا
گاتے پھلا پھلا کے ہیں وہ گال گوریاں
کیا روشنی میں سُرخ دمکتی ہیں کرتیاں !
اے لوگو! تم کو کیا ہے جو ہلتے ذرا نہیں
کیا تم نے لال کُرتی کو دیکھا کبھی نہیں ؟

پھر وہ

اسرار اس میں کیا ہے کرو غور تو سہی
اس منکی میں کیا ہے کرو غور تو سہی

گوروں کی کرشنیوں کو ہیں گو ہزار رہے ضرور
لیکن نظر سے کرشنیاں گورے تو سب ہیں دور

لہرا رہا ہے پردہ سا سب کی نگاہ پر
اس پردہ سے پردئی ہے ہر ایک کی نظر

یہ پردہ تن رہا ہے عجب ٹھاٹھ باٹھ کا
جس میں زمین و زمان و مکاں ہے سما رہا

پردہ بلا ہے چھید کر سیون کہیں نہیں
لیکن موٹائی جو پوچھو تو اصلا نہیں نہیں

پردہ ستم ہے سحر کے نقش و نگار ہیں
ہر آنکھ کے لئے یاں علحدہ ہی کار ہیں

سب سامعین کے سامنے پردہ ہے یہ پڑا
ہر ایک کی نگاہ میں نقشہ بنا دیا

پردوں سے راگ کے ہے یہ پردہ عجب پڑا
گندھرب شہر کا ہے کہ معراج کا مزا

جادو ہے پھونک بھرم ہے۔ پردہ سراب ہے
کیا بیچ ہے۔ رنگ ڈھنگ یہ سب نقشِ آب ہے

رمئے تو یار پردہ ہیں۔ دیکھیں تو کیفیت
آنکھیں رلی ہیں پردہ سے کیوں ؟ کیا ہے ماہیت ؟

دیدوں میں اور رنگوں میں کیا ہے مناسبت ؟
۵ لاٹھی سے ہوا سے دُھر پانی بن جاؤ (پردوں کے)
موجوں کی طرح لڑو۔ مگر ایک ہو رہو *

سے ساتھ ہے صورت کے صورت آفریں
نقش پہ نقاش شیدا ہو گیا +
ثبوتِ طبعی بہ ایں سا پچھی چینتن (اور نقشِ عالم رہئے) ہوں۔
وہ مسئلہ ہے جس کی تردید ہو نہیں سکتی۔ لیکن اپنے تئیں
فقط شاہدِ مطلق۔ لاتعلق محض قرار دینا تسکین نہیں لاتا۔ بیابانِ
تنہائی کی طرح ناگوار گزرتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہماری
فطرت اس امر کی روا دار نہیں کہ اپنے تئیں خالی ایکشن (عمل) یا صرف
ری ایکشن (جوابِ عمل) کا مصدر ماننے پر اکتفا کی جائے۔ جب تک
ذاتِ محسوسات کے ساتھ یگانگت نہ ہوگی دل کو کل نہیں پڑنے کی +
اب ذرا اور غور کیجئے ؟
گلاب کا پھول سامنے دھرا ہے
اس کی رنگت اس کا ایک گن (وصف) ہے
یہ گن دیکھنے والے (Subject) کی طرف سے ری
ایکشن کا نتیجہ ہے + جیسے آرسی میں لبِ پان خوردہ معشوقہ کے آرسی
دیکھنے کا نتیجہ ہے +
پھول کی بو اس کا ایک گن (وصف) ہے۔ یہ بھی دیکھنے والے
(Subject) کی طرف سے ری ایکشن کا نتیجہ ہے +
پھول کی نزاکت بھی ایک گن ہے جو دیکھنے والے کے ری
ایکشن کا نتیجہ ہے + پھول کی شکل بھی ایک گن ہے۔ جو دیکھنے والے
کے ری ایکشن کا نتیجہ ہے + الغرض پھول کے سب اوصاف (گن۔
نام روپ) دیکھنے والے کی جانب سے عمل وقوع میں آنے کے

بعد میں محسوس (پیدار) ہوتے ہیں۔ آپ خوب فکر و تامّل کرکے بتایئے کہ "آیا پھول صرف اِن اوصاف (گنوں۔ نام رُوپ) ہی کو بہ حیثیت مجموعی کہتے ہیں کہ پھول میں کچھ اور حقیقت بھی ہے" ✤

بادی النظر میں تو یہی معلوم دیتا ہے کہ اگر پھول کی رنگت بُو شکل نزاکت ذائقہ وزن وغیرہ اوصاف کا تصوّر ذہن سے مٹا کر دیا جائے تو باقی کچھ بھی نہ رہے گا۔ لاشے (عدم) ہی ہاتھ آئیگی ✤ شروع میں تو یہی گمان غالب آتا ہے کہ پھول صرف اوصاف ہی کے مجموعہ کا نام ہے۔ لیکن ویدانت یہ فرماتا ہے کہ پیارے! پھول کے جملہ اوصاف (نام رُوپ) تو بے شک تم نے ایک گونہ اپنے اندر سے اُگلے ہیں۔ اور پھول بہ حیثیتِ پھول تیرے ری ایکشن (فعل) کے دیئے ہوئے اوصاف کا مفروض ہے۔ اِلّا جس کو تُو پھول مان رہا ہے اُس نے بہ حیثیتِ پھول محسوس ہونے سے پیشتر تیرے ناک پر اثر کیا۔ تیری آنکھ پہ عمل کیا۔ تیری قوتِ لامسہ پر ایکشن کیا۔ تیری قوتِ ذائقہ پر تاثیر کرنے کی قابلیت اُسی میں تھی۔ وُہ تو چیتن ہے۔ نیستی نہیں پس پھول کے نام رُوپ یا گُنوں (اوصاف) سے پرے عدم (لا) نہیں ہے۔ بلکہ چیتن (۱) ہے۔ اور پھول صرف مجموعۂ اوصاف ہی کا نام نہیں ہے بلکہ پھول کی حقیقی ہستی تو چیتن ہے ✤

One stupendous whole

....

۱۵ ایک عظیم کُلی طاقت (ایک مہا پُرن شکتی یا پُورنتا) دھوپ میں گرمی کا آنند لیتی ہے

warms in the sun, refreshes in the breeze,
Glows in the stars and blossoms in the trees,
Lives through all life, extends through all extent,
Spreads undivided, operates unspent;
Breathes in our soul, informs our mortal part,
As full, as perfect in a hair as heart;
As full, as perfect, in vile man that mourns,
As the rapt seraph that adores and burns:
To him no high, no low, no great, no small;
He fills, he bounds, connects, and equals all.

(Alex. Pope)

نسیم سحری میں تر و تازہ ہوتی ہے۔ تاروں میں چمکتی ہے۔ اور درختوں میں بطور کلیوں کے کھلتی ہے۔ تمام زندگی (یا زندہ چیزوں) میں وہ بطور زندگی کے رہتی ہے (یا زندہ ہے) اور تمام وسعت میں وہ پھیلی ہوئی (پھیلاوٹ رُوپ) ہے۔ غیر منقسم ہوئی وہ پھیلتی ہے اور بغیر ضائع ہوئے وہ عمل کرتی ہے۔ ہماری آتما (غیر فانی۔ اصلی زندگی) میں وہ سانس لیتی ہے (یعنی اپنا دم پھونکتی ہے) اور ہمارے فانی حصّہ (جسم) میں وہ جان ڈالتی ہے۔ بال میں بھی اتنی ہی بھرپور (پورن) و کامل ہے جتنی کہ ہمارے دل میں بد سرشت آدمی جو ماتم کرتا رہتا ہے اس میں بھی ویسی ہی کامل و بھرپور ہے جیسی کہ ایک بیخود (خوش) فرشتہ میں جو عبادت و سجدہ کرتا رہتا اور (عشق میں) جلتا رہتا ہے۔ اس (پورن ستا) کی نگاہ میں نہ کوئی اعلیٰ ہے نہ ادنیٰ۔ نہ بڑا ہے نہ چھوٹا۔ وہ سب کو پورن کرتی ہے، متقید کرتی (یا خود اچھلتی و پھیلتی ہے) سب کو ملاتی (جوڑتی) ہے اور سب کو یکساں (ہموار) کرتی ہے۔ +

امر مذکورۂ بالا کو ہم کنایتِ ذیل سے تعبیر کریںگے :-

پھول ـ گن + ا

{رمز گن پھول سے مراد ہے وہ گن یا اوصاف جن کی بدولت "پھول" نام دیا جاتا ہے پھول اور ا سے مراد ہے چیتن (ذاتِ مطلق) جو گنوں سے پرے ہے } ÷

وہ آم کا پھل نظر آ رہا ہے ÷ یہ گلاب کے پھول سے کیوں مختلف ہے ؟

بباعث اپنے گنوں کے ۔ پھل کے اوصاف اور ہیں پھول کے اور ÷ پھول سونگھنے کی چیز ہے پھل کھانے (یا چوسنے) کی ۔ رنگت میں ۔ شکل میں ۔ نام میں ۔ لطافت یا کثافت میں تاثیروں میں اور استعمال میں تفاوت ہے ۔ اس لئے پھل اور پھول دونوں ایک ہی نہیں کہلا سکتے ÷ فی الجملہ باعثِ تفریق (علیحدہ پن ۔ differentiation) صفات (گن ۔ نام رُوپ) ہیں جو کہ ری ایکشن منجانبِ محسوس کنندہ کا نتیجہ ہیں ÷ کیا پھول کی حقیقی ہستی چیتن موجب ایکشن (جو پھول کے گنوں سے پرے ہے) پھل کی حقیقی ہستی چیتن موجب ایکشن سے (جو پھل کے گنوں سے پرے ہے) اختلاف نہیں رکھتی ؟

ویدانت کا یہ جواب ہے کہ پھول کی ذاتِ اصلی اور پھل کی ذاتِ اصلی میں کوئی فرق نہیں ÷ جیسے انگوٹھی اور کنگن میں تفاوت صرف صفات کی وجہ سے ہے ۔ ذات (سونا) میں کچھ اختلاف نہیں ÷ انگوٹھی اُنگلی میں پہنی جائیگی ۔ کنگن کلائی میں ۔ دونوں کے اشکال اور طرح وضع الگ ہیں ۔ لیکن ہیں

دونوں سونا واحد ✣ ویسے ایک ہی ذاتِ مطلق چیتن (ا)
گلاب کی حقیقی ہستی ہے و نیز آم کی ماہیئتِ اصلی ہے ✣ پس از
رُوئے ویدانت آم کی مساوات کتابتِ مذکورۂ بالا کے مطابق
حسبِ ذیل ہوگی ✣

آم کا پھل = پھل گن + ا

{گن پھل سے مراد ہے وہ صفات مثل مٹھاس زرد رنگت مدور
شکل وغیرہ جو اس پھل کو دنیا کی تمام دیگر اشیاء سے (ممتخب)
(نیارا) کراتی ہیں ✣ یہ بھی یاد رہے کہ جملہ صفات محسوس کنندہ کے
ری ایکشن کا نتیجہ ہی ہوتی ہیں}

اگر آم کے پھل کی حقیقی ہستی (ا) کو گلاب کے پھول
کی حقیقی ہستی سے ابھید (ایکی) ماننے میں عذر ہو تو لیجئے اسے
ا سے تعبیر نہیں کرینگے۔ اُ سے اس کا نرالا پن جتلائیں گے ✣
اس صورت میں آم کی مساوات حسبِ ذیل ہوگی ۔

انبہ کا پھل = پھل گن + اُ

علیٰ ہذا مصری کو مصری قرار دینے والے مستعار گنوں
(گن) سے پرے جو مصری کی ذات ہے اسے پھول اور پھل
کی ذات سے جدا اُ" ماننے پر مصری کی مساوات حسبِ ذیل ہوگی

مصری = مصری گن + اُ"

نوٹ: {گنوں کے مستعار ہونے کے بارے میں چند حروف
اور لکھ دینا مناسب ہے ✣ مصری کا (سب سے بڑا گن)
میٹھاپن کھانے والے کی حالت پر موقوف ہے۔ چنانچہ بعض

حالتوں میں مہری کرتوی لگتی ہے ÷ وہ آئینہ جو آدمی کے لئے صاف شفاف ہے چیونٹی کی آنکھ کو گرداہی گردا نظر آتا ہے۔ جہاں آدمی کے واسطے پتہ لگانا ناممکن ہوتا ہے بُودار سگ جھٹ شکار کو سُونگھ لیتا ہے ÷ چیونٹیاں آنے والی بارش کو جان جاتی ہیں۔ انڈے منہ میں لئے دوڑتی جاتی نظر آتی ہیں ÷ کسی شے کی جسامت اور طول و عرض جسے آدمی کچھ تصور کرتا ہے ناکتی کی آنکھ اسے کچھ اور ہی دکھاتی ہے ÷ مینڈک کی آنکھ یہ شہادت دیتی ہے کہ پانی میں تو سب اشیاء صاف صاف ہوتی ہیں۔ پر پانی کے باہر سب پر دھندلا پن چھا رہا ہے ÷ جو چیزیں عام اشخاص کو سفید سفید نظر آتی ہیں بعض حالتوں میں بعض کو پیلی پیلی دکھائی دیتی ہیں ÷ والدین کو کواڑ دیوار چارپائی معلوم ہوتی ہے لیکن ننھا بچہ کچھ محسوس نہیں کرتا۔ خواہ اُس کی آنکھیں کھلی ہوں اور جاگ رہا ہو ÷ آنکھوں کی ساخت اور بناوٹ اگر خورد بین۔ دوربین۔ کیلائیڈ اسکوپ (Kaleidoscope) یا (Look and laugh) (دیکھو اور ہنسو کھلونا) کے اصول پر ہو تو دُنیا بالکل اور کی اور ہو جائے۔ کانوں کی ساخت میں ذرا سی رد و بدل سماع کا نقشہ ہی پلٹ دے ÷ جہاں کیڑی سے بڑھتے بڑھتے آدمی تک ایوولیوشن (ارتقاء) ہُوا ہے تو کیا معلوم آئندہ کو کسی ایسے طرح آیوولیوشن (صعود) کا دَور آ جائے کہ آدمیوں کے حواس اور دماغ اُلٹ پلٹ کر نئے رنگ ڈھنگ محسوس کرنے لگیں۔ اِن نظائر سے صاف واضح ہوتا ہے۔

کہ اشیاء کے گُن (اوصاف) حقیقی نہیں ہوتے بلکہ محسوس کنندہ پر موقوف ہوتے ہیں اور ان کی نمود محسوس کنندہ کی سراسر محتاج ہے۔

مختلف اعیان میں ذاتِ حقیقی کو مختلف ماننے پر ہر ایک پدارتھ (شے) کے لئے ایک نئی مساوات ہوگی:-

بھنورا = بھ گن + ا′
شیر = ش گن + ا″
گنگا = گ گن + ا‴
ہمالیہ = ہ گن + ا⁗
قلم = ق گن + ا′′′′′

....

....

اس حساب سے ا′ ا″ ا‴ ا⁗ وغیرہ سے تعبیر شدہ چیتن (ذاتِ مطلق) لا تعداد قرار پاتے ہیں۔ اور مختلف ماننے پڑتے ہیں۔

لیکن چیتن (ذاتِ مطلق۔ ماہیتِ اصلی) کو گنوں سے پرے (مبرا از اوصاف) تسلیم کر چکے ہیں۔

نیز امر طے شدہ ہے کہ اختلاف کا موجب صرف اوصاف (گن) ہوتے ہیں۔ گنوں ہی کے مقابلے سے تفریق (بھید) کا پتہ لگتا ہے۔ کیونکہ مقابلہ کرنا اور اشیاء کے اختلاف کو قائم یا تسلیم کرنا بُدھی یا تمیز کا کام ہے۔ اور بُدھی یا تمیز کی دوڑ گنوں سے پرے نہیں۔

پس چیتن جو گنوں سے پرے ہے اختلاف و تفریق کے احاطے

نہیں - اِس لئے چیتن مختلف نہیں ہو سکتے - اور جب چیتن میں اختلاف کو راہ نہیں تو لاتعداد ہونا یعنی چہ ؟

لیکن فرضِ بالا رموزِ ا۱ ا۲ ا۳ ا۴ ا۵ وغیرہ سے مختلف اجسام میں مختلف چیتن قرار دیتا ہے - یعنی ایک لغو نتیجہ تک پہنچاتا ہے ۔ پس فرضِ بالا غلط ہے - یعنی آم کے نام رُوپ (اوصاف) میں جو (ست چت آنند) چیتن سنسرگ کر رہا ہے اُسے ا۱ سے تعبیر کر کے پھر مصری کے نام رُوپ (اوصاف) میں جو چیتن (ا۲) سنسرگ کر رہا ہے اُسے ا۱ چیتن سے مختلف قرار دینا اور بھنورا (ا۳) شیر (ا۴) گنگا (ا۵) وغیرہ میں الگ الگ چیتن ماننا بالکل بیجا ہے ۔ ایک ہی چیتن گلاب میں - آم میں - مصری میں - بھنورا - شیر - گنگا وغیرہ میں جلوہ فرما ہے - متمیزہ ویشیں ا پر ڈالی نا روا ہیں

ا = ا۱ = ا۲ = ا۳ = ا۴ = ا۵ ....

سर्व खलु इदं ब्रह्म ।[1] (سام وید چاندوگیہ اُپنشد پرپاٹھک ۳ کھنڈ ۱۴ منتر ۱)

एकस्तथा सर्वभूतान्तरात्मा रूपं रूपं प्रतिरूपो बहिश्च ।[2] (یجروید - کٹھ اُپنشد ولی ۵ ادھیائے پہلا منتر ۹)

ایک ہی گیلی میں بڑھئی چار جوڑی کواڑ تیار کرنے کا اندازہ لگاتا ہے - اگر میزیں بنانی منظور ہوں تو اسی گیلی میں تین میزوں کا اسٹیمیٹ (تخمینہ) نکالتا ہے - بڑھئی کے ذہن میں تو کرسیاں اسی گیلی

[1] یہ سب (نام رُوپ جگت) برہم ہی ہے۔
[2] (جیسے آگ سب سنسار میں داخل ہو کر نانا رُوپ پرکٹ ہو جاتی ہے) ویسے ہی ایک آتما (ذاتِ حقیقی) سب اسماء و اشکال کے اندر محیط (ویاپک) ہوتا ہُوا ہر ایک نام و رُوپ میں ہو کر باہر پرکٹ ہُو رہا ہے ۔

سے برآمد ہوتی ہیں۔ اُسی گیلی سے چھٹے پنج نکل آتے ہیں ؛ اُسی گیلی میں ۱۵ سٹول مُتصوّر ہوتے ہیں۔ اُسی گیلی میں دلو تخت پوشں پائے جاتے ہیں۔ اور چیرنے پھاڑنے کے بغیر اُسی گیلی میں بارہ بلیک بورڈ نظر آتے ہیں ؛ ویسے ایک ہی برہم (چیتن) رُوپی گیلی جس میں از رُوئے حقیقت کوئی کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ اشکالِ گوناگوں و الوانِ بوقلموں کا ماخذ ہے ؛ پھر جیسے ایک ہی سفید کاغذ پر اپنے دِل میں مصوّر کبھی رام کی کبھی کرشن کی کبھی چشمۂ ویری ناگ کی کبھی برندابن کی کبھی کاشی کی تصویر کھینچ رہا ہو۔ اور اُسی سفید کاغذ پر ریاضی داں اپنے ذہن میں مثلث مربعے دائرے بیضوی بعید البیضوی وغیرہ اشکال پڑا مرتسم کر رہا ہو۔ اور اُسی سفید کاغذ پر کوئی اور شخص مردم شماری اور خانہ شماری کی جدول بنا رہا ہو۔ ویسے ایک ہی چیتن (برہم) ذاتِ واحد میں بیکنٹھ باسی اپنے بہشت و رضوان کے رنگا رنگ نقشے جما رہا ہے۔ اور اُسی چیتن (برہم) ذاتِ واحد میں دُنیا کا باشندہ اشکالِ گوناگوں کا تصوّر باندھ رہا ہے اور اُسی چیتن (برہم) ذاتِ واحد میں دوزخی اپنے جہنم کی آتشِ سوزاں دیکھ رہا ہے ؛

مختلف مذاہب میں بہت سی ایسی روایتیں چلی آتی ہیں کہ وہ اشخاص جو حد سے پرے نیک ہو گئے پرلے درجہ کے پاکیزہ بن گئے۔ دنیوی خواہشات و تعلقاتِ جسمانی سے سراسر آزاد ہو گئے۔ غضب کے سادھو گئے۔ مطلقاً اور کے اور ہو گئے۔ وہ دفعتہً سورگ (بہشت) کو چڑھائے گئے ؛ عام طور پر ایسی روایتیں خواہ غلط ہوں

لیکن از روئے ویدانت ناممکنات سے نہیں ہیں ۔ سورگ کو چڑھا ئے جانے کے یہ معنی ہیں کہ اُن کے باطن میں اسقدر تبدیلی واقع ہو گئی کہ سفید کاغذ رُوپی چیتن میں بجائے اشکالِ ریاضیہ (یہ دُنیا) دیکھنے کے تصاویر دلکش (بیکنٹھ۔بہشت) دیکھنے لگے۔ اور نیز اپنے جسم کو بنازہ دیکھنے کے بجائے دیوتا کا جسم پایا ۔

پر یہ دُنیا دیکھی تو کیا اور نرک سورگ دیکھے تو کیا۔ اصل حقیقت نہ یہ ہے نہ وہ ہے۔ جتنی دوئیت یا کثرت اور اختلاف بینی ہے از روئے حقیقت بے بُنیاد ہے ۔

"مِتھیا" کس کو کہتے ہیں؟ جو چیز نظر تو آئے لیکن جب اُس کے محل کو دیکھا جائے تو نہ رہے۔ جیسے چاندی جو سیپ میں نظر آتی ہے سیپ (محل) کو دیکھنے پر نہیں رہتی۔ یا سانپ جو رسی میں نظر آتا ہے رسی (محل) کو دیکھتے ہی نہیں رہتا ۔ پس بالفاظِ ویدانت شاستر "مِتھیا وہ ہے جو اپنے محل میں اتینت ابھاؤ کا پرتیوگی ہو" ۔

सर्वेषामपि भावनाश्रयत्वेन सम्मते।
प्रतियोगित्वमत्यन्ताभावं प्रतिमृषात्मता ॥११
अंशिनः स्वांशगात्यन्ताभावस्य प्रतियोगिनः।
अंशित्वादितरांशीव दिग्गेवं गुणादिषु ॥१२ {چِت سُکھی}

ترجمہ (۱۱):۔ دُنیا کی جملہ اشیاء کے لئے محل (آشرے) کا ہونا ضروری ہے لیکن ہر شئے کے اپنے محل میں اُس شئے کا اتینت ابھاؤ (عام کُلّی) پایا جاتا ہے۔ پس اشیائے عالم کا وجود اصل محل میں اُن کے عدمِ مُطلق کا پرتیوگی (عکس۔ضِد) ہے ۔ اور یہی ہے

چیزوں کا منتفیا یعنی نمودِ بے بود ہونا ؛

تفسیر:- عام نگاہ سے کنگن کا محل (آشرے) سونا ہے، جامہ کا آشرے ریسمان ہے۔ وغیرہ ؛ جامہ کے منتفیا ہونے کے یہ معنی ہیں کہ جس محل (یعنی سوت) میں موجود ہونے کا جامہ کو دعوےٰ ہے۔ اُس محل یعنی سوت کا تار تار پکار رہا ہے کہ مجھ میں جامہ ندارد ہے ؛ نگاہِ زرگر سے جو کنگن موجود ہے اُس کا محل سونا ہے۔ لیکن نگاہِ صراف کہتی ہے کہ از روئے زر کنگن کبھی ہُوا ہی نہیں ؛

اب جامہ وغیرہ کا وجود اپنے محل (ریسمان) کے بغیر اور کہیں ہرگز متصوّر نہیں ہوسکتا (اِس بات سے انکار کرنا ایسا ہے جیسے دوات کا ہاتھی ہو جانا قبول کر بیٹھنا) ؛

نیز جامہ وغیرہ کے سچے محل (مثل تار ہائے ریسمان، زر) کی ہستی اِن اشیاء کو اپنے میں ہرگز پناہ نہیں دیتی ؛ پس اشیاء کی نمود کا بے بنیاد (منتفیا) ہونا لازم آتا ہے۔ اور اِس نتیجہ سے کسی طرح گریز نہیں ہو سکتا۔ اگر روٹی کھائی نہ جائے تو پیٹ پر باندھنی ہوگی ؛

اوپر دکھا آئے ہیں کہ سنسار کی تمام چیزوں کا حقیقی محل (آشرے) ایک برہم ہی برہم ہے جس کو ا سے تعبیر کیا جا چکا ہے۔ اس برہم کو تمام گنوں کا محل اور تمام چیزوں کا اِدھشٹھان کیوں کہا گیا تھا ؟ حسب اقتضائے اشیائے عالم ؛

ورنہ از روئے ذاتِ واحد (برہم) محل (آشرے) ہونا ہوانا یعنی چہ ؟

(۱) برہم کو نرگن (بری از صفات) تسلیم کیا گیا تھا ؛ جب برہم میں گنوں کو دخل ہی نہیں تو محل (آشرے) ہونیکا گن بھی اُس

ہے، کیوں ؟ برہم کا رُوپ، ریکھ، لیکھ نہیں۔ اُس کا اکار نہیں اور اُس میں کوئی راہ نہیں۔ کوئی سوراخ (چھدر) نہیں تو دُنیا اُس میں کدھر سے گھُس سکتی ہے ؟ جگت تا کی اُس میں گنجایش کہاں ؟

جملہ اسماء و اشکال (اشیاے عالم۔ مجموعہ ہاے صفات) اِدھر تو بغیر محل (آشرے) کے رہ نہیں سکتے۔ اور اُدھر محل آشرے (برہم) غیر کو ہرگز پناہ نہیں دیتا ۔ اِدھر تو تیز دُھوپ اور آب شمشیر حلق تر کرنے کو کھڑے ہیں۔ اور اُدھر چوہے مشکیں کُتر گئے ہیں۔ آخر نام رُوپ سنسار کو العطش العطش کہتے ہوئے مِتھیا بن کے کربلا میں کھیت رہ جانا (شہید ہو جانا) لازم آتا ہے ۔

حریص آدمی سیپ کو چاندی پڑا دیکھے۔ ڈرپوک شخص رسن کو سانپ پڑا کہے۔ پر سیپ چاندی کو اور رسن سانپ کو اپنے بیچ میں کب گھُسنے دیتے ہیں ۔ رام (ذاتِ باری) میں دُنیا و مافیہا کو دخل و خل چہ معنی ؟

مطلب شلوک (۱۲):- جو چیزیں اجزاء سے مرکب ہیں (اور اجزاے مرکب دُنیا میں کیا نہیں ہے ؟) پرتیوگی (ضد) ہیں اپنے انینت ابھاؤ (عدمِ محض) کی جو اُن کے محل (اجزا) میں ہے ۔ جتنی تجزیہ پذیر اشیاء کا امتحان کروگے اُن کا یہی حال پاؤگے۔ پس سب کی سب چیزوں کا مِتھیا ہونا ظاہر ہے ۔

تفسیر:- زمین ذرا ذرا سے ذرّوں سے مرکب ہے۔ پانی ننھے قطروں کا بنا ہوتا ہے۔ وقت (ٹائم) سیکنڈ، پل وغیرہ اجزاء سے بنتا ہے۔ طاقت (Force) ہمیشہ اپنے بے تعداد اجزائے متفصلہ

(Components) کا حاصل (resultant) یا مرکب ہوتی ہے ٭
بے شک مت کا یہ سدھانت (مقولہ) ظاہراً تمام موجودات پر حاوی ہے ٭ ویدانت کا اس میں یہ ارشاد ہے "مانا کہ تمام اشیاء کا علے الظاہر آشرے (آدھار۔ محل) ان کے اجزا ہیں۔ لیکن تعجب ہے کہ از روئے محل، محلول کبھی ہٹا ہی نہیں" ٭

(۱) برف پگھلی۔ پانی بن گیا۔ پانی سے بھاپ بن گئی۔ الّا باعتبار محل یعنی H_2O (ہیڈروجن + آکسیجن) نہ برف تھی۔ نہ پانی اور نہ بھاپ۔ H_2O (ہیڈروجن + آکسیجن کا مرکب) جوں کا توں ہو بہو بنا رہا۔ تبدلات (پرنیام) صرف اسم و شکل (مایا) میں واقع ہوئے ٭

(۲) ہیرا۔ صاف شفاف۔ غضب کی چمک دمک۔ ستم کی آب و تاب پرلے درجہ کا سخت۔ کمیاب۔ قیمتی ٭ ایک مرتبہ کوہ نور کی قیمت آدھی دنیا کی دولت پڑی تھی ٭

گرے فنایت۔ کوئلہ اور چراغ کا کاجل :۔ میلا کالے اور ایسے نرم کہ کاغذ وغیرہ پر اپنا نشان چھوڑ دیں۔ سب جگہ بکثرت موجود۔ اور مفت کے بھاؤ دستیاب ٭

سائنس دکھاتا ہے کہ باعتبار اصل یہ متضاد اوصاف (دھرم) والی چیزیں باہم ایک ہیں۔ ایک ہی کاربن ہیں ٭ اگر ایک ہی ہیں تو ان میں متغیر کر دینے والے اختلافات کہاں سے آئے؟ صرف اجزاء کی لگاوٹ بناوٹ ساخت شکل (Form۔ مایا) کی بدولت ٭
Form (مایا۔ شکل) عجیب آفت انگیز ہے جو ایک ہی کاربن کو ادھر ہیرا اور ادھر کوئلہ کر دکھاتی ہے ٭

(۳) ڈاکٹر پال کیرس کی ایک مثال اِس مایا کی ساری مایا کھول دیتی ہے۔ فرض کرو ہمارے پاس کاغذ یا لکڑی کی بنی ہوئی ایک مستطیل (۵ × ۳) ہے۔ اور دو ایک جیسی مساوی الساقین تکونیں ہیں جنکے قاعدے ۵ ہیں اور برابر ضلعے ۳ ہیں ÷

مستطیل کے دونوں جانب مثلثوں کو اس طرح لگاؤ کہ مستطیل کے بڑے ضلعوں پر مثلثوں کے قاعدے منطبق ہو جائیں۔ ایسا کرنے سے ایک مسدّس بن جائیگی جس کا ہر ایک ضلع ۳ ہے ÷ مستطیل بہ حیثیت مستطیل مفقود ہوگیا اور مثلثیں بہ حیثیت مثلثوں کے نہ رہیں۔ ایک نئی شکل ظاہر ہو آئی۔ ایک مسدّس حاصل ہوگئی جو اپنے اجزاء (مستطیل اور مثلثوں) کے خواص کھو بیٹھی ہے اور ایسے گُن رکھتی ہے جو اُس کے اجزاء (مستطیل اور مثلثوں) میں موجود نہ تھے ÷
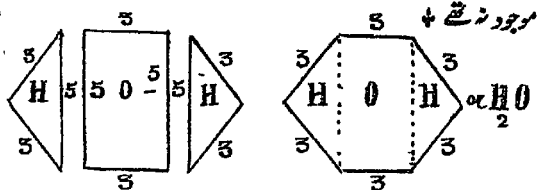
مثلثوں کے اور مستطیل کے لمبے ضلعے ۵ موجودہ مسدّس میں بالکل ندارد ہیں ÷ مسدّس چھ منفرجہ زاویئے (obtuse) رکھتی ہے حالانکہ مثلثوں میں دو دو حادہ زاویئے (acute) پائے جاتے تھے۔ اور مستطیل میں چار قائمے ÷ نہ تو مثلثیں متساوی الاضلاع تھیں اور نہ مستطیل۔ لیکن مسدّس متساوی الاضلاع ہے ÷۔

(۴) ہیڈروجن کے اوصاف اور ہیں۔ اکسیجن کے اور۔ لیکن اُن عُنصر سے مُرکّب پانی بالکل الگ مختلف ہے۔ چیز ہی نرالی ہے ✤ یہ نرالاپن یہ انوکھاپن (بچترتا) کہاں سے آئی؟ صرف شکل (Form بابا) سے۔ بعض کا خیال ہے کہ مُرکّب کے خواص (گُن) پہلے کسی نہ کسی مخفی رُوپ سے آشرے (محل) میں ضرور موجود رہتے ہیں۔ لیکن مندرجہ بالا ہندسیہ مثال اس خیال کی صاف تردید کرتی ہے۔ مُسدّس ایک مُطلقاً نئی شکل ہے جو نہ تو اپنے اِن جُزو میں مخفی تھی۔ اور نہ اُس جُزو میں چھپی بیٹھی تھی ✤

پس جملہ عالَم صرف نام رُوپ کا کھیل ہے اور سب کے حقیقی آشرے (برہم) میں نِشٹھا (قیام) ہوئے پر تو جگت وگت نہ کبھی ہُوا تھا۔ نہ ہے۔ نہ ہوگا ✤

ؔ آپ ہی آپ ہوں یاں غیر کا کچھ کام نہیں
ذاتِ مُطلق میں مری شکل نہیں نام نہیں

भेदोऽयंभिन्नधर्म्मिप्रतिभटविषयज्ञानजन्योवधौ।
धर्म्योर्वे भेदसिद्धिः पुनरपिच तथेत्यापतेच्चानवस्था।

"سوراجیہ سِدّھی" مِن تصنیف وانک کار سُریشور آچاریہ (مُتمدّن رشر)

ترجمہ:۔ اشیا کی باہمی تمیز (اختلاف) تو تب پیدا ہوتی ہے جب اُن کا آپس میں مقابلہ کیا جائے ✤ لیکن آپس میں مقابلہ تب ہو سکتا ہے جب اُن چیزوں میں پہلے اختلاف اور تمیز ہو ✤ اِسی طرح یہ اختلاف اور تمیز مقابلہ کا نتیجہ ہے۔ اور مقابلہ پھر اختلاف اور تمیز کے مابعد آتا ہے ✤ یہ چکر (انوستھا دوش) کثرت (دوَیت) کو محیط کئے ہوئے ہے

گوبند پاد آچاریہ :-

उत्तमादीनि पुष्पाति वर्तन्ते सूत्रके यथा।

उत्तमाद्यास्तथा देहा वर्तन्ते मयि सर्वगे॥

ترجمہ :- جیسے ایک تاگے میں اعلےٰ اوسط اور ادنیٰ درجوں کے پھول پروئے ہوئے ہیں ویسے سب میں سمانے والے مجھ (آتما) میں اعلےٰ اوسط اور ادنےٰ ابدان منسلک ہیں ٭

यथा न सम्प्रशेन् सूत्रं पुष्पानामुत्तमादिता।

तथा नैकं सर्वगं मां देहानामुत्तमादिता।

ترجمہ :- جیسے پھولوں کا اعلےٰ پن - اوسط پن اور ادنےٰ پن تار پر کچھ اثر نہیں کرتا - ویسے اجسام کا اعلےٰ اوسط اور ادنےٰ پن مجھ واحد کُل شئے محیط آتما کا ذرا بگاڑ نہیں کر سکتا ٭

पुष्पेषु तेषु नष्टेषु यद्वत् सूत्रं न नश्यति।

तथा देहेषु नैव नश्यामि सर्वगः॥

ترجمہ :- جیسے اُن تمام پھولوں کے برباد ہو جانے پر تار کو کچھ نقصان نہیں - ویسے جسموں کے نیست ہو جانے سے مجھ حاضر و ناظر آتما کو ذرا ضرر نہیں پہنچتا ٭

کیہ کردا نی کیہ کردا ٭ کوئی پچھو کھاں دلبر کیہ کردا

اکسے گھر وچ وسدیاں رسدیاں - نہیں ہوندا وچ پردا ٭ کیہ کردا نی کیہ کردا الخ

وچ مسیت نماز گزارے - بُت خانے جا وڑدا ٭ کی کردا نی کی کردا الخ

آپ اکو کئی لاکھ گھراندے - مالک ہر ہر گھر دا ٭ کی کردا نی کی کردا الخ

جیہڑا جتول دیکھا اوتول اوہو - ہر اک دی سنگت کردا ٭ کی کردا نی کی کردا الخ

موسے اتنے فرعون بناکے، دو ہوکے کیوں لڑوا ٭ کی کردانی کی کردا۔ الخ

٭

مشتار ہیا وچ ہر ہو گھر دے۔ کجلی بچھڑے لوکائی سے ٭ کی کردا بےپرواہی جے

I looked above and in all spaces saw but one;
I looked below and in all billows saw but one;
I looked unto its heart, it was a sea of worlds;
A space of dreams all full, & in the dreams but one
Earth, air, & fire and water in thy fear dissolve;
Ere they ascend to thee, they trembling blend in one
The heavens shall dust become, & dust be heaven again,
Yet shall the one remain and one my life with thine

ایک فقیر کی گدڑی ([illegible]) چوری ہو گئی۔ کس نے چرائی؟ کون چور پڑا؟ ایک کانسٹیبل (شاید امتحان کے لئے

سلہ میں نے اوپر نگاہ اٹھاکر دیکھا اور تمام خلا (آکاش) میں مجھے ایک ہی دکھائی دیا۔ میں نے نیچے نظر کی اور تمام موجوں میں ایک ہی نظر آیا۔ میں نے اس کے دل میں (یعنی اندر) دیکھا۔ اس میں دنیائیں بھری ہوئی تھیں۔ اور ایک خلا خوابوں سے بھرپور اس میں پایا۔ اور ان خوابوں میں سوائے ایک کے اور کوئی نہ تھا (یا اور کوئی نظر نہ آیا) ٭ اے پیارے! خاک۔ باد۔ آتش۔ و آب تیرے ڈر کے مارے پگھل جاتے ہیں ٭ آسمان خاک ہو جائیں گے اور خاک آسمان ہو جائیگی ایک میں رل جاتے ہیں ٭ آسمان خاک ہو جائیں گے اور خاک آسمان ہو جائیگی تاہم وہ ایک قائم رہیگا اور میری زندگی تیرے ساتھ ایک ہوگی ٭

چوری ہو گئی) + پاسبان ہی چور بن گیا (نہ معلوم کس خیال سے) +
فقیر پولیس سٹیشن (تھانہ) کے کہیں آس پاس ہی رہتا تھا۔ موج
میں آکر رپورٹ لکھوانے گیا + "لٹ گیا! لٹ گیا!! غریب لٹ گیا!!!"

مالِ مسروقہ کی رپورٹ

تھانہ دار:۔ تمہارا کیا کیا کھویا گیا ہے ؟

فقیر:۔ سب کچھ + ایک تو رضائی گم ہو گئی ہے ؟

تھانہ دار:۔ اور کیا؟ **فقیر:۔** بچھونا

"	اور کیا؟	"	چادر
"	اور کیا؟	"	کوٹ اور انگرکھا
"	اور کیا؟	"	تکیہ
"	اور کیا؟	"	آسن
"	اور کیا؟	"	ہاں چھتری بھی جاتی رہی ہے

تھانہ دار:۔ بس اتنا ہی۔ کچھ اور تو نہیں ؟

فقیر:۔ حضور لنگ بند (دھوتی) بھی چوری ہو گیا۔

تھانہ دار:۔ خوب یاد کر لے۔

فقیر:۔ اور ... اور ... ...

وہ کانسٹیبل جس نے چوری کی تھی پاس ہی کھڑا تھا۔
مالِ مسروقہ کی اتنی لمبی فہرست سن کر بے اختیار ہنس پڑا۔ اور
گالی دے کر بولا:۔ "اور اور اور بولے جاتا ہے! تیرا مالِ مسروقہ
بس بھی ہوگا کہ نہیں؟ تیری جھونپڑی ہے کہ سوداگری کی کوٹھی؟
اتنا اسباب آ کہاں سے گیا؟"

یہ کہکر پولیس مین (کانسٹیبل) فقیر کی گدڑی اٹھا لایا اور تھانہ دار کی طرف مخاطب ہوکر کہا:- "حضور! میں اتنا تو اس کا کُل مال مسروقہ ہے اور اس نے درجن چیزیں گِن ماریں" ⁂

تھانہ دار (فقیر کو):- کیا تو پہچان سکتا ہے؟ یہ گدڑی تیری ہی؟

فقیر:- "ہاں میری ہے۔ اور کس کی"

اتنا کہا اور جھٹ پٹ گدڑی کندھے پر ڈال تھانہ سے باہر دوڑ چلا ⁂

تھانہ دار نے سپاہیوں کو حکم دیا۔ اسے فوراً گرفتار کر لو جانے نہ پائے ⁂ اور فقیر کو دھمکا کر کہا "تیرا چالان ہوگا۔ تو نے جھوٹی رپورٹ کیوں لکھوائی؟ ہم کو دھوکا دینا چاہا"؟

فقیر جو فکرِ جسم و جان اور بندِ کفر و ایمان سے بالکل آزاد تھا گرفتارِ بیم و رجا (تھانہ دار) کی ترش روئی کو کیا سمجھتا تھا۔ تبسم کناں جواب دیا کہ "ہم جھوٹ بولنے والے نہیں ہیں" ⁂

یہ کہا اور اسی گدڑی کو اوپر اوڑھ کر بتایا "یہ دیکھو میری رضائی" ⁂ اسی گدڑی کو نیچے بچھا کر بتایا۔ یہ دیکھو میرا بچھونا ⁂ دھوپ میں وہی گدڑی سر پر رکھ کر کہا۔ یہ دیکھو چھتری ⁂ گدڑی کو تہ کرکے زمین پر ڈالا اور اوپر بیٹھ کر کہا۔ یہ دیکھو آسن وغیرہ

وہ شخص جس نے پشت پناہ و تکیہ گاہِ عالم (برہم) کو جانا ہے اس کا تو سبھی کچھ برہم ہی برہم ہوگیا۔ خویش و اقارب ہیں تو برہم۔ حاکم و محکوم ہیں تو برہم۔ محبت کرنے والے یا عداوت رکھنے والے ہیں تو برہم۔ ماتا بہن بھائی ہیں تو برہم۔ اس کے باغ

و گلزار برہم۔ اُس کے قلم و تلوار برہم ۔ اُس کے لئے تو برہم ہی فقیر کی گدڑی ہے۔ سارا گھر بار جائداد برہم ہے ۔ع اپنی تو سحر ہے یہی اور شام یہی ہے ۔

ع لبِ ساقی ہمراہم جام وہم نقل ست وہم بادہ

(۱) تیں بِن میرا سکا نہ کوئی ۔ ماں بابل بھیّن نہ بھائی
پیارے بس کر بھٹی ہوئی ۔ تیرا عشق میری دلجوئی
مَیں وِچ مَیں نہ رہ گئی رائی
جب کی پیارے سنگ پریت لگائی

(۲) کدے جا آسمانے تہندے ہو ۔ کدے اِس جگ دے دکھ سہندے ہو
کدے پیر مُغاں ہو بہندے ہو ۔ مَیں تاں اِکسے ناچ نچائی
مَیں وِچ مَیں نہ رہ گئی رائی
جب کی پیا سنگ پریت لگائی

ایسا فقیر لاپرواہ گدائے شاہنشاہ اپنے تجربہ سے تصدیق کرتا ہے کہ ایک ہی ذاتِ مُطلق ہر رنگ میں نمودار ہو رہی ہے۔ وہی سُورج بن کر چمکتا ہے۔ وُہی بحرِ ظُلمات بن اُچھلتا ہے۔ گُل میں خار میں۔ طُوطی و بُلبُل کی منقار میں۔ آب میں۔ خارا میں۔ شہر میں صحرا میں۔ ہر مکاں میں۔ ہر زماں میں ایک ہی ذاتِ مُطلق بلا تجزیہ و تقسیم جلوہ کُناں ہے ۔ اُس ایک ہی اندر جالی (مداری) کے پٹار (پٹیلے) میں سے ہر شئے برآمد ہو رہی ہے ۔

समाद्राव क्षीरोंच नवाक्समूलोचदेन् (مُنڈک اُپنشد ادھیائے ۲)

مطلب :- وہ اس عرفان والا پانچوں حواس اور من بُدھی (ان

ساتوں دروازوں) سے راستی (حق - برہم) کے بغیر کچھ بیوہار نہیں کرتا یعنی دیکھتا ہے تو برہم۔ سُنتا ہے تو برہم۔ سُونگھتا ہے تو برہم جو کچھ چھوتا ہے اُس کو برہم ہی جانتا ہے۔ جو کچھ چکھتا ہے اُسے برہم ہی پہچانتا ہے۔ سوچتا ہے تو برہم سمجھتا ہے تو برہم" ۞

سلہ کھانڈ کا کُتا گدھا چوہا بلا ۞ منہ میں ڈالو ذائقہ ہے کھانڈ کا گیان وان کھانڈ ہی سے بیوہار رکھتا ہے۔ کُتا گدھا۔ چوہا۔ بلا وغیرہ اسماء و اشکال سے جنگ و جدل نہیں رکھتا ۞

غائت درجہ کی نظر فریب (optical illusions) اور عجیب و غریب تصاویر دیکھنے سُننے میں آئیں ؛۔

(۱) دائیں رُخ سے دیکھو تو راجہ صاحب ہاتھی پر سوار جا رہے ہیں۔ بائیں پہلو سے ملاحظہ کرو تو گھوڑے کی لگام پکڑے سائیس کھڑا ہے۔ طرفہ یہ کہ تصویر ایک ہی ۞

(۲) تصویر کمرے میں لٹک رہی ہے۔ لیکن خوبی یہ کہ سارے کمرے میں کوئی خواہ کہیں کھڑا ہو یہی یقین ہو گا کہ مجھ سے آنکھیں لڑا رہی ہے۔ مجھ سے ہم چشمی کر رہی ہے ۞ اگر سو آدمی ایک ہی وقت وہاں موجود ہوں تو اُن میں سے ہر ایک کو پورا پورا اعتقاد ہو گا کہ آنکھیں صرف میرے ہی سامنے دو چار ہیں۔ میری ہی طرف ٹکٹکی لگائے گھور رہی ہے ۞

(۳) لیکن مُدت کی بات ہے ایک انگریزی اخبار میں ایک حیرت افزا انوکھی تصویر کا نوٹس پڑھا جس کا نام (title) تھا

"Here is the Bohemian with Yiass

Family, Where is the Cat?"

{یہ دیکھو بوہیمیا کا باشندہ اپنے بال بچوں سمیت موجود ہے پر بتاؤ بلی کہاں ہے ؟}

اِس تصویر میں لطف کی بات یہ تھی کہ جو آدمی اُسے ہاتھ میں لیکر غور سے دیکھنا شروع کرتا تھا اُسے بوہیمیا کا باشندہ معہ اپنی بیوی اور بال بچّوں کے فوراً نظر آجاتا تھا۔ رہٹ چلتا بھی دکھائی دے جاتا تھا۔ کھیت لہلہاتے اور سایہ دار درخت بھی نگاہ میں چڑھ جاتے تھے۔ دریا کا نظارہ بھی آنکھوں تلے پھیر جاتا تھا + علاوہ بریں سبزہ زار اور چرند پرند وغیرہ بیسیوں چیزیں دیدوں میں سما جاتی تھیں۔ لیکن بلی کا نام و نشان ندارد۔ گربہ مفقود۔ کہیں نہ ملتی تھی۔ گھنٹوں تلاش پڑے کرو۔ جستجو میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھو۔ روئے قرطاس کو اِس سرے سے اُس سرے تک چھان مارو۔ لیکن بلی کا دیدار نصیب ہونا محال

آخر ہار کر غصّے سے تصویر کو دے پٹکا تو اَہلو! غضب ہو گیا! پُر عجب! پر عجب!! بوہیمیا کا باشندہ کیا ہوا؟ اُس کی بیوی اور بچے کہاں ہیں؟ رہٹ کھیت چرند اور پرند اُن بلا سے کچھ بھی سامنے نہ رہا۔ سارا قرطاس بلی ہی بلی بن گیا۔ ایک بلی نے سب کاغذ کو گھیر لیا۔ جب بلی آئی تو باقی سب صفائی ہو گئی +

۵ جب ہم ہوتے تب تم نا ہیں + اب تم ہو ہم نا ہیں

یہ تمثیل شُکل یجروید سنگھتا کے چالیسویں ادھیائے کے منتر ذیل کا ارتھ (معنی) جتلاتی ہے +

ईशावास्यमिदं सर्वं यत्किञ्च जगत्यां जगत्।
तेन त्यक्तेन भुञ्जीथा मा गृधः कस्य स्विद्धनम्॥

لفظی ترجمہ:- جو کچھ دیکھے جگت میں سب ایشور میں ڈھانپ
کر ہو چین اس تیاگ سے۔ دھن لالچ سے کانپ

اس منتر میں حقیقی سنیاس (تیاگ) کا اصلی سروپا ورنن کیا ہے
فقیر کی ماہیت بتلائی ہے +

منتر کا مطلب:- (منتر کا دوسرا حصّہ) اگر تجھ کو آنند کی آرزو ہے تو دُنیوی نعمتوں میں مت ڈھونڈ۔ روپیہ میں نہیں ملیگا شہرت میں نہیں ملیگا۔ شہوت رانی تمہیں سخت عذاب میں پھنسائیگی۔ آرزوئے نفسانی کے پیچھے لگ کر پچھتانا پڑے گا۔ جہل کے دام تزویر میں مبتلا ہو کر ماسوائے تاسف کچھ ہاتھ نہ آئیگا۔ دُنیا کے بکھیڑے میں آ کر کف افسوس ملتے رہ جاؤگے۔ دُنیا روپی تصویر بوجھیا میں سچّے آنند کا سُراغ نہیں ملنے کا ہ حصولِ آنند کی اگر کوئی صورت ہے تو صرف ایک تیاگ (ترکِ دُنیا و مافیہا) ہے۔ تیاگ بن آنند کبھی نہیں مل سکتا +

(شرتی)[1]
न कर्मणा न प्रजया धनेन त्यागेनैके अमृतत्वमानशुः॥

(شرتی کا پہلا حصّہ) اس تیاگ (ترکِ دُنیا و مافیہا) کے معنی منتر کے پہلے حصّے میں دکھائے ہیں۔ یعنی وہ تیاگ جس سے تمام دُکھ دُور ہوتے ہیں۔ اُس صفائے قلب کا نام ہے جس سے نگاہِ باطن تام روپیا سنسار کو باشندہ بوجھیا اور اُس کے سکّنہ کی تصویر کی مانند یک قلم

---

[1] نہ اعمال (افعال) سے نہ اولاد کے ذریعہ اور نہ دھن کے وسیلے بلکہ محض ایک تیاگ کے ذریعے انسان امرتتو (نجات) کو پا سکتا ہے +

ترک کر دیتی ہے۔ نظر فریب اسماء و اشکال سے دست بردار ہو جاتی ہے اور ایک آنند (آتما) ہی آنند (آتما) بہار دکھاتا ہے؛ یہ سب کچھ ایشور (آتما) میں ڈھک جاتا ہے۔ جگت کا جگت پن اندھیرے کی طرح روشنی (آتما) میں گم ہو جاتا ہے۔ سب تعلقات مٹ جاتے ہیں۔ کُل قیُود (بندھن) چھوٹ جاتے ہیں۔ غیرّیت کا نشان باقی نہیں رہتا؛

دیدۂ دل ہُوا جو وا کھُل گیا حُسنِ دِلرُبا
یار کھڑا ہو سامنے آنکھ نہ پھر لڑائے کیُوں؟

لہ بر آبِ حیاتِ تو جہاں ہمچو حباب است
اور نیز چو برباد شود بر سرش آب است

शिवं सर्वगतं शान्तं बोधात्मकमजं शुभं ।
तदेक भावनं राम कर्मत्याग इति स्मृतः ॥ (یوگ واسشٹ نربان پرکرن)

مطلب:- یعنی اے رامچندر! ایک شیو مبارک ذاتِ اولے (ہستی۔ علم۔ سرُور) کے ماسوا سے آنکھ پھیر لینا اور حق ہی حق کو دیکھنا اسی کا نام کرم تیاگ (فقر۔ سنیاس) ہے؛

ویدانت رسالہ ہائے مکتاولی

योऽहमद्वय वस्त्वेव सद्रूपेवुद्ध निश्चय ॥

प्राप्य चानन्द मात्मानं सोऽहमस्मि विग्रह: ॥

مطلب:- وہ ایک "میں" جو اگرچہ در اصل وحدہٗ لا شریک ہوں

لہ تیری زندگی کے پانی پر دُنیا بُلبلہ کی طرح ہے۔ جُونہی کہ وُہ برباد ہوتا ہے اُسکے سر پہ پانی ہوتا ہے (یعنی جب وہ ٹوٹتا ہے تو پانی ہو جاتا ہے)؛

لیکن ایک مرتبہ غیریت کا پکا معتقد ہو گیا تھا اب آنند (آتما) کا انُبھو کر کے وُہی ذات یکتا ہوں"

नास्ति ब्रह्म सदानन्दमिति मे दुर्मतिः स्थिता ।
क्व गता सान जानामि यदाहं तद्वपुः स्थितः ॥

مطلب:۔ "برہم دائم سرُور نہیں ہے"۔ یہ میری نالائق رائے تھی۔ لیکن اب جو میں وُہی برہم ہوں۔ نہ معلوم وہ رائے کہاں اڑ گئی"!

संसार रोग सग्रस्तो दुःख राशिरिवापरः ।
आत्म बोध समुत्पन्नादानन्दाब्धिरहं स्थितः ॥

مطلب:۔ مرضِ دُنیا (اسماء و اشکال) میں مُبتلا ہُوا میں غیر ہو گیا تھا۔ دُکھوں کا ذخیرہ اور کوہ غم بن گیا تھا ✤ لیکن اب معرفتِ ذات کی بدولت بحرِ سرُور ہوں" ✤

योऽहमल्पेऽपि विषये रागवानति विह्वलः ।
आनन्दात्मनि संप्राप्ते स समः क्व गतोऽधुना ॥

مطلب:۔ "دُنیا کی ناپائدار ہیچ اشیاء میرے دِل میں مدو جذر پیدا کر دیتی تھیں۔ لیکن اب وُہ ہل چل سب دفع ہو گئی۔ کیونکہ آنند آتما میں خود ہوں" ✤

س۔ سُکھ ہُوئے دُکھ دُور ہوئے	دیکھ سُکھ محبوب دے چندا نوں جی
رَین چاندنی دیکھ کے دُودھ جیہی	پایا چِت چکور آنند نوں جی
رُکا کرتا پسار رہی پُور رلی	آگے جھوُر دی سال اک تند نوں جی
ہُوئی منگلا چار جیکار بولو	للہ ہا اندروں بال مکند نوں جی

यो वा एतदक्षरं गार्ग्यविदित्वास्माल्लोकात्प्रैति स कृपणः ॥ (شرُتی)

وید فرماتا ہے کہ "جو شخص آتم گیان (معرفت ذات) کو حاصل نہیں کرتا اور عالم ظاہری سے منہ نہیں موڑتا وہ بخیل اور کمینہ (شوم) ہے" جیسے کنجوس باوجود مال و دولت کے مکھیاں مارتا رہتا ہے۔ اور تکالیف سہتا ہے۔ ویسے ہی آتم آنند کے ہوتے ہیں چاہِ رنج و الم میں گرا تھا۔ بارے اب۔ ای ہوئی۔ بخل اور رنج پن سے چھٹکارا ہوا ٭

سو بُلّہا شاہ مبارکاں لکھ دیو ٭ ہوئی شانت جانی گل لائے کے جی

لہ ایہا الناس بگوئید مبارکبادم ٭ کز صنمخانۂ تن در حرم جاں رفتم

विशुद्धोऽस्मि विमुक्तोऽस्मि पूर्णात्पूर्णं नमस्कृतिः।
असंस्पृश्यस्म्यात्मा न मत्त ब्रह्माण्ड कोटयः॥

مطلب:۔ "میں پاک ہوں۔ آزاد مطلق (مکت) ہوں۔ پورن (آکاش) سے بھی بڑھ کر پورن (کل شئے محیط) ہوں ٭ بے تعداد جہاں (برہمانڈ) مجھ میں پرتے ہوں۔ میں بے لوث ہی ہوں۔ میری ذات آلودگی سے منزہ ہے" ٭

نتیجہ

وہاں جہاں پر "کہاں" و نہاں ہے۔ (یہاں وہاں یا کہیں نہ)
تب جبکہ "کب" وہم و گمان ہے (اب تب اور کبھی نہ)
تھا۔ ہے۔ اور ہوگا

لہ اے لوگو! مجھکو مبارکباد دو کہ تن کے بت خانہ سے اب جان کے حرم میں چلا گیا ہوں (یعنی عالم جسمانی کے خیال سے اٹھ کر عالم روحانی میں محو ہو گیا ہوں) ٭

کیا؟ کون؟

جس میں "کیا؟ کون؟" تنا ہے ٭

اللہ اللہ۔ خیر سلا ٭

وحدت نامہ

(۱) آپے لاڑا آپے لاڑی آپے اپے ہو۔ فقیرا! آپے اللہ ہو

(۲) آپ دوہاں۔ آپ سیاپے۔ آپ الاپے ہو۔ فقیرا! آپے اللہ ہو

(۳) رانجھا توہیں۔ توہیں رانجھا۔ جھل ہیر نہ ییلے رو۔ فقیرا! آپے اللہ ہو

(۴) تیرے جیہا سانوں ابیتھے اوتھے کوئی نہ جاپے او۔

کوئی نہ جاپے او میرے سوہنیا! آپے اللہ ہو

(۵) گھنڈ کڈھ کے کیوں چن مونہہ اوتے اوہلے رہیو کھلوء

اوہلے رہیو کھلوء میرے سوہنیا! آپے مولا ہو

(۶) توہیں سب دی جان پیاری۔ تینوں طعنہ لگے نہ کوء۔

تینوں طعنہ لگے نہ کوء میرے پیارے! آپے اللہ ہو

(۷) بولی طعنہ یاری۔ بیلوا۔ جو دیکھیں توں سو۔

جو دیکھیں توں سو میرے پیارے! آپے صاحب ہو

(۸) سولی۔ صلیب۔ زہر دے ٹکڑے۔ کدے نہ ٹکدا جو۔

کدے نہ ٹکدا جو میرے پیارے! آپے صاحب ہو

(۹) گل وچ وڑیار جو سُتے۔ اوتھے تیری لوء

اوتھے تیری لوء میرے پیارے! آپے صاحب ہو

(۱۰) توہیں مستی وچ شراباں۔ ہر گل دی خوشبو

ہر گُل دی خوشبو میرے پیارے! آپے صاحب ہو

(۱۱) راگ رنگ دی مٹھی سُر توں۔ لیں کلیجا ٹوہ۔
لیں کلیجا ٹوہ میرے پیارے! آپے صاحب ہو

(۱۲) لاہ ریٹرے یوسف گھُٹ رل ئے۔ دُوئی دے پٹ دھوہ
دُوئی دے پٹ دھوہ میرے سوہنیا! آپے صاحب ہو

(۱۳) اٹھویں عرش تیرا نور چمکدا۔ ہور بھی اُونچا ہو۔
ہور بھی اونچا ہو میرے سوہنیا! آپے صاحب ہو

(۱۴) ایہہ دُنیا تیرے توہاں ویچ۔ ہتھ گل تے رکھ نہ رو
ہتھ گل تے دھر نہ رو میرے بھولیا! آپے صاحب ہو

(۱۵) جے رب بھالیں باہر کدھرے۔ ایس گلو مونہہ دھو۔
ایس گلو منہ دھو میرے پیارے! آپے صاحب ہو

(۱۶) تُو مولا۔ نہیں بندا چندا۔ جھوٹھ دی جھٹ دے خوہ۔
جھوٹھ دی جھٹ دے خوہ میرے پیارے! آپے صاحب ہو

(۱۷) پون اندر تیری پنڈاں ڈھونڈے رکیوں تینوں سکتے نہ ڈھوہ۔
کیوں تینوں سکتے نہ ڈھوہ میرے پیارے! آپے صاحب ہو

(۱۸) کاہنوں پیا کھینڈ نائیں بھوں بھوں بلباں۔ بیٹھ نچلا ہو۔
بیٹھ نچلا ہو سائیں لاڈلے! آپے صاحب ہو

(۱۹) تیرے تارے سورج شمعی تیرے ۔توں بہ جا کر چوہ۔
توں بہ جا کر چوہ سائیں لاڈلے! آپے صاحب ہو

(۲۰) پچھے نہ تینوں سکدے اوڑک۔ ایہو گرانی کھوہ
ایہو گرانی کھوہ میرے پیارے! آپے صاحب ہو

(۲۱) دُکھ ہرتا کے سُکھ کرتا۔ تینوں تاپ گئے کدپوہ۔
تاپ گئے کدپوہ میرے پیارے! آپے صاحب ہو
(۲۲) چور نہ پیے۔ تینوں بھوت نہ چڑھے۔ ہور گیوں کیوں ہوء۔
ہور گیوں کیوں ہو میرے پیارے! آپے صاحب ہو
(۲۳) توں ساکھی۔ کیہڑی کیہاں ماریں۔ ہُن تھک کر چلیا ہیں سوء۔
کیوں تھک کر چلیا ہیں سو میرے پیارے! آپے مولا ہو
(۲۴) ٹھلیاں مینوں بھاؤ نہ کھاندے۔ ٹک ٹک قیدر نہ ہو۔
ٹک ٹک قیدر نہ ہو۔ مرجانیاں! آپے مولا ہو
(۲۵) وحدت توں کر کثرت دیکھیں۔ گیوں بھبھنگا کدھرلں ہو۔
گیوں بھبھنگا کیوں توں ہو مرجانیاں! آپے صاحب ہو
(۲۶) تاج تخت چھڈ ٹھٹی لی۔ ایس گلے توں روء۔
ایس گلے توں روء مرجانیاں! آپے مولا ہو
(۲۷) چھڈ کے گھر دیاں کھنڈاں کھیراں۔ کیہ لوڑ چباویں توہ۔
کیہ لوڑ چباویں توہ مرجانیاں! آپے صاحب ہو
(۲۸) تیرے تکت رنج راہم وسیندا۔ ہائے اک کُٹ بھرتا نہ بھوہ
کُٹ کُٹ بھرتا نہ بھوہ میرے پیارے! آپے صاحب ہو
(۲۹) رام رحیم سب بناسے تیرے تیتھوں بڑا نہ کوء۔
تیتھوں بڑا نہ کوء میرے پیارے! آپے صاحب ہو
(۳۰) چھڈ موہرا ستی راہم دوہائی۔ اپنا آپ نہ کوہ۔
اپنا آپ نہ کوہ میرے پیارے! آپے اللہ ہو
(۳۱) اپڑے فاش ہووں رب کرکے۔ ننگا شور ہو۔ فقیرا آپے اللہ ہو۔

ॐ ॐ ॐ ॐ

राम राम राम राम

ا

ریویو و خطوط بر رسالہ الف

"ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما"

اکائی ذات میں میری ہزاروں رنگ ہیں پیدا
مزے کرتا ہوں میں کیا کیا آ ہا ہا ہا! آ ہا ہا ہا!!

کروڑ میں پوری کروڑ اکائیاں شامل ہوتی ہیں۔ اور لاکھ بھی ہزار اکائیوں سے مرکب ہوتا ہے۔ لیکن اکائی میں کروڑ اور لاکھ اور ہزار اور سو کا نظارہ دکھانے والا "در ہمہ یک است چہ دو۔ چہ صد چہ ہزار کی جھلک دکھانے والا۔ اور با تماشا وغیرہ کو ایک الف میں لانے والا ویدانت (تصوف) کا رسالہ الف ہے"۔

ذیل میں چند ایک ریویو جو مختلف اخباروں میں رسالۂ ہذا کی بابت نکل چکی ہیں واسطے ملاحظۂ ناظرین بطور یادداشت درج کی جاتی ہیں

اخبار کوہِ نور جلد ۵۲ نمبر ۴

اخبار الف۔ یہ ایک ماہوا رسالہ یا اخبار کا نام ہے جو علم تصوف یا ویدانت میں ابتدا سے ماہ جنوری ۱۹۰۰ء سے لاہور میں باہتمام گوسوامی تیرتھ رام صاحب

ایم اے کے نکلنا شروع ہوا ہے۔ اِس کا واجب التعظیم فاضل ایڈیٹر جیسا کہ علوم زبانِ انگریزی میں ایم اے کا ڈگری یافتہ ہے ویسا ہی زبانِ اردو۔ فارسی میں ایک قادر الکلام اور سحر بیان شخص ہے جس کے مؤثر فقرات کانوں سے اُترتے ہی نیشتر بن کر قعر رگ جاں پر جا بیٹھتے ہیں اور اپنے عجیب و غریب اثر سے آدمی کو مسحور کر کے طبیعت پر ایک وجار کا عالم پیدا کر دکھلاتے ہیں۔ جا بجا شعر و اشعار بھی اِس خوبصورتی سے درج کئے گئے ہیں جس سے علامہ مصنف کی علمی فضیلت اور خدا داد قابلیت اور ہمہ دانی اور سحر بیانی کا صحیح موازنہ ہو سکتا ہے۔

الغرض ایک تو تحریر کا موضوع نفسِ مضمون (مسئلہ عرفان کا بیان) بجائے خود ہی ایک گوہرِ نایاب تھا۔ ساتھ ہی اُس کے فصاحت و بلاغت کا وہ دریا بہایا ہے جس نے رسالہ کو نورٌ علےٰ نور بنا دیا ہے۔ بہر حال یہ نادر الوجود تحفہ قابلِ دید شئے ہے۔ یہ بوصف مصیرِ معانی ایک روپیہ سالانہ کی ناچیز قیمت پر بک رہا ہے جو گویا کوڑیوں کے مول بھی نہیں۔ بلکہ مفت اور بالکل مفت خزانہ لُٹ رہا ہے جو شخص چاہے ایک روپیہ قیمت کا نقد بھیجکر یا بصیغۂ ویلیو پے ایبل طلب کر سکتا ہے۔ درخواستیں اخبار الف کے پروپرائیٹر و ایڈیٹر گو سوامی تیرتھ رام صاحب ایم اے کے نام لاہور بازار سوتر منڈی کے پتہ پر بھجوانی چاہئیں۔

اخبار سِول اینڈ ملٹری نیوز جلد ۸ نمبر ۲۶ ریویو

اخبار نویسی کی مشکلات کا بیان اِنہیں کالموں میں بارہا کیا گیا ہے

گراں میں ایک نئی آفت کا ذکر نہ تھا جو چند سال سے پیدا ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض نیم تر مصنفوں نے یہ شیوہ اختیار کیا ہے کہ کوئی چھوٹا موٹا قصہ اوٹل جلوٹل عبارت میں اِدھر اُدھر سے ترجمہ کیا اور جھٹ پٹ شایع کر کے ایک ایک جلد اخباروں کے نام بھیجدی اور پھر ہر تیسرے روز تقاضا موجود ہے کہ صاحب ریویو کیجئے؟

ریویو سے ان کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ خواہ کتاب پڑھنے کے قابل ہو یا نہ ہو مگر اس کی تعریف ضرور کی جائے تاکہ ایک تو اشتہار مفت میں ہو جائے۔ دوسرے آیندہ اگر اشتہار دینے کا موقع ہو تو اخبارات کی رائیں جلی حروف میں درج کر کے پبلک کو یقین دلایا جائے کہ دیکھئے کیسے نامی گرامی اخبار اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ یہ حضرت اتنا نہیں سوچتے کہ آخر اُن کے خیال کے اور بھی تو صدہا آدمی ملک میں ہیں۔ اکیلے آپ ہی تو مصنف نہیں ہیں۔ کم سے کم ہفتے میں ایک دو درجن کتابیں ریویو کے لئے آئیں تو کیا ایڈیٹر رات دن ان کو ہی پڑھا کرے یا کچھ اور کام بھی اُسے کرنے کو ہے اور اگر سچ سچ ایمانداری کے ساتھ ریویو کیا جائے تو کیا آپ خوش ہونگے۔ بعض حضرات نے ناول کا لفظ کہیں سے سُن لیا ہے اور وہ جانتے ہیں کہ اس لفظ میں کچھ جادو ہے کہ جس کتاب کے سرورق پر لکھا جائے وہ فوراً بک جائیگی۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہمیں سخت افسوس ہوتا ہے جب ہم زمانۂ حال کی نو تصنیف عموماً کتابیں دیکھتے ہیں۔ کسی میں جدت کا نام تک نہیں۔ ہم نے ریویو عموماً صرف اُن کتابوں پر کئے ہیں جن کو ہم نے پبلک کے لئے مفید سمجھا ہے اور

باقی کی رسید دیدی ہے۔ پس آیندہ سے ہم حضرات اہلِ تصانیف کو اطلاع دیتے ہیں کہ ہم کسی معمولی کتاب پر رائے زنی کرنے کو تیار نہیں ہیں نہ ہمارا یہ کام ہے کہ پبلک کو یہ بتلائیں کہ فلاں تصنیف اس قسم کی نکمی ہے۔ اور اس میں یہ یہ نقص ہیں۔ اور نہ ہم ہر ایک کتاب کے پڑھنے اور دیکھنے کے لئے مجبور ہیں۔ ہم صرف اعلےٰ قسم کی تصنیف و تالیف پر رائے دینگے۔ لکھنؤ کے ایک پبلشر نے دو ڈھائی آنے کا معمولی کا ایک ناول ہمارے پاس بھیجکر ریویو کے تقاضوں سے ناک میں دم کر دیا۔ اس لئے ہم کو اس قدر سطور لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ اخبار ہذا سے معمولی تصانیف کی تعریف و توصیف کی توقع نہ رکھنی چاہیئے۔ اس کو کیا ضرورت ہے کہ مصنفوں کی خاطر پبلک کا نقصان کرائے ؛

رسالۂ الف۔ شروع سال سے اس نام کا ایک رسالہ لاہور سے جاری ہوا ہے۔ اس کے تین نمبر ہماری نظر سے گذرے ہیں مگر ایک سے ایک بڑھ کر۔ مسائل تصوف کو اس خوبی کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے کہ اس سے بہتر کیا ہوگا۔ گسائیں تیرتھ رام صاحب ایم۔ اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور اس کے ایڈیٹر ہیں۔ جنکو انگریزی فارسی اور سنسکرت تینوں زبانوں میں کامل دسترس حاصل ہے اور ویدانت کے مسئلوں کو خود اچھی طرح سمجھتے اور دوسروں کو سمجھا سکتے ہیں شائقین تصوف ایک نظر ضرور دیکھیں کہ فیثا غورث۔ شنکر آچارج۔ حافظ شیراز۔ مولانا روم عمر خیام شوپن ہار۔ اور میکسمولر کی فلاسفی کس سحر بیانی کے ساتھ اردو زبان میں ادا کی جاتی ہے۔ یہی فلاسفی

ہے جو ساری حکمت کا خلاصہ اور جملہ علوم کا عطر ہے۔ اس کے جاننے کے بعد پھر کچھ سیکھنا باقی نہیں رہتا۔ یہی فلاسفی ہے جو بیمار کو تندرست قیدی کو آزاد، غلام کو آقا اور گدا کو بادشاہ بناتی ہے۔

سلہ مذہب عشق از ہمہ ملت جدا است ٭ عاشقاں را مذہب و ملت خدا است

اس بے نظیر سالانہ رسالہ کی قیمت صرف عہ محصول ڈاک ہے۔ مگر ایک ایک فقرہ انمول ہے۔ موتیوں کے تولنے کے قابل۔ جو پڑھے گا وہ ہمارے کلام کی تصدیق کریگا ٭

اخبار پبلک گزٹ جلد ۲ نمبر ۹

رسالہ الف۔ یہ ایک ماہواری رسالہ نہایت عمدہ سکیل پر تصوف میں آنا پریس واقع سوتر منڈی لاہور سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ جملہ مضامین ویدانت درشن بھگوت گیتا وغیرہ سے نہایت ہی سلیس اور عام فہم اردو میں ادا کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ رسالہ جس طرز سے شروع ہوا ہے اگر اسی طرح سے چلتا رہا تو نہ صرف اپنے مقاصد ہی کی تکمیل کریگا بلکہ ان عقل کے اندھوں کو جو دُنیا و مافیہا کے جھمیلوں میں پڑ کے حقیقی مسرّت کے حاصل کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ بخوبی دکھلا دیگا کہ کس قدر غلطی پر ہیں۔ ورنہ باغ آفرینش کی ساری فلاسفی اس ایک ہی جملہ سے حاصل ہو سکتی ہے یعنی مَن عَرَفَ نفسہ فقد عرف ربّہ سچا ویدانت اپنے نفس کی شناخت ہے۔ اور جب یہ ہو گئی تو خدا شناسی ہو گئی۔ ویدانت کے جاننے والوں کو عام لوگ پاگل۔ خبطی۔ سڑی مخبوط الحواس دیوانہ کہہ کر پکارتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود دیوانے ہیں۔ سچ کہا ہے

سچ دو قدر ایں بادہ نداتی بخدا تا نچشی ٭ اس سے پہلے نمبر میں ایڈیٹر

صاحب نے محویت۔ ہمویت۔ بشریت و ربوبیت کے علاوہ گیان دھیان پر خوب بحث کی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ حکیم ارشمیدس کے اس مشہور مقولہ پر بحث کی ہے۔ جس میں اُس نے ظاہر کیا ہے کہ میری ظاہری صورت پر نہ دیکھو مجھے ذرا سی کھڑے ہونے کو جگہ دو اور تماشا دیکھو کہ دُنیا کے تختے کو کیسا پلٹتا ہوں۔ بیچارے کو قایم نصاب نہ مل سکا۔ اگر ویدانت سے اس کو ذرا بھی حظ ہوتا تو خود بخود سمجھ جاتا کہ یہ بات جو وہ کہہ رہا تھا وہ اس کی اپنی آتما اور مستان اور قایم بالذات ہے۔ ایڈیٹر صاحب نے ویدانت کے ادق مسئلوں کو نہایت سہل طریق سے ادا کرنے کا ارادہ تو کیا ہے مگر افسوس ہے کہ ہر ایک کا دماغ اس کے سمجھنے کے قابل نہیں۔ سچ ہے۔

؎ میان عاشق و معشوق رمزیست ٭ کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست۔

لٹریچر کے لحاظ سے زبان عمدہ ہے۔ جا بجا اردو۔ فارسی۔ پنجابی۔ ہندی اشعار جو اِدھر سے توڑ کے اُدھر جوڑتے ہیں۔ اس نہج سے لکھے گئے ہیں کہ گویا اسی کے لئے مخصوص تھے۔ اس رسالہ کا سالانہ چندہ ۱۲ ؏ معہ محصول ڈاک ہے اور اس کا موٹو ہمارے خیال میں حکیم ثنائی کا یہ مصرعہ ہے "آشکارا مطلب باشد از الف" ہم خوب جانتے ہیں کہ ہندوؤں میں ایک اصول اور بھی ہے اور وہ ویدانت سے کچھ مختلف ہے اور وہ یہ ہے کہ جہاں ویدانت صرف پرکرتی (مادہ یا میٹر) یا آتما (روح یا سپرٹ) کو موجودات کا باعث قرار دے کر اسی میں سب کچھ سمجھنے کی تعلیم دیتا ہے وہاں اس کے برعکس پرماتما۔ آتما اور پرکرتی کو جداجدا خیال

کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ لیکن دوسرے خیال کے مطابق پرماتما کے درشن کر کے آنند حاصل کرنے اور خیال اوّل یا ویدانت کے مطابق ذاتِ حقیقی میں وصل ہونے یا خود خدا بن جانے کے طریقوں میں کوئی بڑا تفاوت نہیں ہے۔ غرض دونوں کی ایک ہے کہ رُوح کی صفائی ہی سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ مگر بدقسمتی سے ہم معمولی اختلاف پر آپس میں اُلجھ پڑنا اور زندگی کو تلخ بنا لینا بُرا نہیں سمجھتے۔ اور پیشتر اس کے کہ پرماتما کے درشن کرنے یا پرماتما بن جانے کے درجے تک عمل کی سڑک پر چل پہنچیں۔ بے عملی بلکہ بدعملی اختیار کر کے صرف زبانی تُو تُو میں میں تک رہ جاتے ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ منہ کے بل گر بھی پڑتے ہیں۔ ہم اُنہیں کیا کہیں۔ کہ جو گیا بھیس میں اہم برہم کے مسئلہ پر اعتقاد رکھتے ہوئے اور اسی مسئلہ کا پرچار کرتے ہوئے ہر ایک قسم کی خرابیوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور سمجھ بیٹھتے ہیں کہ کوئی کچھ نہیں کرتا فعل کی سزا یا جزا ملنا ڈھکوسلا ہی ڈھکوسلا ہے۔ یہ وہ ہیں جو ویدانت کے معنی غلط سمجھے ہوئے ہیں اور خود گمراہی میں پڑ کر دوسروں کو گمراہ کرنے پر کمربستہ ہو کر ہندو قوم کی مصیبتوں کو دو بالا کر رہے ہیں۔ حالانکہ ایک طرف گناہ کیے کی سزا دینا اگر ایشور کے اختیار میں ظاہر کیا گیا ہے تو دوسری طرف اُنہیں افعال کو جو گناہ سمجھے گئے ہیں صفائی رُوح اور اعلیٰ شانتی اور پرم آنند حاصل کرنے کے لئے کہا گیا ہے

پیسہ اخبار جلد ۱۴ نمبر ۱۴۲ رسالۂ الف۔ یہ ایک تصوف کا ماہوار رسالہ ہے۔ جس کا نام "الف" ہے اور جس کو پنڈت تیرتھ رام گوسوامی۔ ایم اے نے مطبع آنند پریس سے شایع کیا ہے۔ یہ اس

رسالہ کا پہلا نمبر ہے جس میں ویدانت اور تصوف کے کئی مضمون ہندوؤں اور مسلمانوں کے مذاق کے مطابق درج ہیں۔ اور جہاں بہت سے سنسکرت کے اشلوک ہیں۔ وہاں ساتھ ہی کئی ایک فارسی کی اعلٰی مضمون کی کتابوں کے اشعار بھی درج ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جہاں ویدانت اور تصوف ہے وہاں ہندو اور مسلمانوں کا کیا ذکر ہے۔ اس مضمون کا کوئی ماہوار رسالہ اس سے پہلے جہاں تک مجھے علم ہے نہیں شایع ہوا گو متفرق رسالے کئی لکھے گئے ہونگے۔ اس کے سرورق پر اس کے نام کی تائید میں یہ پُر مضمون پنجابی فقرہ درج ہے۔ ”اِکّو الف تیرے درکار“ اور ایک اور شعر

مذہب عشق از ہمہ ملت جداست ✤ عاشقاں را مذہب و ملت خداست

اگر اس رسالہ کی قدردانی ہوئی تو یقین ہے کہ ایسی ہی قابلیت سے مرتب ہو کر شایع ہوتا رہیگا جیسا کہ اس کا پہلا نمبر قابل دید ہے ✤

اخبار معلومات دنیا لاہور جلد ۹ نمبر ۱۳ | رسالۂ الف

اس نام کا ایک ماہوار رسالہ علم تصوف و اخلاق کا آنند پریس لاہور سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ یہ تصنیف و حکمت اور اخلاق و تصوف کا ایک دریا ہے اور فقیر دوست صاحبان کے لئے ایک رہنما ہے۔ اس کے سرورق پر ”اِکّو الف تیرے درکار“ لکھا ہوا ہے اور اسی صفحہ پر اس کے نیچے یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

مذہب عشق از ہمہ ملت جداست ✤ عاشقاں را مذہب و ملت خداست

اس کے فاضل ایڈیٹر سوامی جی نے جا بجا شعروں کی چاشنی سے اسکے حسن کو دو بالا کر دیا ہے۔ یہ رسالہ ضرور اس قابل ہے کہ ہر شخص خواہ

مسلمان ہو خواہ ہندو۔ اس گوہر بے بہا سے فائدہ اُٹھائے۔ اور اپنے اخلاقِ حسنہ کو سُدھارے۔ اور پھر با ایں ہمہ صفت موصوف کے طرفہ بات یہ ہے کہ اتنا بڑا رسالہ جو ضخامت میں ۵۰۔۶۰ صفحہ سے کم نہیں ہوتا اور کاغذ بھی اعلیٰ قسم کا ڈمی تختی ۲۰-۲۶ اور قیمت میں صرف عہ۱/ اس پتہ سے طلب کرو۔ لاہور بازار سوتر منڈی۔ آنند پریس بہ منیجر رسالہ الف

اخبار کائستھ ہتکاری جلد ۱۰ نمبر ۱۲ رسالہ الف

رسالہ الف نامی ویدانت کا ماہوار رسالہ آنند پریس سوتر منڈی لاہور سے شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ جنوری کا نمبر۱ اور فروری کا نمبر۲ ہمارے دفتر میں پہنچ چکا ہے۔ اس کے مصنف یا ایڈیٹر بحرِ عرفان میں ڈوبے ہوئے گوسوامی تیرتھ رام صاحب ایم اے لاہوری ہیں۔ جو علم فارسی و سنسکرت میں بھی ایسے ہی عالم ہیں جیسے کہ علم انگریزی میں فاضل ہیں۔ آپ کی قابلیت اور عالی خیالی اور ہمہ دانی اس رسالے کے پڑھنے والے کو بخوبی نقشِ دل ہو جاتی ہے۔ دونوں رسالوں کے مضامین وحدانیت اور معرفت اور حقیقت سے بھرے ہیں۔ ہم اس رسالہ کا ریویو رسالہ کے ایک اعلان پر ختم کرتے ہیں جو اس کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اعلان میں رسالہ کے مطلب کا لُبِ لباب اور قیمت سالانہ و جائے اشاعت وغیرہ سب درج ہے رسالہ قابلِ قدردانی اہلِ ملک ہے (ایڈیٹر) وہ اعلان یہ ہے

اعلان ع ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما"

سے اکائی ذات میں میری ہزاروں رنگ ہیں پیدا
جنبش کرتا ہوں میں کیا کیا آ ہا ہا! آ ہا ہا!!!

کروڑ میں پوری کروڑ اکائیاں شامل ہوتی ہیں اور لاکھ کئی اکائیوں سے مرکب ہوتا ہے۔ لیکن اکائی میں کروڑ اور لاکھ اور ہزار کا نظارہ دکھانے والا "ہمہ یک است چہ دہ۔ چہ صد۔ چہ ہزار" کی جھلک دکھانے والا اور با تا ثا وغیرہ کو ایک الف میں لانے والا رسالہ "ا" نمودار ہوا ہے۔ اس میں علاوہ دیگر مضامین کے کلّی کا کل ویدانت درشن۔ بھگوت گیتا اور ساری اپنشدیں (معہ بھاشیہ) آہستہ آہستہ اردو میں شائع کی جائیں گی (مطابق سدھانت بھگوان شنکر)۔ نئی روشنی والوں کے لئے بھی روحانی غذا کافی ہوگی۔ قیمت سالانہ بلا محصولڈاک عہ۔ معہ محصولڈاک عصہ۔ تاریخ اشاعت...... ہر مہینہ کا شروع۔ پتہ۔ مینجر الف آنند پریس سوتر منڈی۔ لاہور۔

ع جسکو منظور ہو درخواست کرے ساتھ کے ساتھ۔ قیمت سب سے پیشگی وصول کی جائیگی۔ مابعد کا کوئی حساب نہیں۔ نارائن

اخبار آفتاب پنجاب لاہور جلد ۲۵ نمبر ۱۲ رسالۂ الف نام کا ایک تصوف و اخلاق کا ماہوار رسالہ لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ یہ رسالہ کیا ہے نصیحت و حکمت اور اخلاق و تصوف کا ایک دریا ہے۔ اس کا پانی (مضامین) آبحیات ہے۔ اس وقت کسی فرد بشر کو پیاسا نہیں رہنا چاہیئے۔ اس کے ٹائیٹل پیج پر شروع میں "الف تیرے درکار" لکھا ہوا ہے۔ اور نیچے ایک شعر ہے۔

؎ مذہب عشق از ہمہ ملت جداست۔ عاشقاں را مذہب و ملت خداست

لائق ایڈیٹر نے جا بجا اشعار کی چاشنی سے مضمون کی خوبی کو اور

بھی دو بالا کر دیا ہے۔ یہ رسالہ ضرور اس قابل ہے کہ ہر ایک تعلیم یافتہ ہندو و مسلمان اسے خرید کر فیضیاب ہوں۔ قیمت اس کی سالانہ ہے جو بلحاظ خوبیِ مضامین۔ کاغذ کی عمدگی اور لکھائی کی نفاست کے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ ملنے کا پتہ یہ ہے۔ مینیجر الف۔ آنند پریس سُوتر منڈی لاہور ٭

صادق الاخبار بہاولپور جلد ۳۵ نمبر ۲۷ رسالہ

الف:- یہ رسالہ حال ہی میں لاہور سُوتر منڈی آنند پریس سے شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ جس کے دو نمبر ہمارے مطالعہ میں آئے۔ یہ رسالہ دراصل ویدانت کی جان اور ویدانتیوں کا ایمان ہے۔ کروڑ میں پوری کروڑ اکائیاں شامل ہیں۔ اسی طرح لاکھ ہزار اور سو اکائیوں سے مرکب ہوتے ہیں۔ لیکن اکائی میں کروڑ اور لاکھ اور ہزار کا نظارہ دکھلانے والا ایک ہے خواہ وہ دس میں ہے یا سو میں یا ہزار میں۔ اس مسئلہ کی تشریح اس رسالہ میں بخوبی ہوئی ہے۔ اس میں علاوہ دیگر مضامین کے کُل کا کُل ویدانت درشن۔ بھگوت گیتا۔ اور ساری اُپنشدیں (معہ بھاشیہ) آہستہ آہستہ اُردو میں شائع ہوا کریگی۔ نئی روشنی والوں کے لئے بھی روحانی غذا کافی ہوگی قیمت مع محصول ڈاک سالانہ ہے مقرر ہے جس صاحب کو شوقِ خریداری ہو درخواست بنام مینیجر الف۔ آنند پریس سُوتر منڈی لاہور سے کرنی چاہیئے ٭

اخبار گلزارِ ہند لاہور جلد ۲ نمبر ۹ رسالہ الف

اس نام کا ایک رسالہ لاہور سُوتر منڈی مطبع پریس سے ماہوار نکلتا

شروع ہوا ہے۔ کاغذ، طبع، لکھائی، چھپائی عمدہ۔ اور ضخامت ۴۸ صفحہ اور پھر سالانہ قیمت بلا محصولڈاک عہ/ اور معہ محصول ڈاک عہ/
ہم یہ دیکھ کر تعجب کرتے ہیں کہ یہ رسالہ کس طرح قوم کی خدمت ادا کرتا رہیگا۔ جبکہ اتنی بڑی ضخامت کا رسالہ ایک روپیہ سالانہ چندہ پر دیںگے تو کیا بالائی خرچ گرہ سے کرینگے۔ یا یہ کہ محض قوم کی خاطر ہمارے معزز ہمعصر نے اِس اہم کام کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ اگر ہمارا یہ خیال صحیح ہے تو مُبارک مُبارک ؎

خالصہ اخبار لاہور | **اخبار الف** - ایک الف نامے دا اُردو وِچ چالی صفحے دا ماہوار رسالہ گوسائیں تیرتھ رام صاحب ایم اے پروفیسر ریاضی اورینٹل کالج لاہور نے نکالیا ہے۔ اِس رسالہ وِچ ویدانت دا ورنن کیتا ہے۔ اِس دے مضمون شرح رِگ وید دے منتر اور اُپنشداں دے پرماناں نال گسائیں جی نے اپنے آتما دا اُلاس اور سِدھانت لِکھنا آرنبھ کیتا ہے۔ ایہہ رسالہ ویدانت مت دے پیاریاں لئی جو سنسکرت نہیں جاندے بہت ہی لائق واکف ہے۔ موکھ اِسدا اِک روپیہ چھ آنہ سالانہ ڈاک محصول قیمت ہے اور مینیجر آنند پریس سوتر منڈی لاہور دے نام پر درخواست بھیجنے سے مل سکتا ہے ؎

Alif. A monthly Journal in Urdu devoted to Vedanta. Edited by Pandit Tirtha Râm Goswâmi, M. A., No. I January, 1900 A.D., Anand Press, Sutarmandi Lahore. Re. 1, annually.

We welcome this venture of Pandit Tirtha Râm Goswâmi. It is an exceedingly needed and important move in the right direction. In a simple, chatty & amusing style, Pandit Tirtha Ram brings home to the heart of his readers, the blessed truths of Advaita Vedânta. The subject-matter of the first number is Ananda, & the future issues of the publication are half as lucid & popular as the present; in spite of its containing a wealth of quotations from Metaphysical literature Pandit Tirtha Râm will earn the gratitude of all lovers of this noble philosophy. The journal is lithographed. We have noted its clean execution with pleasure.

(Prabuddha Bhârata or Awakened India. No 43, 1900 A.D.)

"We have read with interest two numbers of a newly started monthly in Urdu entitled 'Alif', a somewhat quaint name but according well with the subject dealt within the journal, viz, Vedanta. It is full of interesting quotations from Persian, Sanscrit and English, and its language has the commendution of being forcible & thoughtful. The name of the Editor is not indicated; but we have learnt that it is written by a distinguished Hindu Graduate whose thoughts have taken a thouroughly religious turn."

(The Punjab Observer X, No 501, 1900

Alif (not the word but the letter) is the name of an erudite monthly which has for its object the dissemination of Vedantic Philosophy.

We believe Gosain Tirtha Râm, M. A, one of the most brilliant & promising of our young Gradutes, is the Editor, Some of the articles will amply repay careful study. {The Tribune, No 28 March, 1900 A.D.}

چند خطوط متعلقہ "ا"

بخدمت جناب مخزنِ فیض و چشمۂ ہمدردی جناب مکرم معظم جناب ایڈیٹر صاحب رسالۂ الف دام ظلکم۔ بعد ادائے آداب کے واضح رائے عالی ہو کہ بندہ نے جناب کا رسالہ پڑھا۔ رسالہ کیا ہے گویا اپنی قادر الکلامی و سحر بیانی میں لاثانی ہے۔ جس سے جناب کی حُسنِ لیاقت ظاہر و مُنکشف ہے اور آپکی کلام معجز انعام گویا کالنقش فی الحجر کا دعویٰ رکھتی ہے۔ جناب میں دستِ قُدرت نے وہ جوہر کُوٹ کُوٹ کر بھرے ہوئے ہیں۔ جو آپکے رسالہ سے اظہر من الشمس ہے۔ غرضیکہ آپ ہمہ صفت مُوصُوف ہیں اور مجسّم فصاحت و پیکر بلاغت ہیں۔ آپکے اوصاف حمیدہ واخلاقِ حسنہ سے زُبان گنگ و قلم تنگ ہے۔ جناب عالی جاہ چُونکہ آپ کی کلام سحر بیانی نے مجھے تیر بہدف کا کام کیا ہے۔ آپ کے رسالہ کو ہی جی چاہتا ہے۔ کہ ہر وقت مُطالعہ کرتا رہوں۔ مگر لاچار ہُوں کہ بسبب بے روزگاری کے قیمت سے قاصر ہُوں اور میری یہی التجا ہے کہ آپ دریائے دلی و اعلیٰ فیاضی سے بندہ کے نام رسالہ جاری فرماکر مشکور فرمائیں گے۔ فقط زیادہ آداب۔ آپ کا داس سکندر لال ماسٹر شاہدرہ ؎

پیارے نُور۔ سلام۔ آپ کا بہت اپڈیش پمفلٹ کی شکل میں ملفُوف ہوکر بذریعۂ ڈاک آیا۔ خاک کو بھی نُور ہی کردیا۔ آپ کے رسالہ کو یہاں اُٹھیں۔ ہے کہ بہت نُور منگائیں گے۔ کیونکہ نُور کو نُور دس

کوس اپنے رستے سے ہوکر بھی آملتا ہے۔ پس میں نوری رسالہ کو
نوردوں کی صحبت میں اگر نصیب ہوئی تو دیکھ لیا کرونگا۔ خاک نور
ہوکر بڑے استام سے مبلغ پانچ روپیہ بطور چندہ ارسال کرتی ہے
جو امید ہے کہ نور کو منظور ہوگا ۔ آپکا داس ہری چند
ایگزامینر اکونٹنٹ جنرل آفس سری نگر
کشمیر

سچدانند سروپ نارائن جیو

مجھے از حد خوشی ہوئی ہے کہ آپنے اپنی ردّتی ایسے نایاب اور عمدہ ویدانت جیسے مسئلہ کے پرگٹ کرنے کے لئے الف رسالہ کے نکالنے میں لگائی ہے۔ ایسے رسالہ کی اس ملک میں از حد ضرورت ہے کیونکہ مختلف مت متانتروں کے ہونے کے کارن لوگوں کے خیالات بگڑ کر ایک دوسرے کے ساتھ حسد۔ اپرکار۔ دشمنی وغیرہ بھاؤ ظاہر کرتے ہیں اور پکشپات والے ہوکر ایک دوسرے کے ساتھ برائی کرنے اور نقصان پہنچانے میں کوشاں ہوکر حقیقی اپنے سروپ کو بھولکر زندگی اپنی دکھ والی بنا رہے ہیں۔ اور لوگ آج کل کے سنساری وشیوں کے اکٹھا کرنے میں اپنی تمام شکتیاں لگا رہے ہیں۔ اور پار برہم سچدانند اکہا ست ہے ہوکر طرح طرح کے دکھوں میں پھنس رہے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ظاہری نگاہ تو اسلئے ہیں ہر ایک کو پرتیت ہوتا ہے کہ برہم اور جیو میں ایسا فرق ہے جیسے زمین و آسمان کا۔ پانی اور پتھر کا۔ کیونکہ ایسا خیال ہے کہ جیو اتنا سکھی

دُکھی ہوتا ہے مگر پرماتما ہمیشہ ہی سُکھ رُوپ ہے۔ مگر اس بات کا ذرا بھی خیال نہیں کہ جہاں شریر یعنی جسم کی اُپادھی ہے وہاں سُکھ کہاں۔ سُکھ اور دُکھ کا پرتیت ہونا اُپادی (شریر) کے باعث ہے اور انسان کو ظاہری طور پر یہی خیال ہے کہ جتنا سُکھ اور دُکھ محسوس کیا جاتا ہے وہ تمام کا تمام سنساری پدارتھوں میں جائز ناجائز استعمال سے ہے مگر یہ خیال نہیں کہ جائز ناجائز استعمال بھی شریر کے باعث ہی پرتیت ہوتا ہے۔ بچے کے شریر کے واسطے جو کھانے پینے کی چیزیں یعنی مُرغن غذا اور عُمدہ روٹی ناجائز ہیں وہی جوان آدمی کے واسطے عَین سُکھ کا کارن ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جاوے۔ تو جیو آتما دونوں میں برابر ہے۔ صرف فرق ہے تو شریروں میں۔ جائز ناجائز استعمال بھی اُس وقت تک اپنی تاثیر دکھلاتا ہے کہ جب تک شریر کی اُپادھی ہی ہے اگر شریر کی اُپادھی مِٹ جاوے تو جائز ناجائز استعمال کیسے ہو۔ اور کون کرے۔ اور پھر کیسے سُکھ دُکھ ہو۔ تمام سُکھ دُکھ شریروں کے ساتھ ہے۔ جب تک شریر ہے۔ تب تک ہر دو باتیں لگی ہوئی ہیں۔ جب شریر مِٹ جاویگا تو جیو آتما قید بندھن سے رہائی پاویگا۔ اُمید ہے کہ ایسے بندھن سے مُکتی پانے کے لئے آپکے رسالۂ الف میں اچھی طرح سے سادھن بتلائے جاوینگے۔ اور یہ رسالہ ہر سوسائٹی ہر شخص کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ آپ کا داس مہنت گوکل چند ہیڈ کلرک ڈپٹی کمشنر کورٹ ؛

شادیوال۔ مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۰۲ء مکرم معظم بندہ۔ تسلیم۔ آپکے رسالہ

"الف" ارسال فرماکر بندہ کو ممنون فرمایا۔ واقعی آپ جیسے رسالہ کی پبلک کو ضرورت تھی۔ توحید کی راہ دکھانے والا اور ویدانت کا رستہ بتانے والا بیشک یہی رسالہ ہے چونکہ آپنے بندہ کو بھیجکر ممنون فرمایا ؁
راقم۔ تیرتھ رام نائب مدرس مدرسۂ شادیوال۔ ضلع گجرات

امرتسر۔ مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۰۰ء۔ شری گوسوامی جی مہاراج۔ جے ہری۔ آپ کا رسالہ "الف" گوسوامی ہرسکھ رائے جی کے پاس دیکھا۔ اور تمام مضمون کو پڑھکر دل نہایت خوش ہوا۔ اور خواہش پیدا ہوئی کہ ہمیشہ اس کو دیکھا کروں۔ لہذا پرارتھنا ہے کہ براہِ نوازش آیندہ میرے نام پتہ ذیل سے رسالہ بھیجا کریں۔ اور پہلا نمبر دوسرے نمبر کے ہمراہ ضرور آنا چاہیئے۔ میں اس رسالہؔ کا خریدار بخوشی بنتاہوں۔ زیادہ آداب ؁

آپکا داس کرمچند بر دوکان لالہ مہاراج مل بشن داس
کٹرہ اہلو والیہ۔ امرتسر ؁

از مقام ہوشیارپور۔ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۰۰ء۔ جنابِ من آپ کے ماہانہ رسالہ مسمٰے الف کے دو پرچے میں نے بغور پڑھے۔ دھن باد ہے پرماتما کو کہ اس پنجاب بھومی میں بھی روحانی معراج کی طرف میلان ہوا ہے۔ ایسی امید نہ تھی کہ آپ جیسے رسالے پنجاب میں بھی شائع ہوا کریں گے۔ آپ براہِ مہربانی جنوری۔ فروری۔ مارچ کے تینوں پرچے بذریعہ بکس پوسٹ روانہ کردیجیئے ؁

(ولیو سپے ایبل پیکیٹ) اور مجھے ایک ریگولر سبسکرائبر خیال کیجیے
آپ کا چرن سیوک منشی رام سپیشل ماسٹر ستاتن دھرم
ہائی سکول ہوشیار پور

مُشفق مکرم جناب سوامی صاحب سلمٰہ۔ فتح سری واگورُو جی کے
بعد واضح ہو کہ پہلا نمبر رسالہ الف کا جو آپ نے مجھے مہربانی سے
ارسال کیا تھا پہونچا۔ بیشک بہت تعریف کے قابل ہے اور جس
مضمون میں کہ اُسکی اشاعت ضروری متصور ہوئی ہے بہت عمدہ ہے
آپ بیشک خریداروں رسالہ مذکور میں میرا نام درج کر کے نمبر ۲
بابت ماہ فروری اگر رسالہ مُشتہر ہو چکا ہو تو ارسال فرمادیں ٭

Lahore 9 th January
1900

My dear,

Thank You very much your paper, named Alif, which you have so kindly sent me. It is indeed an excellent paper as regards its style & matter, and is sure to ennoble the hearts of its readers, & inspire in them high and lofty sentiments and lead them away from the law cordid and gravelling cares of this world. Ret/-as

subscription is sont herewith with the request that you will be pleased to send it to me every month.

Wishing you a happy new year & success in your noble undertaking.

Yours sincerely
Munshi Lal. M.A.

———:———

Roorkee

My own Goswâmi

Thanks for the pamphlet, received this morning. It is indeed written in a masterly style. The cause of Vedanta, if presented to the public in such garb as this would increase by rapid strides. The subscription would be shortly remitted. Kindly continue sending the paper.

Yours sincerely
Budh Singh

———:———

Roorkee

Dear sir

I am indeed very happy to read this journal, & trust it will do very much in the cause of Vedanta. I am very much thankful to

You for having kindly sent me the first issue. I am just sending the copy to father asking him to circulate it there. The Urdu is much better and far more beautiful & interesting than one can generally expect in a journal like this. The name is a most original one indeed like every other thing you do. I wish I could be as firm a believer in Vedânta as you are, and yet I feel misgivings. May God lead me to Truth with great respect

Yours Sincerely
Narain Dass

Lyalpore

Dear Sir

I have been much delighted to read your paper with title page "I" that I went through it thrice, and still found in me longing for going through it once more only. I did so, but the desire was no less - as its contents have awakened my curiosity to the highest pitch. I shall be highly thankful to you in finding

myself satisfied in the next issue, & every next one on every new moon.

Yours Sincerely
Devki Nandan
Canal office
Delhi

Dear Sir,

Your monthly journal Alif, sent as sample by you received duly. I have gone through it. It is one of the best journals expressing good ideas I offer myself its subscriber. Please continue to send it regularly

Yours sincerely
Ram Sarn Dass

Khushal

Dear Goswâmi

I am much delighted to have gone through your valuable paper, and assure you that it will prove an excellent organ for the practical Vedântism. I hope you will please send it to me regularly

Yours sincerely
Attar Chand
Store-keeper